

بزم درویش..... سلسلہ اول

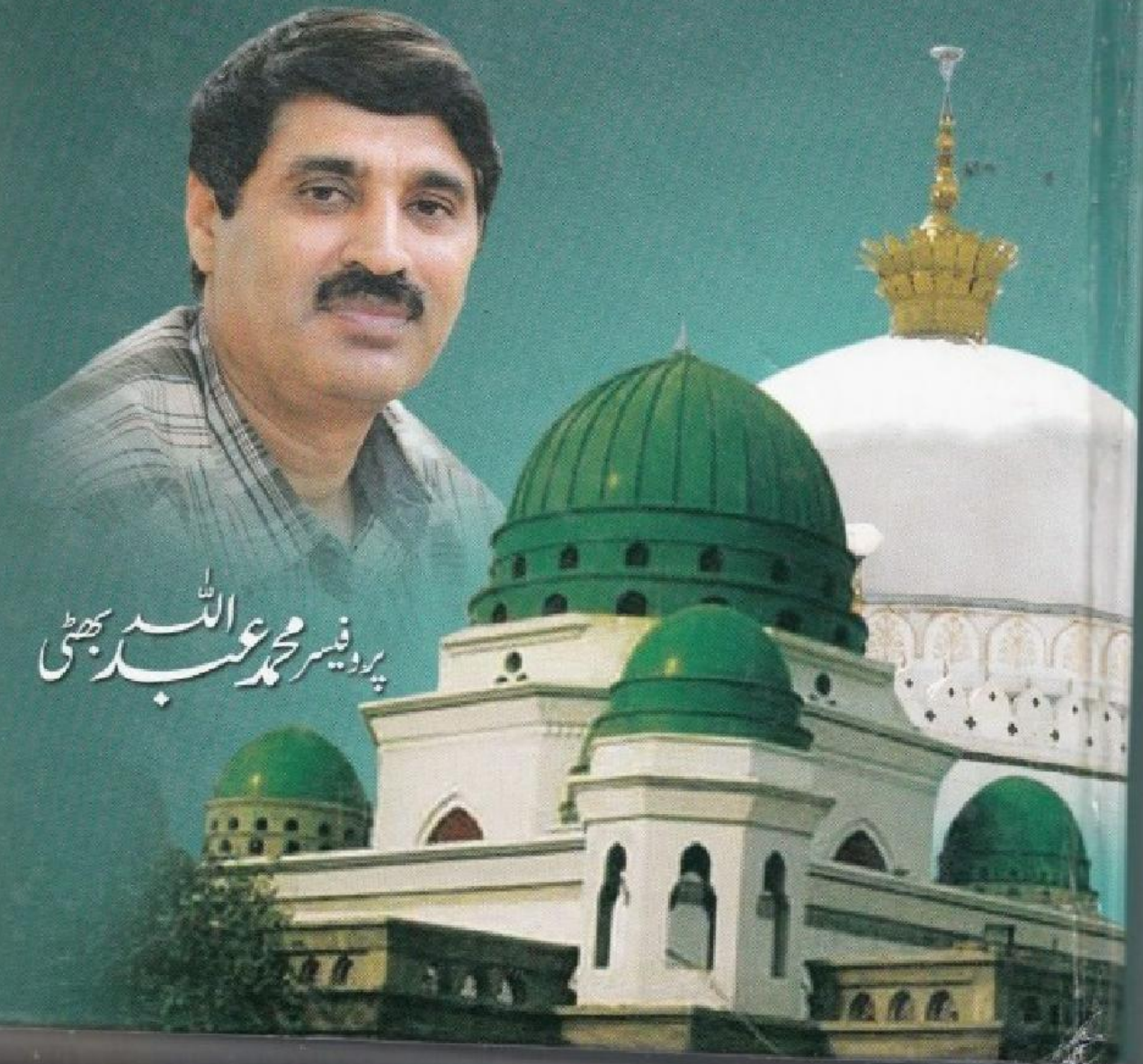
قطرے سے گہر ہونے تک کے

روحانی اسرار کشف کرنے والی دل گداز ماحیاتی تحریر

اسرارِ روحانیت

اضافہ شدہ ایڈیشن

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹّی



بزمِ درویش سلسلہ اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا صَبِيَّ يَا قَبِيْوْمَ يَا ذَوِ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

اسرارِ روحانیت

The Secrets of Spiritualism

راجہ فقیر تھلاش حق و قرب الہی کے پراسرار اور کھنسن سفر پر نکلے مسافر کے ہوشربا
چونکا دینے والے تجرینیز واقعات ایک درویش خدا مست کی زبانی

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

297.4 Muhammad Abdullah Bhatti, Prof.
Awara-e-Rohaniyat Prof. Muhammad
Abdullah Bhatti. - Lahore : Sang-e-Meel
Publications. 2014.
549pp.
I. Islam - Sufism - Spiritualism.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز / مصنف سے یا قاعدہ
تحریری اپنا ذات کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی
کوئی بھی صورت حال ظہور پزیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2014ء

افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کیا۔

سرورِ کونین کی نعلینِ پاک
کے نام

ISBN-10: 969-35-2735-6
ISBN-13: 978-969-35-2735-3

Sang-e-Meel Publications

28 Shuhrah-e-Farman (Lower Main), Lahore - 54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-9120 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-8101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smep@sang-e-meel.com

عالمی حلیف اینڈ سنٹرل پبلی کیشنز لاہور

گر قبول اقتد ہے عز و شرف

یہ فسازی یہ تیسرے پراسرار بندے
 جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
 دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
 سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
 دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
 جب چیز ہے لذت آشنائی

پڑھنے دا مت مان کریں
 نہ آکھیں پڑھیا پڑھیا
 اوہ جبار قہار کھاوے
 متاں روڑہ دیوی دودہ کڑھیا

میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

48	مفتی محمد راعب حسین نعیمی	17	عرض ناشر
50	مفتی رمضان سیالوی صاحب		ملفوظ در حضور جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب
52	سید انصار حسین شاہ زنجانی	18	(امجد عالم چشتی)
54	شہریار احمد خان	19	ارباب آغاز
57	زمر ذوقی		بے لاگ تبصرے
59	اسلم کھوکھر		
61	پروفیسر غلام سرور شہاب قادری	23	عطا الرحمن قاسمی
65	حاجی حق	26	آپ ارشد شاہی
68	روحانیت کی طرف	29	حاجہ مہر
71	اسم اعظم کی تلاش	32	للہ اقبال
72	درد و شریف کی کثرت	35	الولہ سید

251	ایک جہان سے دو جہاں	189
253	دیوانی ماں کو پیش کیا گیا	190
255	ایک لمحے میں فقیری پا گیا	194
257	فقیری لکھی مہنگی پڑی	198
262	روحانی کرنٹ یا توجہ کا کمال	203
262	روحانیت سے توبہ	203
264	روحانی غناؤں کا شوق	204
265	فیض یا روحانیت کا خاتمہ	206
265	حافظ صاحب کا لکھ	210
268	روحانی آپریشن کا خاتمہ	211
269	مشرع نے فقیری مانگی	213
273	کیا نبی بقیہ سے ہے؟	216
275	توجہ یا نبی بقیہ کا غلط استعمال	218
278	جسمانی پرواز	220
280	روحانی گورنر سے ملاقات	221
284	سچے اور پروازی خواب	223
287	پاگل بین یا مجذوبیت	224
290	من کی اداسی	225
294	مشرع کے درشن	226
300	حضرت بری امام سرکار کے روحانی فیضان کا آغاز	231
303	روحانی مسافر توجہ ہوں	235
	باب اول	238
307	روحانیت کیا ہے؟	240
321	روحانیت اور عصر حاضر	242
331	روحانیت کی افادیت	244
332	روحانیت کی آخری افادیت	246

127	بزرگوں سے فیض کیسے ملتا ہے؟	75
131	بابائی کو ترس آئی گیا	76
132	بابا اللہ دتہ اور گورو نانک جی	76
134	مشرع کی ناراضی	77
137	مشرع کی انوکھی سزا	78
139	حبیب گریبا سرکار رسالت سب کی زیارت	78
140	حضرت علی حیدر کرار کی زیارت	79
141	روحانی کینیات شروع	80
141	No Body خالی ذہن	82
142	قبض اور مضطرب	84
142	روحانی اور جھٹکے	89
145	عشق الہی	95
146	قرآن مجید سر پر مشرعی فیض	100
153	صوفیانہ شاعری	102
158	خدا کے ہونے کا احساس	102
160	پہلا روحانی علاج یا دم	106
162	اندھا بچہ ٹھیک ہوا	106
163	مخدوم کھڑا ہو گیا	107
165	ذبحیوں میں جکڑا مریض	110
167	کینسر کی مریض کا یقین	112
168	غریب باپ کی کینسر زدہ بیٹی	112
172	ریکھ ڈاکٹر کا یقین	114
174	کشفی صلاحتیوں کی بیداری	115
174	صدر پاکستان کا ڈاکٹر کیٹو	115
175	تیس سالہ رفاقت کا خاتمہ	118
177	بیوی کا عاشق خاوند	120
181	ایک دن کی دہن	124

127	ارٹھکاتو توجہ	75
131	ترک حیوانات	76
132	”میں دم“ سانس ہی زندگی ہے	76
134	مختلف مزارات پر حاضری	77
137	دائے حضور کے در پر	78
139	ریٹے سے ایشیئن راہ پلندی کا مزدور رویش	78
140	کراچی کے صوفی بھادوین کا دایا حضور کو سلام	79
141	گستاخ چری ملک	80
141	بدکردار زنی بابا	82
142	کیوتی کی آہ	84
142	خدا کی تلاش	89
145	ینگلی بابا کی چائی	95
146	پیر کی گدی خطر سے میں	100
153	شہنشاہ لاہور دایا حضور کے در پر	102
158	قلندری دھماکے اور مولوی صاحب	102
160	بابا بلھے شاہ کے در پر	106
162	گستاخ بھنگی بابا	106
163	ماڈرن چری فکشن اور ڈانس	107
165	آگ (ج) کا بچاری بابا	110
167	بابا لال شاہ مری کے در پر	112
168	بابا لال شاہ کا مریہ بابا	112
172	چری گردب کا مقابلہ	114
174	پاک تھن بابا فرید کے در پر	115
175	مجذوب بابا یوسف کے چائے رس	115
177	مجذوب بابا بشیر کا تھوہ اور بلاوا	118
181	مجذوب کی سزا	120
	مجذوب کی تلاش	124

384	خواجہ عبداللہ انصاری	372
385	ابو حامد غزالی	372
385	چھٹی صدی کے عارف	372
385	عین القضاۃ ہمدانی	373
385	سنائی غزنوی	373
386	احمد جامی	374
386	مجذوب جامی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ	374
388	ساقیوں صدی کے عارف	374
389	شیخ نجم الدین کرینی	374
389	شیخ فرید الدین عطار	375
390	شیخ شہاب الدین سرہروردی	376
390	ابن الفارض مصری	376
391	حضرت خواجہ مبین الدین چشتی	377
392	حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی	378
393	شیخ اکبر علی الدین ابن عربی طائی اندلسی	378
394	صدر الدین محمد غوثی	378
395	مولانا جامال الدین محمد غوثی	378
395	آٹھویں صدی کے عارف	379
395	علامہ الدولہ سنائی	379
395	عبدالرزاق کاشانی	379
396	خواجہ حافظ شیرازی	379
396	شیخ محمود ہستری	379
397	سید حیدر راسخی	380
397	نویں صدی کے عارف	380

351	دیر بھان	351
352	گرو نانک	352
352	اسلامی تصوف کے یوگ پر اثرات	333
352	اسلامی تصوف پر ڈی بی سیکڈ لٹل کا نظریہ	333
353	اسلامی تصوف پر ایچ سی پاولڈ کا بیان	333
	باب چہارم	334
	جسم لطیف	335
	عالم مثال یا آسٹریل ورلڈ	336
354	روحانیت اور اسلام	336
357	علفیتوف کا غشا اور مہدا	337
358	فقر و تصوف کیا ہے؟	337
358	عرف عام میں فقر کا مفہوم	337
358	صوفیہ کے نزدیک فقر کا مفہوم	337
359	عرف عام میں تصوف کا مفہوم	338
359	صوفیہ کے نزدیک تصوف کا مفہوم	338
359	آخر تصوف کی آراء	339
363	خلاصہ کلام	339
363	صوفی کون ہوتا ہے؟	339
365	خلاصہ کلام	342
365	احوال صوفیہ	348
	باب پنجم	348
369	اسلام میں تصوف کی ابتدا	349
370	دوسری صدی کے عارف	349
370	حسن بصری	349

351	دیر بھان	351
352	گرو نانک	352
352	اسلامی تصوف کے یوگ پر اثرات	333
352	اسلامی تصوف پر ڈی بی سیکڈ لٹل کا نظریہ	333
353	اسلامی تصوف پر ایچ سی پاولڈ کا بیان	333
	باب چہارم	334
	جسم لطیف	335
	عالم مثال یا آسٹریل ورلڈ	336
354	روحانیت اور اسلام	336
357	علفیتوف کا غشا اور مہدا	337
358	فقر و تصوف کیا ہے؟	337
358	عرف عام میں فقر کا مفہوم	337
358	صوفیہ کے نزدیک فقر کا مفہوم	337
359	عرف عام میں تصوف کا مفہوم	338
359	صوفیہ کے نزدیک تصوف کا مفہوم	338
359	آخر تصوف کی آراء	339
363	خلاصہ کلام	339
363	صوفی کون ہوتا ہے؟	339
365	خلاصہ کلام	342
365	احوال صوفیہ	348
	باب پنجم	348
369	اسلام میں تصوف کی ابتدا	349
370	دوسری صدی کے عارف	349
370	حسن بصری	349

397	شاہجہت اللہ ولیؒ	380
397	صالحین علی بن ترکہ صنفائیؒ	381
397	محمد بن حمزہ قاری رومیؒ	381

371	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	371
371	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	371
371	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	371

350	مالک بن دینارؒ	350
351	ابراہیم بن اوجمؒ	351
351	حضرت ابراہیم بن اوجمؒ کا ابتدائی دور	351

کثیر کے چیلے
کلیا اور ملک داس
سند داس

442	تین باتوں میں غلوں کی دل کی شدید ضرورت	425
443	وضاحت اخلاص میں حدیث قدسی	427
443	علامات اخلاص	427
443	اخلاص اور اقوال صوفیا	427
444	صدق (سچائی)	428
444	صدق کی تعریف	430
444	صدق قرآن کی نظر میں	430
445	صدق اور کذاب کون؟	431
445	صدق اور اقوال صوفیا	431
445	زہد فی الدنیا	432
446	مقبوض زہد میں اقوال صوفیا	433
447	حسن خلق	433
448	حسن خلق اور اقوال صوفیا	434
448	خوف خدا	436
448	خوف خدا اور قرآن میں خداوندی	436
449	خوف خدا اور احادیث نبویؐ	436
449	خوف کی اقسام	437
450	شکر	437
450	حقیقت شکر کیا ہے؟	438
450	اقسام شکر	438
451	رجا	439
452	رجا کا مطلب	439
452	رجا اور رحمت میں فرق	440
452	رجا کی اقسام	441
454	مہر	442
455	اقسام مہر	442

404	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	404
405	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	405
406	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	406
406	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	406
408	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	408
410	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	410
412	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	412
414	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	414
416	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	416
419	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	419
419	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	419
419	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	419
420	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	420
420	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	420
421	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	421
421	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	421
421	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	421
423	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	423
423	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	423
425	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	425
425	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	425
425	ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	425

398	سلسلہ اور وسیع	398
398	سلسلہ قلندر	398
399	باب ششم	399
399	فقیر کی اصل شان	399
399	اللہ تعالیٰ فقیر پر قدرت و حکمت کے	399
399	دروازے کھول دیتا ہے	399
399	معرفت نفس	399
400	ضروریات ارکانِ خواص	400
400	ضروریات بدن میں مداخلت	400
400	ضروریات روح میں مداخلت	400
400	ترجیحات نفس	400
401	ہوائے نفس	401
401	محاسبہ نفس	401
401	مہلکات	401
401	تکبر	401
401	تکبر خدا کے بموجب مقابل	401
402	لفظ عالین کی تشریح	402
402	تکبر انبیاء و اولیاء کے بموجب مقابل	402
402	تکبر لوگوں کے بموجب مقابل	402
403	عبرت ناک واقعہ	403
403	"تکبر" قرآن کی نظر میں	403
403	حد	403
403	حد کی تعریف	403
404	تکبر سے بچو	404
404	لائی سے بچو	404
404	حد سے بچو	404

شمس الدین محمد گنجی نور بخشؒ	
نور الدین محمد الرحمن جاتیؒ	
روحانی سلسلے	
سلسلہ زیدیہ	
سلسلہ عیاضیہ	
سلسلہ اوجیمیہ	
سلسلہ سمیریہ	
سلسلہ چشتیہ	
سلسلہ نجفیہ	
سلسلہ طغوریہ	
سلسلہ کریمیہ	
سلسلہ سقلیہ	
سلسلہ چلبیہ	
سلسلہ گازیرونیہ	
سلسلہ طوسیہ	
سلسلہ سروردیہ	
سلسلہ فردوسیہ	
سلسلہ قادریہ غوثیہ	
سلسلہ لیبیہ	
سلسلہ نقشبندیہ	
سلسلہ نورویہ	
سلسلہ خسرویہ	
سلسلہ خطاریہ حقیقیہ	
سلسلہ سادات کرام	
سلسلہ زاہدیہ	
سلسلہ انصاریہ	
سلسلہ صوفیہ	

509	باب چہارم	509
529	روحانی پرواز	510
529	کمرہ ظلماتی	511
530	اعمال ظلماتی	512
531	کمرہ تاریک	512
532	کمرہ رومی	512
534	کمرہ نوری	513
534	نمرات اسرار	513
535	ماخذ	514
537	پروفیسر عبداللہ بھٹی سے ملاقات	514
521	پروفیسر عبداللہ بھٹی کی آنے والی کتابیں	521
521	مرہبہ درویش	521
540	فکر درویش	522
541	بزم درویش	523
542	شمرات اسم اعظم	523
544	مراقبہ سینیں	525
546	سفر نامہ درویش	525
548	کمرہ نام	525

(Third Eye)	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
(REMEMBRANCE)	
(RESPIRATION)	
(ASTHMA)	
باب دواؤں	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
باب سیزدہم	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	
ابو اسحاق محمد بن یحییٰ	

455	باب نہم	455
456	روحانیت اور عشق الہی	456
456	عشق الہی اور ذکر الہی	456
491	فعلیہ	491
491	صفاتیہ	491
491	ذاتیہ	491
491	عشق الہی قریب خدا کا تیز ترین ذریعہ	491
493	حاصل عشق الہی کی کیفیات	493
494	عشق الہی اور مرشد کامل	494
496	زاہدوں اور عاشقوں کے مقام میں فرق	496
498	زاہد رنگ واصلان حق کی خاک پا	498
462	باب دہم	462
464	مرشد کامل	464
464	روحانیت اور مرشد کامل	464
465	ایک دلچسپ وضاحتی مثال	465
465	باب یازدہم	465
466	روحانیت اور ارتقا	466
500	ارتقا	500
500	علم اسمیات	500
503	علم اسمیات	503

مشکل مہر	
قناعت	
قناعت اور احادیث نبویؐ	
قناعت اور اقوال صوفیا	
باب ہفتم	
سرچشمہ روحانیت	
یقین کامل	
کامیابی	
اعتقاد	
یقین	
توکل علی اللہ	
درد و غم	
تجربہ	
عزالت	
خاموشی	
ثبوت و چٹا	
مطمئن اور پرسکون رہنا	
باب ہشتم	
روحانیت اور ذکر الہی	

عرض ناشر

ناپذ روزگار مرشد سرکار پروفیسر عبداللہ صاحب مدظلہ عالی و دامت برکاتہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا جو مسعود اس عہد کرناک میں روحانیت کا وہ روشن آفتاب ہے کہ جس کی قنارت و حرارت مر جھانی ہوئی رُوحوں کو شاداب اور طہ حال جسموں کو حیات کا سیلاب کی راہ پر لانے کے لیے ہمتن مصروف مل ہے۔

بے لوث خدمت خلق جہاں آپ کا منشور حیات ہے وہاں علم روحانیت کے فروغ اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے بھی آپ بھرپور طریقے سے سرگرم ہیں۔

”اسرار روحانیت“ آپ کی روحانی آپ بیتی، لیکچرز اور دوروں پر مشتمل ایک ایسا گنجینہ نایاب ہے جو ہر خاص و عام کو روحانیت کی ”عظیم منازل“ سے روشناس کرانے کا اثاثہ اپنے دامن میں محفوظ رکھتی ہے۔

تصوف اور روحانیت پر پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی اس مساعی جلیلہ کا ہدف روحانی تعلیمات کو آسان، سادہ اور عام فہم بنا کر پیش کرنا ہے تاہم موضوع کی مناسبت سے جو دقیق معارف کتاب میں آئے ہیں ان کو بھی جتنی الوضیح بھرپور رسالت سے بیان کیا گیا ہے۔

فردی روحانیت کے حوالے سے ہماری یہ کاوش کس حد تک کامیاب ہے اس کا فیصلہ اہل قارئین کریں گے۔

آپ کی تہذیب و آراء کا منتظر
سنگ میل نیپلی کی شہر، لاہور

حرف آغاز

ام سرانظر ہیں اس ذات بے نیاز کے کہ جس نے صرف ”میں“ کہہ کر کل کائنات کو خلق کیا اور پھر اپنی کل کائنات میں انسان کو اسنم کہہ کر اپنی نیابت عطا کرتے ہوئے خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر سجایا۔ لیکن یہ انسان کو باکلام و اعلیٰ میں جس کی روح سے اطاعت امر رانی کا قرار دیا گیا تھا اس دنیا میں آکر اس کی مادی رنگینیاں میں کھو جاتا ہے۔ مگر وہ یہ کہ یہ اپنی قوت عقل اور فہم و فراست کو بروئے کار لا کر مادی آسائش و تہذیب میں تو ہرگز نہ ڈالے گا۔ بلکہ اسے سادہ و سادہ زندگی کرنا چاہے گا۔ لیکن اس کے برعکس دوسری طرف بری طرح روحانی انحطاط کا شکار ہے۔

کتاب کے پہلے حصے میں ”میں نے اپنی آپ بیتی کو بیان کرتے ہوئے روحانی پرواز کے دوران اور اس کے بعد میں آنے والے واقعات اور اس سے پیدا کیے گئے واقعات کا ذکر کیا ہے تاکہ سانس اور دنیاوی کائنات کی دریا فتوں کی حسارتیں بکڑے ہوئے انسان کو روحانی و ایمانی راہ ہالے والی ملاوٹوں، معادلوں اور شکستوں سے روشناس کر دیا جاسکے۔ فی نفسہ میں ایک ایسی اور فائز افسانہ ہیں۔

اس اکرکی کو میرے اندر کوئی کمال نظر آتا ہے تو اس کی وجہ روحانی پرواز ہے کہ جس سے میں گزرا ہوں کتاب کے دوسرے حصے میں اس روحانی پرواز سے آشنائی کروانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس حصے میں دھب کے فضل و کرم سے مجھے یہ پورا یقین اور اعتماد ہے کہ اگر آپ کتاب کے دوسرے حصے میں اور میری اہلی الخیر مجھ کے توفیقاً اس حقیقت سے آشنائی آپ کا مقدر بن جائے گی جس کی طرف اشارہ علامہ اقبال

منقبت در حضور جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب

عشق و وفا کی انتہا عبداللہ بھٹی خلوص کا پیکر وہ راہنما عبداللہ بھٹی سب سے جدا لوگھا پیشوا عبداللہ بھٹی وہ حق پرست وہ حق نوا عبداللہ بھٹی واقف، سردعا، شرح تسلیم و رضا عبداللہ بھٹی کیا تجھے تلاؤں ہے کیا عبداللہ بھٹی وہ مکرم، وہ محترم، وہ فقر کا پیکر وہ عابد، وہ پاکیز، وہ دلربا عبداللہ بھٹی شرافت میں، عرفافت میں، سخاوت میں مرجع اہل صدق و صفا عبداللہ بھٹی وہی سر حقیقت، وہی راز طریقت رشد و ہدایت کی جلا عبداللہ بھٹی وہ ایک اپنی مثال آپ زمانے میں جنے گی نہ مادر گیتی دوسرا عبداللہ بھٹی چاہنے والوں کے دل میں، آنکھ میں جلوہ فرما وہ جابجا عبداللہ بھٹی جس کی صورت دیکھنے سے یاد آجائے خدا ایسا وہ عہد حق ثما عبداللہ بھٹی نہ حسب جا نہ منصب کی چاہت ہر عمل میں سب سے جدا عبداللہ بھٹی دکھ درد کے ماروں کا ایک ہی نعرہ سے میرے درد کا، وہ عبداللہ بھٹی

دل نے پوچھا کون اتنے رتبے والا غیب سے آئی ندا عبداللہ بھی
عالم لیکر آیا ہے گلدستہ عقیدت کا
بہ صد خلوص سن لے التجا عبداللہ بھی

محمد عالم چشتی



”ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں“

میں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا ہوں علم تصوف و عرفان کے حوالے سے جب میں امت مسلمہ کے اکابرین
کو ملتا ہوں تو مجھے اپنا علم سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف نظر آتا ہے تاہم دوستوں اور اپنے ارادتمندوں کے پرزور
اعتراف کا دل کی گئی۔ اس کا بیج بھی قرآن مجید فرقان عید میں موجود ”تکم تکز“ ہے جس کے مطابق خالق بے نیاز نے
اپنا ہندوں کو اسرار معروف کی بار بار یاد دہانی کروائی ہے۔ اس لیے میں اپنی علمی بے بنیادگی اور کم مائیگی کا اعتراف کرتے
اور علم کے درجہ پر پہنچنے سے اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں کر رہا بلکہ اکابرین علم

تصوف کے بتائے ہوئے اسباق کو ایک نئی جہت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایک عاجز مسکین فقیر فرمانے کا
قلم ناتواں اس حق کو کس حد تک ادا کر سکا ہے اس حوالے سے میں آپ کی آراء کا منتظر ہوں۔ اس التماس کے ساتھ کہ اگر
اس کتاب میں آپ کو کوئی مثبت بات نظر آئے تو اسے میرے ذاتی کمال کے بجائے عطیہ پروردگار رکھنا جائے اور اگر کوئی
سبب غامض یا عجیب نظر آئے تو اسے تقصیر غما کر رکھ کر رد فرمایا جائے کہ معاف کر دینا شیوہ اعلیٰ ظرفی ہے۔

اس سے قبل کہ میں دینی قلم و قراطاس کے ذریعے غم وادراک سے شلوہ مدینہ کی خطیں پاک کے صدقے میں
عطا ہوئے والے اسرار و معارف کے موتی نکال کر کے ہدیہ قارئین کروں میں اپنے ان محسنوں کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں
کہ جن کی دعا میں اور محبتیں شاہراہ حیات کے ہر گام پر میرے لیے دستوں ہر کوتاہی کے بے شمار ثمرات لیے موجود ہیں۔ ان
محسنوں میں سب سے پہلے میری ماں بی اور بہنیں ہیں اور ان کے بعد برادران بزرگ وارسید احمد اور چوہدری ریاض احمد
صاحب ہیں کہ جنہوں نے عہدیت میں مجھے شفقت پداری کا بحر پر مسائیان دیا اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر والد صاحب کی کی
کا احساس نہیں ہونے دیا۔ میں اپنے مرحوم بھائی حافظ علیل احمد کو بھی فراموش نہیں کر سکتا کہ جن کی قربت میں مجھے روحانی
علاؤں اور سعادتوں کی شیرینی ملی۔ کتاب لکھنے کے ارادے پر مجھے اپنے والد مرحوم بھی بڑی شدت سے یاد آئے کا آج
وہ ہوتے تو وہ دیکھتے کہ انہوں نے جو مجھے روحانیت کا سبق بچپن میں دیا تھا آج اس کے نتیجے میں کیا فہم سادہ دار وجود میں آیا
ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی رفیقہ و حیات کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں
کہ جس نے میری روحانی ریاضت کے ایام میں وفاداری اور مونس و غم خواری کی اس شاندار روایت کو زندہ کیا جس کا
مظاہرہ جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ نے سرکار رسالت آب علیہ السلام کے ساتھ عہد اسلام کے ابتدائی ایام میں کیا تھا۔ میری دعا
ہے کہ رب ذوالجلال اسے ہر حوالے سے ام المومنین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور بروز مشرا سے شافعیہ محضر
کی کنیزی میں محصور فرمائے آمین۔ میری بے شمار دعاؤں کے مستحق سنگ میل جن کا تعاون اس کتاب کی اشاعت میں
شامل حال رہا اور میں ممنون و مشکور ہوں اپنے تمام دوستوں اور ارادتمندوں کا کہ جن کی محبتیں میری زندگی کا شاد ہیں۔

عاجز مسکین فقیر فرمانا

محمد عبداللہ بھی

سرائے درویش

234 پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

0333-9999156 0300-4352956

Email: help@noorekhuda.org

www.noorekhuda.org



کیا دیوار کے پیچھے بھی کچھ ہے؟

عطاء الحق قاسمی (روزنامہ جنگ)

چودھویں سال پہلے کی بات ہے اسلام آباد یا لاہور میں میری ملاقات حامد میر سے ہوئی۔ انہوں نے باتوں
اور باتوں کے ذریعے روحانی محبت و مہماندہی بھی صاحب کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ موقع ملے تو ان سے ملاقات کریں۔ مجھے یہ زعم کہ
میرا یہ دور ہے کہ میں ان صاحب کا ذکر کیا بلکہ ان کا فون نمبر بھی دیا اور کہا کہ اگر ملنے کا موقع نہ بھی ملے تو آپ ان سے
فون پر بات کر لیں۔ چنانچہ میں نے انہیں ایک دن فون کیا لیکن دوسری طرف سے کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ اور اب یہ ایک
اور ایک دن بعد میں ایک صاحب میرے پاس تھرٹیف اے اور ایک کتاب کا مسودہ میرے پر در کر کے ہوئے کہا کہ یہ ان
کے مسودہ سرکاری پروجیکٹ مہماندہی بھی صاحب مدظلہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور ان کی خواہش ہے کہ آپ اس کتاب کا بیانیہ
مکمل کریں۔ ان کے مسودہ کے تحت ان صاحب سے میرے رابطے پر لگی ہوئی ہے چنانچہ میں نے مسودہ رکھ لیا اور آہستہ
آہستہ اس کے مکمل کرنے میں لگا دیں۔ یہ کتاب میرے ہاتھوں سے نکلتی ہے۔ یہ کتاب میرے ہاتھوں سے نکلتی ہے۔ یہ کتاب میرے ہاتھوں سے نکلتی ہے۔

خوش جیوے سرفراز شاہد

ایک جھٹکا سا گھراس خیال کے آتے ہی میں متنبہل گیا کہ پروفیسر رفیع اختر "سید مرزا شاہ اور واصف علی واصف ایسی روحانی شخصیات تھے تو بے ریش و بے دُور تھے۔ بس ایک اپنے بابائیکہ خان ہیں جو سیاہ لباس، تھنی داڑھی اور عصا کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد ہم بہت دیر تک چائے کے کپ پر کپ شپ کرتے رہے اور مجھے بالکل احساس نہیں ہوا کہ میں پُر اسرار قوتوں کے حامل کسی شخص سے ٹھوکھام ہوں بلکہ جی لگا کہ ایک بہت پرانے اور بے تکلف دوست کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ اس دوران ایک "بابائی" نے پوچھا "آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟" میں نے کہا "نیم فروری" اور پھر انھوں نے اپنا "کیرہ" آن کر کے میرے ماتھی کے بارے میں مجھے ایسی ایسی باتیں بتائیں جو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ انھوں نے میرے ہاتھ کی کھیریں بھی پڑھیں اور میری بعض بھی دیکھی اور پھر میرے جسمانی عوارض، ماتھی کے اہم واقعات اور مستقبل کی صورتحال کے بارے میں بھی بتانا شروع کر دیا۔ میں حیرت سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس دوران میرے ایک دوست تشریف لائے میں نے ان کو جواب "بابائی" سے گزارش کی کہ وہ میرے دوست کے بارے میں کچھ بتائیں۔ وہ انہیں دوسرے کمرے میں لے گئے اور واپس آئے تو میرے یہ دوست تخت چران تھے۔ ان سے کہا گیا کہ "کیا یہ درست ہے کہ آپ کی اپنی بیوی سے بٹھ کر ہو چکی ہے؟" انھوں نے پریشانی کے عالم میں کہا "ہاں" اور کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ بٹھ کر 2003ء میں ہوئی تھی؟" دوست نے کہا "نہیں 2005ء میں ہوئی تھی" کہا گیا "آپ دوبارہ جو بھیں سے بٹھ کر 2003ء میں ہوئی تھی؟" دوست نے یاد کرتے ہوئے کہا، "آپ ٹھیک کہتے ہیں شہر کی 2003ء میں ہوئی تھی۔ 2003ء میں میں نے مکان چھوڑا تھا۔"

تاہم یہ سب کچھ علم الاعداد یا میسٹری اور دوسرے پُر اسرار علوم کی دین تھا جس کی طرف روحانیت سے منسلک ابتدا میں پروفیسر عبداللہ بخٹی راغب رہے البتہ اس میں اس روحانی ریاضت کا فیض بھی شامل تھا جس کی تفصیل پروفیسر صاحب نے اپنی تصنیف میں بیان کی ہے۔ پروفیسر صاحب سے اس ملاقات کے بعد میری دلچسپی ان کی تصنیف میں اور زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ میں نے جم کر اس کا مسودہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جو ان کی رہائش گاہ میں قائم ادارہ ترقیات روحانیت، 234- پاک بلیک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ کتاب کا نام "اسرار روحانیت" تجویز کیا گیا اور واقعی یہ کتاب اسرار سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں روحانیت کے اس طویل سفر کی زوادی ہے جو پروفیسر صاحب کو طے کرنا پڑا۔ روحانیت کیا ہے؟ عصر حاضر میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ لہذا جب عالم اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ دانشور کیا سوچتے ہیں؟ اسلام میں تصوف کی ابتدا کب ہوئی؟ روحانی سطے "مذکرہ صوفیہ کے راتم" کون سے عوامل روحانیت میں کمی کرتے ہیں؟ اہم اہم کا بیان اور بے شمار دوسرے موضوعات پر اس کتاب میں تفصیلی اظہار کیا گیا ہے۔ یہ ایک ریسرچ پیپر ہے اور اس کے ساتھ اس عملی ریاضت کے نتیجے میں حیران کر دینے والے واقعات بھی جن سے پروفیسر عبداللہ بخٹی گزرے کتاب کا حصہ ہیں۔

پروفیسر صاحب مراقبوں کے دوران جن کیفیات سے گزرے وہ مجھے جیسے انسان کو خوفزدہ کرنے والی ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ ادھر دیر میں ہی چھوڑ دیا البتہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کیا وہ بہت چشم کشا تھا۔ مری میں

پروفیسر کے دوران ایک طالب علم کی پُر اسرار کیفیت اور اس عالم میں اس کا پروفیسر صاحب کو پکارنا اور فیضی آوازوں کے اور اس طالب علم کا رول ہونا ایک اندھے سے بچنے کی بیانی کا داپس آنا اور اسی طرح کے دوسرے واقعات مجھے ایسے تکنیک کے بارے میں انسان کو بھی بہت کچھ سونپے پر مجبور کر دیتے ہیں چنانچہ کتاب کے مطالعہ کے دوران میں نے ایک Psychologist دوست کو فون کیا اور پوچھا کہ وہ اس حوالے سے کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ حقیقت صرف وہ نہیں جو نظر آتی ہے بلکہ اس کے اندر بھی ہے۔ انسانی ذہن فی الحال ان اسرار کی تہ تک نہیں پہنچ سکا۔ مغرب میں اس پر ریسرچ ہوتی ہے تاہم اسرار نگہ رسائی اسرار ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ مجھے اس کتاب میں جو بات سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ کہ اس کا مکتبہ اس امر کی "تصوف کونسل" کے منشور سے نہیں جس کے تحت میں بھی صوفی کہلانے کا حقائق رکھتا ہوں۔ یہ مکتبہ دو لوگوں جس کے بارے میں میں نے ایک بار لکھا تھا کہ مذہب کے موڈ بانڈا کر کے ایک شکل سے بٹھ کر پروفیسر صاحب نے اپنی اس تحقیقاتی اور ریاضتی تجربوں کی حامل کتاب میں ثابت کیا ہے کہ تصوف مذہب کی مثبت اقدار کا ایک اظہار ہے۔ روحانیت کے مدارج طے کرنے کے علاوہ پروفیسر صاحب نے چار پانچ مضامین میں ماسٹر بھی لکھا ہے اور اس علم کی جھلکیاں بھی اس کتاب میں ملتی ہیں۔

میرے نزدیک علم صرف وہ ہے جو نافع بھی ہے چنانچہ پروفیسر صاحب کا علم نافع بھی ہے۔ جمعہ کا دن پروفیسر صاحب نے ایک دوست کے گھر پر اسرار کا طبعی طور پر انکار کرتے ہیں جن کے خیال میں جوہر اور نظر آرہی ہے وہی سب کچھ ہے اس کے چہرے پر کچھ نہیں وہ پروفیسر صاحب سے سوال کریں یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کے جواب سے مطمئن ہو جائیں لیکن ان کا ہر کام ہے انہیں ہے اس پر گفتگو کا روزہ تو کھلے گا۔

عطا ملحق قاسمی

کالم: 28 جولائی 2012ء

روزنامہ نگار لاہور

♦♦♦♦♦

اللہ تعالیٰ کا اجر ہر دوسرے کا مشاہدہ تو ہو سکتا ہے، تجربہ ہی بن جاتا ہے۔

مشرق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
طرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

پروفیسر عبداللہ بخٹی نے اٹاکہ عام کے لیے اپنے تجربات اور مشاہدات عام کر دیے ہیں اور لوگوں کو اس راستے پر گزرنے کی طرف اس کا بھی ہے جس پر چل کر وہ کیا ہے کیا بن گئے ہیں۔ اقبال کا شاگرد یا بیٹا، اقبال کو نہیں ہو سکتا لیکن اقبال اللہ ہم حال بن سکتا ہے۔

بہی صاحب کے معنی فرزند نور راہ تھا، ڈاکٹر فیاض راہ تھا آف میو ہسپتال لاہور حال مقیم اسلام آباد کے صوفی ہیں۔ نور میاں، بہی صاحب کی محبت کو حاصل زندگی کیا، ماحصل ایمان سمجھتے ہیں۔ فیاض راہ تھا اس حوالے سے بہت بے تکلف واقع ہوئے ہیں۔ وہ مولانا طارق جمیل کے امیر ہیں۔ شرک اور بدعت کے اپنے بیانے رکھتے ہیں۔ نور راہ تھا اپنے بہی صاحب کی کرامات کے بتیے شاہد ہیں۔ بعض اوقات ان کا حصہ بھی بن جاتے ہیں کہ ان کی وجہ سے انہی کو ہوا جاتی ہے۔ ان کے والد اسے "شعبہ ہاڑی" قرار دیتے ہیں اور مجھ سے بھی اٹھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اہل حق پر غیر مسلم بھی کھانے پیتے ہیں لیکن ان کے پاس اس جو بیانی سوال کا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ جو کام غیر مسلم کر لیتے ہیں وہ اس کے خلاف ہے۔ ان کے والد اسے "شعبدوں" میں وہی فرق ہے جو فرعون کے دربار کے جادو سادوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عصائی اڑاؤ میں تھا۔ جب فرعون کے سادوں نے رسیاں چیک کر انہیں سادوں کا دار یا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔ وہ اڑاؤ بن کر ان سادوں کو اٹھل گیا۔ روحانی علوم کی اقسام ہیں۔ بعض پر غیر مسلم بھی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ ایم بی بی انس کا اظہار اللہ و سکھ، مسیحی، ہندو، سب پاس کر سکتے ہیں اور علم غیب میں منتقل کو پا سکتے ہیں۔ انجیل شریک میں بھی ایسا ہو

خدا کو "مضبوط" بنانے کی کوشش

محیوب الرحمن شامی (روزنامہ پاکستان)

پروفیسر عبداللہ بخٹی کو ہزاروں کیا لاکھوں میں ایک کہا جاسکتا ہے۔ ان جیسا دوسرا ڈھونڈنا آسان نہیں ہے۔ دیکھنے میں وہ ایک عام سے انسان ہیں۔ پتلے، دہلے، دھان پان۔ ان کی باتیں بھی وہیں ہیں جو اس طرح کے آدمیوں کی ہوتی ہیں۔ تجربے میں شکوہ الفاظ ہے نہ تقریر میں۔ لہذا میں بھی عام سمجھتا ہوں۔ پروفیسر بخٹی کو کیا کچھ پروفیسر بھی معلوم نہیں ہوتے۔ ان کا رعب طاری نہیں ہوتا۔ بھانا پڑتا ہے۔ کسی مجلس میں موجود ہوں تو نمایاں نہیں رہتے کہ یہ شوق انہوں نے نہیں پالا، خود کو بچا بچا کر رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ "معتزلی غنائی" ہیں۔ ان کی شہرت خوشبو کی طرح پھیلی جا رہی ہے۔ جس جس کو جب جب جہاں جہاں ان کے بارے میں پتہ چلتا ہے، وہ ان سے بات کرنے کے لیے تباہ ہو جاتا ہے۔

درنسل) سن رکھا ہے، عبداللہ بھٹائی اس پر زندہ شہادت ہیں۔ ان کی تصنیف ”اسرار روحانیت“ پڑھنے والوں کو چونکا بلکہ چمکادیتا ہے۔ یہ آپ یقینی بھی ہے اور جگہ یقینی بھی۔ اس میں تاریخ سنست آئی ہے۔ روحانی علوم کے کمالات بھی اور خود ان کے تجربات بھی۔ وہ کہیں کہیں مرحلوں اور مضامینوں سے گزرے، اس عقلمند تک رسائی کیسے ہوئی اور پھر اس کے سہارے کہاں کہاں کی سیر کی، کچھ کہنے کی صلاحیت حاصل کی اور کیا کچھ کر دکھانے پر اللہ تعالیٰ نے ان کو قدرت عطا کر دی، یہ بظاہر اہل فلسفہ کی کہانی معلوم ہوتی ہے لیکن ان سے استفادہ کرنے والوں کی طرف دیکھیں اور ان کے وسوسہ شفا کی طرف متوجہ ہوں تو کچھ بھیجیں تو نہ آنے کے باوجود سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے اور سب کچھ سمجھ میں آنے کے باوجود کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۱) یہ (اور ہوتا ہے) سوئل سائنز کا بھی یہی معاملہ ہے۔ اسی طرح سپر چوئل سائنز کے بعض شعبوں میں فیر سم کی مثال حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اور بات کہ بقول اقبال:

نور الدین صاحب نے "صاحب" کے ساتھ امیر شریف گئے، دلی پہنچے تھے کہ پاکستان سے کسی کا فون آیا اور
 اعلیٰ صاحب کے بارے میں دریافت کیا۔ بتایا گیا کہ وہ قذافی کے راستے میں ہیں۔ فون کرنے والے نے سلام
 عرض کیا اور بھارت میں اپنے کسی دوست کو بھی فون کر دیا اور وہ افاق سے گزرتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جیٹ صاحب
 "ای آئی ٹی" قرار پا گئے۔ انہوں نے خدا معلوم کسی ہر میں نور الدین صاحب سے چھپا کر کوئی خواہش ہے؟ (جس کے لیے
 دعا کی جائے) انہوں نے عرض کیا (مشہور بھارتی سپر وین) کا شاہ باسو سے ملاقات کرادینیے۔ اس پر جیٹ صاحب نے
 اعلیٰ کا اہلکار کیا کہ امیر شریف کا قعدہ ہے، وہ درود و سلام زبان پر ہے، اس طرح کی خواہش دل میں کیسے داخل ہوگئی؟

اسرار و دعائیت

نور انجھا کھلے، آپ نے خواہش کا پوچھا تھا، یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ یہ خواہش مومنانہ ہونی چاہیے۔ اب تو وعدہ پورا کیجئے۔ اس پر پھر صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ شام کو گورنر صاحب نے عشا بنے پر یاد کیا، وہاں بیٹھ کر تمہارے کلمہ کو ذرا فکارت بھی موجود تھے۔ نور انجھا کی خواہش زیر بحث آئی تو سر داراجی نے اپنے سیکرٹری سے کہا کہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں ہیں، اگر وہی ہیں ہوں تو صبح ناشتے پر بلاؤ۔ چند گھنٹوں بعد معلوم ہوا کہ وہ دہلی میں ہیں اور صبح ناشتے پر آ رہے ہیں۔ عبدالغنی اپنے ساتھی کے ساتھ دعو کو ملے گئے، یوں نور انجھا کی 'نئے از شباب' خواہش پوری ہو گئی۔ یہی طرح کے کئی واقعات ہیں (یہاں کے سامنے) گزر چکے ہیں۔ انہیں آپ 'اتفاق' قرار دینا چاہیں تو دے لیں لیکن اگر اسے کوئی دوسرا معاملہ قرار دے دیں تو اس میں بھی کیا مضائقہ ہے؟

محبیب الرحمن شامی

◆◆◆◆◆

غلاموں کے غلام

حامد میر (روزنامہ جنگ، جیو ٹی وی)

ایک درویش سے بادشاہ کی ملاقات ہوئی، بادشاہ نے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگو، درویش نے کہا کہ میں اپنے
درویش کے کلام سے بہرہ لگاتا ہوں تو میں بھگتا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے درویش سے پوچھا کہ جناب
شاہ واد **سید علی نقی** **رحمۃ اللہ علیہ** درویش نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ جس اور امیدوں میں میرے کلام میں
اور میں اس کے کلام ہوں۔ بادشاہ اور درویش کا یہ معاملہ حضرت سید علی نقیؑ کی شہرہ آفاق کتاب ”کشف المحجوب“
میں درج ہے۔ حضرت سید علی نقیؑ نے تصوف اور فقر کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ تصوف وہ ہے جس کی ملکیت
میں کوئی فرق نہ ہو اور اس کے حاصل ہونے سے اسے کوئی فرق نہ پڑے۔ وہ اسباب دنیا کے موجود ہونے سے اپنے آپ
کو الگ نہ سمجھتا اور ان کے نہ ہونے سے اپنے آپ کو محنت نہ جانتا۔ اور اس کی نظر میں اسباب کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔ حضرت
سید علی نقیؑ نے ”کشف المحجوب“ میں لکھا کہ ”اسی موصاف میں لکھی گئی تھی“ اس کتاب کا کلیں واد بنی معیار اتنا بلند ہے کہ مجھ جیسے کو علم کو
کتاب لکھنے کے لیے کار بار ضعیف پڑی۔ میں نے اس کتاب تصوف کو سمجھنے کے لیے پڑھی۔ حضرت سید علی نقیؑ کی اور دیگر
ادباء کے تصوف پر اسی لحاظ سے بحث کی گئی ہے۔ میں اپنی والدہ اور والد صاحب کے ساتھ ان صوفی کے حضرات پر جانتا رہا
اور ان کے تصوف پر والدین نے ہمیشہ خاصی تکیا کہ صوفی اللہ کے نیک بندے تھے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اپنی
کتاب لکھنے کے لیے اسلام پر ایمان لانے کے حضرات پر جاکر قاضی خوانساری کو رائے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا نیک عمل ہے۔ مجھے یہ سمجھی
تھی کہ ان حضرات کو ان صوفی کے اسلام اور میرے اسلام میں کوئی فرق ہے۔

موجود ہے لیکن منزل شرف کے دور میں گمانے بھانے اور چنے پانے کے لیے مشہور کچھ شخصیات نے اچانک صوفی ازم راگ الاٹنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ کچھ ایسا نادر سے رہے تھے کہ شریعت اور طریقت دو مختلف چیزیں ہیں۔ نماز اور روزہ مولویت ہے جبکہ نماز اور روزہ ہے آ زادہ کرنا اللہ کے نعرے کا زادہ دوسرے ذالیا صوفی ازم ہے۔ اس قسم کی باتیں کر میں نے بار بار "کشف العجب" سے رجوع کیا جس میں حضرت سید علی ہجویری نے واضح طور پر لکھا ہے کہ شریعت کے بنیادی اصولوں پر عمل بغیر طریقت کی منزل میں طے نہیں کی جاسکتیں۔

۳۱

۱۔ صوفیوں کی کرامت کے پچھلے اس کی ریاضت ہوتی ہے۔ صوفی قرآن پاک کی کسی آیت کا ذکر کرے تو اس میں بھی اس آیت کے الفاظ کی طاقت آ جاتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو آیت کے الفاظ کا مطلب بھی معلوم ہو۔

۲۔ صوفیوں کی کرامت کے دوسرے اسباب یہ ہیں کہ ان کے دل میں قرآن کی آیتیں آ جاتی ہیں۔ انہوں نے کلام پاک کی طاقت کو محسوس کر لیا ہے لیکن ان کی کرامتوں کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ پر کرامتیں اس قدر آتی ہیں کہ ان کی کتاب میں صوفی کی تعلیمات کی روشنی میں کہا گیا ہے کہ تکبر سے بچو، خدا کے سامنے جھکنے سے ڈرو، اللہ کی حمد کرتے رہو۔ اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ انسان کے دل میں حسد اور ایمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ حسد کے ساتھ صحت باوجود اللہ مذکور۔ اس کتاب میں غلت پندسی سے پرہیز کرکھی صوفی کی صفت قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن میں غلت پندسی کی مذمت کرتا ہے۔ سب سے اہم صفت خوف خدا ہے، دل میں خوف خدا آ جاتا تو انسان کئی کاموں سے بچ جاتا ہے۔ صوفیوں کے اسلام اور قرآن کی تعلیمات میں کوئی فرق نہیں۔ پروفیسر محمد عبدالحمید بخیتی تحقیق اور تصدیق فرمادے گا کہ اسلام کا ساتھ ساتھ شکر ہے کہ صوفی ہیں۔ انہوں نے "اسرار روحانیت" کے ذریعے ہمیں اس بات کو بتایا کہ ہم کو غلاموں کے غلام بننا۔ امام محمد ان کے بیرونی طاقتوں کے غلام اور بیرونی طاقتیں شیطان کی غلام۔ اگر ہم روحانی قوت حاصل کر لیں تو ہم غلام بن سکتے ہیں۔ بیرونی قوت اللہ اور اس کے نبی کی غلامی میں ہے۔

عالمی شہر

”کشف المحجوب“ کو پڑھنا اور سمجھنا خاصا مشکل ہے لیکن اس مشکل کو پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے آسان کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ”اسرار روحانیت“ میں کئی صوفی کی تعلیمات کو انتہائی سادہ زبان میں اکٹھا کر دیا ہے۔

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے حضرت چنید بغدادی کے الفاظ میں تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ سے وفا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا تصوف ہے۔ یعنی صاحب نے ایک اور صوفی بزرگ شیخ عبداللہ سبزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے سات اصول ہیں کتاب اللہ سے منسوب تعلق، پیروی رسول، رزق حلال، ایذا رسانی سے پرہیز، گناہ سے نفرت، تو پر اور اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی۔ صوفی کی تعلیمات دراصل تعلیمات نبوی کا تسلسل ہیں لیکن 11 ستمبر 2001 کے بعد مغربی دانشوروں نے صوفی ازم کے نام پر مسلمانوں کو کشتیوں کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ صوفی کے مزاروں پر چلنے والے ایتھے مسلمان ہوتے ہیں اور صوفی کو نہ ماننے والے برے مسلمان ہوتے ہیں۔ پھر صوفی کے مزاروں پر حملے شروع ہو گئے۔ قتل کرنے والوں کا دعویٰ تھا کہ صوفی کے مزاروں پر بدعت ہوتی ہے۔ لوگ اللہ سے نہیں مانگتے قبر سے مانگتے ہیں۔ یہ صرف جہالت اور کم علمی تھی۔ اصلی صوفی وہی ہے جو حضرت علی رضوی اور شیخ چنید بغدادی کی طرح شریعت کے راستے پر چلتا ہے۔ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی نے ان صوفی اور عام

اسرار روحانی کا نام لیا لیکن پروفیسر صاحب کا کہنا نہ صرف دیوار میں مانتی ہیں بلکہ ظالم اور جاہل قسم کے لوگوں کی بھی اس کا خلاف کتاب ہو کر ہمارا گناہ بنتے ہیں جنہوں نے خلق خدا کا جینا حرام کر رکھا ہوتا ہے۔ تاہم دیکھنے اور سمجھنے کے لئے لکھتے ہیں اور صرف ان کی روحانی قوت کا کرشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور ان کے مرشد کی تعلیمات اور ان کی کئی ہے۔ وہ ہزاروں کو شفا دیتے اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں پھلے پھٹے ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب و عار حیات مندوں کے ٹھکانے کھٹھلا۔ اقبال ٹاؤن میں ان کی رہائش گاہ پر نگہ رہتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب و عار حیات مندوں کے ٹھکانے کھٹھلا۔ اقبال ٹاؤن میں ان کی رہائش گاہ پر نگہ رہتے ہیں۔

اسرار روحانی کا نام لیا لیکن پوری داستان انہوں نے اپنی کتاب ”اسرار روحانیت“ میں تفصیل سے بیان کی ہے۔ یہ کتاب اس ایک خدمت نامہ ہے کہ کس طرح آپ اپنی زندگی کو قرآنی احکامات کے مطابق گزار سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں اور کس طرح وہ عظیم قوت حاصل کر سکتے ہیں جو بظاہر انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اس کتاب اور اس کا مدد و تقویت ملحق خدا کی خدمت اور ان کے دیکھو دو جانتا ہے۔

کتاب کے آغاز میں عطاء الحق قاسمی، ڈاکٹر اسلم فیاضی، طارق اسلم ساگر، بانو قدسیہ اور دیگران نے اس کتاب کے سائنسی اور اخلاقی لحاظ کا احوال بیان کیا ہے۔ پھر اس پر اسرار سفر سے لطف اندوز اور مستفید ہوئے ہیں۔ یہ سعادت اور نعمت ہے کہ اس کتاب کے بارے میں اسنے تاثرات بیان کیے ہیں جبکہ یہ کتاب اس سے پہلے پچھلے تھی جو زندان کی وہ انتہائی ناگوار اور اذیت دہن گریں اس اسلوب لطیف میں شامل ہوتی۔ تاہم، یہ ایک صدقہ جاریہ ہے اور ابھی بے شمار اہل قلم و ادب اس پر سعادت حاصل کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ!

یہ کتاب ایک خوبصورت کتاب ہے جس کے اوصاف محدود کا احاطہ کسی مختصر تحریر میں نہیں کیا جاسکتا اور جس کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ صرف آدمی خود پیچھوس کر تپے کہ وہ محض اپنی کوتاہی کے باعث اتنی بڑی قوت سے محروم رہا بلکہ اس کی اس کتاب کے مطالعہ سے خود اس میں بہا سفر کی تمہید ہوتی ہے جس کے مراحل اس میں نہایت خوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں ایک اور بات یہ ہے کہ اس نے خود کو صرف کا آغاز کر کے اپنی

کتاب کے بارے میں ایک خوبصورت کتاب ہے جس کے اوصاف محدود کا احاطہ کسی مختصر تحریر میں نہیں کیا جاسکتا اور جس کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ صرف آدمی خود پیچھوس کر تپے کہ وہ محض اپنی کوتاہی کے باعث اتنی بڑی قوت سے محروم رہا بلکہ اس کی اس کتاب کے مطالعہ سے خود اس میں بہا سفر کی تمہید ہوتی ہے جس کے مراحل اس میں نہایت خوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں ایک اور بات یہ ہے کہ اس نے خود کو صرف کا آغاز کر کے اپنی

روحانیت اور میرا تجربہ

بانو قدسیہ

”آئیے پیدا ہو جائیں“

ظفر اقبال (نامور شاعر)

ہمارے عہد کے اقوال و زریں میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ تاہم اس میں ایک مزید قول زریں کا اضافہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ جس نے (لاہور میں رہتے ہوئے بھی) پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب کی زیارت نہیں کی، اس کا بھی ابھی تک پیدا ہونا نکلنک ہی ہے اور جن میں، خود میں بھی شامل ہوں، لہذا میرے لیے تو کوئی کوئی صبح معقول میں پیدا ہونے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

کہتے ہیں کہ دلی راوی کی شام سندھ اس لیے کہ وہ دلی حتی الامکان پروکا تھا میں رہتا ہے اور کسی پر بظاہر نہیں ہوتا اور اس سے روشناس ہونے کے لیے خود دلی جانا ضروری ہے لیکن ہمارا پروفیسر ایک دکھری ناپ کا دلی ہے جو دوسروں کو علی الاعلان دھوکہ دیتا ہے، ”وندجن“ اور ”ایسا کرسم“ سے اب تک ہمیں رسائی حاصل رہی ہے، ان میں شاعر دلی اور اسفند یار دلی میں ہمیں دستاب ہو سکے ہیں۔ دلی کوئی نے اردو شاعری کی بنیاد رکھی اور اسفند یار دلی اپنے علاقہ کے لوگوں کو سیکار رہنمائی فرما کر تے ہیں۔

کچھ شائیں اور بھی ہیں مثلاً جولاہوں کے ایک گاؤں میں (جولاہے حضرت سے محضرت کے ساتھ کہ آج کل ٹیکسٹائل مل لاکھان کو بھی ناؤں جولاہے ہی قرار دیا جاتا ہے) ایک شخص نے صبح سویرے چوک میں ساری آبادی کو جمع کیا اور کہا میں دلی ہو گیا ہوں، اس لیے مجھ پر ”ایمان لاؤ“ ”لوگوں نے کہا کہ تم اپنی کوئی کریمات دکھاؤ تا کہ ہمیں دلی مانا جاسکے۔ اس پر موصوف نے کہا کہ یہ جو سامنے دیا اور ہے، اگر میں اسے کہوں کہ چل کر میرے پاس آئے اور اگر وہ واقعی چل کر میرے پاس آجائے تو کیا تم مجھے دلی مان لو گے؟ جس پر لوگوں نے کہا کہ یقیناً مان لیں گے۔ چنانچہ اس نے دیوار کو ٹکرم دیا کہ وہ چل کر اس کے پاس آئے لیکن دیوار اس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے دوسری بار ٹکرم دیا تو پھر بھی دیوار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب تیسری بار ٹکرم دینے پر بھی دیوار چل کر اس کے پاس نہ آئی تو وہ بولا کہ جو چاہو دلی ہوتا ہے، اس میں فصر نہیں ہوتا۔ اگر دیوار چل کر میرے پاس نہیں آئی تو کوئی بات نہیں، میں خود اس کے پاس چل کر چلتا جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ چل کر دیوار کے

چھوڑ جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر پہلا تاثر یہ قائم ہوتا ہے کہ ہم اب تک ایک جعلی زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں جبکہ اصل زندگی کا آغاز کرنے کا طریقہ اس میں نکال صراحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ تیز یہ احساس ہوتا ہے کہ اب بھی صحیح معنوں میں جینے کا آغاز کیا جاسکتا ہے اور جس کے لیے کسی طرح کی رہبانیت اور ترک دنیا کی بھی ضرورت نہیں اور دنیا میں رہ کر بھی اس راستے پر شروعات کی جاسکتی ہیں۔ اس سفر کے مراحل میں نے کھول کر بیان اس لیے نہیں کیے کہ آپ اس گزارِ نجات میں خود داخل ہو کر اس کے فیوض و برکات کا اندازہ لگائیں اور دیکھیں کہ یہ آپ کے ذوق و شوق کو ہمیشہ کس طرح سے لگاتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے یہ کتاب تصنیف کر کے رات بے سبکی ہوئی تو م کی رہنمائی کس خوبصورت انداز میں کی ہے۔

مجھے بھی رزق مل جاتا ہے اکثر میرے سے کا وہ کھڑا ہوں ظفر، جو پیار کے پتھر میں رہتا ہے

ظفر اقبال

خوش جیوے سرفراز شاہ

ابن ابی شیبہؒ نے فرمایا کہ: اوصاف صاحب دوسرا ہے اور بابائی نوراولوں کا دوسرا ہے اور پچھلے صاحب اور بابائی نوراولوں کا دوسرا ہے۔ اشفاق صاحب ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا کیونکہ محبت عارف دنیا ہوتی ہے۔ بابائی نوراولوں کے کوہ پرے پر یہ منظر دیکھا کہ بابائی لشکر لپکتے ہیں اور انے والے مسعود مہمانوں کو اپنے گھر لے آتے ہیں اور ہر سے دل و دماغ پر روحانیت کی جوسادہ یہ تصویر بنی ہو چکی ہے ایسی ہی جتنی اور میں سمجھا کرتی تھی کہ ان کے اوصاف و کردار کی ایک خدمت کے لیے وقف کر دینے کو یہ روحانیت کہتے ہیں۔ جب میں نے خاں صاحب سے پوچھا تو ان کی نصیحت لی کہ تم ہونے کہنے لگدے غفلتوں کی قواضیح بھی خالق کی رضا کے حصول کا ایک بہتر میں شارت کثرت ہے بابائی نوراولوں کے اصرار سے یہ خصوصیات جو رنگ ہمیں نظر آیا وہ یہ تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے سب مریدین نماز کے لیے تیار ہوئے ہیں اور مشرک ان کا انتظار کر رہے ہیں اور مشرک ایک مہمان کو کھانا نکالنے میں مشغول ہیں اور اپنے مرید سے کہتے ہیں کہ تم لوگ نماز پڑھو میں مہمان کو کھانا نکال رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ مہمان کھانا کھا رہا ہے اور بابائی نوراولوں کے اصرار سے ہر مہمان بابائی نوراولوں کے پاس میں خود کھانا کھاؤ گا تو آپ فرماتے ہیں میں بیٹا! آپ اصرار سے کھانا کھاؤ نماز کی قضاوت سے خدمت کی کوئی نقصان ہوتی۔ درس تصوف کے سلسلے میں جو اہم ترین نقطہ میری نگاہ میں آیا وہ یہ تھا کہ اشفاق صاحب نے بابائی نوراولوں سے پوچھا بابائی اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی ایک خدمت میں حاضر ہوں اور تمام باتیں دے دے کہیں کو کتنا میں گئے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

37

ایک گراؤنگ پر لنگھا جاتا ہے۔ پھر بھرتن کے وسیلے کے پانی کو آگ پر گرم نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے بھی مرشد کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس کتاب میں Quick & Visionable Return کی بات بھی بیان کی گئی ہے اس سلسلے میں بھی ایک واقعہ بیان کر چکا ہوں۔ ایک شخص قبرستان میں جا بیٹھا۔ اس نے اپنے سامنے کی درخت کی ایک سوکھی شاخ زمین میں کرکھدی اس نے اپنی پھینکیں بند کر لیں اور اللہ کا ذکر لگے۔ کچھ پر بعد کی دوسرے شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے پتھر سے آگ لگا دی۔ وہ بولا میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں اور میں نے اپنے سامنے زمین میں

[illegible]

پانوقدسیہ

گزارش یہ ہے کہ روحانیت کو جاننے اور سمجھنے والے اور مستقل پڑھنے والوں کیلئے ان باتوں میں کوئی اہم نہیں ہے لیکن وہ قاری جو پہلی بار روحانیت پر کوئی کتاب پڑھے گا وہ جب اس مقام پر پہنچے گا جہاں پروفیسر صاحب فرماتے ہیں اس سطح میں بہت سارے بزرگوں سے ملا اور ملک کے دور دراز علاقوں میں بزرگوں سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن دو چار ملاقاتوں کے بعد دل چاہتا مطمئن نہ ہوتا تو قصور میرے دل میں مرشد کا تھا کوئی بھی ویسا نہ تھا۔ یہ شمار بزرگوں اور گوری نشینوں سے ملا لالچ اور جھوٹ کی نظر آیا۔ اس مقام پر پہنچ کر قاری کو ایک استاد کی ضرورت محسوس ہوگی جس سے وہ سمجھ سکے اور پوچھنے کی جہازت کر سکے کہ یہ دنیا واقعی اللہ کے دوستوں سے خالی ہوگئی ہے اور کیا اب ہر طرف لالچ اور جھوٹ ہی رہ گیا ہے۔ پھر استاد اسے جواب دے گا کہ ایسا نہیں ہے یہ دنیا بھی جس بھی اللہ کے دوستوں سے خالی نہیں ہوتی۔ ہر دور میں اللہ کے پیارے موجود ہوتے ہیں اور اپنی اپنی ذیونیت پر موجود ہوتے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ سالک اگر اپنے دل میں صدق پیدا کر لے تو مرشد خود چل کر اس کے دروازے پر پہنچ جائے گا۔ گویا سالک کا صدق کو کھڑکی کی دھاریوں سے بچائے گا۔

اس کتاب میں سالکوں کے لیے بہت کچھ ہے جیسے روحانیت اور عصر حاضر کے باب میں آج کے انسان کی دین سے دوری کے اسباب سے مفصل انداز میں بیان کر دیے گئے جو ہمارے لیے فکر کا کافی سامان مہیا کرتے ہیں۔

یہاں پر ایک خوبصورت مثال بھی ہے آگ اور پانی کی کہ جب ہم پانی کو گرم کرنا چاہتے ہیں تو کسی رتق میں

جنت میں گمشدگی سے جانا چاہتے ہیں۔ یہ کھوئی ہوئی جنت ہر آدمی کے اپنے پاس ہے مگر وہ دین وہ دنیا کے معاملات میں یکسانیت لاکر زندگی گزارنے کا ارادہ کرے۔

مختصر یہ ہے کہ پروفیسر صاحب نے جنت و دوزخ کی انسانیت کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ موجودہ دور مادہ پرستی کا دور ہے۔ ہر بندہ اپنے مفادات کے پیچھے دوڑ رہا ہے لیکن اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے پروفیسر صاحب جیسے لوگ پیدا کیے ہیں جو تفرقہ بازی سے آزاد ہو کر لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں خوش قسمت ہیں وہ لوگ اور معاشرہ جہاں پروفیسر صاحب جیسے لوگ موجود ہیں۔ پروفیسر صاحب کی محبت و خدمت جو ان کی یہ کتاب پڑھیں پھر مکرر روح و بدن میں وہ مقام آئے گا کہ آدمی کے حالات ضرور بدلیں گے۔

حالات بدلتے کے لیے خیالات کا بدلنا ضروری ہے قلم پروفیسر صاحب کی کتاب خیالات بدلے گی اور پھر حالات خود بخود بدل جائیں گے۔ معروف دانشور صفی دافع صاحب نے کہا کہ:

لوگ جنت میں جانا چاہتے ہیں مگر مرنے نہیں چاہتے۔ جو مرنے نہیں چاہتے وہ اس زندگی کو جنت بنا لیں پھر وہ مرنے سے نہیں ڈریں گے۔ مرنے بھی ایک طرح کی زندگی ہی ہے زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی جس کی جھلک اس زندگی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ تعارف کے مختلف مراحل میں کی مرآتیں کرنے پڑتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے بھی کی مرآتیں کیے۔ قلم کی کتاب میں آپ کا خلاصہ حق کے سفر میں مرآت اور مرآت میں کیفیات اور مشاہدات قابل دید ہیں۔ ایک مرآت یہ بھی ہے "موقوف قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مر جائو جو اس امر پر بھری حقیقت کو پالیتا ہے پھر اس کے لیے جینا مرنے کا ایک جیسا ہو جاتا ہے پھر وہ مرنے کے بعد بھی نہیں مریں۔ یقیناً نہیں

تعارف کیا ہے؟ روحانیت کسے کہتے ہیں؟ دین سے ان کا کیا تعلق ہے؟ اسلام میں تصوف کی حدود کیا ہیں؟ اور کیا تصوف کو صرف اسلام تک محدود کیا جاسکتا ہے دیگر مذاہب میں کیا اس کا تصور موجود نہیں؟ یہ اور ایسے بہت سارے سوالات بھی میرے دماغ میں بھی جنم لیتے ہیں لیکن میں خود یہ سمجھتا ہوں کہ میرے ہر ایک سوال کے لیے اللہ تعالیٰ کا حق اللہ اپنی ہمت کے مطابق پورے کر دے حقوق العباد کو جو جان بٹاؤ اللہ اللہ خیر سلوا۔ بھی کسی اللہ والے کی محبت نصیب ہو جائے تو اپنی مراد کے لئے کچھ پھیلانا۔ قسمت میں ہوا تو وسیلہ کار گر ہو جائے گا ورنہ جیسے تیسے زندگی چل رہی ہے۔

ظہر ہے وہ پانی میں ایک روز زور کا جھٹکا کا ہوا جب پانی شاہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ تاج شدہ کا فدا ت کا پلندہ میرے حوالے کیا اور اپنے مرشد جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا حکم سنایا کہ ان کی اس کتاب "اسرار روحانیت" پر تبصرہ لکھوں۔ میں زندگی میں اس سے پہلے بھی کچھ پڑھا تھا پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے نہیں ملا۔ میرا روحانیت سے دور دور تک کوئی علاقہ نہیں رہا لیکن یہ "پولی" لگنے والے ناچنے روزگار اور صاحب امروں تو مجھے اپنے لائق کا چرکنا لازم تھا۔ اللہ والوں کی کوئی بات اور حرکت حکمت سے خالی نہیں ہوتی لہذا میں نے عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب کا مطالعہ شروع کیا میں نے پورا اثر ہو کر مطالعہ شروع کیا۔ کتاب کا پہلا حصہ "علاش حق" عبداللہ بھٹی صاحب کی روحانی آپ بیتی پر مشتمل ہے۔ میں جیسے جیسے قلم بھٹی صاحب کا روحانی سفر نامہ پڑھتا گیا ایک بحر میں مبتلا ہوتا گیا قلم بھٹی صاحب جن حالات و کیفیات اور مشاہدات سے گزر رہے ہیں وہ قابل حیرت ہیں۔ آپ کی روحانی کیفیات اور مشاہدات ایسے تھے کہ میں بری طرح حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ آگے باقی کتاب کا مطالعہ کیا تو قلم بھٹی صاحب کے مطالعہ علم، روحانیت اور تصوف کا نہ صرف میں قائل ہو چکا تھا بلکہ قلم بھٹی صاحب کے سر اور عشق میں مبتلا ہو چکا تھا کیونکہ "اسرار روحانیت" معلومات کا ایک اصول قرار ہے۔

خوبصورت ملاقات

طارق السخیل ساگر

میرے اندر شدید خواہش بیدار ہو چکی کہ قوری طور پر قلم پروفیسر صاحب سے ملاقات ہو لہذا میں نے بھٹی صاحب سے درخواست کی کہ میں پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ دو دن بعد بھٹی صاحب کا فون آیا کہ میں پروفیسر صاحب کے لئے آ رہا ہوں۔

میں شدت سے قلم بھٹی صاحب کا انتظار کر رہا تھا۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور شاہ صاحب ایک ٹیبلٹ لے کر آیا۔ گالہ جو چنٹ چنٹ میں بیٹوں تھا میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں ان کے پیچھے دیکھ رہا تھا کہ وہ بارشیں لگ رہی تھیں۔ اللہ بھٹی صاحب کدھر ہیں؟ میرے سامنے کھڑے ہوئے جو ان بولے ساگر صاحب! جن کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں وہ اللہ بھٹی میں ہوں! اکثر لوگوں کو مجھ سے مل کر حیرت اور راجحی ہوتی ہے۔ میں حیرت سے یہی سب سن رہا تھا کیونکہ میں کسی بارش بزرگ کے انتظار میں تھا۔

اس وقت مجھے پروفیسر صاحب نے کہا ساگر صاحب آپ سے الگ ملنا چاہتا ہوں لہذا شاہ صاحب کو دوسرے کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ بھٹی صاحب نے میرا نام تاریخ پیدائش اور والدہ کا نام پوچھا۔ چند لمحے خاموشی کے بعد جب بھٹی صاحب بولے تو میری حیرت تیرے تجزیر ہو گئی تھی۔

بھٹی صاحب نے میرے جسمانی خواہش، مالی معاملات، اولاد، ماضی اور حال کو اس طرح بیان کیا جیسے میرے دل میں وہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ میں خود بھی حیرت میں تھا۔ میں شروع میں حیرت زدہ تھا۔

اللہ اور افسوس خوف زدہ اور ان کی روحانیت کا قائل ہو چکا تھا۔

کیونکہ بھٹی صاحب نے وہ باتیں بھی کہیں جو صرف میں جانتا تھا۔ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی اس کے بعد اب کسی بار ملاقات ہو چکی ہے اور میں کئی بار پروفیسر صاحب کے اقبال ٹاؤن میں گھر کے اوپر آتا ہوں پر بھی جا چکا ہوں جہاں پر جمعہ کے روز پورے پاکستان بلکہ ایران ملک سے ہزاروں لوگ اپنے روحانی اور جسمانی مسائل کے سلسلے میں آتے ہیں اور اپنی گھبراہٹوں کو بھی بھگتتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ بھی صاحب کو اور لوگوں سے خدمت کی کیونکہ ایسے لوگوں کی ہمارے معاشرے کو سخت ضرورت ہے۔

عبداللہ بھٹی صاحب کے حکم پر یہ عرضداشت پیش خدمت ہے۔ میرے ناقص مطالعے کے مطابق خواہشات اور خیالات راہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے قرب، وصال کی راہ تلاش کرنا اصطلاح تصوف میں طریقت کہلاتا ہے چنانچہ طریقت میں سالک سب سے پہلے مرشد کامل تلاش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا راہ راہ اور امانت حق کا تحمل ہوتا ہے وہ سلوک و طریقت میں ماہر اسرار اور رموز طریقت سے واقف اور عارف ہوتا ہے۔

ابوبکر الکنانی (233ھ) نے فرمایا:

تصوف خلق کا نام ہے جو خلق میں تجھ سے بہتر ہوگا وہ صفا میں بھی تجھ سے بڑھا ہوگا۔

ابو محمد الجرجری (311ھ) نے فرمایا:

ہر اہل اور عمدہ خلق میں داخل ہونا اور ہر ذلیل عادت سے باہر نکلتا تصوف ہے۔ ابو یوسف النوری فرماتے ہیں:

تصوف نہ صرف اسلام تک محدود کیا جاسکتا ہے دیگر مذاہب میں کیا اس کا تصور موجود نہیں؟ یہ اور ایسے بہت سارے سوالات بھی میرے دماغ میں بھی جنم لیتے ہیں لیکن میں خود یہ سمجھتا ہوں کہ میرے ہر ایک سوال کے لیے اللہ تعالیٰ کا حق اللہ اپنی ہمت کے مطابق پورے کر دے حقوق العباد کو جو جان بٹاؤ اللہ اللہ خیر سلوا۔ بھی کسی اللہ والے کی محبت نصیب ہو جائے تو اپنی مراد کے لئے کچھ پھیلانا۔ قسمت میں ہوا تو وسیلہ کار گر ہو جائے گا ورنہ جیسے تیسے زندگی چل رہی ہے۔

ظہر ہے وہ پانی میں ایک روز زور کا جھٹکا کا ہوا جب پانی شاہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ تاج شدہ کا فدا ت کا پلندہ میرے حوالے کیا اور اپنے مرشد جناب پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا حکم سنایا کہ ان کی اس کتاب "اسرار روحانیت" پر تبصرہ لکھوں۔ میں زندگی میں اس سے پہلے بھی کچھ پڑھا تھا پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے نہیں ملا۔ میرا روحانیت سے دور دور تک کوئی علاقہ نہیں رہا لیکن یہ "پولی" لگنے والے ناچنے روزگار اور صاحب امروں تو مجھے اپنے لائق کا چرکنا لازم تھا۔ اللہ والوں کی کوئی بات اور حرکت حکمت سے خالی نہیں ہوتی لہذا میں نے عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب کا مطالعہ شروع کیا میں نے پورا اثر ہو کر مطالعہ شروع کیا۔ کتاب کا پہلا حصہ "علاش حق" عبداللہ بھٹی صاحب کی روحانی آپ بیتی پر مشتمل ہے۔ میں جیسے جیسے قلم بھٹی صاحب کا روحانی سفر نامہ پڑھتا گیا ایک بحر میں مبتلا ہوتا گیا قلم بھٹی صاحب جن حالات و کیفیات اور مشاہدات سے گزر رہے ہیں وہ قابل حیرت ہیں۔ آپ کی روحانی کیفیات اور مشاہدات ایسے تھے کہ میں بری طرح حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ آگے باقی کتاب کا مطالعہ کیا تو قلم بھٹی صاحب کے مطالعہ علم، روحانیت اور تصوف کا نہ صرف میں قائل ہو چکا تھا بلکہ قلم بھٹی صاحب کے سر اور عشق میں مبتلا ہو چکا تھا کیونکہ "اسرار روحانیت" معلومات کا ایک اصول قرار ہے۔

جاوید چوہدری

جاوید چوہدری

نامور کالم نگار، ٹی وی اسکریپٹر

میرے ہر ایک سوال کے لیے اللہ تعالیٰ کا حق اللہ اپنی ہمت کے مطابق پورے کر دے حقوق العباد کو جو جان بٹاؤ اللہ اللہ خیر سلوا۔ بھی کسی اللہ والے کی محبت نصیب ہو جائے تو اپنی مراد کے لئے کچھ پھیلانا۔ قسمت میں ہوا تو وسیلہ کار گر ہو جائے گا ورنہ جیسے تیسے زندگی چل رہی ہے۔

تعمیر کر سکتے ہیں البتہ اگر چاہیں تو ہم اسے دانش، نور یا عشق قرار دیں یا کوئی اور نام دیں۔ آج کے انسان کو جس شدت سے اپنی باطنی اصلاح درکار ہے شاید ماضی میں کبھی نہ تھی۔ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی یہ تصنیف بلاشبہ تصوف اور روحانی علاج پر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور انہوں نے جدید دور میں اس حوالے سے ہونے والی تبدیلیوں اور تقاضوں کا بھرپور محاسبہ کیا ہے۔ روحانی مسافروں کو عبداللہ بھٹی صاحب سے ضرور ملنا چاہیے یا پروفیسر صاحب کی کتاب (اسرار روحانیت) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جس کی تلاش میں روحانی مسافر رہتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی یہ مساعی جلیلہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور اس سے سالکین تصوف کو راہنمائی نصیب ہو۔

طارق اسطیل ساگر
ممتاز دانشور، مصنف، ناول نگار و کالم نگار



روحانیت کا مطلب اور شادی میں خصوصی دل چسپی رکھتے ہیں چنانچہ اسے جہاں بھی کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جس کے ہاں یہ اہلی گلی ہو گئے فوراً پھر مان لیتا ہے اس کے بعد اس کی ولایت کا اشتہار بن جاتا ہے۔ عرفان نے عبداللہ بھٹی صاحب کی یہی اسی جذبے اور دولوں کے ساتھ تعریف کی جیسے یہ ماضی کے اولیائے کرام کی کیا کرتا تھا میں ان دنوں منہش کے دور سے گزر رہا تھا مجھے کوئی جھوٹا سچا سہارا چاہیے تھا میں اس سہارے کی تلاش میں عبداللہ بھٹی صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ مدت گزرتی تھی اس وقت ہوئی جب عبداللہ بھٹی صاحب نے چند سینکڑوں میں میرا مرض بتا دیا میں ان کی ریڈنگ پر حیران رہ گیا۔ کئی ملاقات اتنی بھر پور اور شاندار تھیں کہ میرا ان کے ساتھ تعلق استوار ہو گیا۔ عبداللہ بھٹی صاحب صوفی ہیں یا نہیں میں اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ ایمان کی طرح تصوف بھی بندے اور خدا کا سیکرٹ ہوتا ہے اور کسی شخص کو اس سیکرٹ میں کھانگنے اور رائے دینے کا حق نہیں لہذا میں بھی اس سیکرٹ کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ لیکن جہاں تک عبداللہ بھٹی صاحب کی اس کتاب کا تعلق ہے روحانیت اور تصوف کے طالب علم کے لئے یہ یقیناً مفید اور معاون ثابت ہوگی کہ وہ ایک علمی کتاب ہے۔

تصوف ایک راز ہے اور اس راز کا راز دان اسے عام لوگوں کے سامنے نہیں کھول سکتا۔ خاموشی صوفیائے کرام کا راز آف کنڈیکٹ ہے اور جو صوفی اس ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ بھاری سزا کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے لیکن تصوف راز کے ساتھ ساتھ علم بھی ہے اور عالم کے لیے علم چھپانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا عورت کے لئے آٹھ نواہ کا حل پایہ وہ کھانا چنا پھ صوفی تصوف میں جوں جوں ترقی کرتا جاتا ہے یہ صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں جیسی کیا بات کا ذکر ہو جاتا ہے۔ یونان اس کی علمی مجبوری بن جاتا ہے اور خاموش رہتا ضابطہ اخلاق یا لوگ مجبوری کے اس دور

روحانی مسائل کا حل باطنی علوم سے

غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، یہ حساب انسانی کا ڈش ہے

علامہ عظیم گنجی (روزنامہ جنگ، بلنڈان)

تمام حمد و ثناء رب العالمین مالک یوم الدین قادر و قدیر کے لیے ہیں۔ شایان شان درود سلام حبیب کبریٰ

میرے بھائی کرام کی ایک بڑی تعداد نے روحانیت کے سلسلے میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے افادات اور ان کے تعارفات کے بارے میں سوال کیا ہے اور بعض اولیائے کرام خصوصاً حضرت عبدالقادر جیلانی سے اس بارے میں روایات پر تبصرہ کرنے اور دور حاضر کے اولیائے کرام پر روشنی کے لیے پوچھا ہے۔ ہم آخر میں اپنے محترم قارئین کے نام درج کریں گے۔ جو اب عرض ہے کہ جیسا کہ کئی کالوں میں روحانیت اور روح کے بارے میں تفصیلات کا بیان کی جاتی رہی ہیں کہ روح کیا ہے اور روحانیت سے کیا مراد لی جاتی ہے۔ چونکہ علم ایک نہایت گہرے سمندر کی طرح ہے اس میں غرق نہ کرنے والے اپنے تجربات اور علمی معلومات اور پھر اپنی عقل و دانش کے دائرے کے اندر رہ کر لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ اس کے کسی ایک پوائنٹ پر مشتق ہونا بعید از قیاس ہے۔ اسی طرح مختلف ادوار کے اولیائے کرام کے علمی و ادبی عرصے ایک ایک رسانی کا بیان مختلف ہوتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی ابتدائی زندگی سچائی اور علم کے حصول کی کمن میں طویل رہا ہے اور مشاہدات میں گزری اور آپ نے چالیس برس تک قرآن و حدیث، فقہ اور طریقت کے علوم سے سیرابی حاصل کی اور اعلیٰ درجے کے پاکیزہ اور بلند ترین بزرگی اور روحانی فیض کے حاملان سے فیض روحانی کو خاطر باطنی علوم کی ادراک لے گئے۔ آپ کرامات کے بجائے تمام عرصہ رحلت طہر قرآن و سنت کے سخت پابند رہے حتیٰ کہ کتابک مسلطہ (مغاز) کو درجہ تکمیل سے دور فرماتے رہے۔ تاہم سخت سے سخت اوڑے سے بڑے کنگارے جیسے ہی دامن تھا اور توجہ کے لیے ہر ماہ اسے اسل سافلیں سے اٹھا کر ”حسن تقویٰ“ اور یقین کی منزل پر لا کھڑا کیا۔ اسی سلسلہ میں الگ مضامین سے افکار و کریں۔ تاہم قارئین نے دور حاضر میں اولیائے کرام کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا ہے۔ خاص طور پر کئی

میں واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ علم ہانٹنے کیلئے قہقہے کھاتوں اور ضرب الامثال کی مدد لیتے ہیں۔ یہ تصوف کے گہرے راز کو واقعات میں چھپاتے ہیں اور یہ واقعات لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ سمجھنے والے کچھ جائیں اور تاکھنا۔ کہانی سمجھ کر پڑھیں اور بھول جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف کی 99 فیصد کتابیں، قصوں، کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب واقعات ہے لیکن ان واقعات میں انتہائی گہرے راز چھپے ہیں۔ آپ میں سے کون ان رازوں تک پہنچتا ہے اور کون اس کتاب کی سچ پر تجربہ کرکھ واپس چلا جاتا ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا یا پھر آپ لوگ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ خدمت خلق اور دینی لوگوں کا دکھ کم کر دیتے ہیں وہ اللہ کے خاص بندے ہوں گے ہیں اور یہ کہ عبداللہ بھٹی صاحب عرصہ دراز سے کر رہے ہیں اور روزانہ درجنوں پریشان لوگوں کو ان کے دکھوں اور غمشوں سے نکالتے ہیں۔

جاوید چوہدری
بندر پرنس ایکسپریس چینل
کالم نگار روزنامہ ایکسپریس



خوش جیوے سرفراز شاد و شاد

دوست جن میں چوہدری لال حسین لندن، محمد اسلم لندن، محمد معروف انکاشا شاعر، دوست محمد فرید نور، آصف سعید بریلوی، چوہدری محمد شریف بریلوی، چوہدری جیلانی خان بریلوی، میاں مشتاق احمد مانچستر نے پوچھا ہے کہ لاہور میں آج تک پروفیسر عبداللہ بھٹی کی شہرت عام ہے اور ان کے بارے میں معروف کالم نگار، خطاط، اچھٹا قادی اور نثر سنجائی فی وی اینکر حامد میر نے ایک کالم میں اہم انکشافات کیے ہیں اور اسی طرح ارض وطن کے ممتاز دانشور اور کالم نگاروں، علمائے کرام نے بڑی جفا اور خوبصورت آراء کا اظہار کیا ہے۔ پھر مجھے مانچسٹر سے رائے طلب کی ہے۔ اگرچہ خود کو اس قابل تصور نہیں کرتا کہ میں خطاط یا قادی، بانو قادی، مثنوی، سیالوی، مثنوی، راغب حسین نعیمی، پروفیسر صوفی غلام سرور، میاں قادری جیسے قابل احترام مسلمانان دانش کی رائے کے بعد اپنی حقیر رائے دوں۔ لہذا میں نے شمار لوگوں کی زبان پر عبداللہ بھٹی صاحب کا ذکر تھا لہذا میرے دل میں بھی بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہوا اور میں پاکستان جا کر ان سے ملا بھی۔ ان سے ملاقات کے بعد اب میں بھی پروفیسر بھٹی کے ساتھ جتنا ہوں کہ عبداللہ بھٹی صاحب واقعی ایک درویش انسان ہیں جو خدمت خلق کے عظیم مشن پر شب و روز

دوست جن میں چوہدری لال حسین لندن، محمد اسلم لندن، محمد معروف انکاشا شاعر، دوست محمد فرید نور، آصف سعید بریلوی، چوہدری محمد شریف بریلوی، چوہدری جیلانی خان بریلوی، میاں مشتاق احمد مانچستر نے پوچھا ہے کہ لاہور میں آج تک پروفیسر عبداللہ بھٹی کی شہرت عام ہے اور ان کے بارے میں معروف کالم نگار، خطاط، اچھٹا قادی اور نثر سنجائی فی وی اینکر حامد میر نے ایک کالم میں اہم انکشافات کیے ہیں اور اسی طرح ارض وطن کے ممتاز دانشور اور کالم نگاروں، علمائے کرام نے بڑی جفا اور خوبصورت آراء کا اظہار کیا ہے۔ پھر مجھے مانچسٹر سے رائے طلب کی ہے۔ اگرچہ خود کو اس قابل تصور نہیں کرتا کہ میں خطاط یا قادی، بانو قادی، مثنوی، سیالوی، مثنوی، راغب حسین نعیمی، پروفیسر صوفی غلام سرور، میاں قادری جیسے قابل احترام مسلمانان دانش کی رائے کے بعد اپنی حقیر رائے دوں۔ لہذا میں نے شمار لوگوں کی زبان پر عبداللہ بھٹی صاحب کا ذکر تھا لہذا میرے دل میں بھی بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہوا اور میں پاکستان جا کر ان سے ملا بھی۔ ان سے ملاقات کے بعد اب میں بھی پروفیسر بھٹی کے ساتھ جتنا ہوں کہ عبداللہ بھٹی صاحب واقعی ایک درویش انسان ہیں جو خدمت خلق کے عظیم مشن پر شب و روز

یہ تمام باتیں جو حضرت امجدہؑ کی طرف سے لکھی گئی ہیں۔ میں جب بھی پاکستان جاتا ہوں تو انہیں خدمتِ خلق میں ہی مصروف پاؤں ہوں۔ یہی خدمتِ خلق ہی ان کے روحانی مقام کا اظہار کرتی ہے کہ وہ موجودہ دور کے ولی کامل درویش ہیں۔ تاہم انہیں ضرورت پیش آئے کہ قرآن وحدیث میں آئے کہ جب کوئی بندہ اپنے رب کریم کا پوچھا جائے، اس کا اصرار بیشک، پڑھنا لکھنا، سونا چاند لکھنا، قرآنی احکامات پر عمل کرنا اور جو اسے رب کریم کو یاد دلانے کے لئے لفظ نہیں ملتا اور منزل یا یقین سے تسلیم کرے تو پھر اس کی آگاہی کا ہاتھ نہ لگے کہ یہ ان کا خداوند ہے، غرض مل جائے، جس سے بھر دے دیکھنا یا دل ہے۔ جو کہتا ہے وہ اللہ ہی کی مرضی میں جاتی ہے جیسا کہ جبار انبیاء و ائمہ افضل الخیرین قرآن پاک میں اشراف فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں، گویا کہ انسان کامل جو اللہ کی بات اور احکامات سے منکر وہی ہے جو کہ وحی الہی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنے پاس سے کچھ نہیں لکھتا، اس کی روشنی میں اگر کوئی اللہ کا بندہ قرآن کریم پر اکتفا کرے اور یقین پیدا کرے کہ آگ کا کام جلاتا ہے، لیکن اللہ کے حکم کے بغیر نہیں اور جب زمین و آسمان تک پہنچتی ہوئی آگ کو اللہ کے فضل کے لئے لے کر عمل جائے، وہ پھر آگ نہیں سلامتی میں جاتی ہے۔ میں اسی طرح جہاد اللہ بھی صاحب کے بارے میں جو معلومات حاصل ہو، میں ان کی شہرہ آفاق کتاب "اسرار روحانیت" وہ مطالعہ کیا۔ وہ اللہ پاک کے نام یا جی یا قیوم میں فنا ہوئے اور پھر انہیں روحانیت کا گوہر کیا نصیب ہو گیا جس کی وجہ سے جلتے ہوئے سرخ لہوے کا تیز دھارہ ان کے ہاتھ میں آکر "سلامتی" بن جاتا ہے۔ یہ نور اکھروشن و تاباں ہو جاتی ہے اور اپنا بیخ، مجموعہ و حروف متذوقاں ہو کر چلنے لگ جاتے ہیں۔ یہی وقت روحانی کافیشین خدمتِ خلق کے لئے ہے اور فیضرعہ اللہ بھی کتب نصیب ہو چکے ہیں اور وہ اس فیض و کرم رب ذوالجلال کو اپنی ذات کے بجائے مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف کر کے فیضِ اولیائے کرام پر بزرگانِ دین کے طریق پر ذات کی گہری شہرہ لائے اور میں دن رات ملاطعتِ مرئیوں کا ادراغ فرما رہے ہیں۔ دورِ حاضر میں اسلای روحانیت کے ٹکڑے ہونے چہرے کی مانند ہیں اور فی زمانہ بدل چڑوں اور عالموں سے خود ساختہ رسم و رواج پیدا کر کے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ ان سے نجات والے ہیں اور پھر خاص و عام چھوٹے بڑے امیر غریب کو لگاؤ و شفقت سے دیکھتے ہیں اور روحانی بیابان

◆◆◆◆◆

روحانی کتب میں خوبصورت اضافہ

مفتی محمد رابع حسین نعیمی

میں نے غور سے سوچا کہ اگرچہ اس شخص نے میری زندگی برباد کر دی ہے مگر میں اسے بھول کر اپنے آپ کو بھول جائوں گا۔

◆◆◆◆◆

اسرار روحانیت

50

اسرار روحانیت ایک عظیم کتاب

فاضل اساتذہ سے لے کر کتبہ روحانیت کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی پروفیسر صاحب کی کتابی شکل میں موجود روحانی اسرار و معارف کے اس گلدستے پر غبریں سے اپنی روح کو مہر کشفی و تسکینی دے سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں ایک اور مکمل کیا ہے کہ اس میں روحانیات اور مذہب کاوش مکمل کر کے اس کتاب کو بین الاقوامی بنادیا ہے۔ یوں بھی روحانیات کا دائرہ اختیار رکھا ہے۔ لاکھوں تک ہے۔ اسلام میں تصوف اور روحانیات کے تمام سلاسل کا ذکر اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کر رہا ہے۔ چنانچہ صدی سے عصر حاضر تک کے روحانی مسائل نہایت خوبصورتی سے بیان کیے گئے ہیں جو پروفیسر صاحب نے علمی مقام کو بھی بیان کرتے ہیں۔

◆◆◆◆◆

◆◆◆◆◆

فاضل اساتذہ سے لے کر کتبہ روحانیت کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی پروفیسر صاحب کی کتابی شکل میں موجود روحانی اسرار و معارف کے اس گلدستے پر غبریں سے اپنی روح کو مہر کشفی و تسکینی دے سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں ایک اور مکمل کیا ہے کہ اس میں روحانیات اور مذہب کاوش مکمل کر کے اس کتاب کو بین الاقوامی بنادیا ہے۔ یوں بھی روحانیات کا دائرہ اختیار رکھا ہے۔ لاکھوں تک ہے۔ اسلام میں تصوف اور روحانیات کے تمام سلاسل کا ذکر اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کر رہا ہے۔ چنانچہ صدی سے عصر حاضر تک کے روحانی مسائل نہایت خوبصورتی سے بیان کیے گئے ہیں جو پروفیسر صاحب نے علمی مقام کو بھی بیان کرتے ہیں۔

ہمارے محبوب اشفاق احمد خان کہا کرتے تھے کہ ایک بچی روحانی شخصیت وہ ہوتی ہے جو دنیا سے الگ ہو کر اپنے دل کے اندر رہے۔ قبلہ پروفیسر صاحب اشفاق صاحب کے

شیر یار احمد خان

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم زوال کا شکار ہو تو اس کے تمام ادارے زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ قوم کا ایک بڑا حصہ اخلاقی اقدار سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ مکاری، عیاری، ریا کاری لوگوں کا دھڑ بن جاتا ہے۔ مسلم معاشرہ گزشتہ کئی صدیوں سے جس زوال کا شکار چلا آ رہا ہے اس سے تصوف جیسا خوبصورت ادارہ بھی نہ بچ سکا۔ تصوف کا نام ہے اپنی ہستی کو اس دنیا کو اس ذات بیکران کے ساتھ ملانے کا جواز ہے اور تابدہر ہے۔ اس ذات اعلیٰ کی قربت اس کی رضا پھر اس کی ذات میں گم ہو کر اپنی ہستی کو بظاہر ملانے ہوئے قطرے سے سمندر بن جانے کا۔ روح کی سر بلندی کا اپنے باطن کی گہرائیوں کے مشاہدے کا۔ اگرچہ تصوف کو ہر دور میں قبول عام کی سند حاصل رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسئلہ تصوف پر عہد میں متاثر بھی رہا ہے جس کی بڑی ذمہ داری تصوف کے بارے میں پائے جانے والے غیر حقیقی تصورات کی بھر مار اور نام نہان دھوکا اور بہرہ پریشوں کا وہ گروہ ہے جو تصوف کا خرقہ پہن کر عوام الناس کو بے وقوف بنانے میں مصروف ہیں۔

راقم کو اپنی زندگی میں ایک سنگ بے شمار بزرگوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہو چکا ہے لیکن گزشتہ دنوں ہماری ملاقات ایک ایسے مرد قلندر سے ہوئی جسے دیکھ کر بے اختیار برٹرینڈ رسل کا وہ قول یاد آ گیا کہ بہترین انسانی خوبیوں کا اظہار صرف تصوف ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ پروفیسر عبداللہ جعفری صاحب کے روحانی مرتبے کا اندازہ لگانے کے لیے میں اس واقعے کا سہارا لوں گا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایک سو بیس بزرگوں کی خدمت کی لیکن وہ لذت آفاقی سے محروم رہے۔ آخر کار حضرت امام جعفر صادق کی نگاہِ کرم نے انھیں وہ بلند مرتبہ عطا کر دیا جس کی بدولت حضرت بایزید بسطامی سلطان العارفین کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی طرح پروفیسر صاحب کو مل کر یہ احساس ہوا کہ ان کی صحبت میں بیٹھ کر لذت آفاقی کی وہ دولت لا زوال حاصل کی جاسکتی ہے جس کی ایک تنگ تلاش تھی۔ یوں تو پروفیسر صاحب اپنی بے وقوف قطع اور اپنے لباس کے لحاظ سے ایک دنیا دار انسان دکھائی دیتے ہیں لیکن درحقیقت اپنی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنی عملی زندگی میں اس

ہر ایک انسان کا اندازہ ملتا ہے۔ اس کی جہاد میں مصروف ہیں، اس کا تازہ نمونہ ان کی معرکتہ آراء کتاب "اسرار روحانیت" کی طرف سے ملتا ہے۔ انہوں نے تصوف کے بارے میں پائے جانے والے فرسودہ تصورات، غلط افہام، افسانہ و قیاسات کو رد کرتے ہوئے نہایت منطقی اور خوبصورت انداز میں تصوف کی اہمیت اور انسانی زندگی میں اس کے اثرات پر جو سیر حاصل بحث کی ہے اس سے یقیناً راہِ سلوک کے مسافر اور طالبانِ حق ہمیشہ مستفید ہوں گے۔ آپ روحانیت اور تصوف کو ایک عالمگیر سچائی بھی سمجھتے ہیں لیکن شریعت کی حدود سے باہر بھی نہیں جاتے۔ آپ نے اپنی تعلیمات اور اپنی اس تصنیف کے ذریعے قاری کو اور عوام الناس کو دلائل و براہین کی قوت سے یہ بات دلالت کی ہے کہ "اسرار روحانیت" اور اپنی تعلیمات کے پودے میں ہمیں مگر دواش کے من بھی دکھائی دیتے ہیں اور ایک اصولی مسئلہ، ایک عاشق صادق بھی اور ایک نہایت مہربان انسان بھی، میدانِ تصوف کے ایک حقیقت پسند پیر بھی اور ایک اعلیٰ مرتبہ پر داخل بھی، ایک محقق بھی اور ایک ادیب و شاعر بھی کہ ان کی نثر کہیں کہیں شاعری کا آجنگ لیے ہوئے ہوتی ہے۔ پروفیسر صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ "میں کوئی شاعر یا ادیب نہیں کہ اپنی کیفیات کو بیان کر سکوں"۔ لیکن جس خوبصورت اور سادہ پراثر انداز میں انہوں نے زیارتِ رسول اکرم اور زیارتِ حضرت علی کا حال بیان کیا ہے وہ بڑے بڑے ادیب بھی اسے مختصر الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ جب زیارتِ رسول پاک کا احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"میری ساری محنتوں اور کوششوں کا صلہ مجھے اس رات مل گیا۔ میں دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان بن گیا۔ میرے ہماگ جاگ گئے، میں امر ہو گیا۔" تو وہ ایک بہت بڑے عاشقِ رسول کے طور پر سامنے آتے ہیں جو رسول کی ایک محنت کو اپنے لیے سرمایہ حیات تصور کر رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب اپنی اس کتاب میں جب راہِ سلوک کی منازل

کا ذکر کرتے ہیں تو ماحول پر ایک مہر طاری ہو جاتا ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ قاری پر ایک مثبت طاری ہو جاتی ہے اور وہ خود کو اس ماحول کا حصہ سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

قلب پروفیسر صاحب کی ایک خوبی اور ان کے ایک سچا صوفی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ کتاب میں درج مختلف واقعات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ذات کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ہر جگہ اپنے فیض پر اللہ تعالیٰ کا نہایت بڑے ساتھ شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ تاہم ہرگز اس کی وجہ اپنی دلچسپی آنے کا ذکر ہو یا پگھلاؤ کے لیے محبت ہونے کا واقعہ زیارتِ رسول پاک کا ذکر ہو یا زیارتِ علی کا پروفیسر صاحب ہر جگہ اس انعام پر بارگاہِ ایزدی میں اپنا سر جھکائے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عشقِ الہی کا پرچار کرتی یہ کتاب درحقیقت مکالمے سے لاکھوں تک کا سفر ہے۔ پروفیسر صاحب کی تعلیمات میں ہمیں جا بجا یہ دس ملتا ہے کہ کس طرح ہم اپنے نفس کو خود غرضی، کینہ، ہوس، لالچ، طمع، نفس پرستی، شہوت، تکبر، جھوٹ، حسد، غصب، نفرت، عقارت، خیانت اور تنگ نظری کی غلامی سے نجات دلا سکتے ہیں۔ کس طرح ہم قریب الہی، مہربان، شکر، توکل، رضا، خود غور، رجز، دعا، انصار، انصار، نرمی، تقویٰ، پاکیزگی، حسنِ سیرت، احسان اور یقین جملہ جیسی اوصافِ عہدہ سے اپنی ذات کو متصف کر سکتے ہیں۔

محترم قارئین! اگر کوئی راجح کا مسافر سلوک کی منازلِ عروج سے ملنے کے کا طلبگار ہے اگر کوئی علم و عرفان کی منزلِ سر کرنے کا خواہش مند ہے، اگر کوئی ادبی و سرمدی حقیقتوں سے آشنائی کا طلبگار ہے، اگر کوئی دنیا کے جھیلوں میں رہتے ہوئے بھی اسرارِ روحانیت کو اپنے دل پر مستحکم کرنے کا خواہش مند ہے، اگر کوئی دانا و حق چاہنے کا بھی ہے اگر کوئی زہد و تقویٰ کا حقیقی مفہوم سمجھ کر اسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کا خواہش مند ہے، اگر کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت سے اپنے قلب و ذہن کو مہل کرنا چاہتا ہے، اگر ایک عاشقِ صادق کی طرح اپنے رب سے ہم کلام ہونا چاہتا ہے، اگر اپنی بیوی کو عشقِ سرمدی کی شیرینی میں گوند کر اسے کھانا بنانا چاہتا ہے، اگر اپنے منہ سے ہر عشقِ سرمدی کی سہ باک و دانا لہروں میں ڈوب کر سراپہ زندگی پانے کا مقصد ہے، اگر فقر و محنت کی دلدل سے لا زوال اور عشقِ حقیقی کی لذت ہے مثال میں ڈوب کر بچا کی منزل کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے پروفیسر صاحب سے ملاقات اور ان کی کتاب "اسرار روحانیت" کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

کوئی لمحہ ہو تیرے ساتھ کا جو میری عمر بھر کو سیٹھ لے

میں فنا و بقا کے بھی سفر اسی ایک ہلی میں گزار دوں

شیر یار احمد خان

ممتاز کالم نگار (روزنامہ پاکستان)

روحانیت کا گلدستہ

زمر دقوی

دلہا شایہ اتفاقاً ذات ہی کا نام ہے۔ آج سے بیس سال پہلے ایسا ہی اتفاق میری زندگی میں ہوا کہ جب مجھ پر اتفاق ہوا کہ سبب اسطرح صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے لیکن اُس نے اُس کا کچھ توڑا اس حصار سے بندوں میں بھی اتفاق ہوا کہ سبب اسطرح اس مادی دنیا میں ہر کوئی نہ اکبر بن سکتا ہے نہ انجمن شریعت اور شیعہ میں جا سکتا ہے جب تک پیدائشی طور پر وہ مخصوص رجحانات کا حامل (جینیٹک کوڈ) نہ ہو۔ اسی طرح روحانی طور پر ایسا ہی شعبہ ہے جس میں کوئی اُس وقت تک دسترس حاصل نہیں کر سکتا جب تک پیدائشی طور پر ان رجحانات کا حامل نہ ہو۔ کوئی کہ کان میں سیرا پیدا نہیں ہوتا۔ جو ہرگز میرے کو تراش کر اُس کی خوبصورتی میں تواضع کر سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی کہ کان میں سیرا پیدا نہیں ہوتا۔ جو ہرگز میرے کو تراش کر اُس کی خوبصورتی میں تواضع کر سکتا ہے۔

دوسرا اتفاق زندگی میں روحانیت کے حوالے سے ہوا۔ کیوں کہ اس شعبے کے حوالے سے بدگمانیاں تھیں جو شاید کبھی تھیں۔ اس شعبے میں بھی مادی فائدہ کے لیے بے تحاشہ دلوں بھی گھس آتے ہیں جن کا روحانیت سے دور دور کا

ان سے ملاقات کے بعد میرے دل میں آپ کی ذات کے حوالے سے ایک ارادت کی انشاء ختم لایا۔ اسی ارادتِ مملی کے ساتھ میں نے "اسرار روحانیت" کا مطالعہ کیا تو مجھے ایسا لگا کہ یہ کتاب علومِ روحانیت کا وہ گلدستہ ہے کہ اس میں روحانی معلومات کے وہ تمام پھول اور پتیاں افسوس کی گئی ہیں جس سے ہر کوئی بظاہر طرف اپنے مقام جاں کو مہر کر سکتا ہے۔ مادیت کے حصار میں جکڑے ہوئے انسان کو یہ کتاب علومِ روحانیت کے اند پائے جانے والے سکون و طمانیت کے شمعِ عظیم سے آشکار دیتی ہے۔

آج کے انسان کے تمام مسائل کا حل جس چیز میں پنہاں ہے یہ اُس کا تعارف کراتی ہے۔ یہ اپنے قاری کے اندر طلب پیدا کرتی ہے کہ وہ اپنے من کی دنیا کو بیدار کر کے قلب سے گھر بننے کا سفر طے کرے۔ روحانی معارف کے

حوالے سے اس سے پہلے جو بھی کام ہوا وہ عام قاری کو بجز روحانیت کے ساحل پر لانے میں ناکام نظر آتا ہے۔ پروفیسر عبداللہ صاحب نے یہ چیز اٹھایا ہے کہ ہر خاص و عام کو وہ روحانیت کی کرنوں سے فیض یاب کریں۔ سید تقی شاہ ان کے دوسرے شاگردوں نے اپنے سر شہرِ کرم کے ارشادات و تعلیمات کو جس خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اس کا قابلِ تحسین ہیں۔

99

پرو ستر ہندالہدسی صاحبی ذات اتحاد بین المسلمین کا باعث بھی ہے۔ اس دورِ مرفق میں جہاں ہمسک کے اختلاف پر مہجوروں، عماروں اور نماز جنازہ پر خود کشی دھماکے ہوتے ہوں اور اسی پر لوگوں کو گروہوں سمجھی سامنے سے تو کبھی پشت سے ذبح کیا جا رہا ہو، صوفیوں نے تعلیمات اشرف ضرورت بن گئی ہیں۔ جو انسانوں رواداری برداشت اور بھائی چارے کو فروغ دیتے ہوئے ہماری دنیا کو اس کا گہوارہ بنا دیں۔ بنی نوع انسان انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل امر اور ردحائیت کے مطالعہ میں پوشیدہ ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کے مطالعہ کے بعد آپ میری رائے کی تائید کریں گے اور یہ کہنے نظر آئیں گے کہ کتاب "امراوردوحائیت" آئی ہے دور کی اشرف ضرورت ہے۔

منفرد در روحانی شخصیت

اسلم کھوکھر (ہیور چیف روزنامہ اوصاف)

[illegible]

خوش جیو ہے شرفِ زمرد نقوی

◆◆◆◆◆

یہ دشمن شیطان عصمت طاقتوں، غاصبوں، ظالموں، مہر دم سنگدل لوگوں نے جنہم بنا رکھی ہے
بیکاروں شہر مندرو، شہزادوں کے وقار داروں نے اس زمین کو آتش فشاں بنا رکھا ہے۔ اسے گیارہ واسن
ساتباں دینے والے سی دراصل اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات سمجھا کر اطمینان کے طر
نیت اور اولیائے کرام کے اس تقویٰ قدم کے پیکر کار ہیں کہ جس پر چل کر ہی، دنیا اور آخرت میں کامیابی کا سہارا
سکی ہے۔ اور اس کام میں حرم مہر محمد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تئیں مقدور بخشش کر رہے ہیں۔ جب سے
اس مقام سے نوازا ہے روزانہ سیکڑوں لوگ چشمہ سرو حیات سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ علم الاسرار اور روحان
حاصل کرنے کے لیے پرفیسر صاحب نے مری میں طویل عرصہ محنت کی۔ روحانی سفر میں کتنے کشت و کانٹے
چھانسنے کے بعد روحانی مقام پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد کئی سال مری میں جہراؤں مسائل زدہ دنیا اور دلا چار اور
روحانی مسائل کے شکار خواہن، و حضرت روزانہ پرفیسر صاحب کے پاس آتے اور فیض حاصل کرتے۔ روز
منازل ملنے کرنے اور اس قدر تعلق و دعا کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے بھی صاحب نے بہت کم وقت
بچوں کو دیا۔ میں مجتہد ہوں عرفان الہی اور خدمت خلق کا اجر ہماری نہیں، بھی صاحب کی اہلیہ کو بھی ملے گا۔ جب
صاحب لاہور شہف ہو چکے ہیں ہم اہل مری رات کا سفر کر کے صبح صبح سہرا کے آستانہ پر آتے ہیں تو سہرا
کھا ہماری بہن نے ہمیشہ شوق اور خدمت سمجھ کے ہمیشہ خندہ و چہرانی سے دہاجس کیلئے ہم سب اہل مری کی خدمت
اب بھی صاحب جب بھی مری آتے ہیں تو ان کے چاہے ہوئے کیلئے کی خدمت میں اس کے پاس حاضر ہو کر
حاصل کرتے ہیں۔

بھئی صاحب سے جو بھی ملا اور مستفیض میں ملے گا اس کو پختہ یقین ہونا چاہئے کہ تاریخ میں ایک بھئی تھا
شہزادہ نوری حکومت کو لڑکا رہا اور آج کے روحانیت اور اسرار روحانی کے عبداللہ بھئی ہیں جو اس دور میں جبکہ شراب
لادینیت شیطان کی اولاد کی طرح پھیلنے جا رہی ہے پروفیسر صاحب ان شیطانیاں کا روحانی ہتھیار رکھ کر دیکھ
کر رہے ہیں۔

کئی بھی مشاعرے کیلئے ایسے لوگ اللہ کا انعام ہوتے ہیں جو کہ دیکھی دلوں کو سینے سے لگاتے ہیں ان کی
جوئی کرتے ہیں۔ بلا تامل امیر غریب فرقہ بندی سے آزاد سب کی خدمت منکر اہٹ کے ساتھ کرتے ہیں۔
وہ عا بہ کرد روحانی مسافر عبداللہ بھئی صاحب کی کتاب اسرار روحانیت سے بھر پور استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔
روحانی پیاس بجھائیں۔

اسلام کو کفر

ممتاز دانشور و کالم نگار

◆◆◆◆◆

دراصل صوفیائے کرام کا مشن بھی یہی رہا ہے اور صوفیائے کرام سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کا مشن بھی یہی رہا ہے۔ آج کے موصوف بھی غلبہ خدمت خلق سے سرشار ہیں اور ایک زمانہ آس آس کر روحانی خدمات

اسرار اور روحانیت

تلاش حق کا مسافر

پیر صوفی غلام سرور شہاب تارا

”اسرار و احاطت“ جناب محترم پروفیسر عبداللہ یحییٰ صاحب کے پیکچر اور مختلف محافل میں خصوصی اشعار کی کتاب کی روانگی گفت و شنید کا ایک خوبصورت نگارستہ ہے۔ پروفیسر عبداللہ صاحب ایک نابغہ روزگار و شاعر و ادیب ہیں۔

شاعر و ادیب ہمارے حلقہ بہت پرانا ہے۔

ادیب اور شاعر کے لیے شعر ہے جو محیط ہے۔ جب بھی کبھی ان کی صحبت میرا آئی ان کے ارشادات بطور ہفتا

ہفتا اور ہفتا کے دقیق معارف سے آشنائی کا موقع ملتا۔ یہ بات میرے لیے باعث فخر ہے کہ کبھی انسانی

انسان کا ایک لمحہ مجھے میری۔

اگر طلبہ بھی اور جنرل صادق کو تو آخر ایک دن منزل میں جاتی ہے۔ ہمارے فروغیاتی بھائی، پھر
روغیاتی صاحبہ بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہیں جنہوں نے کوہساروں کی ملکدہ سری کے اندر غریبوں اور غنیوں میں
اور ان کے سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک کے غریبوں اور غنیوں میں غریبوں کے سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک کے
غریبوں اور غنیوں میں غریبوں کے سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک کے غریبوں اور غنیوں میں غریبوں کے سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک کے

اپنے مختلف اہلوائے مقام سے باطنی اور روحانی فیض حاصل ہوا، جن میں خاص طور پر حضرت بزرگ امام
 علیؑ کی عظمت و خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اجازت سے موصوف باطنی طور پر فیض یاب ہوئے ہیں۔ اس کے
 علاوہ اہلوائے گرام کی باطنی سرپرستی کا فیضان بھی حاصل ہوا۔

قدیر کا نام ہے آپ کی راہنمائی فرمائی۔ دراصل اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہر آدمی کو اپنی خاص کام لینا چاہیے ہے۔

یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب قطرہ سمندر میں مل جاتا ہے تو وہ سمندر بن جاتا ہے اور جب سمندر و عقل و علم رکھنے والا انسان لامحدود راستی سے وصل ہو جاتا ہے تو اس کے اندر بھی لامحدود صفات پیدا ہو کر ظاہر شروع ہو جاتی ہیں۔ میری اس تحریر کی صداقت کے لیے آپ پروفیسر صاحب کا مضمون "تلاش حق" ضرور پڑھیں۔ یہ کتاب کے پہلے حصے میں دیا گیا ہے۔ جس میں موصوف نے اپنے روحانی سفر کی تمام تر روداد و قضیاتی تحریر فرمائی ہے۔ سفر میں وہ کن کن مشکلات سے گزرے اور کون کون سے مراحل طے کئے مکمل تفصیل درج ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ تصوف اور روحانیت کے اسرار و رموز کا خزانہ نظر آتا ہے۔ پہلے باب میں روحانیت اور ان کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں حقیقت روح اور اس کے قرآنی مصداق اور عالم مثال کی تفصیل دی گئی ہے۔ جبکہ تیسرے باب میں دین اسلام سمیت مذاہب عالم کی روحانیت کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے اور چوتھے باب میں فقر و تصوف کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں پہلی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے صوفیائے کرام کا مختصر سرائف اور صوفیائے کرام کے تقریباً تمام زروحاتی مسالک کا مختصر بیان کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں تعلیم تصوف پر مرتب کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں صوفیائے کرام کی اصل تعلیمات علم الیقین، عین الیقین، جن الیقین اور توکل جیسے عنوانات کو موضوع تحریر بنایا گیا ہے۔ اور آٹھویں باب میں ذکر الہی کی روحانی طاقت اور راسخ و مطمئن موضوعات پر تفصیل دی گئی ہے۔ نویں باب میں روحانیت اور عشق الہی، عشق الہی اور ذکر الہی، عشق الہی اور فنا وندگی جیسے جامع مضامین درج کیے گئے ہیں۔ دسویں باب میں مرشد کامل کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ گیارہویں باب میں روحانیت کے قواعد و ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ بارہواں باب روحانیت کی پہلی بیڑی مراقبہ پر ترتیب دیا گیا ہے۔ تیرہویں باب میں لطائف رشتہ اور رشتہ پر مشتمل کوآگاہی دی گئی ہے اور چودھواں باب روحانی پرواز پر مشتمل ہے۔ "اسرار روحانیت" کا مختصر سرائف تھا، مگر اصل کتاب پڑھنے اور چارہ کر عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ تصوف روحانیت پر ایک اہم دستاویز ہے۔

پیر صوفی غلام سرور شہاب قادری
تکسیم، روحانی معالج اور کامل نگار



حصہ اول

خوش جیوے سرفراز شاہ وچ مانچسٹر

تلاش حق

اگرچہ اس خالق لم بزل کے لیے کہ جو انہی حیرے اور کروڑوں درود و سلام ہوں صیپ کبریا پر کہ جن کا نام ہے، وہ تمام لوگوں کے لیے باعث شفا و نجات ہے۔ اما بعد
اگرچہ اس خالق کا ہر کام اور ہر کارنامہ انہی جنش قلم سے با توفیق الہی ان حقیقتوں کا اظہار کرنے کی کوشش کرنے جا رہا ہے، مگر اس کے بارے میں میرے دوست احباب اور ارادہ مند اکثر استفسار کرتے ہیں وہ سوالات جو اکثر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ مسالوک کی طرف میلان کیسے بنایا؟ آپ کا مرشد کون ہے؟ آپ نے یہ مسالوک کیسے حاصل کیا؟ اور اس طرح کے بہت سے سوالات میرے احباب اکثر مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں جن کا جواب انہی تمام لوگوں کو دینا ہوتا ہے جو مجھے جو بھی مقام ملا اور میں جس منزل پر بھی ہوں یہ اللہ کے فضل اور گنبد حضرت کی توسل سے حاصل کیا ہے۔ لیکن حقیقت اصل یہی ہے۔

لیکن یہ تو انسان لطیف و عظیم ہے اس لیے شخص ایک مسئلہ کا جواب اسے مطمئن کرنے کے لیے ناکافی ہے کہ جو جگہ پر انسان کی نگاہ ہوتا ہے انسانی لطیف ہے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ سرشت قلم و قریطاس کے ذریعے برہنہ بریں نہ کر سکتا ہوں اور ارادہ مندوں کو اپنی زندگی کی وہ "کھانا" اور داستان سناؤں کہ جس کو جاننے کے لیے وہ اپنے اس گھر سے رہتے ہیں۔

اور ان تمام لوگوں کو کہ ہم تاریخ آدمیت پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ یہ مزاج پروردگار ہے کہ اس کا درود و دعا ہے، لیکن انہی لوگوں کا نگاہ کے لیے اکثر یہ کیا کہ فرعون کے کمر میں موسیٰ کی کفالت کروائی۔ اگر ہم بظہر غائر انہی لوگوں کو کہ ہمیں پتا چلے گا کہ یہ شخص ایک جنش نہیں ہے بلکہ تاریخی تسلسل میں دیکھا جائے تو ہر دور میں اس کی زندگی مثال و نموداری ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔

لیکن یہ تو انسان عظیم و عظیم الہی معنی رسول اللہ سے واقف ہو۔ آج بھی میرے گاؤں کے حالات ہیں یہ کہ وہاں روحانیت اور علم و ادب اور دانش و فہم کو نہ صرف غلام سمجھا جاتا ہے بلکہ روحانیت اور فقیری کی باتوں کو شرک و بدعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بات نہیں کہیں کہ روحانیت اور میری عمر کی مخالفت جوا کچھ کرنا چاہتا ہے اور جہاں کھڑے ہے۔

میرے آباؤ اجداد بزرگان دین کے ماننے والے تھے اور یہ بیہ بلوکی سے آگے دوپائے راوی کے کنارے رہتے تھے۔ میری پیدائش سے پہلے ہی شدید سیلاب آیا اور پورے کا پورا گاؤں سیلاب میں بہہ گیا تو ہمارا خاندان اس گاؤں میں آکر آباد ہو گیا۔ یہ گاؤں پھول نگر کے ساتھ ہی ہیلو بلوکی روڈ پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں لوگ سادہ اور سچے ہیں۔ میری پیدائش اسی گاؤں میں ہوئی۔ اس گاؤں میں اس وقت اور آج بھی روحانیہ اور صوفی ازم کو کچھ سمجھا جاتا ہے۔ ویسے یہ ایک پرسکون اور امن والا گاؤں ہے اور دعویٰ طور پر اس گاؤں کے لوگ نہایت سادہ اور سخی ہیں۔ اس وقت اسی علاقے میں نیاز نے ان کے مزارع میں ودیعت کی ہے۔ یہاں اخوت اور بھائی چارے کے خوالے سے گاؤں کی فضا بہت مثالی ہے فکری اور نظری اختلاف کے باوجود رواداری اور محبت اور ولایت اس گاؤں کے ہر فرد میں بدرجہا قائم رہی جاتی ہے۔ دینی شعور و مذہبی تعلیم اور طب و حکمت کی طرف میلان ہمارے خاندان کے مزاج پر غالب تھا۔ اس کی وجہ سے نانا جی اور تاجی تھے۔ نانا جی مولوی احمد دین صاحب نے تعلیم ہند سے قبل دینی علوم و مذہبی کی تحصیل کے بعد طب و حکمت میں کمال حاصل کیا، چچا واپس آکر اپنے علاقے میں مسجد میں امامت کے ساتھ ساتھ حکمت کا آغا کر دیا۔ تاجی جی بہت بڑے حکیم اور عالم دین تھے۔ ان دو جید شخصیات کی وجہ سے ہمارے خاندان کے اکثر نوجوان دینی تعلیم اور طب و حکمت کی طرف راغب ہوئے۔

جب نانا جی نے اوکاڑہ کے قریب ریٹل خوروں میں مسجد میں امامت شروع کی تو ساتھ ہی 1880ء میں حکمت کی دکان بھی کھولی جو آج رشید و خانہ کے نام سے پورے ملک میں یرقان کے خوالے سے مثالی اور قابل اعتبار دواخانہ کے نام سے مشہور ہے۔ نانا جی کے بعد ان کے روحانی جانشین اور حکمت کے وارث ہمارے ماموں جان بابون رشید نے ان کی حکمت کی دکان اور روحانیت کے نظام کو سنبھالا۔

ہمارے ماموں جی کو بچپن سے ہی صوفیانہ کرام سے مشفق تھا جس نیک بزرگ کا بھی پتا چلتا اس سے ملے جاتے اور اپنی دکان پر لاکر خدمت کرتے اور دعا کرتے۔ نانا جی کی کشف و کرامات اور تاجی اور ماموں جی کے روحانی فیضان کو آج بھی لوگ تسلیم کرتے ہیں۔

ماموں جی کی وفات کے بعد آج کل ان کے دونوں فرزند ان کا کمال حاجی عبداللہ رشید اور سکیم ساجد رشید اپنے اسلاف کی خدمت خلق کی روایت کو عبادت سمجھتے ہوئے آج بھی زندہ رکھا ہوا ہے۔ بالخصوص حاجی عبداللہ رشید صاحب کی شخصیت میں تو ماموں جی قبلہ کا پورا افس نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف حاجی صاحب طب و حکمت میں اپنے علاقے میں لاوائی ہیں بلکہ روحانیت کی بھی اعلیٰ منازل پر فائز ہیں۔ پرفکری کے بعد تین سال میں بھی ماموں جی کے مگر حصولِ علم کی غرض سے رہا۔ اس زمانے میں انہوں نے جس محبت و شفقت کا مظاہرہ کیا اس کی یاد آج بھی تسکین قلب کا جان کا سامان فراہم کرتی ہے۔ ماموں جی سورۃ مزمل اور اسم ذات کے حامل تھے۔ نبی شمس میں اپنا تاج نہیں رکھتے تھے۔

بڑی عبادت ہے۔ میرے آباؤ اجداد بزرگان دین کے ماننے والے تھے اور یہ بیہ بلوکی سے آگے دوپائے راوی کے کنارے رہتے تھے۔ میری پیدائش سے پہلے ہی شدید سیلاب آیا اور پورے کا پورا گاؤں سیلاب میں بہہ گیا تو ہمارا خاندان اس گاؤں میں آکر آباد ہو گیا۔ یہ گاؤں پھول نگر کے ساتھ ہی ہیلو بلوکی روڈ پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں لوگ سادہ اور سچے ہیں۔ میری پیدائش اسی گاؤں میں ہوئی۔ اس گاؤں میں اس وقت اور آج بھی روحانیہ اور صوفی ازم کو کچھ سمجھا جاتا ہے۔ ویسے یہ ایک پرسکون اور امن والا گاؤں ہے اور دعویٰ طور پر اس گاؤں کے لوگ نہایت سادہ اور سخی ہیں۔ اس وقت اسی علاقے میں نیاز نے ان کے مزارع میں ودیعت کی ہے۔ یہاں اخوت اور بھائی چارے کے خوالے سے گاؤں کی فضا بہت مثالی ہے فکری اور نظری اختلاف کے باوجود رواداری اور محبت اور ولایت اس گاؤں کے ہر فرد میں بدرجہا قائم رہی جاتی ہے۔ دینی شعور و مذہبی تعلیم اور طب و حکمت کی طرف میلان ہمارے خاندان کے مزاج پر غالب تھا۔ اس کی وجہ سے نانا جی اور تاجی تھے۔ نانا جی مولوی احمد دین صاحب نے تعلیم ہند سے قبل دینی علوم و مذہبی کی تحصیل کے بعد طب و حکمت میں کمال حاصل کیا، چچا واپس آکر اپنے علاقے میں مسجد میں امامت کے ساتھ ساتھ حکمت کا آغا کر دیا۔ تاجی جی بہت بڑے حکیم اور عالم دین تھے۔ ان دو جید شخصیات کی وجہ سے ہمارے خاندان کے اکثر نوجوان دینی تعلیم اور طب و حکمت کی طرف راغب ہوئے۔

جب نانا جی نے اوکاڑہ کے قریب ریٹل خوروں میں مسجد میں امامت شروع کی تو ساتھ ہی 1880ء میں حکمت کی دکان بھی کھولی جو آج رشید و خانہ کے نام سے پورے ملک میں یرقان کے خوالے سے مثالی اور قابل اعتبار دواخانہ کے نام سے مشہور ہے۔ نانا جی کے بعد ان کے روحانی جانشین اور حکمت کے وارث ہمارے ماموں جان بابون رشید نے ان کی حکمت کی دکان اور روحانیت کے نظام کو سنبھالا۔

ہمارے ماموں جی کو بچپن سے ہی صوفیانہ کرام سے مشفق تھا جس نیک بزرگ کا بھی پتا چلتا اس سے ملے جاتے اور اپنی دکان پر لاکر خدمت کرتے اور دعا کرتے۔ نانا جی کی کشف و کرامات اور تاجی اور ماموں جی کے روحانی فیضان کو آج بھی لوگ تسلیم کرتے ہیں۔

ماموں جی کی وفات کے بعد آج کل ان کے دونوں فرزند ان کا کمال حاجی عبداللہ رشید اور سکیم ساجد رشید اپنے اسلاف کی خدمت خلق کی روایت کو عبادت سمجھتے ہوئے آج بھی زندہ رکھا ہوا ہے۔ بالخصوص حاجی عبداللہ رشید صاحب کی شخصیت میں تو ماموں جی قبلہ کا پورا افس نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف حاجی صاحب طب و حکمت میں اپنے علاقے میں لاوائی ہیں بلکہ روحانیت کی بھی اعلیٰ منازل پر فائز ہیں۔ پرفکری کے بعد تین سال میں بھی ماموں جی کے مگر حصولِ علم کی غرض سے رہا۔ اس زمانے میں انہوں نے جس محبت و شفقت کا مظاہرہ کیا اس کی یاد آج بھی تسکین قلب کا جان کا سامان فراہم کرتی ہے۔ ماموں جی سورۃ مزمل اور اسم ذات کے حامل تھے۔ نبی شمس میں اپنا تاج نہیں رکھتے تھے۔

ان کے مسائل تھا کہ آپ کی کبیریں یا اعداد یا ستارے یہ کہتے ہیں تو لوگ ان مسائل کا حل بھی پوچھتے کہ کتنی دینی باتوں کا علاج کیا ہے؟ اسی طرح دوسرے مسائل کا حل پوچھتے۔ میرے پاس ان مسائل کا حل نہیں تھا۔ تب مجھے ہمارے معلم بھی کامل گئے کہ حساب تو گنا جاتا ہے، مسئلوں کا حل نہیں ہے۔ اندر سے میں اس علوم سے بھی دل لگا رہا تھا اور ایک نئی تلاش میں تھا۔

ابھی دنوں میرے گاؤں سے میرا اکرن میرے پاس آیا ہوا تھا وہ کسی جڑی بوٹی کی تلاش میں آیا تھا اور ہمارے روحانی بزرگ کی حکمت اور عملیات کی ذاتی بیاض بھی ساتھ لایا تھا۔ اس میں بہت سی بیاریوں کا علاج اور جڑی بوٹیوں کا استعمال تھا۔

میں نے اپنے اکرن کو سمجھا یا کہ تم کیوں اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ یہ سب جھوٹ اور خیالی باتیں ہیں جن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔ خوابوں کی اس دنیا سے ہار ڈالو۔ میرا یہ اکرن پچھلے کئی سالوں سے ہوا تھا۔ جب میں لگا ہوا تھا۔ یہی بچوں کی کوئی پرانی عمارت یا زندگی سنائی منگوں اور سیکسوں کے پیچھے ہار ڈالا تھا۔ جب میں نے اسے بہت سمجھا تو وہ کہنے لگا کہ جن کی یہ ڈائری ہے وہ اللہ کے بہت پیچھے ہوئے بزرگ تھے۔ سارا زمانہ کوئی مانتا تھا۔ اور آج بھی انکوئی مانتا ہے اور تم بھی ان بابائی کو اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نے ان کی ڈائری سے ہمارے پاس یہ کہاں سے آئی۔ میں نے حیرت اور تجسس میں اس طرح کے سوال اس پر داغ دیے۔ اس نے مجھے مطمئن کرنے کے لیے میرے ہر سوال کا جواب دیا۔ بھول اس کے بابائی کی وفات کے بعد انکا ڈائری لے کر میرے پاس آیا تھا۔ کیونکہ میں بھی عرصہ دراز سے سوتا نہانے کے چکر میں تھا۔ بابائی کی ڈائری میں لکھا ہے۔ اس وجہ سے میری نیت خراب ہو گئی اور میں نے یہ ڈائری دہلی۔ اس میں حکمت کے نسخوں کے ساتھ ساتھ سوتا نہانے کے نسخے بھی لکھے ہوئے ہیں۔ تمہارے پاس آنے کی میری غرض بھی یہی ہے کہ مری کے ہماروں پر تم ان جڑی بوٹیوں کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو جن کا بابائی نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد ہم بہت دیر تک بابائی کی باتیں کرتے رہے۔ وہ تھا کہ ہوا تھا اس لیے وہ سونے کی تیاری کرنے لگا۔ میں بابائی پر قہقہہ سا دھڑکا بابا جی! اللہ میں صاحب کا کرتا چلوں یہ ہمارے خاندان کے سب سے نیک اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ حکمت کے ارادے، ایک سو دس سال کی عمر میں وفات پائی، اپنی موت کا اور وقت پہلے ہی بتا دیا تھا۔ میرا بچپن کا بہت سارا وقت ان کے ساتھ گزارا تھا۔ میرا عشق بابائی کے ساتھ جنونی تھا، وہ مجھے سمجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ بابائی کے ساتھ گزارا ہوا وقت آج بھی مجھے یاد ہے، ان کی روح بے یار تھی اور کبیرہ اور تھا۔ میں نے بابائی کی ڈائری پر مدنی شروع کر دی۔ ڈائری میں مختلف عملیات اور ذکر اذکار درج تھے۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے مجھے قانون کا خزانہ مل گیا ہو۔ میں تجسس اور خوشی سے پڑھ رہا تھا کہ میری نظر ایک جگہ پر آکر ٹھہر گئی۔ بابائی یا جی کا لہجہ کے حامل تھے۔ اور لکھا کہ انہیں میں اس اسمِ اعظم کو پڑھنے کا کہتے۔ بابائی انہیں لکھتے تھے کہ چنانچہ تم بڑے ہو جاؤ گے تو تم میری

جامع ہے اس لیے ہر مسئلے کے حل کے لیے اللہ نے ہر طرح کے انسانوں کو پیدا کیا۔

اسی فلسفے کے تحت اللہ نے اہل تعارف، صوفی، درویش پیدا کیے جو مایوس، انا چارہ، دنگی و ذہنی امراض اور دماغی مسائل میں اچھے ہوئے لوگوں کو گھٹے سے لگاتے ہیں، بیچارہ محبت اور اس کا درس دیتے ہیں۔ فرقہ بندی اور حدود و قیود سے آزاد یہ عقلیں لوگ خدمت کے جذبے سے سرشار دن رات دنگی انسانیت کی خدمت میں کوشاں رہتے ہیں۔

مری میں میرا کالج اور گھر انتہائی خوبصورت وادی میں تھا جہاں ہر طرف سبز پھول اور اونچے درختوں کے ساتھ قدرتی حسن اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ وہاں پر جلوہ افروز تھا۔

بچپن سے مجھے ہر نئی چیز سیکھنے کا شوق اور جنون تھا۔ مختلف مضامین میں ایم اے کیا۔ پھر ہو بیو تھی کی حکمت اور کوشہ سازی کو سیکھا۔

کیونکہ میں مری میں پڑھتا تھا، وقت ہی وقت تھا، موٹل لائف پائلٹ نہیں تھی، سیکھنے کا جنون مجھے علم نجوم پاسبی، علم اعداد اور سرائو کی طرف لے گیا۔ ان موضوعات پر ہر طرح کی کتابیں پڑھ ڈالیں۔ ان علوم کے ماہرین کے پیچھے بہت سادہ و سادہ ضائع کیا اور بہت کچھ سیکھا بھی۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود کتنی بے قراری اور بے چینی جاری تھی، تلاش تھی کہ شتم کی نہیں ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں کیا کہ چاہتا تھا ایک سے بڑھ کر ایک کام کرتا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے جب میں ایم اے میں تھا تو وی کے جنرل ناٹج، میرٹ، انجینیئر، مطالعہ پاکستان اور انقلابات کے موضوعات میں مصروف تھا۔ وہاں سے پہلے جب میں تھا۔ وہاں سے عالم اور ادب کی بے شمار کتابیں اور کوکڑ پر دیگر ماموں کی تیاری اور حصہ لینے کے بعد بہت کچھ جان چکا تھا لیکن جیاس جاری تھی۔ علم پاسبی سیکھنے کے بعد بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے کیونکہ اللہ نے انہیں یادداشت دی تھی اس لیے علم نجوم کچھ کراپ بھی کر سکتا تھا۔ فیس ریڈنگ، پاسبی اور علم نجوم کو استعمال کرتا تھا۔ لیکن میں ان سے بھی مطمئن نہیں تھا۔ یہی مضامین میں ایم اے اور دینا جہاں کی کتابیں اور علوم سیکھنے کے بعد بھی تھکی اور بے چینی جاری تھی۔ میرے اندر خالص یعنی خالی غریب کا احساس تھا۔ ابھی بھی تلاش اور کھوج جاری تھی۔ پتہ نہیں میں کیا چاہتا تھا اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی تلاش اور کھوج جاری تھی۔ پتہ نہیں میں اور میری روح کس کی تلاش میں تھے تلاش تھی کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ میں مختلف کھیلوں میں بھی حصہ لیتا رہا۔ کرکٹ، والی بال، فٹ بال، بیڈمنٹن، ٹینس، خوب کھلا اور اچھا کھلا لیکن سکون نہیں ملا، تلاش جاری تھی۔ کبھی کبھی دل کرتا کہ سب کچھ چھوڑ کر جنگل یا دیار کے کنارے چلا جاؤں میں کیا چاہتا تھا؟ میری منزل کیا ہے یہ میں بھی نہیں جانتا تھا۔

روحانیت کی طرف

میری تلاش جاری تھی کہ آخر میرے رب میرے خالق کو کچھ پر ترس آیا اور میری زندگی میں وہ مودود آیا جب میں روحانیت کی طرف آیا۔ پاسبی کے سلسلے میں بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔

لائی پر آجائے۔ میں اسوقت پڑھتا تھا مجھے اندازہ نہ تھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

اسم اعظم کی تلاش

میں نے زندگی میں پہلی بار اسم اعظم کا نام سنا تھا روحانی سفر، تجدید یں، مشاہدات یہ سب مذاق مفراذ، سراب و شکر تھا۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہ صرف باتیں ہی تھیں تھا کیونکہ بچپن سے کھوج، تلاش، جستجو، جاننا میری ملاقات اور بھی لگی بزرگوں سے ہوئی۔ جن کا تفسیلی ذکر کسی اور کتاب میں کروں گا۔

دورات کو سونگیا مجھے فراغت پیر تھی۔ رات کو طالع میری عادت تھی لہذا اپنی کھوج اور جستجو کی عادت سے بہرہ ور کر اس ڈائری کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اس ڈائری میں حکمت کثرت سازی اور وظائف تھے، پڑھتے پڑھتے ایک مضمون آکر میں غمیں لگیا۔

بابائی نے اسم اعظم کا ذکر کیا تھا۔ اُن کے بقول انہوں نے شرانکھ چلے کے ساتھ اللہ کے کسی نام کا ورد کیا

کر دیا تھا۔ چلے گئی کے ایام میں اپنے ساتھ ہونے والے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ آخری رات میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا اور اپنا ورد کر رہا تھا کہ آسمان سے تیز روشنی کی لہر آئی، میرے سینے سے نکل کر، میرا وزن کم ہو گیا، پردے اٹھ گئے، سینہ روشن ہو گیا، زمان و مکان سے آزاد ہو گیا، آسمان تک ملا کر، جن اور ارواح نظر آنی شروع ہو گئیں اور زمین کی تہ تک سب کچھ نظر آئے لگا جلیوں دور تک میں دیکھ رہا تھا۔

پل گیا۔ اس رات میں نے روحانی پرواز کی، وہ میرے روحانی سفر کی ابتدا تھی، چاروں طرف نور ہی نور تھا۔ اس کے بعد میری دعائیں قبول ہو شروع ہو گئیں، میں سینہ زبانی ہو گیا، سرور اور نیشے میں ڈوب گیا۔ مجھے جس کی تلاش تھی میں نے اس رات پایا۔ میں نے خدا کو پایا، میری ترسی روح کو سکون مل گیا، بے چینی بے قراری ختم ہو گئی، میں نے سمندر کو پایا، میں قہر تھا سمندر کا حصہ بن گیا، میری تلاش ختم ہو گئی، میرے اندر وہ قوتیں پیدا ہو گئیں جو پہلے نہ تھیں، میں حیرت اور تجسس سے یہ سب پڑھ رہا تھا۔

انہوں نے تمام شرانکھ اور پرہیز بھی لکھے تھے اور طریقہ کار بھی کسی طرح سوا کر دیا چلے پورا کیا۔ میں بچپن سے اُن بزرگوں کے بارے میں اپنی والدہ ماجدہ سے سنتا آ رہا تھا۔ بقول والدہ محترمہ جو وہ کہتے تھے پورا ہوا تھا، اُن کا آنے والے واقعات کا پتہ ہوتا تھا، وہ پہلے ہی بتا دیتے تھے مصیبت اور خوشی پہلے ہی بتا دیتے تھے، اُن کے بے شمار واقعات اور کرامات تھیں، وہ حکمت اور دم کرتے تھے، اُن کے بے شمار مرید اور چاہنے والے تھے، اُن کے چاہنے والے ان کو صاحب کرامت اور اللہ کا ولی مانتے تھے۔ مرنے سے پہلے انہوں نے اپنی موت کا اُن بتا دیا تھا کہ آج میرا آخری دن ہے، آج میرے لیے کھانا نہ بنانا، آج میں نے اللہ کے پاس چلے جانا ہے۔ میں بچپن سے ان کے بارے میں سنتا آ رہا تھا لیکن کبھی دھیان نہ دیا بلکہ افسانوی باتیں ہی سمجھتا، لیکن بعد میں جب میں نے والدہ اور بزرگوں سے اُن کے بارے میں پوچھا تو واقعی وہ ایک درویش اور صاحب کرامت بزرگ تھے، اللہ کا اُن پر خاص کرم تھا۔ میں یہ سب پڑھ کر مدح و تحیرت میں مبتلا ہو گیا۔ ایک عجیب سی خوشی اور تجسس کی لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ بابائی نے اسم اعظم

مرل اسم اللہ

اکرم اللہ ہو یا حسی یا قیوم یا ذو الجلال والاكرام

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

یا محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ زَجْنِ

سات سلام سورة اخلاص سورة مؤمنون کی آیات

سورة یسین سورة حشر سورة مؤمنون کی آیات

سورة بقرہ کی آیات سورة وحمین کی آیات

ان کے علاوہ اور بھی کئی اللہ کے نام اور قرآن پاک کی سورتیں اور آیات کی بزرگوں سے ملنے اور بے شمار ملاقاتیں کتب کے مطالعہ کے بعد میرا دل اور دماغ ان پر آکر ٹھہر گیا کہ ان میں سے کوئی اسم اعظم ہے۔ سب

کا نام سوٹ پہنا اور خوشبو لگا کر خالی کمرے میں بروز بھرات بعد نماز عشاء اول آخر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر بارگاہ کو پانچ چار بار پڑھنا شروع کر دیا۔ میں روزانہ مقررہ وقت پر پورا اہتمام کے ساتھ پڑھتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد میں نے ایک ہی جگہ پر آکر تیس دن پورے کئے۔ آخری دن میں نے دو نوافل شکرانے کے بعد اور صلا کی پانچ سورتیں اور صبح پچوں اور لوگوں کو دھواں کھلا دی۔ یہ وظیفہ مکمل ہوا تو میرے اندر سکون اور اعتماد کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا اور وظیفہ بھی مکمل ہو گیا۔ یہ میرا پہلا چلے یا وظیفہ تھا جو میں نے مری کی کتاب اور دھندلی راتوں میں کیا اور مکمل بھی ہو گیا۔

اسم اعظم کا ورد

پہلے کتابوں اور بزرگوں سے ملنے کے بعد میرا دل یا بچپن یا قیوم اور یا ذو الجلال والاكرام پر ٹھہر چکا تھا کیونکہ

ایک ہزار درود شریف

سورة اخلاص 108 بار

درویش نوافل پڑھ کر اللہ سے دعا کی کہ اسے اللہ میں درود شروع کر رہا ہوں مجھے ہمت اور اشتیاق ملے کہ میں یا حسی یا قیوم کی سوا کر دو تقدیر مکمل کر سکوں۔ جب ایک ہفتہ سکون سے گزار گیا تو مجھے حوصلہ ہوا اور یہ خیال کہ میں کسی طرح تو سوا کر دو مکمل ہونے میں بہت دیر ہو جائے گی جب میں نے یا حسی یا قیوم کی تعداد کو آٹھ ہزار کر دیا اور یا ذو الجلال والاكرام 100 بار کر دیا۔ ایک مہینہ میں ہی اس طرح کرتا رہا۔ مزا آنا شروع ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ اس طرح بھی دیر ہو جائے گی لہذا میں نے یا حسی یا قیوم ساڑھے بارہ ہزار کر دیا، تین ہزار رات کو کرتا باقی دن میں

دراہ کے بعد میں یا حسی یا قیوم اور باقی سارے ذکر کا کارڈن میں ہی مکمل کر لیتا اور رات کو مختلف اسماء باری اور آئی سورتوں کے وظیفے اور چلے شروع کر دیتے۔ مختلف بزرگوں اور کتابوں سے مجھے وہ وظیفے ملے کہ کتاب۔

یا حسی یا قیوم بزم حضرت یا ارحم الراحمین آیتیں دن آکرتا ہوں سو مرتبہ شرانکھ کے ساتھ کیا۔ اس میں بہت خوشبوئیں اور مزہ آیا۔ جب مجھے درود کرتے ہوئے دوبارہ ہو گئے تو مجھے لگا ابھی تو کچھ نہیں ہوا ابھی تو کچھ نہیں ہوا۔ میں نے یا حسی یا قیوم کے پڑھنے سے دوبارہ خود کو چپک کیا کہ میں کی نظر کی کر رہا ہوں۔ میں نے ہر مختلف بزرگوں کے پاس جانا شروع کر دیا کہ میں کیا کروں؟ ایک بزرگ سادہ اور معصوم تھے جب ان کے بہت پیچھے پڑا تو وہ مجھے کہنے لگے میرا نکتہ کیا؟ یعنی میرا قصور کرو میں نے بہت کوشش کی بابائی سے کہا آپ کا قصور میں سے نہیں ہوتا تو انہوں نے مجھے کہا کسی لڑکی سے عشق کرو اس کا نکتہ نہ پکڑو۔ میں نے یہ کوشش

بابائی اپنے دوست مت شاہ سے آکر ملنے جاتے تھے۔ بابا مست بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان کے ساتھ

دو یا پڑھتا تھے کیونکہ وہ دریا کے قریب رہتے تھے۔ بابا مست نے کئی بار مجھے اپنے منہ کا نوا لکھا یا۔ بابا مست اکثر لکھ لے لکھ لے اور میں جب بھی لکھ لکھ کر آتا تھیں وہ غریب محسوس کرتا۔ ان دو بابوں کے قرب میں رہنے کی وجہ سے میری ملاقات اور بھی لگی بزرگوں سے ہوئی۔ جن کا تفسیلی ذکر کسی اور کتاب میں کروں گا۔

دورات کو سونگیا مجھے فراغت پیر تھی۔ رات کو طالع میری عادت تھی لہذا اپنی کھوج اور جستجو کی عادت سے بہرہ ور کر اس ڈائری کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اس ڈائری میں حکمت کثرت سازی اور وظائف تھے، پڑھتے پڑھتے ایک مضمون آکر میں غمیں لگیا۔

بابائی نے اسم اعظم کا ذکر کیا تھا۔ اُن کے بقول انہوں نے شرانکھ چلے کے ساتھ اللہ کے کسی نام کا ورد کیا کر دیا تھا۔ چلے گئی کے ایام میں اپنے ساتھ ہونے والے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ آخری رات میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا اور اپنا ورد کر رہا تھا کہ آسمان سے تیز روشنی کی لہر آئی، میرے سینے سے نکل کر، میرا وزن کم ہو گیا، پردے اٹھ گئے، سینہ روشن ہو گیا، زمان و مکان سے آزاد ہو گیا، آسمان تک ملا کر، جن اور ارواح نظر آنی شروع ہو گئیں اور زمین کی تہ تک سب کچھ نظر آئے لگا جلیوں دور تک میں دیکھ رہا تھا۔

پل گیا۔ اس رات میں نے روحانی پرواز کی، وہ میرے روحانی سفر کی ابتدا تھی، چاروں طرف نور ہی نور تھا۔ اس کے بعد میری دعائیں قبول ہو شروع ہو گئیں، میں سینہ زبانی ہو گیا، سرور اور نیشے میں ڈوب گیا۔ مجھے جس کی تلاش تھی میں نے اس رات پایا۔ میں نے خدا کو پایا، میری ترسی روح کو سکون مل گیا، بے چینی بے قراری ختم ہو گئی، میں نے سمندر کو پایا، میں قہر تھا سمندر کا حصہ بن گیا، میری تلاش ختم ہو گئی، میرے اندر وہ قوتیں پیدا ہو گئیں جو پہلے نہ تھیں، میں حیرت اور تجسس سے یہ سب پڑھ رہا تھا۔

انہوں نے تمام شرانکھ اور پرہیز بھی لکھے تھے اور طریقہ کار بھی کسی طرح سوا کر دیا چلے پورا کیا۔ میں بچپن سے اُن بزرگوں کے بارے میں اپنی والدہ ماجدہ سے سنتا آ رہا تھا۔ بقول والدہ محترمہ جو وہ کہتے تھے پورا ہوا تھا، اُن کا آنے والے واقعات کا پتہ ہوتا تھا، وہ پہلے ہی بتا دیتے تھے مصیبت اور خوشی پہلے ہی بتا دیتے تھے، اُن کے بے شمار واقعات اور کرامات تھیں، وہ حکمت اور دم کرتے تھے، اُن کے بے شمار مرید اور چاہنے والے تھے، اُن کے چاہنے والے ان کو صاحب کرامت اور اللہ کا ولی مانتے تھے۔ مرنے سے پہلے انہوں نے اپنی موت کا اُن بتا دیا تھا کہ آج میرا آخری دن ہے، آج میرے لیے کھانا نہ بنانا، آج میں نے اللہ کے پاس چلے جانا ہے۔ میں بچپن سے ان کے بارے میں سنتا آ رہا تھا لیکن کبھی دھیان نہ دیا بلکہ افسانوی باتیں ہی سمجھتا، لیکن بعد میں جب میں نے والدہ اور بزرگوں سے اُن کے بارے میں پوچھا تو واقعی وہ ایک درویش اور صاحب کرامت بزرگ تھے، اللہ کا اُن پر خاص کرم تھا۔ میں یہ سب پڑھ کر مدح و تحیرت میں مبتلا ہو گیا۔ ایک عجیب سی خوشی اور تجسس کی لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ بابائی نے اسم اعظم

درویش شریف کی کثرت

بے شمار کتب کے مطالعہ اور بزرگوں سے ملنے کے بعد میں اچھی طرح یہ جان چکا تھا کہ روحانیت ذکر و اذکار یا روحانی مشقیں کسی کامل بزرگ یعنی مرشد کی زیر نگرانی کرنی چاہئیں، اسم اعظم کے بعد لگائی تلاش اور منزل مرشد کی شروع ہو گئی کیونکہ میں جن ماحول میں چلا ہوا تھا وہاں مرشد یا بزرگ کا تصور نہیں تھا تو نہ ہی کوئی مانتا تھا لیکن ہر سال مسوئی اور کتاب مرشد مرشد لکھ رہی تھی۔ اب میں درویش شریف کثرت سے پڑھ رہا تھا اور اس سے دعا بھی کرتا کہ مجھے مرشد مل جائے۔ میں نے مختلف بزرگوں کے پاس جانا شروع کر دیا ملک کے دور دورہ شہروں میں جہاں کی کا نام سنتا چلا جاتا۔ جو بھی کسی بزرگ کی تعریف کرتا میں اس سے کہتا مجھے اپنے مرشد سے ملا جو ملک یا مانتا اس کے پیچھے پڑ جاتا۔

کئی نام نہاد بزرگوں اور گمراہ نیشوں سے ملا لیکن وہ چار ملاقاتوں کے بعد دل بھر جاتا، مطمئن نہ ہوتا تھا۔ میرے دل میں مرشد کا تھا کوئی بھی ویسا نہ تھا۔ بے شمار بزرگوں سے ملا، لا لائی اور نبوت کی نظر آیا۔ میں پناہ جمال دین سرا کو بہت یاد کرتا کاش وہ ہوتے۔

اسی دوران جہلم میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی وہ پتلا تھے، انہوں نے درویش شریف بتایا، پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصے بعد وہ فوت ہو گئے دوبارہ کبھی ان سے بھی ملاقات نہ ہوئی، مرشد کی تلاش میں بھاگ بھاگ کر تھک گیا۔

عمل حصار

جب بہت تلاش کے بعد بھی مرشد نہ ملا تو اللہ سے بہت دعا کی۔ اسی دوران ایک نیک بندہ ملا اس نے کہا اگر مرشد نہیں ملتا تو کوئی بات نہیں آپ حصار کا وظیفہ کر لیں، پھر جو مرضی پڑیں کچھ انشاؤں پڑھو، کوئی رجعت نہیں ہوگی، آپ اللہ کی حفاظت میں رہیں گے۔ انہوں نے حصار کے کئی اعمال بتائے لیکن مجھے سب سے زیادہ الوقب (بڑا گھبان) پسند آیا لہذا میں نے درود کثرت نوافل پڑھ کر اللہ کے حضور ڈر دے دعا کی کہ اے میرے رب میں نے پوری کوشش کی مرشد کو پانے کی مگر مجھے مرشد نہیں ملا، لہذا میں آج اے اللہ تجھ کو اپنا مرشد بنا تا ہوں، خود کو تیری حفاظت میں دے رہا ہوں، اب تو میری حفاظت فرما اور مجھے اس قابل بنا کہ میں اس چلے مکمل کر سکوں۔ سلیہ

بھی کی لیکن کسی لڑکی سے شوق نہ ہوا۔

ایک سید سے ملاقات

ایک روزانہ کسی نے مجھے ایک ایسے سید کا بتایا جس کے پاس ہزاروں لوگ ملاقات کے لیے آتے اور حیران جاتے۔ مشہور تھا کہ وہ ہر چیز بتا دیتے ہیں۔ میں بھی اپنے دوست کے ہمراہ ان کے آستانے پر چلا گیا بہت رش تھا۔ سب لوگ چلے گئے رات کا وقت تھا وہ بزرگ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

میں نے کہا شاہ صاحب میں پانچ سو کو میٹر کا سسر کر کے مری سے آیا ہوں کچھ ہمیں بھی بتائیں۔ وہ بہت اہم ہوئے۔ میں ان کو بغور دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی کاغذ پر کچھ لکھا اور اپنے سامنے پڑے ہوئے میں مجھ پر ہتھ پڑے تھے اس میں پھینک دیا۔

میں نے غیر ارادی طور پر سات یا دیا رقیب پڑھ کر کمرے کا حصار کر دیا۔

انہوں نے تین بار کاغذ پر کچھ لکھا اور حتیٰ آگ میں ڈالا۔ وہ کچھ پریشان نظر آ رہے تھے، میں بھی حیرت اور تجسس سے ان کو دیکھ رہا تھا، ایک دم وہ اٹھ اڑے اور باہر چلے گئے۔ پانچ سو کو میٹر کا سسر کر کے مری سے آیا ہوں کچھ ہمیں بھی بتائیں۔ وہ بہت اہم ہوئے۔ میں ان کو بغور دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی کاغذ پر کچھ لکھا اور اپنے سامنے پڑے ہوئے میں مجھ پر ہتھ پڑے تھے اس میں پھینک دیا۔

جب ایک ماہ گزر گیا تو کچھ بھی نہیں ہوا، میں شاہ صاحب سے ملنے گیا۔ بس سے اترتے ہی ان کو فون کیا فون ان کی بیٹی نے اٹھایا۔ میں نے پوچھا شاہ صاحب کدھر ہیں۔ وہ بولی آپ نہیں جانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ وہ رو کر بولی میں دن پہلے وہ وفات پا گئے ہیں۔

میں کتنی دیر گم سم دین میں گرا ہوا، کچھ مجھ سے آئے کیا کروں، آخر مایوس پریشان واپس مری آ گیا۔

اب میرے پریشان کیا کروں اب میری سوچ شاہ صاحب یعنی تصور شیخ پر ایک گئی کیا ہے؟

اس حوالے سے شاہ صاحب سے میری مختصر گفتگو ہوئی لیکن اس مختصر وقت میں بھی انہوں نے ایسے جامع اور مدلل انداز میں اس کی وضاحت کی تھی کہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی کہ تصور شیخ روحانیت میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن تصور شیخ کے حوالے سے ابھی ایسے بہت سے سوالات تھے جو میرے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔ شاہ صاحب ان دنیا میں تھے جنہوں نے تصور شیخ کی بات میرے ذہن میں ڈالی تھی، اب میں ان سوالات کے جوابات کہاں سے

مراقبہ

ہم سب کو اس میں نے عرض کیا کہ اب میرے فکر و شعور میں مراقبہ Concept بالکل واضح ہو گیا تھا اور میں مراقبہ کی بات کو بڑھ چکا تھا۔ میں نے کہا کہ میں نے اس کے لیے ذکر و اذکار کے ساتھ مراقبہ بہت ضروری ہے۔ مراقبہ کی بات کتاب کے مطالعہ کے بعد مراقبہ کا طریقہ کار سمجھنے کے بعد میں نے دل پر سنبھلے حروف میں لکھے اللہ کا تصور رکھتے ہوئے اللہ کا مراقبہ شروع کر دیا۔ مراقبہ پر تفصیلی بیان دوسرے حصے میں موجود ہے۔

ساتھ ہی عاصی باقیوم کو 22 ہزار مرید و زائد پڑھنا شروع کر دیا۔

کیونکہ میں نے قرآن پاک کی آیت پڑھ لی تھی۔

قرآن میرا ذکر کثرت سے کرتا کہ تم قلم چاچو۔

لہذا میں 22 ہزار ختم ہونے کے بعد بھی کلام پڑھتا رہا۔ ساتھ ساتھ باقی اذکار بھی جاری تھے۔

ارتکا زتوجہ

میں مراقبہ اور ذکر و اذکار کر رہا تھا کہ میرے پاس ملتان سے ایک بزرگ آئے۔ جب مجھے یہ چلا کہ وہ بزرگ نے ان سے ملنا اور روحانی باتیں کہیں اور مراقبہ کی باتیں کہیں، اب اللہ کا تصور بکا ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھے خاطر بقہ بتایا جو میں نے لکھا تھا کہ میں نے کچھ چکا تھا کہ مفید ہے۔ پھر روپے کے سنے برابر گول دائرہ بنا کر لا کر کہتے تھے کہ پورا پورا پلاک لکھا گیا ہے، میں نے اس کا مراقبہ کیا۔ اب رات کو مراقبہ اور دن میں گول سیارہ دائرے کو بلا پلاک دیکھنے کی مشق شروع کر دی۔ شروع میں انھوں نے بہت پانی آتائیں میں جوتی لگا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ میری نظر بڑھتی ہوئی گئی۔

ایک ماہ بعد اس مشق میں مزاد شروع ہو گیا بلکہ کئی دائرہ نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاتا تھا۔ یہ ناچی کیفیت شیم کو عیب دلائی گئی تھی۔ آہستہ آہستہ جب میری یہ مشق ایک گھنٹہ پر پہنچ گئی تو آکر کیفیت طاری ہوتی تو دائرہ نظروں سے اوچھل ہو جاتا۔

ترک حیوانات

ملتان والے بزرگ نے مجھے ترک حیوانات کا مشورہ بھی دیا کہ جب تک تم گوشت اٹھ دو وغیرہ نہیں چھوڑا تبھی روحانی تہذیبیاں رونما نہیں ہوگی، روح کو بکا کرنے کے لیے ترک حیوانات اور میٹھا کھانا بند کر دو، میٹھا اور گوشت کھانے سے روک ہماری ہو جاتی ہے۔

اب میں نے تھی سے ترک حیوانات اور میٹھے کا پرہیز کرنا شروع کر دیا تاکہ پرہیز کر دھانی بیداری کے بعد گوشت نہ کھاتا، اسی وجہ سے میں دل والا پھر مشہور ہو گیا چونکہ لوگوں کو چاہے ہوتا تھا کہ میں گوشت نہیں کھاتا اس لیے وہ جادل مانتے بلکہ میں اتنا جوتی تھا کہ جسم سے گوشت اور میٹھا کم کرنے کے لیے سیلوں پہاڑوں پر چلتا تھا کہ جسم سے گوشت کے اثرات اور میٹھا کم ہو جائے کھانے میں زیادہ تر ابلے چاول، دس اور ذیل روٹی کھاتا۔ بلکہ میٹھا اور گوشت مجھے لگتے، میرا یہ پرہیز بہت دیر تک چلا۔

”جس دم“ سانس ہی زندگی ہے

میں یہ قرار کرتا ہوں کہ رب ذوالجلال مجھے راستہ دکھا رہے تھے اور میں اس پر چلتا جا رہا تھا۔ میں آج بھی اس وقت جس وقت مجھے راہنمائی کی ضرورت پڑی ہے اللہ نے کسی کتاب یا کسی بزرگ کے ذریعے میری راہنمائی کی ہے۔ ذکر و اذکار کرتے اور مراقبہ کرتے اور ترک حیوانات کئے ہوئے تقریباً ایک سال ہو گیا تھا اور میں ابھی بھی راستہ اندھا تھا، سکون اور مزہ نہیں تھا لیکن اندھیرا ہی اندھیرا۔ انہی دنوں ایک جنلی دینی سے میرے دوست کے گھر آئی وہ جنلی میرے پاس ہاتھ رکھنے آ گئی، میں ان کے ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ اس جنلی سے کپ شپ بھی ہو رہی تھی تو وہ خاتون بولی پر دھیر صاحب میرے میاں کو بھی پوچھا کی بیماری ہے، یہ کسی ہندو کے شاگرد ہیں۔ میں ایک دم الٹ ہو گیا میرا مشق جاگ اٹھا میں نے تفصیل ان سے پوچھا تو انہوں نے مجھے سانس کی مختلف مشقیں، طریقہ کار اور اوقات بتائے۔ میں دودن ان سے مل کر تمام امور معلوم کر لیا۔ اب مجھے جو چیز سب سے زیادہ اچھی لگی اور جس کے بارے میں مختلف کتابوں اور بزرگوں سے بھی رکھا تھا لیکن کبھی سمجھتی تھی نہیں لیا وہ تھی جس دم۔ یعنی سانس کو روکنا یا سانس کو سنبھالنے کا اندر دیکھ کر ناوشی کیوں کیوں طرح چوتنا۔ اس ہندو نے جس دم پر لیا اور معلومات سے مجھ کو بھیج دیا۔

مختلف مزارات پر حاضری

مختلف ذکر و اذکار مراقبہ، ترک حیوانات اور جس دم کرتے ہوئے بھی جب ایک مدت گزرتی تو میں نے محسوس کیا کہ میں ان مزارات کے باوجود ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔ میرے باطن کی تاریکیوں کی توفیق تھی کہ میں ان مزارات پر حاضری کر رہا تھا، منزل تو دور کی بات ہے کہ میں ان مزارات سے آشنا بھی میرے مقدور نہیں تھے۔ میں نے اپنا عاصیہ شروع کیا کہ میں آخر کو ایسی بنیادی غلطی کر رہا ہوں جس کی وجہ سے میری تمام ریاضتیں بیکار ہو رہی ہیں؟ جب میں نے اپنا عاصیہ کیا تو مجھے پتہ چلا کہ میں بنیادی غلطی کر رہا تھا کہ شاہراہ طریقت کا مسافر تو تھا لیکن وہ ان طریقہ کے حرارت مقدسہ پر حاضری سے گزرا تھا۔ اگرچہ کہ میری روش اور تربیت تہمت روحانی

مکتوبہ چکریا لکھنؤ ص ۱۱۱

اجازت کے نام پر میں چونکا۔

۱۲۔ کافی سزا اور انتظام کے بعد میں لاہور پہنچا تو گاؤں جانے کے بجائے میں داتا حضور پہنچا۔ سرکار کا دربار اور
لاہور کے لوگوں اور شہر کے احساس ہونے لگا۔

اب میں بہت خوش تھا کہ مجھے داتا حضور کو سلام کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ میں گاؤں چلا گیا۔ چند دن بعد واپس آئے گاؤں پر داتا حضور پر حاضری دی اور قادیان بخش کے طریقے کے مطابق سلام کیا لیکن میں کافی دیر سلام کرتا رہا لیکن کسی نے نہیں مری واپس چلا گیا۔ میری خوش کامیابی میں بدل چکی تھی کہ یہیں کیا غلطی کا سبب بنی ہوئی ہے۔ اس کے بعد میں بار بار دہریہ داتا حضور گیا اور پلوں پینڈی انٹینشن پر قادیان کو بہت ڈھونڈا لیکن مجھے قادیان بخش نہ ملا اور نہ کسی نے سلام کا جواب۔

میں بار بار دوا تصور پر عمل کر چکا تھا اور جواب نہیں آ رہا تھا۔ بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کر رہا تھا کہ اللہ کیلئے
 قربان کر دے۔ جواب اٹھا۔ میری آنکھ کھول دے تاکہ میں باطن دیکھ سکوں اور صاحبِ مزار سے رابطہ
 کر سکوں۔ اللہ اور صاحبِ مزار سے رابطہ کے مجرب و غائفِ میری کتاب "سرمایہ درویش" میں موجود ہیں اس کا لین
 والا ہمارے مستقبل ہو سکتے ہیں۔
 آخر میرے روت کھینچ کر طرح مجھ پر ترس آ گیا۔

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن عیسیٰ بن ابی شیبہ نے کہا: اب دیکھنا مرشد کی فکر کی کتاب یہ نہیں لائے گا۔

مرئی کے بعد لاہور و ملتان اور دودرا کے محاررات پر چٹوٹی کی طرح حاضری دیتا رہا وہاں مراٹھ سرشاری ضرور بڑھتی لیکن روشنی نہ ملی۔ بے شمار محاررات پر حاضری دی، جس محاررے سے مجھے روشنی اور روحانیت کا لنگر ملا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکارِ ہند کے بعد برادری والے اور جنوں کی حد تک متعلق شہنشاہ کو ہمارے بری امام
 شہنشاہِ اجمیر خواجہ غریب نواز سلطانِ الہند سے ہے اور میں ہمارے بری سرکار اور ہجارت میں اجمیر شریف جاتا ہوں
 اور میں شہنشاہِ لاہور و اطالیہ جو بری سرکار کا بھی اپنا ہی دشمن اور سہرا ہے اور آپ واقعی شہنشاہِ لاہور ہیں کیونکہ خواجہ غریب
 نواز جو معین الدین چشتی سرکار نے بھی یہاں پہ چلے گا تو اس کی کشتی کی منازل کے پیر کیں۔ ای طرح شہنشاہِ لاہور کی
 کرتے بھی یہاں پہ حاضر ہی وہی اور چلے گا۔ ان کے علاوہ ہر دور کے بزرگ، صوفی و درویش نے داتا حضور کا حضری دی
 ملن انوارات سے بھر کے گئے۔ راہِ سلوک کی وہ منازل جو نئے نہیں ہوتیں داتا حضور کے کرم سے سالکین یہاں
 پاتے ہیں۔
 باقی سالکین کی طرح میں بھی اپنے شاد و فخر داتا حضور کے در پہ سلام کر چکا ہوں اور جویشی سرکار نے اپنا کرم
 دیا۔

میرا ان دونوں کی بات ہے جب میں مری میں تھا۔ مرا تھے اور باقی روحانی مشقوں میں لگے ہوا تھا۔ سلاشی حق میں پھر رہا تھا۔ ایک بار میں لاہور آنے کے لیے راولپنڈی آکھن پیرا۔ میرے پاس سامان زیادہ تھا۔ ایک گلی وہ۔ میرا سامان اندر لے گیا۔ اُس کو بیٹھ کر میں کٹھ بیٹھ گیا۔ داییں آ کر چور در سے پہنچے پوچھتے تھے اُس نے مناسب بلکہ کم پیسے مانگے۔ مجھے خوش ہوئی کہ اتنا میرا تمام ہونے ہے۔ اُس کے پاس بیٹھ کر کپ شپ لگنے لگا کہ کس کسوں۔ اچانک معذور مجھ سے کہنے لگا کہ جناب آپ لاہور جا رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں، تو وہ دایاں چلا گیا۔ میرا دیر اسلام کہتا۔ میرا ہول دے کر کہتا ہے کہ میں بھی جاؤں۔ جب راتا صاحب اجازت دیں گے میں بھی اسلام

گستاخ چری ملنگ

کیونکہ مل جب بھی مری سے لاہور آتا تو دلا حنفیہ کو کہتا ملا مری سے کہ ایک بار میں فرما دیا

اس کی عظمت کا حصہ ہے اس لیے میں جب بھی داتا صاحب یا کسی اور بزرگ پر تو ہاں پر آئے ہوئے لوگوں کو بخیر دیکھتا ہوں۔ رنگ بر رنگ ملک، درویشوں صوفی اور سالکین اور قریب مسافر مختلف رنگوں اور بیچوں میں نظر آتے ہیں۔ میں ان سب کو سہیلیاں یا دوست کہتا ہوں کیونکہ جب کہ ہو تو دوستی اور قربت بن جاتی ہے۔ میں ان کو اپنی ذات اور قبیلے کے لوگ سمجھتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ دربار شہناہ میں پورے دربار کا چکر لگا رہا تھا، آخر جو مجھے اچھا لگتا اس کے پاس بیٹھ بھی جاتا۔ اسی طرح میں گھر کا ایک ایک چکر پر ایک ہانکا مضبوط ملک اسے مریدوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ انگوٹوں میں جس سے بھرے ہوئے تھے اور وہی دربار تھا سریداس کو دہار ہے تھے اور وہ بہت خردور ممکنات اور اکر کے بیٹھا ہوا تھا۔ کرا مزاج بتا رہا تھا کہ بیٹھتے تھے اور عقلمندی و ہواور کن فیکنوں کے مقام پر ہے۔ مجھے پلنے سے ایک چکر غرت ہے کہ بہت سارے فقیر، ملک، روحانی کیفیت یعنی ارکار، بیکنی، مراقباتی کیفیت کے لیے چکر ہوئی اور دوسرے نشہ استعمال کرتے ہیں۔ جب نشے کی بدولت بیکنی حاصل ہو جاتی ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہاتھ گئے، چوڑے سرک گئے، بیٹھتے روٹ ہو گیا۔ اور مریدوں کو نشہ کر کے نظارے دکھاتے ہیں۔ میں ان کے

جانا ہے۔ انہوں نے کسی طرح اس ملک کا ایڈریس لیا اور ایک اپنے بندے کو اس کے پاس بھیجا۔ وہ بندہ کئی بار اس کے پاس گیا۔ اس کو کافی پیسہ بھی دیا اور اس کا معنوی شاگرد بن گیا۔ اس بندے کو خافین نہیں جانتے تھے۔ وہ بندہ ان ساتھ مری میرے پاس آیا اور مجھ سے کل راس پالان بنا گیا کہ میں نے ملک سے کہا ہے کہ میرا ایک نزن ہے وہ بدہوش ہے، وہ بھی آپ کا شاگرد بننا چاہتا ہے۔ مقابلے والے دن وہ بھی آپ سے ملنے آئے گا۔ ملک کے ساتھ اس بندے دوستی ہو چکی تھی۔ اب ہم سب شدت سے مقابلے کی تاریخ کا انتظار کر رہے تھے۔ مقررہ دن صبح سویرے میں اس کا اس گیا جہاں پر کبوتر بازی کا مقابلہ ہوا تھا۔ کینکلمرہ اس اتفاق گاؤں سے ہے اس لیے میں پہلے سے ہی گاؤں کے گھبراہٹ کی طرح جانتا تھا اس لیے مجھے زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔ ملک اور اس کا نامہاں شاگرد گاؤں سے باہر ایک نیوہ دہلی کے کھجور کے درخت کے نیچے چار یا بیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آسانی سے اس بندے کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچ گیا۔ ملک بابا اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ جس کے سگریٹ لی رہے تھے۔ چاروں طرف جس کی مخصوص پیرکلیں تھیں۔ دوڑنے والے ملک کی کانگوں کو دبا رہے تھے اور دوڑنے والے ملک گھوٹ رہے تھے۔ بیٹنگ کے خیالے پاس پڑے ہوئے تھے۔ بیٹنگ گھونٹنے والے ڈنڈے کے ساتھ ٹھکڑے ہوئے تھے۔ جن کی ہتھکڑی جس کی باوراء ملک کا بادشاہ سلامت کی طرح دیکھیں یا بیوں والی چار پائی پر گاؤں کیوں کے سہارے لیٹنا پورا کیا بنا ہوا تھا۔ تھوڑی دور کوئی دیہاتی عورت دیکھ کر فریادیں ماری تھیں۔ دیکھ کر مرنوں کے بھوننے کی خوشبو نے حال کو اور بھی خاص بنادیا تھا۔ اس کے بعد اس نے تعارف ملک سے کرایا۔ ملک کی بڑی بڑی سرے سے لگی آنکھوں سے نشے کی سرخی واضح نظر آ رہی تھی۔ لمبے بالوں کی لٹوں خوب تیل سے چکایا ہوا تھا۔ تھوڑا دور چلے پھر دیہاتی عورت اور اس کی بیٹی کھانچا پکانے میں مصروف تھیں۔ ملک کو کشادہ ہوا تھا۔ وہ تریسانہ اور بوس بھری نظروں سے ان عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ ملک کو دیکھ کر بھی گھٹنے بندھا گیا شاہ یاد آ کر کسی کی عیاشی کی داستان آج تک لوگوں کو یاد ہیں۔ میں نے معنوی عقیدت اور احترام کا اظہار کیا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ وقت کے بہت بڑے آدمی سے مل رہا ہوں۔ ملک میری طرف بہت مفرد اور متکبرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں اسے متندوں کی طرح سر جھکانے سے سناٹے بیٹھا تھا۔ لیکن میرے اندر نفرت اور دشمنی کا اور اظہار کو بے تاب تھا۔ میرا نہیں چلا رہا تھا۔ وہ فقیری اور دور رسائی کی باتیں کر رہا تھا اور اپنے چیلوں اور رہائشوں کی باتیں کر رہا تھا۔ بہت مشکل کام ہے، ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ میں ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔ اس وقت میں اس کی نکواس سننے پر مجبور تھا۔ وہ بادشاہ سلامت بن کر تخت پر بیٹھا تھا اور ہم تو کڑوں کی طرح سر جھکانے بیٹھے تھے۔ اس دوران بیٹنگ تیار ہو گئی۔ ہم فریغ حاجت کا کہا بنا کر اٹھ کر فضلوں کی جانب چلے گئے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے بھی بیٹنگ کی آفر نہ کر دے اور میرا انکار دے گا تو نہ کرے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ بیٹنگ نے بیٹنگ لی لی ہے تو اس آس کے پاس آ کر عقیدت مندوں کی طرح بیٹھ گیا۔ جس اور بیٹنگ کا انشاہ آس کو چڑھ رہا تھا اور وہ اولیٰ بک رہا تھا اور میں بن رہا تھا۔ وہ پہرے کے بعد گاؤں سے ایک بندہ آیا اور اس نے آ کر کہا کہ بیٹنگ بابائی آ کبوتروں کا مقابلہ جاری ہے، اب آپ اپنا تیل شروع کر دیں۔ لہذا اب بیٹنگ نے نشے میں دھت چار پائی سے اتر کر بیٹھو تو کسی جانب چلنا شروع ہو گیا۔ ملک نے مجھے بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اب ملک میں اور وہ بندہ جواب

[illegible]

میں نے اللہ کا نام لے کر اپنا حصار کیا اور وہ عمل شروع کر دیا جو مجھے بااقتدار اللہ کا صاحب دے رہا تھا کہ کس طرح عالمِ عام
 اُن کے شیطانی عمل سے محروم کرنا ہے۔ میں سب سے پہلے ان نظروں سے اس کی طرف بڑھا اور یوں دوا کی دوا کیا بات ہے۔
 جا کر چھٹی ذیلی اُس کی کمرہ تین بار تھا مارا۔ Process پورا کیا جس سے کسی کی روحانی قوتیں سب کی چاکتی
 میرے عجیب و غریب رویے سے کچھ حیران اور پریشان لگ رہا تھا۔ اسے میری مجبوری اُسی تھی۔ میں سب سے پہلے عمل میں ذیلی کر رہا
 گیا۔ مجھے اپنے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ اُس کا شیطانی عمل ختم ہو گیا ہے کیونکہ اس سے پہلے عمل میں ذیلی کر رہا
 تھا۔ پھر آج کے یقین کے لیے میں بلوہا جاتی ایسی ہو گیا اب باقی کی تیزوں کو بھی گراؤ تو اُس نے پھر ایک کیڑ کو کھڑی کر دیا
 آسمان کی طرف کر کے گرج اور آواز میں پڑھانی شروع کر دی۔ جب اُس کو پڑھانی کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی اور کھڑی
 کے کواں میں نہیں آ رہا تھا تو تھوڑا سا پریشان اور گھبراہٹ والا لگ رہا تھا لیکن وہ بار بار اپنے سر سے پڑھانی شروع کر رہا
 تھا۔ بار بار اس یقین کے ساتھ کہتا کہ وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جب وہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا تو ساتھ آ یا ہوا میرے کواں سے
 اب میری طرف تھیں اُن میز نظروں سے لیکر رہا تھا۔ اُسے بھی اُسی یقین سے پڑھ رہا تھا کہ اُس کا شیطانی اور ظالم عمل سب
 ہو چکا ہے اور وہ پوری کوشش کر رہا تھا لیکن اب اس کی پڑھانی کے باوجود پورا اب اُس کے کا یوں نہیں آ رہا تھا۔
 اُس کو اپنے عمل پر پورا یقین تھا۔ اُس کی کوہ کی بار آ رہا تھا۔ اُسے بھی کبھی ناکامی کا سامنا نہیں کرتا تھا بلکہ
 آج زندگی میں پہلی بار اُس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا اور وہ **خوشی خوشی** کہتا تھا کہ **میں کامیاب ہوں**۔
 ہو چکا تھا۔ یکساں وہ بہت پریشان ہو رہا تھا۔ وہ بار بار پڑھ رہا تھا اور سوچ بھی رہا تھا۔ ایک جیسے اُس کے دماغ میں
 خیال آیا۔ وہ ایک وہ حیران نظروں سے میری طرف دیکھ لگا۔ اُس کو شاید میرا پر اسرار رویہ، اُس کی طرف کچھ نہ
 ہوئے جانا اور اُس کو سب سے پہلے اُس کی کمرہ تین بار تھا مارا وہ اپنے شاگرد سے مخاطب ہوا اور میری طرف اشارہ کر
 یوں لایا کہ یوں نہ ہے، کہاں سے آیا ہے اور یہ کی کرتا ہے۔

وہ اس سے بات کر رہا تھا کہ میں اس کے پاس گیا۔ اس کو کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کے آگے آگے چلے گئے۔ انھوں نے اسے دیکھا تو اس نے کہا: تم سب سے پہلے میرے پاس آنا چاہیے، اب یہ ہر بات مجھے استعمال نہیں کر سکتے۔ تمہارا ختم تم جو پکا ہے۔ اب تم بھی مجھے کسی معصوم کو تیرے گناہوں میں گمراہ کر دے گی۔ کسی کا روبرو راجہ ویر بدشاہ تھا۔ وہ دھیرا اور پریشان غمزوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کو میری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

خدا کی تلاش

ابوہدود اللہ تعالیٰ بیان کرنے جا رہا ہوں، میں بڑا عرصہ کئی سو زوارہا کو اس کھوکھلوں کیہ کھوکھلوں کیہ کھوکھلوں کے گمراہ
 ہوا کہ وہ جانتا ہے، لیکن چونکہ میں نے یہ تمام واقعات خلوص نیت کے ساتھ اس لیے لکھے ہیں کہ مراد حق کے
 افکار سے نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اپنی حقیقت کے دوران جن حالات سے میں گمراہ ہوں میرے پڑھنے
 کے لئے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں میں تنوع اور دریاہ کی نظر آتی ہے۔ وہی اس کا اصل حسن اور خوبصورتی ہے۔ یہ تنوع
لوگوں میں بھی نظر آتا ہے۔ اگر ہم انسانوں کا بغور مطالعہ کریں تو یہ مختلف مزاج اور جسمانی و ذہنی استعداد رکھتے
ہوئے انسان ملتے جلتے ہیں۔ یہ تنوع ان کی کوشش کرتا ہے، یعنی ان کو لوگوں کے پاس جانا اور وقت گزارنا پسند
آتا ہے۔ ان کو لوگوں میں ایک ہی بات پر غور کرنا پسند نہیں آتا۔ ان کی طبیعت میں تنوع ہے جو خالق کائنات کے شوق میں جھلکا ہوتا ہے۔ وہ
اپنے دل کی بات کہتا ہے کہ میں تنوع میں ایک ہی بات پر غور کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تنوع میں ایک ہی بات پر غور کرنا پسند نہیں کرتا۔
میں تنوع میں ایک ہی بات پر غور کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تنوع میں ایک ہی بات پر غور کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تنوع میں ایک ہی بات پر غور کرنا پسند نہیں کرتا۔

اسی دوران پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت میرا دوست موٹر سائیکل لے کر اس جگہ پہنچ چکا تھا۔ میں حیران پریشان چھوڑ کر اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ کر دو ٹنک آ یا اور میں بیٹھ کر مری کی طرف روانہ ہو گیا۔ بعد میں چلا کہ وہ شام تک بار بار میرے محل کو آتا رہا لیکن ہر بار ناگامی اس کا مقدر رہی رہی۔ وہ اپنے شاگرد سے میرے بارے میں بہت پوچھتا رہا۔ اس نے بتایا کہ اس کے دور کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ ناگ بار بار مجھ سے ملنے کا کہہ رہا تھا لیکن وہ مختلف بہانوں سے اس کو ٹھکراتا رہا تھا۔ یہاں پہلے سے پلان تھا کہ میں اس سارے مقررہ میں ایک پراسرار مہیسی کے طور پر آؤں گا اور اپنا کام کر کے نامعلوم منزل کی طرف چلا جاؤں گا۔ میرے اللہ نے یہاں بھی مجھ پر اپنا خاص کام کیا اور

کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس تلاش میں وہ کبھی کبھار میرے پاس بھی آ جاتا تھا کیونکہ مجھے خود بھی اتنا زیادہ پیٹھ نہیں تھا اس کہتا کہ تم اپنی کوشش جاری رکھو، اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ وہ پھر پانچ وقت کا نماز کی اور پھر سے پانچ واہمی مبارک رکھی ہوئی تھی اور کھر میں بھی اسلام نافذ کیا ہوا تھا۔ یہ دونوں ماں بیٹا کچھ عرصہ میرے پاس آتے رہے۔ یہاں تک آتا ہوں گے اور تقریباً ایک سال کے بعد وہ یورپی مائیں پھر میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے ایک بات کرنا ہے، لہذا میں دس سے دور کر دوڑی ماں کے پاس بیٹھ گیا اور کہا، بی بی ماں جی، حکم کریں۔ خیر، یہ تو وہ یورپی مائیں ہوں، اسی لیے تو آپ کو ادھر لے کر آئی ہوں، وہ آج کل ایک بھر کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا مل گیا ہے تو ماں کی بہت اچھا اور کسے خدا مل گیا، اسے اور کیا چاہیے تھا، وہ تو اسی تلاش میں تھا تو وہ روئے ہوئے ہوئی، خدا نہیں اس کے شیطان مل گیا ہے۔ کیا؟ میں حیرت سے بولا۔ ماں جی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ بولی کہ وہ جب سے آپ کے پاس نہیں آ رہا وہ ایک بھر کے پاس جا رہا ہے۔ اس کا بھر جو بھی اگلے سیدھے کام کہتا ہے، یہ خدا کی طرح کرتا رہا تھا لیکن اب جو حیرت اس نے کی ہے اس کے بعد میں پریشان ہو کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ بات دلچسپ مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ میں بھی جانتا تھا کہ اصل ماجرا کیا ہے تو وہ ماں بولی "اس کے مرشد نے اس کی داڑھی منہ وادی سے اور ہمارے روزہ بھی بند کر دیا ہے کہ نماز روزہ عام مسلمانوں کے لیے ہے، کیونکہ تم نے مشاہد حق کا نور دیکھ لیا ہے اب تم شریعت لاگو نہیں ہوتی۔" پہلے تو ہم اس کو برداشت کرتے رہے لیکن وہ بھی اس کو خدا مانا نہیں۔ جب ہم نے انکار کیا تو وہ مار پیٹ پرتا کر کہ میرا مرشد خدا کا روپ ہے۔ آپ بھی سب گھروالے ابھی اس کو خدا مانا نہیں۔ جب ہم نے انکار کیا تو وہ مار پیٹ پرتا کر کہ میرے مرشد کا حکم آپ سب کو ماننا ہوگا۔ اس کو ہم سب گھروالوں نے بہت سمجھایا تو جب وہ نہیں مانا تو ہم نے امام سم کی مدد لی۔ اس نے بھی بہت سمجھایا بلکہ وہ امام صاحب ایک دن اس کے مرشد کے پاس گئے تاکہ ان کو سمجھا سکیں کہ آپ داڑھی مبارک کے کیوں خلاف ہیں اور نماز روزہ سے کیوں روکتے ہیں؟ تو پھر نہیں مرشد نے مولوی صاحب کو کیا جواب دیکھا کہ اس نے بھی داڑھی مبارک صاف گرا دی اور نماز میں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اس کے پاس چلا گیا۔ یہ کہتا ہے کہ ہر نظارہ میں سے وہاں دیکھا یہ کہیں اور نہیں دیکھا۔ یہ بات سن کر میں بھی بہت حیران ہوا۔ ماں بتا رہی تھی کہ "ہمارے علاقے کے کافی لوگ اس کے مرید بننے جا رہے ہیں جو اس کے پاس جاتا ہے، اسی کا ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں اس کے پاس کیا جا رہا ہے۔" کوئی اس کے پاس غصے میں نہیں گئے لیکن اس کے قدموں میں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اگر آپ کچھ کہہ سکتے ہیں تو ضرور کریں۔" ماں کی ساری بات سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ معاملہ مجیدہ نوعیت کا ہے، یہ عام قسم کا بڑا با ملک نہیں ہے۔ اس کے پاس کچھ نہ کچھ تو ہے جس کی وجہ سے جو کوئی بھی اس کے پاس جاتا ہے، اسی کا میرا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اب میں نے فیصلہ کیا کہ اس کے پاس جایا جائے لیکن اس سے پہلے اس کے بارے میں پتہ کر دیا جائے تاکہ یہ پہل سنے کہ وہ کیا ہے اور وہ کونسا روحانی لوگ یا انصاف استعمال کرتا ہے کہ ہر کوئی آنکھیں بند کر کے اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جہاں وہ ہیں تو میں بھی کسی حد تک اس سے ڈر گیا تھا۔ میں نے اس کے شہر میں اپنے کسی چاہنے والے کی ذیلی لکھی تو اس نے اس کا جوڈیل (Data) دیا اور اس طرح تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی دو چہرہ چھوڑ چکا ہے بلکہ دونوں شہروں

اس سے جانے کا دن مقرر کر کے میں واپس مری آ گیا۔ مقررہ دن جو ان میرے پاس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ پروفیسر صاحب کو اپنے مرشد کا مرید بنا کر وہ بہت بڑا کارنامہ سر انجام دے گا۔ مرشد بھی بہت خوش ہوا اور پروفیسر صاحب کے پاس جولوگ آتے ہیں، وہ بھی مرشد کے مرید ہو جائیں گے۔ وہ اپنی چال میں تھا اور میں اپنی چال میں۔ وہ مجھے ہمارا ہاتھ اور میں اس کو پھینسا رہا تھا۔ ہم دونوں اس بس میں بیٹھ کر اس شہر کی طرف روانہ ہو گئے جہاں اس کا مرشد رہتا تھا۔ وہاں لوگوں ویرکات بانٹ رہا تھا۔ سارے راستے وہ اپنے مرشد کے کاٹا سے اور روحانی تصرف کی کرامات بڑھا رہا تھا کہ ان کو بتا رہا تھا اور میں بھی کہتا تھا کہ یہ میرے مرشد کی روحانی طاقت ہے کہ پروفیسر صاحب آپ کے دل میں ان کے طے کا خیال آیا۔ وہ جس کو پسند کرتے ہیں، انہیں سیدنا بناتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ نہیں وہ مرید ہوتے ہیں کہ میں اس کا مرید۔ خیالوں کے انہی تانوں بانوں میں آخر کار ہم اس شہر پہنچ گئے۔ کیونکہ پھر کا اس شہر سے باہر تھا، لہذا اب ہم شہر کے باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی میں نے جو ان کو بتا دیا کہ بعض اوقات وہ اپنے آپ کی چیز حاضر ہو جاتی ہے تو اگر میں پروفیسر صاحب کی شان میں کوئی کٹھنی یا بے ادبی کروں تو پھر پریشان نہ ہوں۔ پروفیسر صاحب خود ہی مجھے ٹھیک کر دیں گے۔ سورج غروب ہو گیا تھا اور شام کے سامنے تیزی سے ہر چیز کو اپنی پلٹ میں لے

رہے تھے۔ بہر حال تاریکی ہونے سے پہلے ہی ہم جموں کے مرشد کا محل آستانہ عالیہ پر پہنچ گئے۔ کیونکہ جو ان یہاں اکثر حاضری دیتا تھا اس لیے لوگوں سے اس کی پرانی آشنائی لگ رہی تھی۔ جموں کو کراس کرتے ہوئے ہم ایک آب کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر دیہی بیٹھ کاٹلین بچھا ہوا تھا اور تقریباً کچھوں کے قریب مرید یں بیٹھے ہوئے آہیں بھر گپ بازیوں میں مصروف تھے۔ میں بھی جا کر آرام سے ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا۔ جو ان اپنے پیڑ بھائیوں سے ملنے کا حال احوال پوچھنے لگا۔

میں وہاں پر موجود چہروں اور کمرے کے درود ہوا کو دیکھنے لگا۔ کمرے میں چرس کے دھوئیں کی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی بلکہ زیادہ تر لوگ ابھی چرس ہی میں رہے تھے۔ میں کچھ صفحات میں تپا چکا ہوں کہ روحانی طالب علم اور ایک کیونکی کے لیے بہت سارے عقین کرتے ہیں۔ اسی بنا پر کہ دوڑ میں یہ چرس بھی جیتی شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی پہلی یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ فقیری نشہ ہے اور مظاہر یا تپا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا یہاں سے اور وہاں سے لال شاہ تپا شروع کر دیتے ہیں کہ وہاں دار عرس کے موقوفوں پر عام چرس پنی جاتی ہے اور چاروں طرف چرس اور مشکوں کی بھرا ہوا ہوتی ہے جو لوگ بھی چرس کے عادی ہوتے ہیں، یہ پہلے پہلے کپڑے پہنتے ہیں۔ سالوں پہلے لوگ نہ تو تپا کرتے تھے اور نہ ہی تپا کر دیتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر مشکوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ بے باؤں لوگ بھی تپا کر لیتے ہیں۔ ان کے سر اور جسموں پر میٹل یعنی ٹنڈی تھیں جی ہوتی ہیں۔ ان کے لباس میں مسکوں اور مسکوں کے عجیب کی بدولت ہر وقت ہٹنے والوں کو تا گوارا بدبو کا احساس دلاتی رہتی ہے لیکن یہ اسی گندے ماحول کے عادی ہوتے ہیں اس لیے ان کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی چرس کی ان کے کمرے اور ماحول میں جب داخل ہوتا ہے تو اس پر اس ماحول اور بدبو کا کھر طاری ہو جاتا ہے اور اگر میرے جیسے کوئی بھولا بسرا آ جائے تو وہ پریشان اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے اور اس وقت اسی سے قراری کا شکار ہوا تو اس انتظار میں تھا کہ کب گورو کی اپنا درشن کرتا ہے۔ آخر کار یہ میرے بعد کی ملنے ہال کے آخری کمرے میں بنے دروازے کے اندر جھانکا اور غرہ مستانہ بدبو کیلک کہ مرشد چاند لال تشریف لارہے ہیں۔

میرے اوپر بھی ایک مخصوص جہتی کیفیت طاری تھی۔ یہ قریب کا دل میں ورد کرتے ہوئے میں اس کے پاس

اسی دوران پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت میرا دوست موٹر سائیکل لے کر اس جگہ پہنچ چکا تھا۔ میں حیران پریشان چھوڑ کر اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ کر دو ٹنک آ یا اور میں بیٹھ کر مری کی طرف روانہ ہو گیا۔ بعد میں چلا کہ وہ شام تک بار بار میرے محل کو آتا رہا لیکن ہر بار ناگامی اس کا مقدر رہی رہی۔ وہ اپنے شاگرد سے میرے بارے میں بہت پوچھتا رہا۔ اس نے بتایا کہ اس کے دور کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ ناگ بار بار مجھ سے ملنے کا کہہ رہا تھا لیکن وہ مختلف بہانوں سے اس کو ٹھکراتا رہا تھا۔ یہاں پہلے سے پلان تھا کہ میں اس سارے مقررہ میں ایک پراسرار مہیسی کے طور پر آؤں گا اور اپنا کام کر کے نامعلوم منزل کی طرف چلا جاؤں گا۔ میرے اللہ نے یہاں بھی مجھ پر اپنا خاص کام کیا اور

کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس تلاش میں وہ کبھی کبھار میرے پاس بھی آ جاتا تھا کیونکہ مجھے خود بھی اتنا زیادہ پیٹھ نہیں تھا اس کہتا کہ تم اپنی کوشش جاری رکھو، اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ وہ پھر پانچ وقت کا نماز کی اور پھر سے پانچ واہمی مبارک رکھی ہوئی تھی اور کھر میں بھی اسلام نافذ کیا ہوا تھا۔ یہ دونوں ماں بیٹا کچھ عرصہ میرے پاس آتے رہے۔ یہاں تک آتا ہوں گے اور تقریباً ایک سال کے بعد وہ یورپی مائیں پھر میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے ایک بات کرنا ہے، لہذا میں دس سے دور کر دوڑی ماں کے پاس بیٹھ گیا اور کہا، بی بی ماں جی، حکم کریں۔ خیر، یہ تو وہ یورپی مائیں ہوں، اسی لیے تو آپ کو ادھر لے کر آئی ہوں، وہ آج کل ایک بھر کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا مل گیا ہے تو ماں کی بہت اچھا اور کسے خدا مل گیا، اسے اور کیا چاہیے تھا، وہ تو اسی تلاش میں تھا تو وہ روئے ہوئے ہوئی، خدا نہیں اس کے شیطان مل گیا ہے۔ کیا؟ میں حیرت سے بولا۔ ماں جی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ بولی کہ وہ جب سے آپ کے پاس نہیں آ رہا وہ ایک بھر کے پاس جا رہا ہے۔ اس کا بھر جو بھی اگلے سیدھے کام کہتا ہے، یہ خدا کی طرح کرتا رہا تھا لیکن اب جو حیرت اس نے کی ہے اس کے بعد میں پریشان ہو کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ بات دلچسپ مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ میں بھی جانتا تھا کہ اصل ماجرا کیا ہے تو وہ ماں بولی "اس کے مرشد نے اس کی داڑھی منہ وادی سے اور ہمارے روزہ بھی بند کر دیا ہے کہ نماز روزہ عام مسلمانوں کے لیے ہے، کیونکہ تم نے مشاہد حق کا نور دیکھ لیا ہے اب تم شریعت لاگو نہیں ہوتی۔" پہلے تو ہم اس کو برداشت کرتے رہے لیکن وہ بھی اس کو خدا مانا نہیں۔ جب ہم نے انکار کیا تو وہ مار پیٹ پرتا کر کہ میرا مرشد خدا کا روپ ہے۔ آپ بھی سب گھروالے ابھی اس کو خدا مانا نہیں۔ جب ہم نے انکار کیا تو وہ مار پیٹ پرتا کر کہ میرے مرشد کا حکم آپ سب کو ماننا ہوگا۔ اس کو ہم سب گھروالوں نے بہت سمجھایا تو جب وہ نہیں مانا تو ہم نے امام سم کی مدد لی۔ اس نے بھی بہت سمجھایا بلکہ وہ امام صاحب ایک دن اس کے مرشد کے پاس گئے تاکہ ان کو سمجھا سکیں کہ آپ داڑھی مبارک کے کیوں خلاف ہیں اور نماز روزہ سے کیوں روکتے ہیں؟ تو پھر نہیں مرشد نے مولوی صاحب کو کیا جواب دیکھا کہ اس نے بھی داڑھی مبارک صاف گرا دی اور نماز میں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اس کے پاس چلا گیا۔ یہ کہتا ہے کہ ہر نظارہ میں سے وہاں دیکھا یہ کہیں اور نہیں دیکھا۔ یہ بات سن کر میں بھی بہت حیران ہوا۔ ماں بتا رہی تھی کہ "ہمارے علاقے کے کافی لوگ اس کے مرید بننے جا رہے ہیں جو اس کے پاس جاتا ہے، اسی کا ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں اس کے پاس کیا جا رہا ہے۔" کوئی اس کے پاس غصے میں نہیں گئے لیکن اس کے قدموں میں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اگر آپ کچھ کہہ سکتے ہیں تو ضرور کریں۔" ماں کی ساری بات سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ معاملہ مجیدہ نوعیت کا ہے، یہ عام قسم کا بڑا با ملک نہیں ہے۔ اس کے پاس کچھ نہ کچھ تو ہے جس کی وجہ سے جو کوئی بھی اس کے پاس جاتا ہے، اسی کا میرا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اب میں نے فیصلہ کیا کہ اس کے پاس جایا جائے لیکن اس سے پہلے اس کے بارے میں پتہ کر دیا جائے تاکہ یہ پہل سنے کہ وہ کیا ہے اور وہ کونسا روحانی لوگ یا انصاف استعمال کرتا ہے کہ ہر کوئی آنکھیں بند کر کے اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جہاں وہ ہیں تو میں بھی کسی حد تک اس سے ڈر گیا تھا۔ میں نے اس کے شہر میں اپنے کسی چاہنے والے کی ذیلی لکھی تو اس نے اس کا جوڈیل (Data) دیا اور اس طرح تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی دو چہرہ چھوڑ چکا ہے بلکہ دونوں شہروں

اس سے جانے کا دن مقرر کر کے میں واپس مری آ گیا۔ مقررہ دن جو ان میرے پاس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ پروفیسر صاحب کو اپنے مرشد کا مرید بنا کر وہ بہت بڑا کارنامہ سر انجام دے گا۔ مرشد بھی بہت خوش ہوا اور پروفیسر صاحب کے پاس جولوگ آتے ہیں، وہ بھی مرشد کے مرید ہو جائیں گے۔ وہ اپنی چال میں تھا اور میں اپنی چال میں۔ وہ مجھے ہمارا ہاتھ اور میں اس کو پھینسا رہا تھا۔ ہم دونوں اس بس میں بیٹھ کر اس شہر کی طرف روانہ ہو گئے جہاں اس کا مرشد رہتا تھا۔ وہاں لوگوں ویرکات بانٹ رہا تھا۔ سارے راستے وہ اپنے مرشد کے کاٹا سے اور روحانی تصرف کی کرامات بڑھا رہا تھا کہ ان کو بتا رہا تھا اور میں بھی کہتا تھا کہ یہ میرے مرشد کی روحانی طاقت ہے کہ پروفیسر صاحب آپ کے دل میں ان کے طے کا خیال آیا۔ وہ جس کو پسند کرتے ہیں، انہیں سیدنا بناتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ نہیں وہ مرید ہوتے ہیں کہ میں اس کا مرید۔ خیالوں کے انہی تانوں بانوں میں آخر کار ہم اس شہر پہنچ گئے۔ کیونکہ پھر کا اس شہر سے باہر تھا، لہذا اب ہم شہر کے باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی میں نے جو ان کو بتا دیا کہ بعض اوقات وہ اپنے آپ کی چیز حاضر ہو جاتی ہے تو اگر میں پروفیسر صاحب کی شان میں کوئی کٹھنی یا بے ادبی کروں تو پھر پریشان نہ ہوں۔ پروفیسر صاحب خود ہی مجھے ٹھیک کر دیں گے۔ سورج غروب ہو گیا تھا اور شام کے سامنے تیزی سے ہر چیز کو اپنی پلٹ میں لے

اس سے جانے کا دن مقرر کر کے میں واپس مری آ گیا۔ مقررہ دن جو ان میرے پاس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ پروفیسر صاحب کو اپنے مرشد کا مرید بنا کر وہ بہت بڑا کارنامہ سر انجام دے گا۔ مرشد بھی بہت خوش ہوا اور پروفیسر صاحب کے پاس جولوگ آتے ہیں، وہ بھی مرشد کے مرید ہو جائیں گے۔ وہ اپنی چال میں تھا اور میں اپنی چال میں۔ وہ مجھے ہمارا ہاتھ اور میں اس کو پھینسا رہا تھا۔ ہم دونوں اس بس میں بیٹھ کر اس شہر کی طرف روانہ ہو گئے جہاں اس کا مرشد رہتا تھا۔ وہاں لوگوں ویرکات بانٹ رہا تھا۔ سارے راستے وہ اپنے مرشد کے کاٹا سے اور روحانی تصرف کی کرامات بڑھا رہا تھا کہ ان کو بتا رہا تھا اور میں بھی کہتا تھا کہ یہ میرے مرشد کی روحانی طاقت ہے کہ پروفیسر صاحب آپ کے دل میں ان کے طے کا خیال آیا۔ وہ جس کو پسند کرتے ہیں، انہیں سیدنا بناتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ نہیں وہ مرید ہوتے ہیں کہ میں اس کا مرید۔ خیالوں کے انہی تانوں بانوں میں آخر کار ہم اس شہر پہنچ گئے۔ کیونکہ پھر کا اس شہر سے باہر تھا، لہذا اب ہم شہر کے باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی میں نے جو ان کو بتا دیا کہ بعض اوقات وہ اپنے آپ کی چیز حاضر ہو جاتی ہے تو اگر میں پروفیسر صاحب کی شان میں کوئی کٹھنی یا بے ادبی کروں تو پھر پریشان نہ ہوں۔ پروفیسر صاحب خود ہی مجھے ٹھیک کر دیں گے۔ سورج غروب ہو گیا تھا اور شام کے سامنے تیزی سے ہر چیز کو اپنی پلٹ میں لے

جب عزیزان میں یہ خبر پڑی تو سب اور حرام گناہوں سے باز ہو کر اس میں تھے۔ اور کیا اس پر اسے
پر مشن نے جلوہ افروز ہوا تھا۔ آخر کار ایک ہماری بھر مکین شہر تھیں یہ ساڑھے سال کا شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس
اعدا نے ہی تمام مریدوں نے آواز بلند کیا، غور کیا جس کی جگہ تھیں ان کی آنکھوں نے کیا کہا اور تمام کے تمام
میں گر گئے۔ پہلے میں بھی سچے جھکا لیکن جب وہ تمام کے میں چلے گئے تو میں بھی گیا۔ اسی دوران مرشد صاحب تخت
آ کر براہِ جان ہو گئے اور ان کے ساتھ آئے ہوئے خادموں نے ان کی انگلیں دہائی شروع کر دیں کیونکہ کمرے میں سب
تمام لوگ سجدے میں پڑے تھے اور صرف میں اکیلا ہی گستاخ کر رہا تھا۔ مرید یہ نہیں سمجھے کہ میں کیا کیا کر رہا
اور غور سے بارے تھے کیونکہ میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ ان کے قریب گستاخ اور اپنی حق، لہذا جو جگہ مرشد کے پاؤں
رہے تھے ان سے ایک دوڑ کے میری طرف لپکا اور مجھے گردن سے پکڑ کر سب کے میں گرادیا۔ یہ کارروائی ذیل کر
اپس مرید کے قدموں میں آ گیا۔ میں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پھر میری طرف آنے کی کوشش کی تو مرشد نے

چلے جاؤ۔ جب ہم باہر جانے لگے تو اس نے اشارے سے ہاتھ اٹھایا۔ جب تمام ہنگ باہر چلے گئے تو اس کے دو خاص خادم جو اس کو بارہا بہتے، وہ اور میں کمرے میں رہ گئے۔ اس نے اپنے خادم کو کرسی آگے لائے گا کہ کیا اور میں اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ وہ غور سے میری طرف دیکھتا رہا اور یوں، کون ہو؟ اس کے کہنے پر میرا آگے ہونے پر میرا جھکا ہوا پشت نہیں کر سکا۔ تم مجھے جانے نہیں ہو۔ اگر میں تمہیں ٹھوکر ماری تو ساری عمر جھک کر دیاؤں گا۔ میں بالکل کی طرح پھرتے رہو گے۔ گھنٹی بجائیں گا یا نہیں تمہارا مقتدر بن جائے گا۔ لوگ بالکل مجھ کو جھکنا پڑتا رہا۔ مار کر لہوا ہوا کر دیں گے۔ تم کسی کام کے نہیں رہو گے۔ تمہیں جرأت کس طرح ہوگی میرے سامنے آ کر۔ ادنیٰ کرنے کی۔ تم تمہارا وہ حال کروں گا کہ تمہاری زندگی موت اور دوزخ سے بدتر ہو جائے گی۔ وہ تو آواز نظروں سے میری طرف گھور رہا تھا۔ مقتدر میرے پاؤں کی ٹھوکر سے جس کو چاہوں ہوا اور بادشاہ بناؤں، جس کو چاہوں پھر دوں۔ زندگی، موت، عروج و زوال میری ٹھوکر کی ٹوک پر ہے۔ میں تمہارا وہ حال کروں گا کہ دوبارہ کسی تم سے ملنے والی اور یہ عزتی کا سوچ بھی نہیں سکا۔

وہ بہت زیادہ بکواس اور خدائی دعویٰ کر رہا تھا کیونکہ جس خود بھی ایک خاص حالت یا کیفیت میں تھا۔ کوئی علم یا ذات یا توہید اور حق یا کوئی قوت میرے اندر حلول کر گئی تھی۔ غصہ، نفرت یا جلال یا میری آنکھوں سے بھی نکلے ابل رہے تھے۔ میری طرف جھک کر بات کر رہا تھا۔ میں نے اسے اس کا گریبان پکڑ لیا اور دھکے سے بچا دیا اور پھر کمر میں پرکرا دیا اور اس کے لپوے پیٹھ کر بھری ہوئی آواز میں بولا "اے کھلے، بکواس بند کر۔" اس کے خاموشی سے دو کر دیکھنے اس سے الگ کرنے کی کوشش کی اور اسے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا۔ خادم اس صورتحال کے لیے بالکل تیار نہیں تھے۔ ان کے حواس جواب دہ تھے۔ یہ نہیں میری آنکھوں آواز میں کیا تھا یا میرے پیچھے کوئی روحانی قوت۔ یہ نہیں اللہ تعالیٰ کی کیا خاص قوتی کوس کی آنکھوں میں خوف اور دہشت نظر آ رہی تھی اس کا سارا کارفر، غرور، تکبر اور غصہ جو تم کو چھاپا۔ وہ خوفزدہ گھروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کیونکہ میں ابھی ایسی حالت میں تھا۔ میرا جسم یہ نہیں چتر کا یا فاقہ کا یہ نہیں کیا تھا۔ ابھی اس حالت میں اس کو گھر سے جا رہا تھا کیونکہ اس کی زندگی میں پہلی بار کسی نے اس کے ساتھ ایسی بات میری یا گستاخی کی تھی جس کا وہ بالکل عادی نہیں تھا۔ پہلے تو وہ کافی دیر خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا اور پھر خوفزدہ اور مدہم آواز میں بولا "میرے پیٹھ سے تمھ سے کیا چاہتے ہو، کیوں آئے ہو میرے پاس؟ میں نے تمہارا کیا کچا دیا؟ تم نے تو میرا، میرے پیارے آقا محمد و دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے رب کو کچا کچا کرنے کی کوشش کی ہے۔" بگڑا ہوا تھا۔ جیسا کہ کڑوا کڑوا ہوا کسی کھنکھ نہیں سکتا۔ آج تو میں اکیلا آیا ہوں اگر وہ باوجود میری تم سے بچنے کے کوشش کی تو میں پولیس کے کڑوں کا آواز ہی نہیں سنا۔ خرافہ ہمیشہ کے لیے بند کرادوں گا۔ دو سرام اور تمہاری شیطانی قوتیں ابھی طرح جان گی ہیں کہ میرے اللہ کے فضل، اس سے میرے اوپر ان کو کوئی اثر نہیں ہو، میری شرط یہ تھی کہ آئندہ تم کسی کو فائدہ روزے سے نہیں روکو گے اور آج ابھی میں جس جوان کے ساتھ یہاں آیا ہوں جس کو ایک سال سے تم نے اپنے چنگل میں پھنسا دیا ہے اس کو ابھی بلا ڈاکو اور اسے آزار دہو دیا اور اس کو بھی یہاں نہ لانا تاکہ کیونکہ وہ بہت خوفزدہ تھا۔ اس نے اسے خادم کو اشارہ کیا

[illegible]

کے اس زمان کو بلا کر لاؤ۔ جب وہ اندر آیا تو اسے کہا کہ آج سے تمہارے مرشد ہیں (میری طرف اشارہ کر کے کہ وہ
میں اس طرف اور پریشانی سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا جس طرح میرے صاحب میرے سامنے بیٹھے تھے اس سے اسے
دل کا اندازہ ہو گیا۔

اب یہاں وقت برباد کرنے سے پہنچ تھا کہ واپس مری جایا جائے، لہذا میں اسی جوان کے ساتھ مری کی طرف
 روانہ ہوا اور راستے میں اندر مل میں ہونے والے واقعات بتائے اور کہا کہ ان تمام واقعات کے چشم دید گواہ اس جھوٹے
 کے خادم ہیں۔ دو بیکارہ جہت سے میری طرف دیکھ یا تھا۔ اس کو میری باتوں پر یقین آ گیا تھا۔
 آج جب میں چند روزہ سال بعد یہ واقعہ لکھ رہا ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ میں کس طرح خرد ہو کر اس بیکارے
 کے ساتھ چلا گیا، دور میرے ساتھ کبھی کبھار تین مہرے پیارے خدا پاک نے ہمیشہ میری مدد اور حفاظت کی اور
 اس کے اعلیٰ ملک بیکارے کے سامنے ضرورتی عطا کی۔ اس کے بیکارے بعد یہ دور علاقہ چھوڑ کر کسی اور شہر چلا گیا اور خدا کی
 ناکشہ میں گھرنے والا مزید چنانچہ میں مری رہا، میرے پاس آتا جاتا رہا اور ہر بار اپنے کیے پر شرمندہ ہوتا کہ کس طرح،
 اس کی چھی اور بھٹی ملک کے ساتھ لگ کر اللہ تعالیٰ اور نبی پاک سے دور ہو گیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ خدا کی تلاش کے
 راہوں کو ہر مردے جلدی ملا دے۔ (آمین)

ز شاہ وچ مانچسٹر

ہنگامی بابا کی پٹائی

لاہور میں اور پاکستان کے باقی بڑے شہروں میں نام نہاد وکھو کے باز بنگالی ہاپوں مارچ ہے۔ روحانیت اور
 کھوکھلی کی الف بی بیوں جانتے۔ یہ بہت چالاکی اور منصوبہ کے ساتھ لوگوں کو لوٹنے ہیں بلکہ ایسے افراد ہاپوں نے کئی
 عمر اور مرد رکھے ہیں۔ جو بیس سے پچاس فیصد پران کے لیے لوگوں کو پھنسا کر ان کے پاس لے جاتے ہیں۔ جیسے
 اسی وقت سے چار چاب میں نیا نیا لاہور آتا تھا۔ ایک بہت امیر خاتون اپنے ذرا نیور کے ساتھ میرے گھر پر آئی اور
 وہی کشش لائی ہوئی ہو کھولنا والی ہے۔ میں نے اس صورت کو صاف کھردہ کیا کہ میں اسے طلبہ کے ہم نشین کرتا اور نہ ہی
 اس کا دل اس بات پر جب میں نے انکار کیا تو اس نے مجھے پیوں کا لالچ میں شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے دس لاکھ
 کی رقم کرنی دے کر کہا ”بی بی جاؤ میں اپنے کام نہیں کرتا“۔ جب میں بالکل نہ مانا تو اس کا ذرا نیور مجھے ایک طرف
 لے گیا اور بولا ”جناب کیوں گھر آئی دولت کو کھنکھارے ہیں۔ یہ بی بی بہت امیر ہاپوں کے پاس جا چکی ہے۔ ان سب کے
 گھر دولت سے بھرنے کے بعد اب یہ آپ کے پاس آئی ہے۔ میں بھی اسی لالچ میں اس کی نوکری کرتی ہوں۔ آپ
 اب اس پر ایمان جانیں خوشی خوب پیئیں گے اور مجھے بھی اچھا ضرور دیں۔ میں آپ کا بھر پور ساتھ دوں گی“ میں اس کی
 بات پر غور نہ کر رہا تھا۔ نہ میرا کیا ساتھ دوں گا تو وہ بولا ”ان کے گھر میں مختلف کچنوں پر تھوڑے رکھ دوں گا۔ پودوں میں،
 ان کے دروازوں پر رکھ دوں گا اور ان کے باغ میں ان کے باغ میں رکھ دوں گا۔ آپ آ کر وہاں کیوں گا۔ جب آپ آ کر وہاں جڑیں نکالیں

اس دن ایک دن اپنے آفس میں بیٹھا تھا بہت سارے لوگ ملے کے لیے آئے ہوئے تھے کہ میرا کالج قیلا اپنے کسی
 دوست کے گھر سے گھرے میں داخل ہوا اور مجھے کہا کہ فیروز صاحب! ذرا باہر آ کر ہماری بات سن۔ کیونکہ وہ میرا
 دوست اور بے غلبہ دوست تھا، اس لیے میں سب کچھ دیکھ کر غور و طور پر ان کے ساتھ جا کر گڑاؤ پیش آ گیا۔ میرا دوست
 صاحب، یہ میرا دشمن دار ہے۔ اس کے گھر والوں کو ایک بنگالی یا بلوٹ گیا ہے اور اب بھی جھگ کر رہا ہے۔
 اس کے والدین نہیں ہے۔ اس لیے میں اسے کرشمہ پار آ گیا ہوں۔ اب تم تناؤ کو تم ہماری مدد کر سکتے ہو
 میرے سامنے آؤ گے۔ جو داستان سنانی وہ اس طرح ہے۔ اسی کی زبان میں سنیں:

[illegible]

کے تو یہ بی بی باکل ہو جانے کی اور آپ کی دیوانی بھی کہ پیر صاحب تو بہت پیچھے ہوئے ہیں۔ میں اس ڈرامہ کی ہر
راستہ کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ کوئی کس طرح سے فراڈ کرتے ہیں۔ میں نے اسے انکار کیا تو وہ جاتے جاتے
کہا "میرے پیر صاحب! آپ اچھی طرح سوچ کر سمجھو ان کو دیکھنا، میں شکم صاحب کو لے کر آ جاؤں گا" اس طرح ایک
میں عورت میرے پاس آئی کہ کمرہ آپ کسی گھر جا کر دم و فیر دو گرتے ہیں۔ تو میں آپ کو پورٹ کا دس ہزار روپے کی
سے چار ہزار میرے ہوں گے۔ میں نے کہا بی بی میں تو یقینی نہیں، تم سبھی کو دیکھو؟ تو وہ بولی آپ نے کچھ بھی نہیں
میں گھر والوں کو سمجھا دوں گی، آپ نے صرف الفاظ پکڑنا ہے تو جو گھر والے آپ کو دیکھ گئے۔ میں بعد اس آ کر اپنا
یقین لے لوں گی۔ میں حیرت سے اس عورت کا چہرہ دیکھ رہا تھا کہ یہ مجھے کتنے آرام سے حرام کھانے کی دعوت دے
ہے۔ اس کے بعد بھی مجھے بے شمار ایسی عورتیں اور مردوں کے لیے جو مختلف جعلی بیروں اور دیگر بیانیوں کے لیے کشش
کرتے ہیں۔ طریقہ واردات ان کا یہ ہوتا ہے کہ یہ مختلف گھروں میں کام کرتے ہیں اور مخصوص عورتوں کو جعلی بیروں کی
تائید بیان کرتی ہیں کہ فلاں کا مشکل کام فلاں عورت نے کیا، وہ بہت پیچھے ہوئے، بڑے مقام کے پیر صاحب ہیں۔
میں سمجھ بھی کسی کو لے کر ان کے پاس گیا ہوں، ہمیشہ کام ہوا۔ غلطی کی حد تو اس وقت ہوتی ہے جب یہ عورتیں
کیوں کو پیر کے پاس لے جاتی ہیں اور ان سے کہتی ہیں کہ پیر صاحب تمہارے غلط جسم پر غور کیا لکھنا چاہیں تو
میں کرتا۔ اگر تم پیر صاحب کو راضی کر دو گی تو تمہارا کام فوری ہو جائے گا۔ **فیضان** میرے پاس سے کہیں نہ جان لوں گی
جن کے ساتھ ان عیش بیروں نے زمانہ کیا اور بڑا کیا۔ میرے پاس ایک میاں بیوی آئے۔ میں نے جب کہا کہ
یہ بیوی تمہاری بیوی پر بری نظر ہے تو وہ مجھ سے ناراض ہو گیا کہ وہ تو قلب ہیں، ابدال ہیں۔ خدا کے لیے ان
بیروں، فقیروں کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا کریں اور خدا تعالیٰ نہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے، میں نے ہمیشہ ان بیروں
بٹوں کو اپنے سے دور رکھا۔ اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ہم بات کر رہے تھے بنگالی باپ کی۔

روپے آ جائیں گے۔ ساتھ ہی بنگالی بابائے یہ بھی حوصلہ دیا کہ پرائز بانڈ میرے پاس نہیں ہوں گے۔ یہ تمہارے ہوں گے۔ تم میرے گھر لے جانا۔ جب انعام نکلے گا تو جا کر کیش کرالینا۔ میری ماں خوش خوشی گھر آئی اور میری بہن کی شادی کے زیورات جو گھر میں پڑے تھے، وہ بچ کر پرائز بانڈ لے کر بنگالی بابا کے پاس چلی گئی۔ بنگالی بابائے یہ منصوبہ تیار کیا ہوا تھا۔ ایک پلاسٹک کے پائپ میں چھلی بانڈوں کے کڑے رکھے ہوئے تھے۔ میری ماں نے جب اس بانڈ بابائی کو دیکھتے تو اس نے میری ماں کے سامنے ایک پلاسٹک کے پائپ میں ڈالے اور بانڈوں یا توں میں وہ پائپ تبدیل کر کے چھلی بانڈوں والا پائپ میری آگے کو پکڑا دیا اور کہا کہ اس کے اندر دیکھیں، بانڈ موجود ہیں۔ میری ماں نے دیکھا اور تسلی کر لی۔ اب بنگالی بابائے کہا، اس پائپ کے کڑے اور بانڈوں کو اپنے دوپٹے میں باندھ لو اور آج کے بعد ان کو کھول کر نہیں دیکھنا۔ جس دن قرعہ اندازی ہوگی، ان کو نکال کر دیکھ لیتا۔ پہلے اور دوسرے نمبر کے انعام نکل چکے ہوں گے۔ میری ماں خوش خوشی آگئی اور شدت سے اس دن کا انتظار کرنے لگی جس دن انعام نکلتا تھا۔ بنگالی بابائے سارا ڈراما اس طرح رچا تھا کہ میری ماں کو یقین تھا کہ اب ہمارے مسائل حل ہوں گے۔ غریب دور دور ہو جائے گی۔ میں روپے پیسے فراوانی ہوگی۔ اب میری ماں شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ بنگالی بابا کے بتائے ہوئے دوپٹے بھی چھل کر تھے۔ آخر قرعہ انداز کے دن آ گیا۔ میری ماں نے ساری رات عبادت اور ذکر کا ذکر میں گزاری اور صبح جا کر قرعہ اندازی کی اسٹاپ اور گھر آ کر بانڈ نکالے تو میری ماں کے پائپ میں سے سب بانڈیں نکل چکی تھیں۔ بنگالی بابائے حساب لگاتے کا ڈراما کیا اور کہا تم نے پڑھائی ٹھیک نہیں کی اور میں بھی اپنا چلہ کرنے گیا ہوا تھا۔ جنات نے تمہارے بانڈ جہاں دیکھے ہیں کیونکہ جنات نہیں چاہتے کہ تمہارے گھر خوشی آئے۔ اس لیے انہوں نے بانڈوں کو جہاں دیا۔ میں نے تو تمہارے سامنے بانڈ رکھے تھے۔ اب اگلی قرعہ اندازی پر تم پھر بانڈ لانا، میں اپنے پاس رکھوں گا اور ان پر پیرہ بھی دوں گا۔ میری ماں بنگالی بابا کی باتوں میں پھر آگئی اور گھر آگئی۔ اسی دوران میں وہی سے بچھی پر گھر آیا تو اس نے کہا کہ بہن کی شادی کرنی ہے۔ زیورات کو گھر ہیں۔ پہلے تو میری ماں ٹال مٹول کرتی رہی لیکن جب میں نے زیادہ پوچھا تو وہی ماں نے شتاپنا تو ہماری لڑائی شروع ہوگئی۔ جب ہماری لڑائی بہت بڑھ گئی تو میری بہن نے ایک دن چپکے سے مجھے بتا دیا کہ زیورات گھر نہیں ہیں۔ وہ ماں نے کسی کو دے دیئے ہیں یا بچے دیئے ہیں۔ جب مجھے اس بات کا پتہ چلا تو مجھے بہت زیادہ دکھ اور غصہ بھی آیا اور تنگ آ کر میں نے اپنی ماں کو پتلی قسم کی کڑی زیورات اور پیسے کدھر ہیں؟ تو فوراً ڈرتے میری ماں نے بنگالی بابائی کی ساری کہانی سنائی۔ میری ماں اب بھی پر امید تھی کہ بنگالی بابا ہمارے گھر کے حالات بدل گئے گا اور وہ بارہ قرعہ اندازی میں ہمارا پیلا انعام لگ جائے گا۔ بنگالی بابا بہت پیچھے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس لاکھوں

لوٹ رہا ہے۔ ہمارے لوگوں کی ذہنی حالت کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر کالہ جادو ہے، یہ نوری علم یعنی قرآن پاک سے فتنے یا علان نہیں ہو سکتا، اس کا تو بھی کوئی بنگالی بابا عیسائی ہی کر سکتا ہے، لہذا وہ میری بچی کو پیچھے ہیں کہ آپ کسی پیچھے ہونے بنگالی بابا عیسائی کو جانتے ہیں یا ایسے کا علم دے کر جو کالہ جادو یا یہ کہتا کہ پروفیسر صاحب نوری علم سے کالہ علم یا کالہ جادو کا علاج ہو سکتا ہے اور ایسے نام نہاد بابوں کے پاس جا کر لاکھوں روپے لاتے ہیں اور خواتین اپنی عزت کو بیانیہ بے وقوف لوگوں کو سمجھانے کے اگر وہ بنگالی بابا عیسائی اتنے ہی ماہر یا پیچھے ہونے ہوں تو سب سے پہلے اپنا پیٹ بھریں۔ یہ اعزاز تو بابا ہولوں، مسوخیوں، فقیروں، درویشوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ جو کسی قسم کے لالچ سے آزاد ہو کر صرف قریب الٹی اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر انسانییت اور یہ حال لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ایسے ہی مجھ سے بنگالی بابوں میں سے ایک کا میں یہاں ذکر کر رہا ہوں تاکہ قارئین اس سے سبق حاصل

تو بنگالی بابا کی جان چھوٹی۔ وہ اس کے بعد بھی نظر نہیں آیا۔

پیر کی گدی خطرے میں

ہمارے معاشرے میں نام نہاد اعمال اور گدی نشین سرعام لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ عام اور سادہ مزاج لوگ اولیائے کرام اور بزرگوں کو مانتے والے ہیں، وہ دیوانہ وار ملت رہے ہیں۔ یہ واقعہ بھی ایسے ہی نام نہاد جعلی گدی نشین اور پیر صاحب کا ہے۔ یہ بھی میرے مری میں قیام کے دوران ابتدائی واقعات میں سے ایک ہے۔ جب اللہ پاک کی ذات باریک تیزی سے میری شہرت پھیلا رہی تھی اور لوگ دیوانہ وار میرے پاس آ رہے تھے تو غار ہے، پہلے سے موجود جعلی فزوں کو خطرے کا احساس ہوا۔ مری کی سرزمین ایک اولیائے کرام کے حوالے سے بہت زرخیز ہے۔ وہاں پر ہر نیک بزرگ آئے اور قیام کیا۔ ان کے محارمات آج بھی روحانی لحاظ ویرکات ہائٹ رہے ہیں۔

لیکن جس طرح ہر معاشرے میں نیک اور برے لوگ موجود ہیں اسی طرح مری میں بھی ایک جمل سا لالچی اور موجود تھا جو مری سے دور تھا۔ اس کا طریقہ واردات بہت پیالائی پرستی تھا کہ بڑے سے بڑا شخص مندر اور ہوشیار بھی اس کے قبضے میں آ جاتا بلکہ اگر میرے قارئین میں سے بھی کوئی ایسے پیر کے پاس جاسے تو شاید قابو میں آ جاسے اور ساتھ ہی مری ہی اختیار کر لے۔ وہ پیر صاحب یہ کرتے تھے کہ جب بھی کوئی سانس یا ملاقاتی ان سے ملے آتا تو وہ اسے ہتھکڑیاں قیام، چارہ تان کر میری یا فرشتہ پر رکھ دے، کچھ بڑھ کر وہ پھونکتا اور جب چارہ یا قیام اٹھا تو اس میں سے پرائیڈ بیاں، بال، پرانے تھوڑے بات، کبھی روٹی یا کپڑے کے ٹکڑے ہٹتے ہوئے اور پیر صاحب کہتے کہ آپ پر جادو ہوا ہے اور میں نے پیر میں سکھائی ہیں۔ اب اس کا تعلق

ہمارے معاشرے میں نام نہاد اعمال اور گدی نشین سرعام لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ عام اور سادہ مزاج لوگ اولیائے کرام اور بزرگوں کو مانتے والے ہیں، وہ دیوانہ وار ملت رہے ہیں۔ یہ واقعہ بھی ایسے ہی نام نہاد جعلی گدی نشین اور پیر صاحب کا ہے۔ یہ بھی میرے مری میں قیام کے دوران ابتدائی واقعات میں سے ایک ہے۔ جب اللہ پاک کی ذات باریک تیزی سے میری شہرت پھیلا رہی تھی اور لوگ دیوانہ وار میرے پاس آ رہے تھے تو غار ہے، پہلے سے موجود جعلی فزوں کو خطرے کا احساس ہوا۔ مری کی سرزمین ایک اولیائے کرام کے حوالے سے بہت زرخیز ہے۔ وہاں پر ہر نیک بزرگ آئے اور قیام کیا۔ ان کے محارمات آج بھی روحانی لحاظ ویرکات ہائٹ رہے ہیں۔

لیکن جس طرح ہر معاشرے میں نیک اور برے لوگ موجود ہیں اسی طرح مری میں بھی ایک جمل سا لالچی اور موجود تھا جو مری سے دور تھا۔ اس کا طریقہ واردات بہت پیالائی پرستی تھا کہ بڑے سے بڑا شخص مندر اور ہوشیار بھی اس کے قبضے میں آ جاتا بلکہ اگر میرے قارئین میں سے بھی کوئی ایسے پیر کے پاس جاسے تو شاید قابو میں آ جاسے اور ساتھ ہی مری ہی اختیار کر لے۔ وہ پیر صاحب یہ کرتے تھے کہ جب بھی کوئی سانس یا ملاقاتی ان سے ملے آتا تو وہ اسے ہتھکڑیاں قیام، چارہ تان کر میری یا فرشتہ پر رکھ دے، کچھ بڑھ کر وہ پھونکتا اور جب چارہ یا قیام اٹھا تو اس میں سے پرائیڈ بیاں، بال، پرانے تھوڑے بات، کبھی روٹی یا کپڑے کے ٹکڑے ہٹتے ہوئے اور پیر صاحب کہتے کہ آپ پر جادو ہوا ہے اور میں نے پیر میں سکھائی ہیں۔ اب اس کا تعلق

ہم نے اپنے اور دھماں شروع کر دی۔ فصول کی تصانیف، بابائی کاسٹک اور میڈول کی دیوانہ وار دھماں، ساتھ ہی بابائی اور
مردوں نے شہزادہ قلندر کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ قلندری دھماں اور بابائی کی فطری وجہ سے مجھے کبھی میرا وزن بھرم
کا نہیں ہوا میں ہوا میں اڑنا چاہتا تو اڑ سکتا ہوں۔ عجیب سرور، شمرتی ایک دم مجھے کاشا بدھم سب روحانی طور پر شہزاد
جو بدھم کے دربار پر ہیں اور دھماں سب دیوانہ وار دھماں اور قلندر کہہ رہے ہیں اور مجھے لگ رہا تھا شاید میری روح اور جسم
کے اندر ہی سے گزر رہے ہیں یا شاید میرا روحانی جسم ہو رہا ہے۔ پھر نہیں کہتے بہت پیش کیفیت تھی جو لفظوں سے باہر تھی۔
اولیٰ صاحب دیوانہ دانیہا سے بے خبر دیوانہ وار دھماں ڈال رہے تھے بلکہ مولوی صاحب کو حال پڑ گیا، وہ خود سے بے گانہ
ہو گیا۔ مجھے اور ان چاراب دشت اور جنوں طاری ہو چکا تھا۔ وہ دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور آبر بابائی کی ٹانگوں
پر لپکتے۔ مولوی صاحب کی غیر حالت دیکھ کر بابائی بیٹھ گئے تھے اور مولوی صاحب بابائی کے تہذیبوں میں بابائی کو
دیانہ وار بدھم رہے تھے اور بابائی مولوی صاحب کو حوصلہ اور جھپٹ دے رہے تھے۔ مولوی صاحب کے منہ سے بار بار یہ ہی
ظہار ادا تھا بابائی میں عرصہ سے جس نظارے اور کیفیت کا ستلاش تھا آج آپ نے نظارہ دکھرایا۔ میں در بدر جس تلاش میں
تھوڑا دن گھٹل گیا۔ مولوی صاحب نے جو بعد میں بتایا میں اگر یہاں اٹھ کر لوں گا تو بہت سارے لوگ اختلاف کریں
گے لہذا میں نہیں بتاتا۔ دھماں کے بعد میں واپس آ گیا۔ بابائی نے مجھے کہا تمہارا فیض نہیں نہیں جب موقع آئے گا مل
جائے گا۔ بابائی شریعت محمدی کے سختی سے قائل تھے اور تمام قسم کے نشوں کے خلاف تھے۔ بابائی کے سر شہزادہ قلندر کے

107

اور ان میں نے فوری پھنسی لی اور قصور کی طرف روانہ ہو گیا۔ سنارادن سفر کر کے شام تک میں قصور میں پایا بیٹھا شاہ
 کو مل گیا۔ درش بہت زیادہ کا کیونکہ میں ستوں سے راجے میں تھا لہذا مجھے زیادہ وقت نہیں ہوئی اور وہ مجھے اُس جگہ
 پہنچا ہاں پر ناگہا پامصرف لنگوت پہنچے مریدوں کے ہجوم میں بیٹھا تھا۔ بابا انسان کی طرف مگھور رہا تھا۔ اُس کے مرید
 ہر ایک ہنگامٹھوس رہے تھے اور یہاں پر بھر بھر کر رہے تھے اور پانچھی رہے تھے۔ میرے ساتھ میرا دوست بھی آیا ہوا
 اور گوں گوں میں مانتا تھا۔ اب درش زیادہ تھا اور حالات ایسے تھے کہ بابا بھی سے ملاقات مشکل لگ رہی تھی اور ویسے بھی
 اب ایک لی کر اساتفراتی پمارقبائی یقینت میں تھے۔ بھگت، چرس، انقم، شراب یہ تمام شے حرام ہیں جگہ یہاں میں
 لاکھ لاکھ کروڑ کرنا چاہا، گا پھر باجے ناٹکے کی داستان سناؤں گا۔

کیونکہ میری یہ افش پھول مرگ (بھائی پھیرو) میں ہوئی جو علیٰ قصور کا شہر ہے۔ بلے شاہ کیونکہ شانِ قصور میں
بلے شاہ نے مرشد سے عشق اور سید زادہ ہو کر حمایتِ قادری سرکار سے عشق و تاجدار کی کہ انتہا کر دی۔ لہذا میں بھی کیا
بلے شاہ کو سلام کرنے قصور گیا اور ہمیشہ پایا بلے شاہ کے دربار پر ایک خاص نشہ اور کیفیت کا احساس ہوا۔ پایا بلے شاہ
شاعری میں جو بانک پین اور شاعری ہے اس کی کیا بات ہے۔ ایک دفعہ میں سلام کرنے پایا بلے شاہ کیا ہوا تھا تو وہاں
موجود دستوں سے پچھما کے یہاں پر کوئی ایسا درویش آتا ہے جس میں گنہ ہو جو با کمال ہو۔ تو اس نے مجھے بتایا کہ اگر
ناگہ پایا آتا ہے عرس پر وہ اپنے مریدوں کو حائل ڈالتا ہے اور آٹھانی زنجیریں بھی لٹکاتا ہے۔ اس کے مرید بھی
ہیں کہ ناگہ پایا کن فیکون کے مقام پر ہو تو جو اس کے مدرسے سے نکل جائے وہ چوراہے پر اس ناگہ بابے کے قدم
سارے مرید ہیں اور لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ ناگہ پھر کبھی بابوں ملتوں میں ہے۔ اصل میں یہ ہندوؤں سے
ہے اور تہذیب کے بعد وہی کلچر پاکستان میں بھی آ گیا۔ کیونکہ تجس اور کونج میری فطرت کا حصہ ہے تو میں نے مٹائی
فرمان لیا اور کہا کہ جیسے شاہ پایا ناگہ آئے تھے ضرور دیتا تھا۔

حرمہ دوازے سے انسانوں کا ہجوم اور طبقہ بلکہ عیاش طبقہ اپنا دکھ، خوف دور کرنے کے لیے اور بھیس اور واقعات کا دانا
 ڈھانچا کھا رہا لیتا ہے۔ ایک مخصوص ذہنی حالت اور کیفیت حاصل کرنے کے لیے مختلف نشوار و چیزیں استعمال کی
 جاتی ہیں۔ **شب اہوں میں** **پیشانی میں تھکنے سے** **خواب** میرا بڑا بھیجے ہے۔ سچے ساتھ اس کے پاس دوست کو لے کر آیا اور کہا بھائی
 یہاں یہ دوست ہے، اور اپنے چھوٹے بھائی کی وجہ سے بہت سخت پریشان ہے۔ میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میرا
 یہ حال ایک لڑکے کے روپ کا حصہ ہے جو weekend پر کسی مخصوص جگہ پر ملنے ہیں اور اُن کو نشر کرتے ہیں۔ وہ روپ کا نام
 strange تھا جو میں صاف نہیں پہان نہیں پاسکتا۔ اس میں انتہائی ماڈرن امیر زادے اور امیر زادیوں شامل ہیں۔
 ان کے روپ اور باہر کے ممالک سے پڑھ کر پاکستان آئے ہیں۔ انہوں نے باریاں یا باندھی ہوئی ہیں، کبھی تانسی گھریا
 ہوتے ہیں اور انی بھر کے جس پیتے ہیں اور ڈاس کرتے ہیں اور ایک مہنگی کو بھی کھاتے ہیں جو تقریباً تین ہزار
 روپے کی آلی ہے اور پھر دیوانہ وار دھکس کرتے ہیں اور کون کا کون بنا رہے ہیں۔ اُس کو ملی کہ وجہ سے ایک خاص ذہنی حالت
 میں آ جاتے ہیں اور جو تصور کرتے ہیں وہ ذہنی طور پر بن جاتے ہیں۔ کوئی برڈس مشن، کوئی فلم اسٹار، کوئی ٹاپ کھلاڑی،
 یا واقعہ اس کے ہیں اور جب بہت ساری باتیں۔ کیونکہ میں کافی حرمے سے اسی چیز پر ریسرچ کرتا ہوں جہاں کو لوگ چس
 پتے ہیں۔ یہ نوعیت کے لیے کیوں استعمال کرتے ہیں، اُس کی باتیں کہ میری یہ فطرت کا ان کی تجسس پیدا ہو رہا تھا۔
 میں نے اُس سے پوچھا آپ مجھ سے کیا جانتے ہیں تو وہ بولا پر فیور صاحب! اُن رات میرے گھر اُس نے پارٹی بھی ہے
 اور یہ ساری لٹری ماڈرن زادے وہاں آئیں گے۔ ویسے تو میرا بھائی کبھی آپ کے پاس نہیں آئے گا۔ آپ اگر رات
 میرے گھر آ جائیں تو آپ اس سے مل کر غیر محسوس طریقے سے اُس کو دم وغیرہ کریں تاکہ وہ بری صحبت سے بچ جائے۔
 اس کی باتیں اُن سے اور اب کرکے جس لڑکے میں نے فیصلہ کیا کہ میں جاؤں گا اور وہ ٹیکوں کا کہ یہ کہ کوئی ہے اور یہ کا ڈانس اور
 رات کی کیا کیفیت ہے۔ اُنکی رات میں اور نور اور امیر مقررہ جگہ پر رات 12 بجے پہنچ گئے۔ سیکورٹی کے عمل انتظامات تھے۔

میں مری جا کر مصروف ہو گیا لیکن میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ بابا نانک سے جا کر ملنا ہے اور دیکھنا ہے کہ اس میں کیا روحانی تصرف یا قوت ہے اور وہ بے غمازی اور شریعت سے ہٹ کر کبھی روحانی طاقت اور تصرف کیسے رکھتا ہے۔ اور یہ سوال عام کارکن کے ذہن میں بھی آتا ہوا کہ بھگت بابے جو مذہب ہے دور ہوتے ہیں وہ روحانی کمالات کس طرح دکھاتے ہیں؟ اس واقعے سے یقیناً آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کیونکہ اصل دور ویشی فقیری اور صوفی ازم نبیوں سے کہ سرگرم رہنے آتے ہیں وہ جہاں کی غلامی، آپ کی شریعت پر پوری پابندی اور مشق اللہی اگر آپ شریعت اور غلامی رسول سے تو مذہبی دور میں تو آپ غلام ہیں۔ آپ حقیقت کے بجائے سراسر کے مسافر ہیں۔ آخر کیا دن مجھے بابا سے ملنا ہے کہ رسول کا خون آ یا کہ فیوٹر صاحب سرگرم کا سر شروع ہو گیا ہے اور بابا نانک بھی اسے مریوں کے ساتھ جلوہ افروز

یہ الفا کہ یہ پہل کیا کر رہے ہیں۔ بہت بڑے گھروں کی لڑکیاں اپنے آپ سے بے خبر راج رہی تھیں۔ میزبان
کہ اس گروپ کے بعد دوسرے گروپ کی باری آئے گی اور یہ باری باری اس بے حیائی اور بے شرمی کے ڈانس
میں لے چلیں گے۔ میں نے پوچھا ان کو کوئی پکڑتا نہیں۔ دو بڑا بے شرم کے بڑوں کی اولاد میں کوئی نہیں پکڑتا ان کو۔
ان نے اور بھی ایسی چڑی گروپ کے باتیں بتائیں جو یہاں لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔

یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سارے نفسیاتی اور خیالی دنیا میں رہنے والے لوگ ایک خاص
حالت اور کیفیت کے ہیں، کس کس طرح کے نقشے کرتے ہیں اور ساری عمر اس مصنوعی دنیا میں ہی اپنی زندگی برباد
کرتے ہیں۔

کیونکہ میرا زیادہ عرصہ مری میں گزرا ہے۔ فقیری، ریاضت اور چاہدے زیادہ دھرمی میں ہوئے۔ بہت
تعلیمی نے مجھے کاشی میں پایا اور جوق کاشی میں میری طرف ہوا تو مجھے بہت سارے لوگوں سے بزرگ ایسے ملے جنہوں
بہت سارا وقت بالبال شاہ کے ساتھ گزرا۔ بالبال شاہ مذہب بزرگ تھے۔ صدر پاکستان ایوب خان اور جنرل

اپنے کپتان کے درمیں بابائی کے پاس گئے اور بابائی نے دونوں کو بادشاہت کی خوشخبری سنائی۔ کیونکہ بابائی میں ملکہ جی کا کرت اتنا زیادہ آجاتا تھا کہ کچھ جذب اور سرکشی کا حال پیش آتا تھا۔ لیکن جس کو کچھ خبر اس کی کا پلٹ گئی۔ بے شمار لوگوں نے بابائی کو شیر پر سواری کرتے اور شیر کا آپ کو سلام کرتے دیکھا۔

بابالال شاہ کا مرید بابا

مری میں جب اللہ پاک کا مجھ فقیر پر کرم ہوا اور ہزاروں لوگ روزانہ مجھے ملنے آتے تو ان لوگوں میں ایک بزرگ بوڑھے آدمی بھی میرے پاس آتے۔ انھیں مجھ سے کوئی کام نہیں تھا۔ وہ مجھے فقیروں درویشوں سے ملنے خوش ہے۔ بس باقی اللہ تعالیٰ کا کرم خاص ہے۔ میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ کو بزرگوں سے ملنے کا خوشی کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں بچپن میں جب دن سال کا تھا تو میری ماں اکثر مجھے لے کر بابالال شاہ کے پاس جاتی تھی یہ بابائی واقعی قلندر مجذوب تھے۔ آج بھی ان کی بے شمار کرامات کا ذکر اہل مری کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہنے والے بے شمار لوگ مجھ سے آکر ملنے اور بابالال شاہ کا ذکر بھی کرتے اور بے شمار لوگوں نے اپنی آنکھوں سے بابائی کو شیر پر سواری کرتے دیکھا۔

یہ بابائی جو میرے پاس آتے تھے، کہتے تھے، میری ماں بابائی کی بہت بڑی مرید اور عقیدت مند تھی۔ میں مری ماں سارا سارا دن بابائی کے پاس گزارتے کیونکہ بابائی مجذوب تھے، اس لیے بعض اوقات اپنے کپڑے بھی اتار دیتے۔ ایک دن حسب معمول میں اور میری ماں بابالال شاہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ بے شمار لوگ آئے ہوا

میری ماں بابائی کے پاس گئے اور بابائی نے دونوں کو بادشاہت کی خوشخبری سنائی۔ کیونکہ بابائی میں ملکہ جی کا کرت اتنا زیادہ آجاتا تھا کہ کچھ جذب اور سرکشی کا حال پیش آتا تھا۔ لیکن جس کو کچھ خبر اس کی کا پلٹ گئی۔ بے شمار لوگوں نے بابائی کو شیر پر سواری کرتے اور شیر کا آپ کو سلام کرتے دیکھا۔

مری میں جب اللہ پاک کا مجھ فقیر پر کرم ہوا اور ہزاروں لوگ روزانہ مجھے ملنے آتے تو ان لوگوں میں ایک بزرگ بوڑھے آدمی بھی میرے پاس آتے۔ انھیں مجھ سے کوئی کام نہیں تھا۔ وہ مجھے فقیروں درویشوں سے ملنے خوش ہے۔ بس باقی اللہ تعالیٰ کا کرم خاص ہے۔ میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ کو بزرگوں سے ملنے کا خوشی کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں بچپن میں جب دن سال کا تھا تو میری ماں اکثر مجھے لے کر بابالال شاہ کے پاس جاتی تھی یہ بابائی واقعی قلندر مجذوب تھے۔ آج بھی ان کی بے شمار کرامات کا ذکر اہل مری کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہنے والے بے شمار لوگ مجھ سے آکر ملنے اور بابالال شاہ کا ذکر بھی کرتے اور بے شمار لوگوں نے اپنی آنکھوں سے بابائی کو شیر پر سواری کرتے دیکھا۔

یہ بابائی جو میرے پاس آتے تھے، کہتے تھے، میری ماں بابائی کی بہت بڑی مرید اور عقیدت مند تھی۔ میں مری ماں سارا سارا دن بابائی کے پاس گزارتے کیونکہ بابائی مجذوب تھے، اس لیے بعض اوقات اپنے کپڑے بھی اتار دیتے۔ ایک دن حسب معمول میں اور میری ماں بابالال شاہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ بے شمار لوگ آئے ہوا

پروفیسر صاحب کیوں کہ میں بچہ تھا اس لیے نہیں جانتا تھا کہ انہوں نے میرے ساتھ کیا کر دیا تھا۔ ایک عرصہ میں بخار میں رہا، وہ سرد، سستی اور نشہ مجھے آتی ہی یاد ہے۔ اس کیفیت کا اظہار میں لفظوں میں نہیں کر سکتا۔ مارے لوگ میرے پاس بھی آتے ہیں، میں ان کو ہمہ گیر کردیتا ہوں اور اکثر لوگوں کو شفا بھی مل جاتی ہے۔ یہ سارا بابالال شاہ کا کرم ہے۔ میں جتنا عرصہ بھی مری رہا یہ بابائی بھی کبھار مجھ سے ملنے آ جاتے اور بابالال شاہ کی ہاتھی کرامات کا ذکر بہت محبت اور عقیدت سے کرتے۔

میں نے بابائی کے مرید سے کہا کہ میرے پاس کیوں آتے ہیں تو وہ بولے اس بخار میں جو سردی مٹی مٹی ملنے آتا ہوں۔ بابائی اکثر میرے پاس آتے۔ میں ہمیشہ بابائی سے دعا کی درخواست کرتا اور وہ کرتے بھی۔ میں ان کا ساتھ بابالال شاہ کی چلچکا اور مزار پر بھی اکثر جاتا۔ ہم اکثر پیدل سفر کرتے۔

چرسی گروپ کا مقابلہ

بابالال شاہ کے عرس پر پورے پاکستان نے بے شمار لوگ آتے ہیں کیونکہ مری کا موسم شاندار اور خوشگوار ہوتا ہے جن دنوں میں مری تھا تو دن بابائی کا عرس بھی گرمی کے موسم میں منعقد ہوتا تھا۔ چرسی گروپ کے عرس کا کافی دن رہتا ہے۔ پورے ملک سے عقیدت مند آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر لوگ عقیدت اور عشق میں آتے ہیں لیکن کچھ لوگ چرسی بھی آتے ہیں جنہوں نے اپنے خیمے لگائے ہوتے ہیں اور دھڑا دھڑا چرس اور ہاتی بٹھے کر رہے ہوتے ہیں۔

اسی طرح ایک بار بابائی کا عرس تھا۔ میں اور بابالال شاہ کا مرید بابا بھی عرس پر آئے ہوئے تھے۔ بابائی مجھے اپنے بچپن کے واقعات بتا رہے تھے کہ بابائی کہاں بیٹھے تھے اور مسجد کبھی تھی۔ اس وقت وہ سارا منظر بتا رہے تھے اور گفت و گو کیوں سے گزار کر بابائی کے مزار کی طرف لے کر جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں پر درخت، آبنائے سائے بیٹھے تھے اور ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ دونوں ملکوں کے چچھے ان کے مرید بھی بیٹھے تھے۔ دونوں ملکوں کے دونوں ہاتھ چرس سے بھرے ہوئے سگریٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ بار بار بے شمار سگریٹوں کا جواں انداز کھینچ کر باہر نکال رہے تھے۔ فضا میں چرس کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور چرس کے دیوانے اس ماحول کو جنت بنا کر بیٹھے تھے۔ دونوں ملکوں میں آف چرس تھے اور کھڑے کر تو جہاں رکنا کرتی تھیں وہاں دیکھا کہ ایک ملک نے ہماری طرف دیکھا اور کہا ہاگ چاہو یہاں اور بابائی یہ منظر دیکھ کر ٹھہر گئے۔ ابھی ہمیں کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک ملک نے ہماری طرف دیکھا اور کہا ہاگ چاہو یہاں سے یہ درویشوں کا مقابلہ ہے۔ یہ سن کر میرے بابائی کو شہید و غصہ اور جلال آ گیا جیسے اُن پر کسی روح کی حاضری ہوگی۔ فضا میں دونوں ملکوں کے سروں کو پکڑ کر کھڑی میری طرف دیکھو۔ پچھلے بابائی کی آنکھوں میں کیا تھا۔ دونوں ملکوں نے رن شروع کر دیا اور بابائی سے معافی مانگنے لگے۔ بابائی غصے میں تھے۔ بولے کتنا چرس بی کر فتنی رہ دکھاتے ہو۔ ملکوں

مجذوب بابا یوسف کے چائے رس

مجذوب بابا یوسف دنیائے پردہ کر گئے تھے اور پہلی بار مجھے سبیل سے بابائی کا چہ چلا تھا۔ کافی عرصہ پہلے وہ مری میں تھا اور میں تلاشی حق اور روحانیت کی تلاش میں نگر نگر کی خاک چھان رہا تھا اور اسی طرح جب میں بابا یوسف سلام کرنے آیا ہوا تھا اور میں حاضری کے بعد ایک طرف بیٹھ کر ذکر کرتا تھا اور میری آنکھ لگ گئی تھی تو اگلے میں

خواب میں مجھے کھیت دکھائے گئے اور شہر کا نام بھی اور کیتوں میں ایک بابائی مالے رنگ کے درویش لباس میں ملے ہوئے تھے اور پاس چند مرید بیٹھے تھے چائے رس پی اور کھا رہے تھے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو خواب کا صاف اور واضح تھا کہ ہر بات اور منظر مجھے یاد تھا۔ وہ جگہ میرے گاؤں سے زیادہ دور نہیں تھی۔ جہذا میں نے واپس گاؤں آ کر ایک ایسے کلاس فیلو کو پکڑا جو اہل علم کے کرام سے شہر بہت کرتا تھا اور ساتھ والے گاؤں میں رہتا تھا۔ اُس کو ملکہ فائدہ یہ تھا کہ وہ بچپن سے علاتے تمام بزرگوں اور درویشوں کو جاتا اور خدمت کرتا تھا۔ میں نے اس سے مل کر کہا کہ خواب کا ذکر کیا اور کہا کہ خواب میں مجھے یہ علاقہ دکھایا گیا ہے۔ وہ بولا ایسا درویش تو ہمارے علاقے میں نہیں ہے مگر میں اس کی موثر سائیکس کے پیچھے بیٹھا اور ہم نے اُس گاؤں جا کر بابائی کی تلاش شروع کر دی۔ پہلے دن تو ہم کا کام واپس آئے۔ اگلے دن بھی پوری تلاش کے باوجود بابائی کا پتہ نہ چلا۔ آخر تک آ کر میں نے تانگے والوں سے پوچھا شہر کا کردیا کہ یہ گاؤں گاؤں کون سے ہیں شاید ان کو بابائی کا پتہ ہو۔ تو تانگے والوں نے بتایا کہ فلاں تانگے والا بزرگوں

کے اور وہی بچوں کو چھوڑ کر پاک چین آ گئے۔ اُس کے بعد کبھی واپس نہیں گئے۔ یہی ہے ایک دوبارہ آئے ہیں لیکن ابھی لے کہا کہ میں آپ کے کام کا نہیں رہا۔ بابائی فقیری میں جب پڑے تو گاؤں گاؤں گھومتے، لوگوں سے روٹی مانگ کر کھاتے، اسی طرح اس گاؤں سے گزر رہے تھے کہ چوہری صاحب کی بیٹی کی شادی تھی۔ بابائی بھی کھانا کھانے کے لیے بیویوں میں بیٹھے تھے۔ رات کی رخصتی کا جب وقت آیا تو شوخی گیا کہ کہن ہے ہوش ہو گئی ہے۔ اس کے ہاتھ والے ملے ہوئے ہیں۔ اُس پر کوئی جن حاضر ہے۔ مولوی صاحب نے بہت زور لگایا لیکن کہن کی حالت نہیں سنبھلی۔ اور وہاں چوہری صاحب نے فقیروں کو بیٹھے دیکھا تو ان سے درخواست کی۔ فقیر وادعا کو میری بیٹی تمکیم ہو جائے۔ بابا یوسف بولے کہن کو حیر ہے؟ چوہری صاحب بابائی کو کہن کے کمرے میں لے گئے۔ بابائی نے صرف اتنا کہا کہ ابھی ہم گرم کر رہے ہیں تیرے بڑوں کو تیری شکایت لگاؤں گا۔ بابائی کا اتنا کہنا تھا کہ آسب یا جن نے رونا شروع کر دیا اور حال اگلی صبح کہن کی جان چھوڑ گیا اور کہن ٹھیک ہو گئی۔ یہ منظر سارا گاؤں دیکھ رہا تھا۔ فطرت نے گاؤں والوں کو بابائی

درویشوں کی ساری ہوا آپ کو جلاسا ہے۔ جب ہم اس سے ملے اسے بھی لاسکی کا اظہار کیا۔ جب ہم وہاں جانے لگے تو تانے والا بولا: ایک دن میں ایک لکسی سواری کو فلاں جگہ تار کر آیا تھا اس کے پاس بہت سارے دس اور وہ کہہ رہا تھا کہ بابائی کے لشکر میں حصہ والا ہے۔ میں اس بندے کو جانتا ہوں۔ ہم اس کے ہاتھ ہوئے پتے پر پہنچا تو وہ بندہ گھر پر نہیں تھا کسی دوسرے شہر میں گیا ہوا تھا۔ اتنی زیادہ تلاش ہوئی تو یہ بات سامنے آئی کہ وہ آٹھری حدود تک پہنچ گیا تھا۔ میرے دوست نے بہت کہا کہ وہاں جاتے ہیں لیکن میں نے کہا نہیں مل کر جائیں گے۔ بہت انتظار کے بعد وہ بندہ وہیں آیا تو ہم نے اس سے بابائی کا پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے پاک چٹن سے میرے رشتہ دار نے فون کیا تھا کہ فلاں جگہ پر ایک درویش ہے اس کو رس دے کر آؤ لہذا میں ایک باری گیا تھا۔ اب یہ پیش وہ آپ والا ہے اور اسی جگہ پر ہے؟ میں صبح آپ کو اس جگہ پر لے جاؤں گا۔ رات بہت ہو چکی تھی لہذا ہم گھر لوں گا آگے اور صبح سویرے اس بندے کے گھر پہنچے تھے، وہ ہاتھ تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ میں مری آؤں گا تو آپ کے گھر ضرور گا۔ میں نے کہا: ہم اللہ اب ہم تینوں موٹر سائیکل پر سوار اس طرف جا رہے تھے جدھر بابا یوسف کا قیام تھا۔ آخر کار ہم اس علاقے میں پہنچ گئے۔ یہ گاؤں سے باہر ایک لکڑی کا آ رہا تھا جہاں پر لکڑیاں کاٹی جاتی تھیں اور ساتھ ہی زمینوں کے کھیت تھے۔ بابائی یہاں پر ایک چھوٹی سی زمین لینے تھے اور ان کے پاس چند لکڑی والے بھی بیٹھے تھے اور سامنے وہی کھیت تھی جو مجھے پاک چٹن شریف دکھانے گئے تھے۔ میں نے جاتے ہی بابائی کو پہچان لیا۔ یہ وہی بابائی تھے جو مجھے پاک چٹن شریف خواب میں نظر آئے تھے۔ یہاں پر مجھے یہ چلا کہ بابائی کا نام یوسف ہے۔ بابائی مجھے آ کر دیکھ کر مسکرائے۔ ان کی آنکھوں میں آتش کی چمک تھی۔ میں نے جا کر بابائی کو سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کو چوما۔ بابائی بولے ماسٹر آگیا ایں۔ سرکاراں نے تین سو بیج دیے۔ جی بابا میرے بھاج جاگ گئے جو آپ سے ملاقات ہوگئی۔ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور میں خوشی سے رونے لگا۔ بابائی بولے او ماسٹر کو چائے رس دو جو بابائی کا خاص لشکر تھا۔ یہ میری بابا یوسف سے پہلی ملاقات تھی۔ بابائی یہاں جنوں ملتان کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ 20 سال پہلے قیصری میں جا

کا مقام اور روحانی مرتبہ دکھادیا۔ لوگ اور چودھری صاحب حسین آ میرا عقیدت بھری نظروں سے بابائی کو دیکھ رہے تھے۔ رات والے خوش خوش دلہن کو لے کر چلے گئے تو چودھری صاحب اور دینیاتی بابائی کے قدموں میں بیٹھے تھے اور بابائی نے درخواست کر رہے تھے کہ خدا کے لئے ہمارے پاس قیام فرمایا، ہمارے لیے یہ بہت بڑی سعادت ہوگی۔ میں صدمہ کا کھوکھلا دل دین گئے۔ کیونکہ یہ رات واقعہ شیت الہی کے تحت ہوا تھا لہذا بابائی نے چودھری صاحب کی اداوں پر جو گاؤں سے باہر تھیں وہاں پر ڈیرا بنالیا۔ بابائی کی شادی میں دکن والی کرامت بہت سارے لوگ دیکھ چکے تھے اس لیے بابائی کا عقیدت کا حلقہ قائم ہو گیا۔ بابا جو زیادہ تر اپنی سستی اور جذب میں رہتے زیادہ تر خاموش رہتے۔ ملاقاتیں صبراً حاضری دیتے اور دعائیں لیتے۔ بابا یوسف کے بارے میں یہ ساری باتیں مجھے یہاں آ کر پتہ چلیں۔ کیونکہ میں سرائیوں کی چٹھیلوں میں گاؤں آیا ہوا تھا اس لیے میں اکثر بابائی کے پاس حاضری دیتا رہا۔ بابائی کی الہیاتی والی حالت اور اس جنت کا مشرب لگتے۔ ایک رات بابائی اکیلے تھے، میں اور میرا دوست پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اور میرا دوست بابائی کے پاؤں دبا رہے تھے۔ بابائی بولے ماسٹر کیوں آئے ہو میرے پاس آئے دن ہو گئے تم کبیرے گھر آئے ہوئے تاناؤ کیا چاہتے ہو؟ میں نے بابائی کو کوڑوں میں دیکھ کر ہمت کی، بابا تھوڑا کرنت مجھے بھی لگا رہا، خود تو آپ اپنی ہی سستی Enjoy کرتے ہیں بابائی تھوڑی سستی مجھے بھی دے دیں۔ بابائی بولے ماسٹر! بڑا مشکل راستہ ہے، اگر میں نے مجھے اپنی لاکھ پر لگا لیا تو تیرے گھر والے مجھے گالیاں دیں گے۔ میرا مسٹر مشکل ہے۔ میں جس راستے کا ماسٹروں اس میں بہت مشکل گھنٹا ہوں ہیں۔ لیکن میں پھر بھی نہیں کرتا رہا۔ تیرا لشکر میرے پاس نہیں ہے جو تھوڑا سا تیرا صبر میرے پاس ہے وہ آج جب میں مل جائے گا۔ بابائی نے اپنی چھٹی چائے جو وہ پی رہے تھے تھوڑی بولی دی۔ بابائی کی چائے میں ساری دنیا کے ذائقے اور مٹھاس تھی۔ کوئی دنیا دار ہوتا تو شاید پینے سے پہلے سوچتا کہ بابائی مجھے کیلے پکڑوں میں لینے ہوئے تھے لیکن میرے لیے تو یہ ساری دنیا میں سب سے قیمتی اور حیرت انگیز دار مشرب تھا۔ بابائی کی چائے پینے کے بعد میرے اندر عجیب سا سکون اور سستی کا احساس بیدار ہو گیا تھا۔ اس رات میں ساری رات خواب میں

ہواؤں میں پہاڑوں پر اڑتا رہا بھی اور بھی اُھر۔ یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ روحانی مسافر جب ذکر اور کار و عبادت، ریاضت، مجاہدے کرتے ہیں یا صاحب امر کی توجہ ہوتی ہے تو شروع میں خوابوں کا سلسلہ شروع ہے یا بندہ ساری رات اڑتا ہے۔ مجھے کسی لوگ آ کہتے ہیں کہ میں خواب میں اڑتا ہوں۔ اس کو ہم روحانیت کی عملی حالت یا ابتدا کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد بھی میں اکثر بابائی کے پاس جاتا رہا۔ مجھے بڑا سکون ملتا اور بابائی بھی بہت محبت اور شفقت فرماتے۔ رات کو صبح کی تلاش کے مسافر اس بات سے اتفاق کریں کہ کسی درویش یا مصلیٰ بزرگ کا دل جانا اور اس کی صحبت میں چند گھنٹوں گزارنا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو صاحب امر بزرگ کی صحبت یا خدمت کا موقع ملتا ہے بلکہ ایسے نیک لوگ اس حاشرے گاؤں یا شہر کے لیے بھی ماحول راحت ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت میں ایک لکھ سائوں کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے۔ میں عرض کرنا کہ بابا یوسف کے پاس جاتا رہا۔ چند سال بعد میں مری میں تھا جب میرے دوست کا فون آیا کہ بابا یوسف علاقہ چھوڑ کر وہاں سے تاحمد محلہ ملتان کی طرف چلے گئے ہیں۔

مجدوب بابا بشیر کا قہوہ اور بلاوا

جس طرح بابا یوسف نے میرے اوپر بہت شفقت اور محبت کی اسی طرح مجھ کی روحانی زندگی میں ایک اور مجذوب بابا بشیر بھی تھے جنہوں نے بہت شفقت اور محبت کی۔ میں بچپن میں اپنے ماموں اور بابا جمال کے ساتھ ایک ملا روحوں وارث بابا بشیر ہیں اور بابا یوسف اپنا سارا روحانی تصرف اور لشکر بابا بشیر کو دے گئے ہیں۔ بابا یوسف کے دنیا سے جانے کے بعد اب سارے مرید ہیں اور بابا یوسف کے چاہنے والے بابا بشیر کے پاس جاتے ہیں۔

میں مریدیوں کی چٹھیلوں میں گاؤں آیا ہوا تھا تو میرے پاس میرا ایک دوست جو بزرگوں کو ماننے والا تھا آیا اور کہا کہ آپ کو بابا بشیر نے بلایا ہے۔ میں نے کہا کہ بابا بشیر؟ تو وہ بولا: میں غصے سے ایک مجذوب بابائی کے پاس جاتا ہوں، اس بار گیا تو میں نے قہار کو کر لیا کہ بابائی میرا ایک دوست عبداللہ بھی جو پہلے بالکل بزرگوں کو نہیں مانتا تھا آج کل بزرگوں سے عقیدت اور عیار کا اظہار کرتا ہے، ذرا اس کی رپورٹ تو میں اس کے ساتھ کیا ہوا ہے تو بابائی بولے وہ تو بچپن سے مانتا ہے۔ درمیان میں شیت الہی کے تحت کچھ صدمہ درد اور بابا اب اپنی اصل لائن اور حقیقت کی طرف آ رہا ہے۔ اس کو کسی دن میرے پاس لے کر آؤ۔ کیونکہ ان دنوں میری تلاش بھی جنوں کی آٹھری حدود کو چھو رہی تھی مجھے بہت جرات، خوشی اور تجسس ہوا کہ ایک درویش مجھے بلارہا ہے۔ میرے دوست نے بتایا کہ بابائی کی عمر 100 سال سے اوپر ہو چکی ہے۔ بیٹھ بیٹھ کر کھڑے ہو گئے ہیں ہر وقت مراقبہ میں رہتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ بابائی ہر وقت سوئے رہتے ہیں۔ لوگوں کا بھوم بابا کے ارد گرد رہتا ہے۔ جب بابائی کا موڈ ہوتا ہے وہ کسی سے بات کر لیتے ہیں ورنہ اپنی سستی اور سرور میں ڈوبے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم جہاں ہوتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔ دن کو میرا دوست بھی آ جاتا۔ اس دوران میں بابائی صبر پر نہانے لگے۔ میں اور میرا دوست بھی ساتھ تھے۔ ہم دونوں بابائی کو نہلا رہے تھے۔ آپ سب جاتے جاتے بابائی صاف نہیں ہوتا چاک بابائی نے ٹٹلی کا کیا لہذا میرے گھر اور میری طرف کر دیا یونانیہ پیلا۔ میں نے باسو بیلا مندر سے لایا کیونکہ بابائی کا حکم تھا۔ جب میں بی رہا تھا تو مجھے پتہ نہیں چلا لیکن جب نیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں نے نہر کے پانی سے بیلا لہرا لیا لیکن جو میں نے پیادہ تو کوئی بہت ہی مزیدار مشرب تھا جو میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ میں نے جرات اور خوشی سے بابائی کی طرف دیکھا، بابائی میری جرات کو بھانپ چکے تھے۔ صرف مسکرائے اور نہلا کر دیا۔ کیونکہ بابائی آج خوش تھے وہ اپنے مرشد بابا یوسف کے ساتھ گزرے لمحات کو یاد کر رہے تھے اور میں ان کی باتیں کرتا رہا۔ بابا یوسف نے اپنے بابائی کے پاس رکھا اور تیری رات مجھے چکر دیا کہ ابھی دے دے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم جہاں ہوتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔ دن کو میرا دوست بھی آ جاتا۔ اس دوران میں بابائی صبر پر نہانے لگے۔ میں اور میرا دوست بھی ساتھ تھے۔ ہم دونوں بابائی کو نہلا رہے تھے۔ آپ سب جاتے جاتے بابائی صاف نہیں ہوتا چاک بابائی نے ٹٹلی کا کیا لہذا میرے گھر اور میری طرف کر دیا یونانیہ پیلا۔ میں نے باسو بیلا مندر سے لایا کیونکہ بابائی کا حکم تھا۔ جب میں بی رہا تھا تو مجھے پتہ نہیں چلا لیکن جب نیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں نے نہر کے پانی سے بیلا لہرا لیا لیکن جو میں نے پیادہ تو کوئی بہت ہی مزیدار مشرب تھا جو میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ میں نے جرات اور خوشی سے بابائی کی طرف دیکھا، بابائی میری جرات کو بھانپ چکے تھے۔ صرف مسکرائے اور نہلا کر دیا۔ کیونکہ بابائی آج خوش تھے وہ اپنے مرشد بابا یوسف کے ساتھ گزرے لمحات کو یاد کر رہے تھے اور میں ان کی باتیں کرتا رہا۔ بابا یوسف نے اپنے بابائی کے پاس رکھا اور تیری رات مجھے چکر دیا کہ ابھی دے دے

ماتے پہلے کر روحانی توجہ کی دی۔ اس رات جہت جہت خدا مراد خواب آئے اور میں ساری رات آسمانوں کی سیر کر رہا تھا۔ بابائی کے ساتھ 3 دن اور 3 راتیں آن بھی مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ میں خوش قسمت تھا کہ بابائی نے مجھے اپنے پاس پر لایا کہ مرا قہ کا طریقہ بتایا اور ایسے وظائف بتائے جو بابائی نے کامیاب کرے تھے۔ اس کی اصل جمع پونجی تھی۔

کیونکہ بابائی گاؤں میں تھے کوئی ان کی باتیں سمجھتا نہیں تھا بابائی روحانیت اور معرفت کی باتیں کر رہا تھا قرآن مجید میں ان آیات کی نشاندہی کرتے جو قریشی اہل علم اور اطاعت رسول کی کئی جگہ ہیں۔ بابائی میں خوش فہم اور باپا نے پاس بابائی محنت کی اور توفیق دی۔ بابائی کے گھر والے اور اہل گھر بھی میری خبر ان تھے کہ بابائی کسی سے بات کر رہا نہیں اس لئے کہ ساتھ توہانی میں داخل ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ میں 3 دن گزار کر واپس آ گیا۔ اس کے بعد بھی میں بابائی سے ملا اور چند سال بعد بابائی انتقال کر گئے۔ مجھے آج بھی بابائیر کا قیودہ اور ان کی آنکھوں کی پراسرار باتیں جو آپکے لئے میں سالک کو آسمانوں کی سیر کر رہا ہوں تھی۔

اب پہلے مرشد دقات پا گئے تو یہ گاؤں گاؤں گھومنے والے فقیروں میں شامل ہو گئے۔ گھومتے گھومتے یہ فقیروں کا سب بچاؤ میں یہاں ٹھہرا تو یہ بابائی کی ٹانگ میں دفن بہت خراب ہو گیا تھا۔ اس گاؤں میں کچھوڑا کزن نے بابائی کی کڑوا لڑکی دکان سارا دن مر بیٹھوں سے بھری رہی تو ڈاکٹر کو بابائی سے بہت پیار ہو گیا تو بابائی کو ڈاکٹر صاحب سے دوستی ہو گئی۔ ایک سال کے علاج کے بعد یہاں رکھ لیا۔ کیونکہ بابائی کی ٹانگ کی حالت بہت خراب تھی جس کی وجہ سے وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

بابائی کا انتقال بابائی کو کبھی چھوڑا اور وہ چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب دن رات بابائی کی مرہم پٹی کرتا رہا۔ اسی دوران ڈاکٹر صاحب کا کلینک خوب چلنے لگا۔ اسی دوران گاؤں کے ایک آدمی کی بیوی کو مری کی بیماری ہوئی۔ اس عورت کی شفا یابی کے بعد بہت سارے لوگوں نے بابائی کے پاس آنا شروع کر دیا لیکن بابا جو بہت موڈی تھے، ابھر اس آگے تو کہہ لیا اور کسی کی طرف دیکھتے بھی نہیں تھے۔ جس آدمی کی بیوی کو شفا ملی، بابائی اس کی بیشک ناگہم شکر قیام فرما تھے۔ اس گاؤں میں ستر فیصد آبادی روحانیت کے خلاف تھی۔

اس وقت تک بابائی کی عزت کرتے، اطراف کے اکثر دیہات میں بابائی کی شہرت آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ بزرگوں کا سنا دلوانوں کو چتا چتا تو وہ عقیدت سے ملنے آتے تو گاؤں کا وہ جلیق جو بزرگوں کے خلاف تھا وہ اکثر اعتراض اور اہل دلوں کو بھی تک کرتے۔ بابائی کی داستان سناتے سناتے وقت کا یہی نہیں چلا اور ہم بابائی کے گاؤں میں داخل ہو گئے۔ گاؤں ایک نیلے پڑھا۔ گاؤں کی کنگ، لڑکی میڑی میں جوا بہت بڑا ہوا درگاہوں سے ہوتے ہوئے آخر کار ہم ایک دیہہ و دکان کے پاس جا کر کھڑے گئے۔ کچا دکان کبھی کبھی کی دیواریں جو بہت بڑا سیڑھ ہو چکی تھیں، کا پرانا اور شکستہ دروازہ کھل کر ہم ایک چھوٹے سے محن میں داخل ہو گئے۔ محن میں بیکھر کے درخت کے تلے دو چار پائیاں اور چند موڑے پائے تھے۔ سردیوں کے دن تھے۔ بابائی گرم چادر تانے موئے تھے اور دو دیہاتی آدمی آرام سے حق پی رہے تھے۔

اس کے دونوں کو سلام کیا تو دونوں نے روانہ دیہاتی وضع واری کا اظہار کیا اور اٹھ کر گئے۔ اے اور ہم بھی چار پائی پر بیٹھ گئے۔ میرے دوست کی دونوں دیہاتیوں سے آشنا نظر آ رہی تھی۔ جس طرح چاک سے دونوں نے اور وہاں

حوالہ و محاسن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ سبھی آدمی آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ دونوں دیہاتیوں میں سے ایک یہ کہہ کر باہر

جنگلیا کے میں چائے سے گرا تاہوں اور دوسرے دیہاتی نے بابائی کو اطلاع یا اٹھانے کی کوشش کی اور میرے دوست نے بابائی کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر ان کی تکیہ اور پاؤں کو دبا شروع کر دیا۔ میرے دوست کے انداز بتا رہا تھا کہ بابائی کا بہت زیادہ عقیدت مند ہے کیونکہ اس کی آنکھوں، چہرے اور دبانے کے انداز سے بے پناہ عقیدت کا اظہار ہوا تھا۔ تو میری طرف سے یہ بات بھی سنی گئی تھی۔ پھر انہوں نے ہماری طرف کروٹ لی تو میرے دوست نے اسے بے سلام کیا اور میرا تعارف بھی کر دیا کہ پروہ صابر صاحب آپ سے مرئی سے ملے آئے ہیں۔ بابائی مرئی کے گاؤں سے تھوڑے سے چمکے ہوئے گاؤں اور بالال شاہ اور پیر علی شاہ صاحب کا ذکر کر کے احترام سے کرنے لگے۔ بابائی نے تقریباً ساڑھے چھوٹے قریب لگ رہا تھا۔ جوانی میں یقیناً مضبوط اور پہلوانوں والا جسم ہوتا ہوگا۔ بابائی نے وضو مبارک، سر کے بال اور جسم کے خود خال سے لگ رہا تھا کہ بابائی نے سالوں سے اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا تھا۔ جی کا تھم اور کپڑے واضح طور پر دم توڑ کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک عجیب سی بے ترتیبی اور پراسراریت کا احساس ہوا تھا۔ بابائی کے پورے سراپے سے ایک مخصوص تاثر ابھر رہا تھا کہ بابائی داخل انسان نہیں کر رہے تھے۔ ان میں انسانی نوعیت کی یا کشتی جس جو بد مقابل کو اپنے سر میں لے لیتی تھی وہ داخل اور باہر مل کا عجیب استرجاع نظر آ رہا تھا۔ ان کے چہرے سے تاثرات اور آنکھوں میں روحانیت اور مذہبیت کا پراسرار تاثر ابھر رہا تھا۔ ان کو غور سے دیکھا۔ انہوں نے جب غور سے میری آنکھوں میں دیکھا کہ تو میرے جسم سے فانیک چھبھری ہوئی ہے اور مجھے لگ رہا ہے میں کچھ خاص ہوں۔

اسرار روحانیت

ان دنوں میں مری میں تھا، جب اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں تابیے کو بیٹائی اور گوشت کو گوبائی دی تو میری ہنسی شہر ت کا چرچا پھیل گیا ہوا تھا۔ بہت سارے بلکہ ہزاروں لوگ میرے پاس روزانہ آتے کیونکہ مری کے لوگ ہادی روحانیت اور بزرگوں کو نہ ماننے والی ہے اس لیے جہاں بہت سارے لوگ میرے پاس آ رہے ہیں وہاں بہت سارے لوگ میرے مخالف بھی ہو گئے تھے جو بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخالفت چھوڑ کر میرے

درویش و قلندر تمام کے تمام اہل اپنی شان میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں لیکن ”مجدوب“ سب سے الگ اور نرالی اور مقام کے مالک ہوتے ہیں۔

ان کی طاقت کا اندازہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں کئی بار بابا یوسف خدمت کرنے اور صحبت میں بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہے وہی اکثر جذب کے عالم میں ہوتے تھے۔

اُس نے جو اتحاد بنایا وہ قارئین کی نذر سے بے گناہ تھا۔ آپ کو کبھی مجھ کو بے مقام اور روحانی تصرف کا کارہ نہ ہوئے۔
چوتھیں صاحب آج سے دس سال پہلے میں اسلام آباد میں ایک سرکاری محکمے میں جب کرتا تھا اور بزرگوں کو
فہم دیتا تھا۔ ایک جہاں کوئی باپ یا بزرگ نہ دیکھتا اُس کی بے عزتی اور گستاخی کرتا۔ آج جب مجھے وہ وقت یاد آتا
ہے تو دکھ اور شرمندگی ہوتی ہے کہ میں کس جہالت اور ناتواںی اور خردورزی و تبحر کا شکار تھا۔
اُن دنوں ابھی میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور میں اسلام آباد کو سرکاری کرہ تھا۔ اکثر بیچ بیک پر میں اور میر
کمانے کے لیے باہر آ جاتے۔ ایک دن اسی طرح بیک کے وقت ہم باہر آئے ہوئے تھے۔ ہم راکش کی طرف

گراہی سے واپس آنے کے بعد مجھے جب بھی کسی پیر، فقیہ یا مجدد و کاتب چلتا ہے میں باباجی کے لالچ میں کہ شاہ پیری دوبارہ باباجی سے ملاقات ہو جائے لیکن میری نظریں ترس گئی ہیں اُس عظیم بزرگ کے دیدار کے

اہوج مانجسٹر سے فیض کسے ملتا ہے؟

میرے بہت ہی ابتدائی دنوں کی بات ہے جب میں پاسٹری اور علم نجوم میں پڑھا ہوا تھا اور نیا نیاروحانیت اور کی طرف آیا تھا اور مجھے روحانیت، تصوف اور اہل اللہ بزرگوں کا بالکل پتہ نہیں تھا۔ آپ لوگ اچھی طرح سے

الہامکہ جو لوگ بھی روحانیت میں ہیں اور لوگ مسائل کے لیے ان کے پاس آتے ہیں تو بنیادی مسائل میں ایک بڑا

ایسی کامال ہے۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں ایک ہسپتال میں کلرک ہوں۔ یہ میری بیگم نئی فنی میرے آئی۔ میری ڈیوٹی اس کے ساتھ تھی۔ یہ بہت مفرد اور خود مرزا کمرتنی۔ میں نے غلطی سے ایک دن مذاق کروایا۔

آسان سر پر اٹھالیا اور مجھے بہت زیادہ جگ کرنے لگی۔ میں نے معافی بھی مانگی لیکن مجھے معافی نہ ملی یہاں تک کہ اسی لمبی خطرے میں پڑ گئی۔ لہذا میں نے کئی سفارشیں بھی کراہیں لیکن ڈاکٹر صاحبہ کا عرصہ خضہ نہ ہوا۔ لہذا اب میں

کیونکہ میں بالکل بھی بزرگوں کو نہیں مانتا تھا لہذا مجھے وہاں پر کھڑے تمام لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو مل

وہ بچے اور کھرے لوگ ہوتے ہیں۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ باباجی پھر اپنی مہذبیت اور باگمل پن میں گئے۔ میرے ساتھ جو کچھ پچھلے چند منٹوں میں ہو گیا تھا میں اس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ میں بڑکا باباجی اور لوگوں

دیکھ رہا تھا۔ میں شدید خوف اور ہشت کا شکار تھا۔ آہستہ آہستہ میرے حواس نارمل ہوئے تو اپنے دوست کے ساتھ دفتر کی طرف چل پڑا۔ دفتر جاتے ہی پہلا جھکاؤ لگا۔ میرے پاس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی اور میں بھی الجھ پڑا تو

گھر سے گھرے کو کڑی سے برطرف کر دیا گیا۔ میں نے بہت معافیاں مانگیں لیکن باس راضی نہ ہوا۔ دو تین دن تو میں اس

سرمایه روحانیت

سندھ حب کا ہوتا ہے۔ مثلاً میاں بیوی کی ناراضگی ہو جائے یا کوئی کسی سے شادی کرنا چاہتا ہے یا کسی بندے کو اپنی طرف متوجہ کرنا یا بھیجے گا تاہر عامل فقیر ساری عمر اس تلاش میں رہتا ہے کہ کسی طرح مجھے حب کا اسما مل جائے کہ میرا

یہاں اپنے پاس طالوں اور اپنے پیچھے لگا لوں کیونکہ حُب کے مثل کے بعد آپ تفسیر کے مالک ہوتے ہیں اور زمانہ آپ

.....

نہی یہ ہمارا یہ ہے۔ لیکن میری بہت زیادہ منت مانت کے بعد بابائی نے کہا چلو جا کر یہ سبق پڑھو۔
 مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ جب روحانی مسافر شروع شروع میں اس کا
 صرف آتے ہیں تو شے کی طرح و خائف کا جنون ہوتا ہے۔ چہرہ سے بھی کوئی اظہار عیاں و حقیقت ہوتا ہے شروع کردہ
 میں سے بھی خوش خوشی کا دلچسپ شروع کر دیا۔ 41 دن کا دلچسپ تھا جو میں بعد از عشا و شراٹک کے ساتھ کرتا۔ میں
 شجرت اور دلو کے ساتھ میری کئی تھنڈی اور تاریک راتوں میں بابائی کا بتایا ہوا عمل کر رہا تھا۔ خدا خدا
 ہون پورے ہوئے تو میں نے بابائی کے بتائے ہوئے طریقے پر استقامت کیا تو کچھ بھی نہ ہوا۔ میں پریشانی میں
 پاس گیا کہ بابائی میں نے آپ کا بتایا ہوا عمل کیا لیکن اس میں سے کوئی بھی فائدہ نہیں پڑا۔ بابائی بولے کہ اس طرح
 میں نے بتایا تو بولے انھیں یہ تیرے غلط پڑھا ہے جاؤ اور اب اس طرح پڑھو۔ لہذا میں خوش خوشی جا کر 41
 تارہا۔ نتیجہ محض صرف بابائی کے پاس گیا بابائی بولے کہ اس طرح پڑھا۔ میں نے بتایا تو بولے پروفیسر تم کو عقل نہیں اس
 جنھیں پڑھنا اس طرح پڑھو۔ میں نے بتایا تو بولے اب اس طرح پڑھا۔ بابائی بولے کہ میں تم کو عقل
 ہو۔ جاؤ اور اس طرح پڑھو۔ میں نے جا کر پھر پڑھا شروع کر دیا۔ جب عقیدہ پورا ہونے میں 2 دن گزرے تو بابائی
 ریک کا فون آیا کہ پڑھا بند کر دو۔ میں پھر پریشان ہو کر بابائی کے پاس گیا۔ بابائی گھر میری تھے اور کہا کہ پروفیسر
 10 دن بعد آئے ابھی میں معروف ہوں۔ میں اس دن بعد بھی گیا تو بابائی نے اور بولے ابھی میں فخری نہیں ہوں
 10 دن بعد آؤ۔ میں پھر خاموشی سے واپس میری آ گیا۔ 10 دن بعد پھر بابائی کے پاس گیا تو بابائی بولے جاؤ
 حق کر دینا اور یہ چیزیں لیتے آؤ۔ میں نے بابائی کے حکم کی تعمیل کی۔ بابائی نے کہا جاؤ اور 5 دن بعد آؤ۔ میں پھر
 بابائی بولے میرے خدا خان میں کئی لڑکی کی شادی ہے مجھے 10 ہزار روپے دو میں واپس میری کیا اور پیسے لا کر بابائی
 دے دیے۔ میرا خیال تھا بابائی پیسے لے کر مجھ سے راضی ہو کر مجھے میرا مطلب عمل دے دیں گے۔ بابائی نے کہا کہ
 صاحب جاؤ اور دو چندی بھرت کرنا۔ میں چلا گیا بابائی کے بتائے ہوئے دن پھر بابائی کے گھر پہنچ گیا۔ بابائی
 تھے۔ میری طرف دیکھا بھی نہیں اور بولے میری طبیعت خراب ہے جاؤ پھر کئی دن آؤ۔ میں نے پوچھا کہ
 جب میں کہوں گا اس دن آ جانا۔ میں پھر واپس آ گیا۔ یہاں میں ایک بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ میں کئی مہینوں

کرد گا۔ میں نے عقیدت سے بابائی کی باتوں کو چھوڑا اور ہاتھوں کو چوم کر بابائی کو دیکھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آئے۔ کو بھی نظر آ گئے تھے۔ بابائی نے بولے پرو فیض راہ کیوں رہے ہو۔ میں بولا بابائی آپ سے جدا کی کا دکھ اور آپ کو میرے آنے سے تکلیف ہوتی ہے اس لیے آنکھیں سنکھ ہو گئی ہیں۔

میں نے بابائی کو سلام کیا اور واپسی کی طرف چل پڑا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا ہوں گا کہ کوئی چیز میری کمرے سے آ کر گئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک شاپر لٹا تھا جس میں کاغذات وغیرہ تھے۔ وہ بابائی سے میری طرف پھینکے گئے۔ میں نے شاپر کھول کر دیکھا تو اس میں روپے تھے۔ میں نے سوالیہ نظروں سے بابائی کو دیکھا تو بابائی نے بولے پرو فیض تم نے آج تک جتنے بھی پیسے مجھے دیئے وہ یہ ہیں۔ یہ ساتھ لے جاؤ میں اتنا بھی غریب اور کیہ نہیں کرتیرے پیسے کھاؤں گا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ تم بھگ جاؤ اور میرے پاس نہ آؤ لیکن تم بہت کچھ اور ذہیت ہو پاؤ نہیں آئے۔ جاؤ بیٹے پیسے پہلے جاؤ۔ میں نے پیسے بابائی کو دینے چاہے لیکن بابائی نے سختی سے منع کر دیا۔ لہذا میں نے روپے پکڑے اور واپسی کی طرف پھر چل دیا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا ہوں گا کہ مجھے پھر بابائی کی آواز آئی۔ پرو فیض میرے پاس آئے۔ میں نے غصے سے کہا تم آئے تھے تو تم کو کون سا وظیفہ دیا تھا۔ میں مڑ کر بولا بی بابائی۔ وہ بولے آج رات جا کر 4100 پانچس صرف ایک پڑھ لینا تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تم جس تلاش میں میرے پاس آئے تھے وہ تمہیں مل جائے گا اور ہاں بھی غلط جگہ استعمال نہ کرنا اور بھی کسی سے پیسے لینا بچ نہ کرنا۔ میرے پاس تمہارا پس اتنا ہی لکھ رہا جو تمہیں آج رات مل جائے گا۔ میں نے حیرت اور تجسس میں سر کی ہلچل کر رات کو وظیفہ شروع کیا ابھی آدھی تیغ ہی کی ہوئی کہ تیرے خوشبو میں اور وزن کا احساس ہوا۔ صبح اٹھ کر میں نے استعمال کیا اور حیرت اثرات بھی آ گئے اور گلے میں اللہ پاک نے مجھے کامیابی دی۔ بزرگوں کی عقیدت ادب و احترام میں ہی سب کچھ ہے۔ باادب باسرا دے ادب بے مراء۔

بابا اللہ دتہ اور گورنا تک جی

میری روحانی زندگی میں بہت سارے پراسرار بابے آئے جن میں بابا اللہ دتہ بھی شامل تھے۔ میری میں میرے ذکر کا زیادہ سے زیادہ اور باختم جاری تھی کہ ایک رات میں بابائی کا ذکر کر کے مرقہ کر رہا تھا کہ مجھے لگا میں جا نے نماز پڑھ گیا ہوں اور شاید مجھے غیبت آ گئی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا کمرہ دودھیا نور یا روشنی سے بھرا ہوا ہے اور اچانک پرو فیض بابے بابا اللہ صاحب ایک بہت ہی نورانی بزرگ کے ساتھ میرے کمرے میں آئے ہیں۔ میں نے خوش خوشی بابائی کو سلام کیا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی تھی کہ بابائی میرے کمرے میں آئے ہیں۔ میں نے بابائی کا شکر یہ ادا کیا کہ سرکار

کیا۔ دونوں بزرگ بیا میری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ بابا اللہ دتہ جی نے مجھے اشارہ کیا کہ بابا گورنا تک جی کا عصا اٹھاؤ میں تہنیت ادب و احترام سے بڑھتا ہوں اور آسانی سے عصا کو اٹھا لیتا ہوں۔ مجھے بہت خوشی اور حیرت ہوئی کہ آج میں نے بابائی کا عصا مبارک اٹھا لیا ہے۔ بابا گورنا تک جی نے میرے سر پر ہاتھ بھیرا اور نگلے سے لگا کر کہا کہ میں خوشی سے رو پڑا۔ اسی دوران میری آنکھ کھلی گئی۔ جا گئے کے بعد بھی میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے ہوتے ہی بابا اللہ دتہ سے پاس پھٹ گیا۔ بابائی مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے ماسٹر میرے پاس تمہارے لیے اتنا ہی تھا تھا۔ تیرا مرشد کوئی اور ہے جو فوت آئے پر تجھے مل جائے گا۔ میں کافی دیر بابائی سے باتیں کر کے واپس میری آنکھوں اللہ سے دعا کی جلدی مجھے مرشد سے ملا دے۔

مرشد کی ناراضی

اہل روحانیت اور تصوف فقیری سے لگاؤ رکھنے والے تمام احباب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر کسی مرشد ناراض ہو جائے تو میرے طرح سرخسٹل کی طرح تر جتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کو میری بھی پیش آیا۔ میں میری میں جب لوگوں کی خدمت کے لیے بیٹھتا تو اپنے پاس پریشان بکریوں کو جان اکثر تھوڑے تھوڑے اور صرف یہ کہہ کر چلا جاتا کہ پرو فیض میرے لیے دعا کریں۔ میں دعا دیتا اور وہ چلا جاتا۔ جب کئی بار وہ نوجوان میرے پاس آیا اور بنات جیت یا مسئلہ بتائے واپس چلا گیا۔ ہر بار انتہائی عقیدت احترام سے ملتا۔ اس کی بات چیت اور رکھ رکھاؤ سے چھ چٹا تھا کہ ادا لے کر ام سے پاس اس نے کافی وقت گزارا ہوا ہے۔ اس کے بار بار نے اور جانے سے مجھے بھی اس سے انس اور پیار ہو گیا تھا۔ اس طرح وہ ایک دن آیا ہوا تھا جب وہ سلام کر کے جانے لگا تو میں نے اس کو روک کر کہا کہ آج تو بہت دیر ہے تم نے کل 10 بجے آ کر کھلے میں مجھے ملنا ہے۔ وہ انتہائی عقیدت سے بولا ٹھیک ہے سرکار آپ کا حکم ہے تو میں ضرور حاضر ہواؤں گا۔

لہذا اگلے دن وہ وقت مقرر پڑ گیا اور احترام سے سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا بھائی آپ اتنی بار میرے پاس آئیے ہو تو سلام کر کے چلے جاتے ہو تاؤ کیوں آتے ہو۔ کہا کھڑا کرتے ہو۔ آج اپنے دل کی بات بتاؤ وہ بولا پرو فیض آپ کی ہر بات آپ نے پوچھا اصل میں میں غافلانہ سے ڈرتا ہوں۔ کہیں میری کسی بات یا حرکت سے آپ ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ میں پہلے ہی اپنے مرشد کی نافرمانی کر چکا ہوں اور اس کی شدید سزا بھی بھگتے ہاں اور میں اس انتظار میں تھا کہ کب آپ کو کچھ پتہ آئے گا کہ جب آپ کی مرضی ہوگی آپ پوچھیں گے تو بتا بھی دوں گا۔ آج آپ نے بلایا تو آپ کی اجازت سے میں آپ کو اپنی بدھیتی کی داستان سنا تا ہوں۔ پرو فیض صاحب میرے مرشد سرکار مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ میں باج سال سے ان کے پاس جا رہا تھا انہوں نے مجھ سے بہت شفقت اور رحمت بھی کی۔ مجھے ملے کچھ بھی عطا کیا اور روحانی منازل بھی لے کر گئیں۔ میں نے سرکار سے جو انکار سرکار نے مجھے دیا۔ میرا اپنے مرشد پاک

میں نے غصے سے کہا کہ وہاں کے پیلے دن سے ہی میرے مرشد کے خلاف تھے۔ میرے گھر والوں نے ایک بابا کو لایا کہ وہاں اس کے پیلے گھر والوں کی سازش کا شکار ہو کر اسے مرشد کو لایا تھا کہ ان کو چھوڑ کر گھر آ گیا۔ لیکن جلد ہی میرے مرشد نے اپنے روحانی تصرف سے میرے گھر والوں کی سازش نامی یاد کر لی اور مجھے اس حقائق کا جب چاہا تو میں بہت اندوہ ہوا۔ جا کر اپنے مرشد پاک سے معافی مانگی تاہی پکڑے لیکن مرشد پاک نے کہا کہ اب تم کبھی میرے پاس نہیں آؤ گے اور نہ ہی تم کو معافی ملے گی۔ میں نے ایک دو بار ملنے کی کوشش کی لیکن بابائی نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ اگر اب تم میرے پاس آؤ گے تو مجھے شدید دکھ دے گے۔ کبھی نہ آنا۔ پرو فیض صاحب اب مجھے مرشد سے دور ہونے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ میرے جسم و روح میں جو تیسرے روحانی قسمی قسمی وہ ساری ختم ہو گئی ہے۔ اب میری روح خالی ہے جیسے بے گھر انسان ہے۔ کوئی چیز کل نہیں ہو۔ کیونکہ پہلے مرشد کا فیض میرے ساتھ تھا میں جو کتنا وہ ہو جاتا۔ بے شمار لوگ میرے پاس آ رہے اور میں لے کر آتے اور اپنی خالی جھولیاں بھر کر جاتے۔ اب کیونکہ مرشد کی توجہ کامیاب میرے سر پر نہیں ہے لہذا اب توجہ کامیاب ہوتا ہے اور نہ ہی لوگ اب میرے پاس آتے ہیں۔ مجھے لوگوں کی پراہیں سے بلگے میں تو اس سرود مستی کی حالت میں ہوں جو ہر وقت میرے جسم و روح میں دوڑتی تھی۔ خدا کے لیے پرو فیض صاحب کچھ ایسا کریں کہ میرا مرشد مجھے ناراض ہو جائے۔ اس نوجوان نے زار و قطار روئے خورشید کر دیا۔ اس نے روتے روتے میرے پاؤں بھی پکڑ لیے کہ اب اس کی بات سن لی ہو گئی۔ اہل روحانیت اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مرشد کی ناراضی کا کیا مطلب ہے۔ دنیا پر ہر گز اپنی جان ہانی ہے۔ وہ اس شدت سے رو رہا تھا کہ لگ رہا تھا کہیں شدت غم یا مرشد کی جدائی اس کے لیے جان لیوا ہی بات نہ ہو۔ میں نے اس کو حوصلہ دیا کہ تم پریشان نہ ہو۔ میں بھی اللہ سے دعا کرتا ہوں اور کوئی راستہ بھی نکالتا ہوں۔

یہاں پر میں اپنے تئیں کو ایک بات بتاتا چلوں کہ میرے پاس جب بھی کوئی مسئلہ یا کوئی ایسا بھی اپنے مسائل کے لیے آتا ہے اور جب یہی بتاتا ہے کہ میں قلاں میر صاحب یا مسئلے میں باقاعدہ ہیئت بھی ہوں تو میں اکثر ان سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے مرشد کے پاس یا مرشد خانہ پر جائیں وہی آپ کی مدد کرے گی۔ لیکن جب کوئی ایسا میرے بہت شدید کہ تو پھر اللہ کا وعدہ اس کے مرشد سے اجازت ملتا ہوں اور اتنا اس کہتا ہوں کہ مجھے اجازت دیں میں آپ کے سر پر کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ مدد کرنے کی سعی کروں یا رات کو روحانی طور پر حقیقت بزرگ سے رابطہ کر کے اجازت لیتا ہوں۔ لہذا یہاں بھی میں نے وہی نوجوان سے پوچھا کہ آپ کے مرشد کو ہیں۔ اُن کا آستانہ کہاں ہے اور میں کیسے ان تک جاسکتا ہوں۔ لہذا اس نوجوان نے مجھے اپنے مرشد کے بارے میں تمام تفصیلات اور جگہ بتادی۔ اب میں نے نوجوان سے ایک بات کہی کہ آپ کو لے کر میں تمہارے مرشد کے پاس جاؤں گا اور اس طرح مقرر کردہ دن میں اس نوجوان کے ساتھ اس کے راض مرشد کی طرف رواں دواں تھا۔ خوف میرے اندر بھی تھا کہ مرشد زیادہ ہی جلالی نہ ہو۔ اللہ کرے وہ میری بات مان جائے۔ طویل سفر کے بعد ہم اس جگہ پہنچے جہاں پر وہ ایک بزرگ قیام فرما تھے۔ کیونکہ وہ نوجوان بہت بری طرح آرا ہوا تھا اس لیے وہ دانتے میں ہی رک گیا اور مجھے کہا کہ پرو فیض صاحب آپ میرے مرشد سرکار کے پاس

جائیں۔ اگر وہ ناراض ہو جائیں تو مجھے بھی بلانے کا میں دور تا ہوا سر کے بل آؤں گا۔ اس نے دور سے ہی مجھے اشارہ کیا کہ میں نے بابائی سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ ایسے ہی ہوگا آپ ہمیشہ میرے لیے دعا کرتے رہیے گا اور

حضرت علیؓ حیدر کرار کی زیارت

روحانیت میں مولانا علیؓ کرم اللہ وجہہ کا جو مقام ہے وہ کم و بیش تمام سالکین جانتے ہیں۔ مسلم بزرگوں کے ہاں نام مسلم روحانی مسافر تاجدار دلائت مولانا علیؓ سرکار کوئی مانتے ہیں۔ دینی اور بھارت میں جہاں بھی گیا وہاں پر ہمارے بزرگوں سے ملاقات اور گفتگو ہوئی تو سب ہی آپؓ کو شہنشاہ دلائت مانتے ہیں۔ کیونکہ آقائے دو جہاں رسول کریم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔“

مولانا علیؓ سرکار کی شان دلائت اور مقام مجھ جیسا حقیر کیا بیان کر سکتا ہے لیکن کسی اور کتاب میں تفصیل سے قلم اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ جب میں روحانی دنیا میں آیا ہے بزرگوں سے ملائے ہمارے روحانی کتب کا مطالعہ کیا تو ایک بات اچھی طرح سمجھ گئی کہ روحانیت میں بادشاہت مولانا علیؓ سرکار کی ہے۔

جب تک مولانا علیؓ کی غلامی میں نہیں جاؤں گا کچھ نہیں ہوگا بلکہ میں مختلف بڑی چیزیں اس سے ملانے کی درخواست کی کہ کوئی ایسا عمل دیا جائے کہ مجھے سرکاری غلامی اور یدار نصیب ہو جائے۔ شاید یہ سبکی وہ چند پیش و محبت تھا کہ اس کے ساتھ سرکار اور آپ کی آل سے عشق بھی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ جنوں اور دیوانگی کی حد تک ہو گیا۔

ایک بزرگ نے مجھے یہ نصیحت کیا قیوم ہو خفیف یا آخر ختم المؤمنین 4100 بار 41 دن بعد نماز صبح پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ شرائط کے ساتھ میں نے پورے اہتمام سے کیا۔ بہت خوش ہوئی آپؓ میں لیکن سرکار کا دیدار نہ ہوا۔ میں اپنی کوشش میں لگا رہا۔ پھر کسی نے ناچاقی سے میرا دلخیز دیا جو آج تک میرے اذکار کا حصہ ہے۔ جنات شیاطین مٹنی تو توں کے علاج میں اس سے اچھا شاید ہی کوئی عمل ہو۔

جب آقائے دو جہاں کی زیارت ہوئی تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد میری یہ دیرینہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ مری میں تھا جب مولانا علیؓ کرم اللہ وجہہ سرکار کی زیارت ہوئی سرکار کا مقام اور شان قابل دیدنی اس جلی ملاقات اور زیارت کا مزہ اور نشا آج بھی ہے۔

میں بہت مسخ گیا اور اپنے مکان کے پیچھے پہاڑی کے اوپر چلا گیا اور گھر میں بیٹھ گیا مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میری برسوں کی خواہش اور مرد اور پوری ہو چکی ہے۔ میں بار بار خود کو چنگی کا ٹکڑا کہتے دیکھتا تھا۔ ہا ہوں یہ واقعی میں ہوں اور مجھ پر کرم ہو چکا ہے۔

میں ادیب یا شاعر نہیں ہوں اس لیے اپنی کیفیات و احساسات اور مشاہدہ بیان نہیں کر سکتا لیکن یہ اس دنیا و جاوید میں سے اوپر کی کوئی بات تھی، مستی اور سرور کی لہر میں میری رنگ میں دوڑ رہی تھی، مستی نے مجھے گھیرا ہوا تھا نشر چڑھا ہوا تھا

روحانی کیفیات شروع

ایک طویل عرصے سے روحانی ذکر و اذکار، روحانی شغلوں اور بے پناہ دعاؤں کے بعد آخر فطرت کو مجھ سے اس آہ کیا اور روحانی مشاہدات، کیفیات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا تو آج تک جاری ہے۔

No Body خالی ذہن

مولانا علیؓ سرکار کی زیارت کے بعد مجھے لگا میں اندر سے خالی ہو گیا ہوں، کبھی مستی و سرور بھی خالی پن کا احساس تھا اور میرا دل بھی اچھے سے لاشعوری مزاحمت ختم ہو چکی تھی اب مجھے خیالات تک نہیں کرتے تھے بلکہ جس چیز پر توجہ لگاتا تھا وہ اس میں خالی تھا ایک خلا تھا جو میرے اندر تھا۔ میں گھنٹوں آنکھیں بند کر کے بیٹھا رہتا جیسے کسی کا انتظار ہو شاید میرے دل کو انداز ہو کہ وہ آنا یا نہیں آئے گا۔ عجیب کیفیت طاری تھی کبھی احساس ہوتا کہ میرا وجود نہیں رہا۔ رات کو گھنٹوں ستاروں کو کھنکھاتا جتنا تھائی کے ساتھ دوڑتی ہوئی تھی۔

کمرے یا جنگل میں خاموشی سے بیٹھا رہتا لوگ مجھے پاگل کہتے۔ میں عدم وجود یا خالی پن کی طرف جا رہا تھا دنیا کا کلہاڑا اور اہل نہ ہونے کے برابر ہوتا کہ کسی دن شیوہ نہ کرتی، کپڑے نہ بدلنا جوتے کبھی بھی پالش نہ کرنا جن کپڑوں میں وہاں میں کیا چلا جاتا سٹوڈنٹ مذاق کرنے کے سر رات والے کپڑوں میں ہی آجاتے ہیں میں ہر چیز سے بے خبر تھا۔

میں کیا جنوں تھا میں اپنے اندر جانا پتا تھا کیا نہیں اور حاشا جنوں جاری تھا۔ ایک مقام پر شش قسمی شش قسمی میں مجھے مرا تھے میں اندر لے جانے کی کوشش کرتی تھی اور میں جا رہا تھا کچھ لگتا شاید کہ کراہتا ہوں چکا کہ کسی اور گھر اور منزل کی طرف جا رہا ہوں۔ تلاش ابھی جاری تھی میری زندگی تلاش کیوجہ سے خالی تھی۔ میں خالی الذہنی (NO Mind) کی دنیا میں داخل ہو گیا تھا یا پاگل پن کی طرف جا رہا تھا میرا شعور ابھی اس کی تہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مولانا علیؓ سرکار کی زیارت کے بعد مجھے اکثر احساس ہوتا کہ میرا جسم کی واردات حادثہ یا تبدیلی کے مراحل سے گزر گیا تھا۔ اب میرے اندر کوئی بدلتی ہوئی قوت طویل کردی ہے یا کوئی قوت باطن سے نمودار ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ طویل مراقبہ، ذکر و اذکار، کم سونا، ترک حیوانات اور جس دم کے اثرات میرے جسم پر پڑنا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی تہ کی طرف سے گزر رہا تھا۔

میں روح اور اندر کی تاریکی میں اترا جا رہا تھا کہ کوئی تاریک غار یا پائپ تھا اور میں اس میں اترا جا رہا تھا۔ پتہ

میں ہمارے قلم، میں نے خود کو اس کیفیت کے حوالے کر دیا تھا، میں اس ہوش کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی مجھے اندر اس حالت کو Enjoy کرتے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے سر میں شدید درد اور کینٹیاں گرم ہونے کا احساس ہوا۔ میں کینٹیاں میں اور لگا آنکھوں کے سامنے دھاکے ہونا شروع ہو گئے ہیں، ایک دم میں نے اپنے اندر جا کر شروع کر دیا کہ اب اندر سے میں مختلف روشنیوں کی بجائے زرد، کبھی جاسی، کبھی کوئی ایک روشنیوں کے فوارے چھوٹنے لگے۔ ابھی میں حیرت و تجسس اور خوف میں مبتلا تھا ابھی یہ کیفیت طاری تھی کہ اچانک ایسا زوردار جھکا لگا کہ میں گری کی بیخ سردی کے باوجود میں بیٹھنے سے شرمندہ تھا، میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا جیسے باہر آ جائے گا، اس حالت طاری تھی، میں خوف میں مبتلا تھا، اب کیا کروں سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

اسی حالت میں اللہ کا اظہار شروع کر دی یا قریب پڑھا شروع کر دیا، یہاں پر اللہ کے بعد مرشد ہی سنبھال سکتا ہے۔ میں حوصلہ ہوتا ہے جو راہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ میرا استاد یا مرشد کوئی نہیں تھا لہذا میں فطرت اور ارقیب کے حوالے تھا۔ اس حالت میں مرشد کا اللہ کا اظہار اور نعت ہوتا ہے۔

میں لکی مرشد کو صوفیہ نے کی کوشش کر چکا تھا لیکن ملائی نہیں۔ مرشد کا مل شاد واری ملتا ہے جو سلوک کی مثال ہے جو سلوک کے حوالے سے ہوا، جو دروازے سے گزرا سکے، جو پردے ہٹا سکے، جو باطن کی کھانسی، جو سمندر سے ملا سکے، باطن کی تاریکی کو روشنی میں بدل سکے، یہ بہت دشوار گھڑی ہوتی ہے۔

اب کبھی میرے جیسا مافر مرشد کے بغیر سزا کرتا ہے تو سزا آلام و مصائب سے بھر اہوتا ہے میں کتنے مہینوں سے اس حالت میں تھا ترک حیوانات، کم سونا، کم کھانے کی وجہ سے خود کو زندہ رکھنا کبھی دشوار تھا نہ بیاس تھی نہ بیہوش۔ کچھ کھانے پینے کے لیے خود پر جبر کرنا پڑتا۔ ارکان مجھے حاصل ہو چکا تھا مرا تہ میں کمرہ ہوا تھا، کوئی ہٹانے والا نہیں تھا کہ میں کہیں ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟ میری منزل کیا ہے؟ کیا واقعہ ہونے والا ہے؟

میں سمجھ نہیں کر رہا تھا۔ کوئی مجھ سے گرا رہا تھا میں بے خبری میں پھنسا کر رہا تھا جو شاید مجھے بھی نہیں پتہ تھا۔ میں لگا تھا۔ مجھے شاید جنات وغیرہ نے میرے اوپر حملہ کر دیا لیکن یہ بیچ بچ تھا تو میرے اندر کچھ ہوا تھا۔ میں کمرے کے اندر آ کر آدھی رات سے زیادہ وقت تھا چاند تارے روشن تھے میں نے بے بسی دلا جا رہی اور محبت سے اللہ کو پکارنا شروع کر دیا ہیلپ Me مجھے راستہ دکھائیں راہنمائی کریں کافی دیر بعد جب حالت سنبھلی تو کمرے میں جا کر سونے کی کوشش کی، جیسے ہی سونے کی کوشش کرتا آنکھوں کے سامنے عجیب چیزیں اور پھول کا احساس ہوتا۔ ابھی سویا ہی تھا کہ مجھے احساس ہوا میرے اوپر بہت وزن پڑ گیا کوئی چیز میرے اوپر آ کر بیٹھ گئی ہے میں پوری کوشش کر رہا تھا وہ وزن ختم ہو جائے، ارباب کا زور کر رہا تھا زور کا جھکا لگا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں ڈرا ہوا تھا کہ میں شدید دھماکا خوف طاری تھا شاید یہ گہراست طاری تھی مجھ کو کمرے سے نکل گیا اور ان میں جا کر بیٹھ گیا یا قریب کا درد جاری تھا۔

مجھے لگ رہا تھا کہ کوئی چیز میرے جسم میں داخل ہو گئی ہے یا اندر سے کوئی چیز نمودار ہوئی ہے۔ میرے جسم کے

بہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ روحانی لوگوں کو بار بار نفسی کیفیتوں سے گزرتا پڑتا ہے۔

کبھی لگتا ہے کہ روحانی ترقی رک گئی ہے، سرور، مستی اور نشہ ختم ہو گیا ہے۔ مایوسی، اندر، خاموشی، بے لگائی بے کفایتی جیسے تمام روحانی صلاحیتیں سلب ہو گئی ہیں۔ کبھی نہیں رہا سب کچھ چھوٹ گیا ہے۔ اور یہ کیفیت کئی دن تک رہتی ہے اس حالت کو تھکن کی کیفیت یا حالت کہتے ہیں۔ کبھی جب روحانیت کھلتی تو لگتا تھا چاروں طرف روشنی اندر باہر نورانی روشنی روحانی کیفیات، جوش و جذبہ، سرور و اشتراقی حالت اور امر اوقاتی کیفیت جلدی بن جاتی ہے اور روحانی پرواز شروع ہو جاتی ہے تمام عالموں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات لگتا ہے کہ نور و است الہی میں جذب ہو گئے ہیں فقر و سندر میں الہی ہے خوب اچھے خواب اور خوابوں میں اچھا پناہوں سر بہر شاداب کھیتوں کے اوپر پرواز پناہوں اور اونچی مقامات کے اوپر پرواز مقامات پر حاضری اس کو وسط کی حالت کہتے ہیں۔ یہ دونوں کیفیات اکثر میرے اوپر بھی طاری ہوتی ہیں اس وقت بھی اور ان بھی طاری ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ قبض کے بعد ضبط کا اپنا ہی سرور ہے اور قبض ختم کرنے کے لیے سالک اور مرشد محنت کرتا ہے۔

قبض اور ضبط

بہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ روحانی لوگوں کو بار بار نفسی کیفیتوں سے گزرتا پڑتا ہے۔

کبھی لگتا ہے کہ روحانی ترقی رک گئی ہے، سرور، مستی اور نشہ ختم ہو گیا ہے۔ مایوسی، اندر، خاموشی، بے لگائی بے کفایتی جیسے تمام روحانی صلاحیتیں سلب ہو گئی ہیں۔ کبھی نہیں رہا سب کچھ چھوٹ گیا ہے۔ اور یہ کیفیت کئی دن تک رہتی ہے اس حالت کو تھکن کی کیفیت یا حالت کہتے ہیں۔ کبھی جب روحانیت کھلتی تو لگتا تھا چاروں طرف روشنی اندر باہر نورانی روشنی روحانی کیفیات، جوش و جذبہ، سرور و اشتراقی حالت اور امر اوقاتی کیفیت جلدی بن جاتی ہے اور روحانی پرواز شروع ہو جاتی ہے تمام عالموں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات لگتا ہے کہ نور و است الہی میں جذب ہو گئے ہیں فقر و سندر میں الہی ہے خوب اچھے خواب اور خوابوں میں اچھا پناہوں سر بہر شاداب کھیتوں کے اوپر پرواز پناہوں اور اونچی مقامات کے اوپر پرواز مقامات پر حاضری اس کو وسط کی حالت کہتے ہیں۔ یہ دونوں کیفیات اکثر میرے اوپر بھی طاری ہوتی ہیں اس وقت بھی اور ان بھی طاری ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ قبض کے بعد ضبط کا اپنا ہی سرور ہے اور قبض ختم کرنے کے لیے سالک اور مرشد محنت کرتا ہے۔

روشنیاں اور جھٹکے

ارکان اور جسمی دم میں مزہ آتا ایک رات جیسے ہی مراقبہ شروع کیا تو محویت کامل کی حالت طاری ہو گئی کہ گرد و غبار سے غافل ہو گیا، اشتراقی اور جذب کی حالت طاری ہو گئی، عالمی کیفیت طاری ہو چکی تھی، کامل اشتراقی اور محویت میں جسم بے وزن ہو گیا ہے، پشت میں سر سر اسٹ اور گردی کا احساس ہو رہا تھا جیسے کوئی کمر پر ہاتھ پھیر رہا ہے، جسم پر کھینچی کی حالت طاری تھی، کمرے سے دور کی لہریں نکلنے کا احساس بھی ہو رہا تھا سرور اور مستی کی لہر میں نکل کر مایوس میں نہیں رہی تھی

ساتھ کچھ ہوا تھا۔

کافی دیر ذکر کرتا رہا اور اللہ سے دعا بھی۔ پھر نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ اس طرح صبح ہو گئی۔ سارا حیرت اور خوف میں مبتلا رہا سارا دن سوچتا رہا کہ میں اب مراقبہ نہیں کروں گا اور یہ سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں کہیں میں ہو جاؤں یا مر نہ جاؤں لہذا یہ فیصلہ کر کے میں Relax ہو گیا سارا دن مصروف رہا البتہ ذکر واذکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بات کا ذکر کرتا چلوں کہ اُس دن سے لے کر آج تک جھٹکے جاری ہیں اُس رات کے بعد ایک سال تک مجھے شدید جھٹکے بعض اوقات گر جاتا لگتا کوئی چیز کمر میں داخل ہوتی ہے یا نکلتی ہے کوئی روحانی ٹیکہ لگتا ہے یا کوئی پردہ ہٹتا ہے۔ کئی بار کوئی خونی یا قرآن پاک کی کسی آیت پر یا کسی روحانی یا اسلامی واقعہ پر اچانک جھٹکا لگتا ہے جیسے روح کے ساتھ کوئی کارروائی ہو رہی ہے۔ یہ جھٹکے اکثر روحانی مسافروں کو لگتے ہیں ان جھٹکوں کا تعلق روح یا لطیفہ ذریعہ نافع سے ہو سکتا ہے جو کمر اور نافع کے درمیان ہے۔ اُس رات کے بعد دوسری تبدیلی یہ آئی کہ مجھے سوتے جاگتے چلتے پھرتے روشنی کے جگنو نظر آنے شروع ہو گئے۔

بعض اوقات اتنی تیز روشنی ہوتی کہ لحاف کے اندر یا باہر ہر جگہ روشنی ہوتی آنکھیں کھلی ہوں یا بند مجھے پھرتے کھڑے بیٹھے اپنے اطراف میں روشنی کے جگنو نظر آتے۔ حیرت مجھے اُس وقت ہوتی جب واش روم میں بھی روشنی دیوار پر یا کہیں بھی نظر آتی۔ یہ روشنیاں شاید میرے باطن سے پھوٹ رہی تھیں یا تیسری آنکھ بیدار ہو رہی تھی یا سپید روشنی چمکا تھا اور پردہ ہٹ رہا ہے تھے ڈیڑھ سال مجھے یہ روشنیاں اطراف میں نظر آتی تھیں جہاں جگنو نظر آتی تھیں اور مراقبہ میں بھی مختلف رنگ اور روشنیاں نظر آتیں۔ مراقبہ کرتے وقت اکثر بے وزن ہونے کا احساس ہوتا اور جھٹکے بھی پشت میں سرسراہٹ اور گرمی کا احساس ہوتا۔

یا حی یا قیوم کا ورد ذکر واذکار، عالم استغراق و مدہوشی اور مراقبہ کے ساتھ سانس کی مشقیں جاری تھیں اور میں ایک خود کار سسٹم کی طرح یہ سب کر رہا تھا میں رات کو کئی اللہ کے ناموں اور قرآن پاک کی سورتوں کے وظیفے کر چکا تھا۔ لیکن میری اصل توجہ یا حی یا قیوم پر تھی کہ کب سوا کروڑ پورا ہو گا جو میں بہت پہلے سے کرتا آ رہا تھا۔ آخری دس دن رہ گئے تو مجھے بہت خوشی تھی کہ اللہ کی توفیق سے میں اپنی منزل کی طرف جا رہا ہوں، کتنے مہینوں سے میں کر رہا تھا اللہ کا کرم کہ ایک بھی ناغہ نہ ہوا بلکہ رب ذوالجلال کا یہ کرم شامل حال رہا اور مسلسل آٹھ سال میں ایک بھی ناغہ نہ ہوا۔ جب آخری تین دن رہ گئے تو مجھے خوشی کے ساتھ ادا سی بھی شروع ہو گئی کیونکہ مجھے یا حی یا قیوم کی عادت ہو گئی تھی یہ میری زندگی اور وجود کا حصہ بن چکا تھا مجھے ادا سی تھی کہ اب یہ ختم ہو جائے گا تو میں کیا کروں گا۔ کافی سوچا یہاں کے بعد آخری دن سے پہلے ہی میں نے فیصلہ کیا کہ میں اب یا حی یا قیوم کو پانچ کروڑ تک لے کے جاؤں گا۔ بعد میں جب پانچ کروڑ ہو گیا تو میں نے فیصلہ کیا کہ دس کروڑ تک۔ پھر جب دس کروڑ ہوا تو سوچا اب بیس کروڑ۔ جب الحمد للہ بفضل خدا کچھ عرصہ پہلے بیس کروڑ ہو گیا تو اب یہ فیصلہ کیا کہ اب گنتی بند، آخری سانس تک اب مرنے تک یا حی یا قیوم کھلا پڑھنا ہے اور جو الحمد للہ آج بھی جاری ہے اور ہزاروں دوست احباب بہن بھائی بھی دنیا جہاں میں کر رہے ہیں وہ رب ذوالجلال کا شکر ہے اُسی کی مدد سے یہ سب ممکن ہے۔

مجھے یاد ہے وہ دن بہت خوبصورت تھا جب میرا یا حبیبی یا فیوم کا ورد سوا کر ڈھوا۔ یہی وہ ورد تھا جس نے مجھے وہ سب کچھ دیا جس کی تلاش میں تھا۔ شکرانے کے نوافل پڑھے مشائی تقسیم کی اور رب کا شکر ادا کیا یا حبیبی فیوم سوا کر ڈھک کر جانوات، ارتکا زتوجہ، جس دم کے اثرات شروع ہو گئے۔ مجھے سانس کی مشقوں اور مراقبہ کے بارے میں پرستش اور ڈوب جانے کی حالت طاری ہو جاتی، دنیا سے لائق بڑھ گئی تھی کیونکہ لاشعوری مزاحمت ختم ہو گئی، مراقبہ کا مزہ آتا۔

کچھ پتہ نہ چلتا کہاں ہوں؟ کدھر ہوں؟ کیوں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں؟ اکثر کشفی صلاحیتوں کا احساس ہوتا کسی کو کچھ پتہ نہ چلتا کہ اس میں آتا وہ کچھ ہوتا۔

گوشت اور استغراق کے علاوہ کمر سے لہریں نکلتیں، جھٹکے لگتے، سرور کی لہریں، جسم اور دماغ میں دوڑتی نظر آتیں، اور جسم ہلکا ہلکا وزن ختم نشلی لہریں جسم میں دوڑتیں۔ مجھے اس نشہ میں لذت محسوس ہوتی مکمل میں لینا اس حالت کو **Ecstasy** کہتا ایک عجیب عالم مدہوشی اور سرور اسی نشہ اور کیفیات کو پانے کے لیے مراقبہ کرتا اکثر سانس اور مراقبہ کے دوران سرور میں فرق ہو جاتا، استغراقی حالت طاری ہو جاتی، آنکھوں کے سامنے کبھی کبھی روشنی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا، مختلف رنگ آتے جاتے، رگ رگ میں کبھی بجلیاں کودنے کا احساس ہوتا۔ جسم اتنا ہلکا ہو جاتا کہ خود کو چھو کر چنگی کا ٹکا کہ میں ہی ہوں۔

خوش رہی میں برقی رو کے دوڑنے کا احساس ہوتا ایسا سرور ممتی اور نشہ کہ اس کیفیت سے نکلنے کو دل نہ

میں گھٹاؤں آنکھیں بند کئے اس کیفیت کو میٹھی گولیوں کی طرح چوستا رہتا، تنہائی، کمرہ یا باہر چاند ستارے یہی دنیا تھی یہی مراقبہ ہی میری زندگی اور جینے کی آرزو تھی۔ ہر وقت دل کرتا مراقبہ کروں سرور اور نشلی کیفیت سے نکلنے کو دل نہ کرتا۔ یہ مراقبہ کیفیت قسماً نشہ، سرور اور دیوانگی کا وقت تھا میں پہاڑوں پر تیز رفتاری سے اوپر چڑھتا۔ دوست کہتے کہ سر کے ساتھ جنات کی جہان کو اڑا کر اوپر لے جا رہے ہیں بیس بیس اکثر میں کلو میٹر پیدل چلتا اور مزہ آتا۔ ایک جنون دیوانگی میرے اوپر طاری تھا کہ میری ہمت چلا رہی تھی سارا سارا دن پیدل جنگل میں چلتا۔ مختلف مزارات پر پیدل جاتا مجھے کرنٹ لگ چکا تھا میرا جسم باطن سے گزر رہا تھا یا میرے جسم میں باطن سے برقی رو کی لہریں پھیل رہی تھیں۔ کچھ نئی چیزیں جسم میں آگئیں تھیں اور میں حیرت دیوانگی سے اس حالت سے گزر رہا تھا میں کچھ بھی نہیں کر رہا تھا یہ تو فطرت ہی میرے اندر چلا رہی تھی۔ میں اپنی ہر حرکت کو خوف، تجسس اور حیرت سے دیکھ رہا تھا اور چلا جا رہا تھا۔ میں اس چیز کا اقرار کرتا تھا کہ مجھے ہمارا ہر اصرار کوئی نہیں تھا لیکن رب ذوالجلال نے مختلف کتابوں بزرگوں اور واقعات سے میری بھرپور رہنمائی کی اور اب تک جاری ہے۔ یہ سب میرے رب کا کرم ہے۔ میں تو کٹھ پتلی ہوں جو اس کے اشارے پر چلی جا رہی ہے۔

عشق الہی

مجھے نالائق کائنات سے دیوانگی کی

دعوتِ پالاجن آیات مبارکہ کا میں نے ذکر کیا ان کے علاوہ بھی ہے شمار اللہ تعالیٰ کے نام اور قرآنی آیات اور آیات الٰہی ہیں جن کو پڑھ کر ایمان میں ڈوب کر روحانیت، تصوف، شریعت، طریقت، معرفت کے ان اسرار دروازے آگاہی نصیب ہوئی جن سے میں بہت دور تھا۔

اگر ان تمام اللہ کے ناموں اور قرآنی آیات کا میں یہاں ذکر کروں گا تو کتاب بہت زیادہ طوالت کا شکار ہوگی۔

جہاں پر میرا قاضی کا مکالمہ ہے وہاں پر بھی وارث شاہ اپنے فن کے عروج پر نظر آتے ہیں۔ میرا ہمارا ایک شاہ کا بیان جاتی ہے۔ میرا وارث کا ہر مصرع بہت ہی ندرت اور لفظ لہروں کی مانند نظر آتے ہیں۔ جب کئی اور اچھے کا مکالمہ ہوتا ہے تو وارث شاہ کی دانائی اور بصیرت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اور پھر وہ شاعر جس نے میری چوٹیں ہلا کر رکھ دیں وہ ہیں بلھے شاہ۔ جس طرح عشق حقیقی کے راز سے اور نثر راغز سے بلھے شاہ نے نبیاں کیے کسی نے نہیں کیے۔ بلھے شاہ نے جس رنگ اور بلند آواز کے ساتھ وحدتِ حق کے خالصتا صوفیانہ محافل کو طشت از باطن کیا ہے وہ جرأت کسی اور کو کم ہی نصیب ہوئی ہے۔ بلکہ بلھے شاہ نے روحانیت اور فلسفہ کو اکٹھا کر دیا ہے اور بلھے شاہ یقیناً جناب کے رومی ہیں۔ اپنے مرشد عنایت قادری کے پرستش میں بلھے شاہ مریدوں کی کامیاب خسرو سے بھی آگے نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ بلھے شاہ جیسا اور کوئی نہیں ہے۔

میں تلاشِ حق میں جب عشقِ الٰہی کا مسافر بنا تو مجھے وہ تمام لوگ بہت اچھے لگتے جو اس راستے پر چلے اور کیفیات اور مشاہدات بیان کرتے گئے۔ میں سارا سارا دن مراقبہ اور ذکر کا کرتا اور جب بھی موقع ملتا تو میرے شاعروں کی شاعری سے لطف اندوز ہوتا۔ یہ سارے شاعر ہی اپنی ادبی تلاش اور جہد کا بہت اچھے طریقے سے اظہار کرتے۔ یہ بھی اسی آگ میں سلگتے تھے جس میں ان دنوں میں سلگ رہا تھا۔ یہی شاعری جب جوائی میں مجھے ملے سمجھ نہیں آتی تھی آج ایک ایک لفظ میں نشے اور سرور کے ساتھ Enjoy اور جھجھکے محسوس ہوتے ہیں۔

میں بہت ساری نقیصہ ہمارا تو دیکھا ہے۔ ایک تو الٰہی نے تو مجھے پاگل بنا کر رکھ دیا۔ آج بھی جب میں کو سنتا ہوں تو آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہوں۔

بلھے شاہ اور کچھ شاعری کا دوسرے شاعر کے ہیں ایسی باتیں بلھے شاہ ہی کر سکتا ہے۔

تو الٰہی کے بول یہ تھے:

بے حد مہراں وسدا میرا ڈھولن مائی
وڈی "ب" نا دن مڈاں
او الف سیدھا کم خط آیا

او پار کوٹنی رات والا، بھیس وٹا اک وٹ آیا
سوہنا "م" دا گھوٹکٹ پا کے وکچہ
انہا زلفاں دے گھٹل کڈھ آیا
کھتے شیعہ اے کھتے سنی اے کھتے جہادار کھتے مٹی اے
کھتے پتہ کھتے دا وسدا بت خانے دج کدھرے وسدا

آپے ملاں، آپے تاشی، آپے علم پڑھیدا اے
بلھا شاہ عنایت مینوں پل پل دشن دیدا اے
میں ڈھولن دج فرق نہ کائی "ایقضا" فرمایا ای
منصور کولوں گج ظاہر ہویا سوئی چڑھایا ای
بلھے شاہ دا حکم نہ فیما، شیطان غبار کرایا ای
سانوں بات معلوم سب دی اے
کھتے ظاہر اے کھتے چھپی اے
انج بے صورت نوں جان گئے
اساں یار نوں خوب بچکان گئے
بن آپ محمد آیا اے
انج رب نے یار سمجھایا اے
اودی شکل نورانی کھ رب دا
"ولاک" خدا فرمایا اے
جے خدا او نہیں تے جدا وی نہیں
محمد نام رکھایا اے
آپے آپ اپنا محبوب آپے
تقریرے سناکی جاندی اے
کوئی غیر نہیں اللہ ہی اللہ اے
جیہدی بستی اے اوہ وسدا اے
اے کھ کوئی نہ وسدا اے
خود آپ محافظ صورت دا
آپ ہر دے دج وسدا اے
ہر دیکھیا ہر ہر شان اندر
کھتے کافر ہو کے ندا اے
اکے گھر دج وسدا یار سدیاں نہیں ہند اوج پردہ
آپ اکوئی گھر گراں دے مالک مگر گھر دا
مونی تے فروع بنا کے دوہو کہ کیوں لڑا

خوش گویوں جسدِ قدس از شاہ ولیچ ہند انچسٹر

کتاب اللع فی التصوف: یہ عربی زبان میں تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔ اس کتاب کی اہمیت تصوفیوں کی اہمیت طریقت معرفت پر تشریح بیان ملتا ہے۔

قوس القلوب: اس کتاب نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ شیخ ابوالخاں کی کتاب کی کمال کی کتاب کیونکہ طریقت اور تصوف کے مابین مسائل اس سے پہلے اسلام میں کسی نے بھی پیش نہیں کیے۔ آپ کی یہ کتاب اردو میں بھی دستیاب ہے۔

ملہقات الصوفیہ: یہ مشہور زمانہ کتاب ابو عبد الرحمن نے لکھی جو تصوف میں حضرت سلی نیشاپوری کے نام سے مشہور ہیں۔ ان پر جزی جیسے ناقد نے بھی اس کتاب کی بہت زیادہ تحریف کی ہے۔

رسالہ تفسیر: یہ بلاشبہ تصوف کی لا جواب کتاب شیخ ابوالقاسم القشیری نے لکھی۔ پوری دنیا میں یہ کتاب دستیاب ہے۔ اس کتاب کا وزن دیا کرتے تھے۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور 113 ابواب پر مشتمل ہے۔ اردو میں بھی دستیاب ہے۔

کشف المحجوب: فارسی زبان کی مشہور عالم کتاب جو مرشد کامل کا مقام رکھتی ہے۔ ہر پڑھا کھٹھ اس میں نکتہ دہانی ہے۔ حضرت ابوالحسن علی بن عثمان بن علی کی مشہور زمانہ کتاب۔ سرزمین پاکستان پر یہ کتاب تمام تصوفیوں کے لیے ایک علم ہے۔

احیاء العلوم: امام غزالی کی مشہور زمانہ کتاب۔ تصوف کی دنیا میں امام غزالی رحمت اللہ علیہ کو غیر قابل مقام حاصل ہے۔ ان کی دینی کتب میں شامل ہے۔ اپنی مثال آپ کتاب ہے۔

کیا کسے سعادت: اس کتاب کو ہم احیاء العلوم کی تحفہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کتاب کو بھی ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کتاب نے بہت عرصے تک مجھے اپنے حرم میں بکڑے رکھا۔ تصوف کی اعلیٰ درجے کی کتاب ہے جس میں غزالی اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔

فوح الغیب: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ فوح الغیب آپ کے فاضل شاگرد کا مجموعہ ہے۔ اصحابِ فہم اور ذکر کیہ قلم پر آپ کے بیانات روح پرور ہیں۔

خوش گویوں جسدِ قدس از شاہ ولیچ ہند انچسٹر

حاضر ناظر ہر حقان اوہو کھنڈا کس نوں کھڑا
کھتے رومی کھتے شامی اے کھتے صاحب کھتے غلامی اے
کھتے خاصاں دج کھتے عالی اے او آپ ہی آپ تہائی اے
"م" دے اولے دج وسدا میرا ڈھولن مائی اعد دے دج "م" دے
بن میں ہی کھلایا سوہنا یار جس دے حسن دا گرم ہارا
"م" دے اولے دج وسدا پیارا بھین پوشاکاں آ
آدم اپنا نام دھرایا اعد بن احمد آ
نبیاں دا سردار کارن پست میت بن آ
م دا گھوٹکٹ کھ تے پایا اعد توں احمد نام دھرایا
آپے نور وجود و شہود آپے اپنے آپ سارے روپ دھارے دا اے
اوہ محبوب آپے۔ آپے ہو عاشق اپنے آپ توں جند وار دا اے
او دیوانے آم گھری چوں بیلا الف آپے چکال مار دا اے
کراں کی بے حد تعریف اُس دی دیکھو کھتر تے شرک دا رز آ
بی بی آمنہ دے گھر بن اداں صورت دج اللہ الصدا آ
او دیوانے آدم دا کڈا پا کے م دے اولے وسدا میرا ڈھولن مائی
م دے اولے وسدا میرا ڈھولن مائی اولیا شاہ منصور کھادے دمر انا الحق آپ سناوے
آپے آپ نوں سوئی چڑھاوے کول کھلو کے وسدا میرا ڈھولن مائی
بے حد مہراں وسدا میرا ڈھولن مائی

کیونکہ میں فطری طور پر جوائی ہوں اس لیے بازار میں جتنی بھی صوفیا کی شاعری کی کتابیں دستیاب تھیں وہیں سے کچھ لے کر لایا۔

سے اس میں اور ان کو پڑھتا رہا۔ اسی دوران میں نے ستر چار جہلوں سے تصوف کی کتابیں لکھی کیں اور ان کو شروع کر دیا۔ جب میں نے یہ کتابیں پڑھیں تو حروف میں ڈوبتا چلا گیا۔ کیسے کیسے لوگ اس دنیا میں آ کر چلے گئے اور ان کتابوں کو پڑھتے ہوئے میں اکثر سوچتا کہ جو آگ مجھے لگی ہے اسی کیفیت سے اور بھی بہت سارے لوگ بھی گزر گئے ہیں۔ درج ذیل کتابوں نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔

کتاب رعایہ حقوق اللہ: یہ کتاب حالت مجاہدی کی ہے جو قدیم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں صوفیہ کے اخلاق اور عبادات کا ذکر ملتا ہے۔

فوجاوت کیلئے: شیخ اکبر علی الدین ابن عربی کی مشہور زمانہ لائٹنی کتاب ہے جو چار بڑی جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب کو سمجھنے کے لیے راہبر کمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ درج گمراہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ لا جواب ہے مثال کتاب ہے۔

قصص الہکم: یہ بھی شیخ اکبر کی لائٹنی اور لا جواب کتاب ہے جو کسی استاد کی زیر نگرانی ہی پڑھی جا سکتی ہے بعض معاملوں میں یہ فوجاوت کیلئے بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ 27 فصول پر مشتمل علم و معرفت کا خزانہ ہے۔

مجدد اللہ جانی: خواجہ محمد امین جانی، نظام الدین اولیاء، پیر بہر علی شاہ اور بے شمار۔ اگر میں ان کتابوں کا ذکر کروں تو قارئین بور ہو جائیں گے۔ بہر حال میں نے اپنا کرمہ صوفیہ کرام کی شاعری اور کتابوں سے لے کر اور دن رات اس تلاش میں رہتا کہ انہوں نے کون سا طریقہ استعمال کیا اور یہ اپنی منزل کو پا گئے کیونکہ یہ تمام تعلیم پر قرب الہی کے سافرتھے۔ اس لیے مجھے ان کی باتیں اور تعلیمات پڑھ کر بہت حیرت آئی کیونکہ ان کی اور میری منزل ایک ہی تھی اور یہی اسی پل صراط ہے گزرے تھے جس سے میں گزر رہا تھا۔ کتابیں اور شاعری میں پڑھتا تو بار بار یقین ابھی ابھی دنیا تار یک تھی، ابھی بھی من کا اندھا چراغ ہے میں نہیں بدلتا تھا لیکن میں کوشش کیے جا رہا تھا۔

خدا کے ہونے کا احساس ہوئے سرفراز شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

محترم قارئین! اگلے صفحات میں جو واقعات، کیفیات اور مشاہدات میں بیان کرنے لگا ہوں ان کی وضاحت ضروری ہے۔ اگر تو آپ یہ سمجھیں کہ اس میں میری ذات کی نمائش یا مجھے شہرت کا شوق ہے تو بخدا ایسی بات نہیں کیونکہ اگر مجھے شہرت کا شوق ہوتا تو کبھی بھی وہ میری چھوڑ کر لاہور نہ آتا کیونکہ میری میں ہزاروں کا مجمع روزانہ ملتا تھا سارے شہر کو فتح کر چکا تھا۔ ساری زندگی عیش و آرام سے گزرتی تھی کیونکہ اس حقیقت کا ادراک مجھے پہلے دن سے تھا کہ میں اس کا نکتہ کا ذوق و ذہن بڑا لچل لال کا محتاج ہے۔ میرے جیسے اسی کیلئے سب کوڑے اس دنیا میں آتے وقت گزرنے کے بعد آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے بلکہ تعلیم ترین انسانوں کی قبروں تک آج نشان نہیں ہیں جو کہ یہ دُعا تھا کہ زندگی موت اُن کے ساتھ میں ہے۔ ایسے لوگ جن کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دل دھڑکا تھے۔ آج ایک انسان بھی ان کے بارے میں نہیں سوچتا۔ وقت ہر چیز کو کھاتا ہے۔ قارئین صرف 100 سال بعد شاہ عالم میں سے ابھی ایک انسان زندہ نہ ہو۔ میں اور آپ یعنی میری اور آپ کی جگہ نئے لوگ ہوں گے۔ مگر معاشرے وہ یہاں، بازار اور شہروں کے شہر اسی طرح زندگی کی گھاٹی میں دن رات مصروف ہوں گے لیکن سارے سارے لوگ۔

میرا اس کتاب کو لکھنے کا جو سب سے بڑا مقصد تھا وہ یہ کہ وہ روحانی متلاشیان حق جن کو راستہ نہیں ملایا مگر وہ اس کے ذکر و ذکر کے بعد بھی وہ اندھے ہیں تو گھبرا گئیں نہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے من کا اندھیرا دور کیا اسی طرح

وقت احساس ہوتا ہے کہ میرے دلیر میرے خدا پاک نے ایک لمحے کے لیے میری طرف دیکھا۔ میرے اوپر کرم کا خیال میری ساری تھکاوٹ دور کرتا ہے اور میری ہنسی دوبارہ چارچ ہو جاتی ہے۔

کیونکہ میری عبادت و ذکر کا ذرا اس قابل نہیں ہیں کہ میرا اللہ مجھے اس درجہ کی عزت سے نوازے تو جب وہ لوگ ہیں اور گناہوں کے باد ویرانے سے آس و نالوں کو دکھوں سے نکالے ہے اور ان کی زندگیوں میں خوشیاں اور شادیاں میں ہمیشہ حماقت سے رو پڑتا ہوں اور شکرانے کے طور پر تکرار ہوتا ہوں۔ اگلے صفحات میں سارے کے سارے واقعات حقیقی ہیں اور وہ لوگ زندہ ہیں۔ ان کا فسانہ سمجھ کر نہ پڑھنے کا بلکہ ذرا لچل لال کا کرم خالص سمجھ کر نہ پڑھنے کا اصل ہدف وہ روحانی طالب علم اور متلاشیان حق ہیں جو بددلی کی شوگرین کھا کر تھک گئے ہیں اور روحانی سڑکوں پر گمراہ کی تصوف اور روحانیت کو خیال باتیں سمجھ کر فراموش کر دیا ہے۔ وہ اس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ اگر کوئی بھی ساکب دروازے پر دستک دیتا ہے غلطی سے نہایت کے ساتھ تو ایک دن دروازہ کھل جاتا ہے۔ آخر آپ منزل پا جاتے ہیں۔

پہلا روحانی علاج یاد

قارئین کے لیے یہ بات انتہائی حیرت کی ہوگی کہ میں نے کتنے بڑے ذکر و ذکر کر رہا تھا اور میرا کبھی کوئی نکتہ کسی کو دم یاد روحانی علاج نہ کیا تھا اور نہ ہی ارادہ تھا بلکہ میں دم کے بہت خلاف تھا کہ اس میں صرف نفسانی عمل ہوں گے دم یاد روحانی علاج کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حقیقت ہے۔

انسان کی عقل ہمیشہ سے ناقص اور کمزور ہے اور رب ذوالجلال کی ہمیشہ تسل اور ٹھیک ہے۔ بندہ سوچتا ہے اور رب کچھ اور میرے منصوبے کچھ تھے اور میرے رب کے کچھ اور ہوتا تھا ہے جو رب اس کا ناکام مالک چاہتا ہے۔

میں جو شروع سے دم اور روحانی علاج کے خلاف تھا اب فطرت نے مجھ سے بھی یہی کرنا تھا کیونکہ میرا دم کوئی نہیں تھا جو مجھے سمجھاتا تھا یہاں بھی فطرت نے اپنا کردار ادا کیا اور مجھے روحانی علاج یاد دیا۔ یہاں میں عرض کرتا ہوں کہ میری طرف دیکھ کر باتیں اُس کے سامنے جا کر کارک گیا میں یا حسی یا قیوم کا دروازہ کھل گیا کیونکہ میری مخالفت فرماتا۔

اس بچے نے نہایت اب اور بھرائی آواز میں کہا: ہم آپ کو سلام کرتے ہیں، آج صرف آپ کو سلام کرنا تھا،

فوجاوت کیلئے: شیخ اکبر علی الدین ابن عربی کی مشہور زمانہ لائٹنی کتاب ہے جو چار بڑی جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب کو سمجھنے کے لیے راہبر کمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ درج گمراہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ لا جواب ہے مثال کتاب ہے۔

قصص الہکم: یہ بھی شیخ اکبر کی لائٹنی اور لا جواب کتاب ہے جو کسی استاد کی زیر نگرانی ہی پڑھی جا سکتی ہے بعض معاملوں میں یہ فوجاوت کیلئے بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ 27 فصول پر مشتمل علم و معرفت کا خزانہ ہے۔

مجدد اللہ جانی: خواجہ محمد امین جانی، نظام الدین اولیاء، پیر بہر علی شاہ اور بے شمار۔ اگر میں ان کتابوں کا ذکر کروں تو قارئین بور ہو جائیں گے۔ بہر حال میں نے اپنا کرمہ صوفیہ کرام کی شاعری اور کتابوں سے لے کر اور دن رات اس تلاش میں رہتا کہ انہوں نے کون سا طریقہ استعمال کیا اور یہ اپنی منزل کو پا گئے کیونکہ یہ تمام تعلیم پر قرب الہی کے سافرتھے۔ اس لیے مجھے ان کی باتیں اور تعلیمات پڑھ کر بہت حیرت آئی کیونکہ ان کی اور میری منزل ایک ہی تھی اور یہی اسی پل صراط ہے گزرے تھے جس سے میں گزر رہا تھا۔ کتابیں اور شاعری میں پڑھتا تو بار بار یقین ابھی ابھی دنیا تار یک تھی، ابھی بھی من کا اندھا چراغ ہے میں نہیں بدلتا تھا لیکن میں کوشش کیے جا رہا تھا۔

خدا کے ہونے کا احساس ہوئے سرفراز شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

محترم قارئین! اگلے صفحات میں جو واقعات، کیفیات اور مشاہدات میں بیان کرنے لگا ہوں ان کی وضاحت ضروری ہے۔ اگر تو آپ یہ سمجھیں کہ اس میں میری ذات کی نمائش یا مجھے شہرت کا شوق ہے تو بخدا ایسی بات نہیں کیونکہ اگر مجھے شہرت کا شوق ہوتا تو کبھی بھی وہ میری چھوڑ کر لاہور نہ آتا کیونکہ میری میں ہزاروں کا مجمع روزانہ ملتا تھا سارے شہر کو فتح کر چکا تھا۔ ساری زندگی عیش و آرام سے گزرتی تھی کیونکہ اس حقیقت کا ادراک مجھے پہلے دن سے تھا کہ میں اس کا نکتہ کا ذوق و ذہن بڑا لچل لال کا محتاج ہے۔ میرے جیسے اسی کیلئے سب کوڑے اس دنیا میں آتے وقت گزرنے کے بعد آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے بلکہ تعلیم ترین انسانوں کی قبروں تک آج نشان نہیں ہیں جو کہ یہ دُعا تھا کہ زندگی موت اُن کے ساتھ میں ہے۔ ایسے لوگ جن کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دل دھڑکا تھے۔ آج ایک انسان بھی ان کے بارے میں نہیں سوچتا۔ وقت ہر چیز کو کھاتا ہے۔ قارئین صرف 100 سال بعد شاہ عالم میں سے ابھی ایک انسان زندہ نہ ہو۔ میں اور آپ یعنی میری اور آپ کی جگہ نئے لوگ ہوں گے۔ مگر معاشرے وہ یہاں، بازار اور شہروں کے شہر اسی طرح زندگی کی گھاٹی میں دن رات مصروف ہوں گے لیکن سارے سارے لوگ۔

میرا اس کتاب کو لکھنے کا جو سب سے بڑا مقصد تھا وہ یہ کہ وہ روحانی متلاشیان حق جن کو راستہ نہیں ملایا مگر وہ اس کے ذکر و ذکر کے بعد بھی وہ اندھے ہیں تو گھبرا گئیں نہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے من کا اندھیرا دور کیا اسی طرح

وقت احساس ہوتا ہے کہ میرے دلیر میرے خدا پاک نے ایک لمحے کے لیے میری طرف دیکھا۔ میرے اوپر کرم کا خیال میری ساری تھکاوٹ دور کرتا ہے اور میری ہنسی دوبارہ چارچ ہو جاتی ہے۔

کیونکہ میری عبادت و ذکر کا ذرا اس قابل نہیں ہیں کہ میرا اللہ مجھے اس درجہ کی عزت سے نوازے تو جب وہ لوگ ہیں اور گناہوں کے باد ویرانے سے آس و نالوں کو دکھوں سے نکالے ہے اور ان کی زندگیوں میں خوشیاں اور شادیاں میں ہمیشہ حماقت سے رو پڑتا ہوں اور شکرانے کے طور پر تکرار ہوتا ہوں۔ اگلے صفحات میں سارے کے سارے واقعات حقیقی ہیں اور وہ لوگ زندہ ہیں۔ ان کا فسانہ سمجھ کر نہ پڑھنے کا بلکہ ذرا لچل لال کا کرم خالص سمجھ کر نہ پڑھنے کا اصل ہدف وہ روحانی طالب علم اور متلاشیان حق ہیں جو بددلی کی شوگرین کھا کر تھک گئے ہیں اور روحانی سڑکوں پر گمراہ کی تصوف اور روحانیت کو خیال باتیں سمجھ کر فراموش کر دیا ہے۔ وہ اس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ اگر کوئی بھی ساکب دروازے پر دستک دیتا ہے غلطی سے نہایت کے ساتھ تو ایک دن دروازہ کھل جاتا ہے۔ آخر آپ منزل پا جاتے ہیں۔

پہلا روحانی علاج یاد

قارئین کے لیے یہ بات انتہائی حیرت کی ہوگی کہ میں نے کتنے بڑے ذکر و ذکر کر رہا تھا اور میرا کبھی کوئی نکتہ کسی کو دم یاد روحانی علاج نہ کیا تھا اور نہ ہی ارادہ تھا بلکہ میں دم کے بہت خلاف تھا کہ اس میں صرف نفسانی عمل ہوں گے دم یاد روحانی علاج کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حقیقت ہے۔

انسان کی عقل ہمیشہ سے ناقص اور کمزور ہے اور رب ذوالجلال کی ہمیشہ تسل اور ٹھیک ہے۔ بندہ سوچتا ہے اور رب کچھ اور میرے منصوبے کچھ تھے اور میرے رب کے کچھ اور ہوتا تھا ہے جو رب اس کا ناکام مالک چاہتا ہے۔

میں جو شروع سے دم اور روحانی علاج کے خلاف تھا اب فطرت نے مجھ سے بھی یہی کرنا تھا کیونکہ میرا دم کوئی نہیں تھا جو مجھے سمجھاتا تھا یہاں بھی فطرت نے اپنا کردار ادا کیا اور مجھے روحانی علاج یاد دیا۔ یہاں میں عرض کرتا ہوں کہ میری طرف دیکھ کر باتیں اُس کے سامنے جا کر کارک گیا میں یا حسی یا قیوم کا دروازہ کھل گیا کیونکہ میری مخالفت فرماتا۔

[illegible]

اس نے میرے ہاتھ ہوئے طریقے پر ذکر اذکار شروع کر دیئے۔ ایک ہفتے بعد اس کا کون آیا کیا کس دن اس کو لے ہوئی کا دورہ نہیں چڑا۔ میرے لیے بہت خوشگوار حیرت والی خبر تھی۔ اسی طرح ایک ماہ گزر گیا اور وہ اس کے اسی تک بے ہوشی سے محفوظ تھا۔ کیونکہ وہ بھی کبھی مرضی کو دوائی بالکل نہیں کھا رہا تھا۔ ڈاکٹر کو اس نے اس کے روحانی علاج شروع کر دیے۔ کیونکہ سکھو ڈاکٹر اس کیس میں ذاتی دلچسپی سے لے رہا تھا۔ جب ایک ماہ صحت کے بعد اس نے ڈاکٹر کو اس کے مبتدل کے سامنے مرثیوں کو پیش کیا اور ان کو سنایا اور دکھایا کہ روحانی علاج کے بعد صواب ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر اس نے بہت سارے سوال کیے کیونکہ وہ ابھی تک بھی بیماری کی آہنی مانے کو تیار نہیں والے۔ اس نے اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لیے مرثیوں کو ان کے سامنے بٹھا دیا تھا۔ لیے چڑے سوال و جواب کے دوران اس کے مبتدل ماننے کو تیار نہیں تھا جبکہ سکھو ڈاکٹر بصورت میں انہیں منانا چاہتا تھا۔ اسی دوران ڈاکٹر اس کے لیے کہا کہ میری پاکستان میں اس روحانی علاج سے بات کرائی جائے جس نے اس مرثیوں کا روحانی علاج میری بات سکھو ڈاکٹر سے کرائی تھی تو ڈاکٹر نے بہت عقیدت اور احترام سے پنجابی میں بات کی اور یہ بھی کہا کہ اگر ابھی تک روحانی علاج کو ماننے سے انکاری ہیں۔ کوئی ثبوت یا مثال مانگ رہے ہیں۔ اب مجھے بالکل راضی تھی کہ میں کون سا ثبوت دوں۔ میں نے بلاسو سے کچھ بیڑ ڈاکٹر کا نام پوچھا تو انہوں نے میری اس بیڑ بھڑکائی۔ اس نے اپنا اپنا بیڑ کا نام بتا تو اس کا ایک میرے دماغ میں ایک خیال بار بار آئے۔ لگا اور میں نے

175

کشفی صلاحیتوں کی بیداری

اکثر اوقات میری پوری کوشش کے بعد بھی خاموشی رہتی ہے جبکہ اکثر اوقات خبریں اطلاعات پوری کی روحانی دوازیں کس طرح میرے دل و دماغ پر وارد ہوتی ہیں۔ یہاں پر میں مختصر کچھ ایسے واقعات بتاتا ہوں جو عام ساتھ بیٹے باقی کسی ان کی اور کتاب میں تفصیل ماناؤں گا۔

177

اس مخالف سے مشتق کرنا انسانی فطرت میں ہے اور ہر انسان زندگی میں کبھی نہ کبھی عشق ضرور کرتا ہے۔ میرے پاس ایک لڑکا تھا جو ان لڑکوں میں سے تھا جسے ایک دوسرے سے دیوانہ وار عشق کرتے تھے۔ گھر والوں کی شدید مخالفت کے باوجود وہ گھر سے بھاگ کر شادی کر لی یا گھر والوں کو اتنا زیادہ مجبور کیا کہ وہ شادی کروانے پر مجبور ہو گئے۔ بہت دن بعد لڑکا اور جوان بھی حساب گوارے آئے اور جب میں نے کہا کہ تم دونوں کے مزاج شرق و مغرب ہیں، بالکل نہیں ملنا اور اگر تم شادی کرو گے تو چند مہینے بھی چلے گی تو عشق کے اندر سے جذبات میں ڈوبے ہوئے نو جوان مجھے چٹخ چٹخ کر کہنے لگا کہ ہم ہم ثابت کریں گے کہ ہم سچا اور حقیقی پیار کرتے ہیں اور یہ پیار شادی کے بعد ہماری موت تک جاری رہے گا۔ لیکن شادی کے بعد جب عشق کا نبوت دماغوں سے اترا اور زندگی کی سخت حقیقتوں سے واسطہ پڑا تو عشق کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا بیڑہ گئے اور کچھ جوڑے صرف اس لیے چلتے رہے کہ اب جب گھر اور خاندان والوں کی مخالفت کے باوجود شادی کی ہے تو بھگتا توڑنے کی، اب گھر والوں کو کیا منہ دکھائیں گے، یا کچھ لڑکیاں جب عشق کی شادی نا کام ہوگی تو ان کی اور شادی یا ملک چھوڑ کر چلی گئیں۔ جب ایسے جوڑوں پر عشق سوار ہوتا ہے تو یہ کسی کی بھی بات ماننے پر تیار نہیں ہوتا۔ ان کا لہجہ ہی صراحتاً مستقیم دکھائے دیتا ہے کہ یہ کسی کی بھی کنٹرول میں نہیں رہتے اور اپنی مرضی کر کے چھوڑتے ہیں۔

شادی سے پہلے تو عشق و محبت کی داستانیں عام ہیں لیکن شادی کے بعد اگر کسی میاں بیوی میں عشق و محبت نظر

میں نے دونوں میاں بیوی کو بٹھا لیا، پاسٹری، بکرم، اعداد اور مراعات میں بہت دیر چیک کرنے کے بعد میں پروفیسر صاحب سے ایک لے جا کر جب طلاق اور طلاق کے بارے میں بتا یا وہ بھی ڈرتے ڈرتے، کیونکہ میں کبھی جتنوں کا عشق دیکھ چکا ہوں جب میں نے پروفیسر صاحب سے یہ گفتا فی تو انھوں نے بھاڑ کھانے والی نظروں سے مجھے دیکھا مجھے میرے سہیل سنگھ آگ آئے ہوں یا میں نے ان کی شلوار تادی ہو یا میں کوئی پاگل ہوں۔ کہنے لگے: نہیں تم پاگل ہو مگر اس قسم کی توجیحات سے تم پاگل ہو چکے ہو شاید ہماری شاندار ازدواجی زندگی سے حسد کر رہے ہو۔

بہر حال میں نے انھیں جدائی کا سال بھی بتایا۔ انہوں نے شرط لگائی کہ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ بہر حال میں انھیں کہا کہ اگر آپ کی طلاق نہ ہوئی تو مجھے بہت خوش ہوگی کہ یہ مراقات اور پاسٹری سب فراہم ہے۔ پروفیسر صاحب مجھے چٹخ چٹخ کر کے رات گزار کے چلے گئے۔ اس کے بعد بھی جب کبھی میں نے میرا شہزادہ مذاق کرتے کہ یہ پاگل میری طلاق کا ڈکھائی کرتا ہے۔

چند سال بعد میں لاہور آ کر یہاں کی زندگی میں مصروف ہو گیا لیکن یہ کہیں میرے ذہن میں محفوظ تھا اور اب بھی کہ یہ کبھی بھٹ نکلتا اور طلاق نہ ہو۔

ایک دن میں لوگوں میں حسب معمول گھر آ رہا تھا کہ ایک مجھے پروفیسر صاحب نظر آئے، وہ لوگوں سے جدا ہو کر چلے گئے۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو میں تیزی سے ان کی طرف بھاگا مگر خیریت ہے، کیا حال ہے، آپ خیر ہیں؟

آئے تو واقعی نامکمل اور اس دن سے باہر کی بات ہوتی ہے کیونکہ میں نے بارہ سال مری میں گزارے ہیں جہاں ایک مقام ہے۔ اس لیے یہ شہر شادی شدہ جوڑے ہمارے پاس آتے۔ ان میں زیادہ تر نئے نئے شادی شدہ جوڑے جو کبھی جتنوں کی زندگی تو صرف نظر ہے لیکن شادی کے چند مہینوں بعد ہی امریکائی اور کانگریسی نظر آتے۔

یہاں جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس جوڑے کی شادی کو پانچ سال ہو چکے تھے اور ان کی بات کے برعکس دن کے ساتھ ان کے عشق و محبت کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا بلکہ یہ جوڑا اپنے خاندان اور دوستوں میں ایک مثالی رومانوی جوڑے کے نام پر مشہور تھا۔

ان دونوں میں مری میں تھا کیونکہ مری ایک سیاسی مقام ہے اس لیے وہاں سارا سال مہمان آتے رہتے۔ ایک دن میرے ایک کاپیٹل فیلڈ کا فون آیا کہ اس کے شہر سے تقریباً پانچ سو میل کے لیے مری آ رہے ہیں۔ تین دنوں میں میرے گھر آئے۔ اس کے بعد سوا چلے جائیں گے۔ اس نے خاص طور پر کہا کہ تمام بندوں کو باطل بھڑا دیا گیا ہے میں نے ایک بھولا نامی اس کا پیار قرار دیا۔ وہ اپنی بیوی کو کبھی ساتھ لے کر آ رہا ہے، اس نے دوستوں کے ساتھ آئے انکار کر دیا تھا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ دوست اس کی مکروری سے واقف تھے کہ یہ اپنی بیوی کا پورا شاندار عاقل عاشق ہے۔

کے بغیر ایک ہی بیوی نہیں رہ سکتا۔ اس لیے انھوں نے خصوصی طور پر مجھے فون کر لیا کہ اس کی سبلی جینوں کو میں اپنے گھر میں کر دوں، باقی گروپ کو باطل میں بھڑا دیا، لہذا میں نے انھیں اپنے گھر میں گھر میں گیسٹ روم تیار کر دیا۔ مقررہ دن کا لوگ آ گئے۔ تمام لوگ باطل میں بھڑکے لیکن بھولا صاحب، ان کا اس بکھراؤ تھا اور یہ ان کا ایک نیم تھا۔ وہ گھبرائے اور پریشان سے میرے پاس آئے کہ جناب مجھے لیڈ بزنس جوکر چاہیں گے میری بیوی پہاڑی راستوں پر چلنے کی عادی نہیں ہے اس لیے ایسے شوڈ دیں جو پہاڑی راستوں میں بھی آسانی سے سکیں۔ میں نے جین پہاڑی پہن کر جو اس کے سامنے رکھے۔ وہ سارے ہی لے کر چلے گئے تو میں نے پوچھا، ایک دن جاؤں تو وہ بھولا بھٹکے ہوئے اس کو سنا پند آئے۔ اس لیے سارے ہی لے کر جا رہا ہوں۔ وہ جلدی جلدی جوتے لے کر گیا۔ اس کی حرکت سے لگ رہا تھا کہ کسی عظیم مشن پر ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کندھے پر بیگ لٹکے بیوی کا ہاتھ پکڑ کر نظر آیا۔ وہ بہت دھیان سے اسے لا رہا تھا کہ کبھی وہ گرتے جائے اور اسے چوٹ نہ لگ جائے۔ جب وہ قریب آئے اس نے اس کی بیوی کو دیکھا، وہ عام شکل و صورت کی درمیانی عمر کی عورت تھی۔ سلام دعا کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں گھس گیا تھوڑی دیر بعد باہر نکلا تو بھولا، اسے سفر کی وجہ سے وہ تھک گئی ہے، اس لیے میں نے اسے جوں و میوہ ملا دیے۔ اب میں دوستوں کے پاس جا رہا ہوں۔ جیسے ہی یہ بات سنی گئی، میں واپس آ جاؤں گا۔ میں اس کو حیرت اور شہس سے دیکھ رہا تھا۔ میرے دوست نے ان دونوں کی جو عیشیہ لوسٹوری مجھے بتائی تھی وہ وہی نظر آ رہا تھا کیونکہ یہ لوگ رات کی رات سڑکوں کے آگے تھے، اس لیے بیوی تقریباً چھ گھنٹے آرام سے سوئی۔ بھولا صاحب چھ گھنٹے سے پہلے ہی آ کر کھانا کی فرمائش کر رہے تھے کہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی جائے وغیرہ تیار ہوئی چاہے، لہذا وہ چائے اور بسکٹ وغیرہ لے کر آیا۔ میں ان دونوں گھس گیا تھا، اس لیے میں نے اسے کہا کہ لیکن میں ہر چیز موجود ہے۔ آپ اپنی بیوی سے کہا

کرتا جتنی میں کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کی اندر محبت دیکھ چکا تھا اس لیے مجھ میں حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ کس طرح اصل بات بتاؤں۔ یہاں میرا تانا بے حد متحرک صرف یہ تھا کہ اگر مجھ سے کسی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ یاد آئے کہ اسے محبوب بیوی کو طلاق دینا پڑے تو Avoid کر جائے۔ کیونکہ اگر بھولا پہلے سے یہ جانتا ہوگا کہ میری زندگی میں کوئی گھڑی کی صورت حال آ سکتی ہے تو وہ تھیں تھیں جائے اور طلاق نہ دے۔ کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ یہ ہو سکتا ہے تو وہ کوئی زندگی راستہ نکال سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے بہت زیادہ دکھ ہو رہا تھا کہ وہ زمین کے سب سے بڑے مثالی اور شادی شدہ جوڑے کا یہ انجام ہونے جا رہا ہے، کیونکہ اگر یہ حادثہ نہ ہو تو مجھے بہت زیادہ خوش ہوگی۔ میں نے اسے اس کے بوجھ لے کر انھوں میں بھگتا بھگتے ہوئے کہا کہ تم کبھی اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ سکتے ہو تو وہ ہنس نکلیں۔ مجھے پوری دنیا کے خزانے اور بادشاہت مل جائے تو میں نہیں بھوک مار دوں۔ اگر میری جان دے کر بھی میری جان بچائی جائے تو میں اپنی جان دے دوں گا۔ مجھے تو اپنی اس بات پر تانم رہتا کیونکہ ایک دن ایسا آئے والا ہے۔ میں نے اسے اس کے آگے قدم اٹھانے کی جان لینے کی کوشش کر دی اور تم اپنی بیوی کے ساتھ لڑائی بھگتا نہیں کرو گے کہ وہ دے دے۔ آخر کار محبت کے میں نے یہ بات دینا کے عظیم ترین عاشق خاوند سے کہہ دی۔ یہ بات کرنے کے بعد مجھ سے کسی بھی رد عمل کے لیے تیار تھا کہ کتنا حق و باطل ہے۔

کرتا جتنی میں کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کی اندر محبت دیکھ چکا تھا اس لیے مجھ میں حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ کس طرح اصل بات بتاؤں۔ یہاں میرا تانا بے حد متحرک صرف یہ تھا کہ اگر مجھ سے کسی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ یاد آئے کہ اسے محبوب بیوی کو طلاق دینا پڑے تو Avoid کر جائے۔ کیونکہ اگر بھولا پہلے سے یہ جانتا ہوگا کہ میری زندگی میں کوئی گھڑی کی صورت حال آ سکتی ہے تو وہ تھیں تھیں جائے اور طلاق نہ دے۔ کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ یہ ہو سکتا ہے تو وہ کوئی زندگی راستہ نکال سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے بہت زیادہ دکھ ہو رہا تھا کہ وہ زمین کے سب سے بڑے مثالی اور شادی شدہ جوڑے کا یہ انجام ہونے جا رہا ہے، کیونکہ اگر یہ حادثہ نہ ہو تو مجھے بہت زیادہ خوش ہوگی۔ میں نے اسے اس کے بوجھ لے کر انھوں میں بھگتا بھگتے ہوئے کہا کہ تم کبھی اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ سکتے ہو تو وہ ہنس نکلیں۔ مجھے پوری دنیا کے خزانے اور بادشاہت مل جائے تو میں نہیں بھوک مار دوں۔ اگر میری جان دے کر بھی میری جان بچائی جائے تو میں اپنی جان دے دوں گا۔ مجھے تو اپنی اس بات پر تانم رہتا کیونکہ ایک دن ایسا آئے والا ہے۔ میں نے اسے اس کے آگے قدم اٹھانے کی جان لینے کی کوشش کر دی اور تم اپنی بیوی کے ساتھ لڑائی بھگتا نہیں کرو گے کہ وہ دے دے۔ آخر کار محبت کے میں نے یہ بات دینا کے عظیم ترین عاشق خاوند سے کہہ دی۔ یہ بات کرنے کے بعد مجھ سے کسی بھی رد عمل کے لیے تیار تھا کہ کتنا حق و باطل ہے۔

کرتا جتنی میں کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کی اندر محبت دیکھ چکا تھا اس لیے مجھ میں حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ کس طرح اصل بات بتاؤں۔ یہاں میرا تانا بے حد متحرک صرف یہ تھا کہ اگر مجھ سے کسی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ یاد آئے کہ اسے محبوب بیوی کو طلاق دینا پڑے تو Avoid کر جائے۔ کیونکہ اگر بھولا پہلے سے یہ جانتا ہوگا کہ میری زندگی میں کوئی گھڑی کی صورت حال آ سکتی ہے تو وہ تھیں تھیں جائے اور طلاق نہ دے۔ کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ یہ ہو سکتا ہے تو وہ کوئی زندگی راستہ نکال سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے بہت زیادہ دکھ ہو رہا تھا کہ وہ زمین کے سب سے بڑے مثالی اور شادی شدہ جوڑے کا یہ انجام ہونے جا رہا ہے، کیونکہ اگر یہ حادثہ نہ ہو تو مجھے بہت زیادہ خوش ہوگی۔ میں نے اسے اس کے بوجھ لے کر انھوں میں بھگتا بھگتے ہوئے کہا کہ تم کبھی اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ سکتے ہو تو وہ ہنس نکلیں۔ مجھے پوری دنیا کے خزانے اور بادشاہت مل جائے تو میں نہیں بھوک مار دوں۔ اگر میری جان دے کر بھی میری جان بچائی جائے تو میں اپنی جان دے دوں گا۔ مجھے تو اپنی اس بات پر تانم رہتا کیونکہ ایک دن ایسا آئے والا ہے۔ میں نے اسے اس کے آگے قدم اٹھانے کی جان لینے کی کوشش کر دی اور تم اپنی بیوی کے ساتھ لڑائی بھگتا نہیں کرو گے کہ وہ دے دے۔ آخر کار محبت کے میں نے یہ بات دینا کے عظیم ترین عاشق خاوند سے کہہ دی۔ یہ بات کرنے کے بعد مجھ سے کسی بھی رد عمل کے لیے تیار تھا کہ کتنا حق و باطل ہے۔

میری طرف خالی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں غصہ اور وحشت آنی شروع ہو گئی تھی۔ غصہ اور نفرت سے اس کا جسم کانپنا شروع ہو گیا۔ وہ انتہائی غصے اور بھڑائی ہوئی آواز میں بولا کہ پروڈیوسر صاحب! میں نے تین دن ہمیں اپنے گھر بھان کر رکھا ہوتا تو یقیناً آج آپ کی جان لے لیتا اور دوبارہ اگر پروڈیوسر صاحب آپ ایسی کھواس کی تو میں آپ کے ساتھ بہت برا کروں گا۔ میں نے فوری طور پر Sony کیا اور بہت پیارا اور آرام سے میں بھی یہ نہیں چاہتا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ اگر کبھی بھی ایسا موقع آئے تو تم طلاق نہ دینا۔ بھولا جی آپ کو بتانے کا صرف اور صرف یہ تھا کہ میں آپ دونوں کی مدد کر سکوں۔ ورنہ مجھے تو خود آپ دونوں سے مل کر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ بھولے کے حکم پر شہادت چن بات سے لرزہ طاری تھا اور وہ توہم آلود نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن میری وضاحت اور سوری کے بعد وہ کچھ تامل ہوا اور بولا، پروڈیوسر صاحب میں یہ پاسپورٹ اور روحانیت کو پاگل نہیں بلانا۔ یہ سب غلط کھواس ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ آپ پروڈیوسر صاحب چارہ ہادی بات کرتے ہیں، میں چھ ماہ بعد آپ کے پاس آؤں گا۔ ثابت کروں گا کہ آپ اور آپ کا سارا طرم و قیرہ بھوٹ ہے۔ بہر حال بھولا مجھے چیلنج کر کے اپنی لاڈلی اور محبوب بیوی کر چلا گیا۔ یہاں سے یہ لوگ سوات چلے گئے اور وہاں میرا قیرہ کر کے یہ لوگ واپس خیریت سے اپنے گھر واپس گئے۔ میں نے اپنی دائری میں اندازاً تاریخ نوٹ کر لی۔ جب یہ حادثہ بلکہ زلزلہ ہونے کا خطرہ تھا۔

ایک دن کی دہن

یہ واقعہ بھی ایسا ہے جس نے مجھے ہلاک رکھا یا بلکہ ڈیڑھ سال تک رہا۔ ان دنوں میں میری میں ہی تھا۔ علم اعداد،

میری طرف خالی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں غصہ اور وحشت آنی شروع ہو گئی تھی۔ غصہ اور نفرت سے اس کا جسم کانپنا شروع ہو گیا۔ وہ انتہائی غصے اور بھڑائی ہوئی آواز میں بولا کہ پروڈیوسر صاحب! میں نے تین دن ہمیں اپنے گھر بھان کر رکھا ہوتا تو یقیناً آج آپ کی جان لے لیتا اور دوبارہ اگر پروڈیوسر صاحب آپ ایسی کھواس کی تو میں آپ کے ساتھ بہت برا کروں گا۔ میں نے فوری طور پر Sony کیا اور بہت پیارا اور آرام سے میں بھی یہ نہیں چاہتا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ اگر کبھی بھی ایسا موقع آئے تو تم طلاق نہ دینا۔ بھولا جی آپ کو بتانے کا صرف اور صرف یہ تھا کہ میں آپ دونوں کی مدد کر سکوں۔ ورنہ مجھے تو خود آپ دونوں سے مل کر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ بھولے کے حکم پر شہادت چن بات سے لرزہ طاری تھا اور وہ توہم آلود نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن میری وضاحت اور سوری کے بعد وہ کچھ تامل ہوا اور بولا، پروڈیوسر صاحب میں یہ پاسپورٹ اور روحانیت کو پاگل نہیں بلانا۔ یہ سب غلط کھواس ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ آپ پروڈیوسر صاحب چارہ ہادی بات کرتے ہیں، میں چھ ماہ بعد آپ کے پاس آؤں گا۔ ثابت کروں گا کہ آپ اور آپ کا سارا طرم و قیرہ بھوٹ ہے۔ بہر حال بھولا مجھے چیلنج کر کے اپنی لاڈلی اور محبوب بیوی کر چلا گیا۔ یہاں سے یہ لوگ سوات چلے گئے اور وہاں میرا قیرہ کر کے یہ لوگ واپس خیریت سے اپنے گھر واپس گئے۔ میں نے اپنی دائری میں اندازاً تاریخ نوٹ کر لی۔ جب یہ حادثہ بلکہ زلزلہ ہونے کا خطرہ تھا۔

میں اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا لیکن کبھی بھلا مجھے بھولا اور اس کی بیوی کی دیوانہ وار محبت بہت یاد آتی جب بھی کی شادی شدہ جوڑامری ہمارے ہاں آتا تو مجھے کسی اور ہی سیارے کی مخلوق بھولا اور اس کی بیوی بھی یاد آتا اور میں اس انتظار میں تھا کہ اللہ کرے وہ ناظم خیریت سے گزر جائے اور میں بھی ریلیکس ہو جاؤں کہ یہ سب اندازے

پاسپورٹ اور علم نجوم کی بے شمار مٹکی وغیرہ کی کتابیں پڑھنے کے بعد اب میں لوگوں کے ہاتھ بہت شوق سے دیکھتا ہوں۔ تعالیٰ نے مجھے بہت اچھی یادداشت دی تھی اس لیے میں جس سے بھی ملتا تو تجربہ کرتا کہ ان تاریخ پیدائش اور ہاتھ ترقیات میرے دماغ میں محفوظ ہو جاتیں اور میں نے اپنے دماغ میں مختلف گروپس بنا رکھے تھے کہ گروپ نمبر دو کے لوگوں کا یہ مزاج اور حالات و واقعات ہوتے ہیں۔ عرصہ دراز کے مراقبہ، ذکر و کار اور روحانی بات کے نتیجے میں اکثر اوقات سے پناہ بخشی صلاحیتوں کا احساس ہوتا اور جو کچھ معلومات ایسی حالت میں میرے شعور ہوتیں، ان کی صداقت دیکھ کر میں بھی اکثر حیرت رہ جاتا۔ یہ واقعہ بھی ایسے ہی واقعات میں سے ایک ہے۔

یہ میرے ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ میں اپنے دوست احباب میں پاسٹ اور صوفی کے نام سے مشہور تھا۔ اس لیے مجھے اکثر شادیوں یا دوسرے تفریبات میں جب بھی بلایا جاتا تو ایک لالچ یہ بھی ہوتا کہ حساب لیں گے۔ میرے بچپن کے ایک دوست کا نوں آیا کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی شادی ہے اور اتفاق سے تمہارا اسلام آباد میں ہے۔ بھئی صاحب آپ نے ہر صورت میں آنا ہے۔ میرے چند رشتہ داروں نے بھی آپ سے ملانے میں شادی کا ذرا کوشش کی ہے۔ میری عزت کا سوال ہے، اس لیے ضرور آنا۔ کیونکہ وہ میرا بچپن کا دوست تھا۔ اس لیے میں اور میرا ایک دوست ہم دونوں مترہ و دن اسلام آباد شادی ہاں میں ملنے گئے۔ شادی ہاں میں مجھ سے ملنے کے بعد میرے دوست کے رشتہ دار موجود تھے اور شہادت سے میرا انتظار کر رہے تھے، لہذا میں نے ان سے گپ شپ شروع کر دی۔ کیونکہ میں پچھلے دن سے آج تک اُمید لدا معاوضہ یہ کام کرتا ہوں تو ہر کوئی چپچہ پڑ جاتا ہے، لہذا میں اپنی فطری رواداری کی وجہ سے سب سے مل رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے جواب بھی دے رہا تھا۔

اسی دوران نکاح بھی ہو گیا اور نکاح کے بعد دہن کو شادی ہاں میں لایا گیا۔ اب جب بھی دہن کو شادی ہاں میں لایا جاتا ہے تو ہر کوئی اُس کو بڑے شوق سے دیکھتا ہے۔ میں بھی دیکھنا شروع ہو گیا۔ دہن اپنی بیسیوں اور رشتہ داروں ہمراہ آہستہ آہستہ شہر کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں پر دولہا بھائی اُس کا شہادت اور دولہا نہ سنے انتظار کر رہے تھے۔ ہاں میں موجود تمام لوگوں کی نظریں اُن کی دائیں پر مرکوز تھیں جو عروسی جوڑے اور زورات میں خوبصورت لگ رہی تھی۔ جیسے جیسے دہن میرے قریب سے گزری تو شادی میری جھٹی حس بیدار ہو گئی یا کشتی یونٹ آں ہو گیا۔ میں بڑے اٹھناک دہن کو دیکھ رہا تھا اور دعا بھی دے رہا تھا کہ جوڑی کو اللہ نظر بد سے بچائے اور کامیاب ازدواجی زندگی گزاریں۔ ایک دم میرے دل و دماغ میں ایک خیال نکلی کے کون سے کی طرح پکا کہ یہ شادی نہیں چلتی۔ یہ فلاپ شادی ہے اور خطرہ یہ ہے کہ شادی شاید چند گھنٹوں میں ہی ٹوٹ جائے۔ میں نے اس خیال کو دماغ سے فوری جھٹک دیا کہ یہ میرا دہم ہے، پاگل کی خاموشی ہے۔ میں ہر بات پر تنکا بازی شروع کر دیتا ہوں۔ over thinking کی وجہ سے میں ہر ٹھیک بات میں بھی خاموش تلاش کرتا ہوں لیکن چند گھنٹوں کی دہن بار بار یہ آ رہا تھا کہ یہ شادی نہیں چلتی، یہ فلاپ ہوگی۔ میں انہی سوچوں اور افکار میں گم تھا کہ دہن صاحب کا رشتہ چھوٹا تھا۔ دولہا بھائی نے بہت محبت اور گرم جوش سے دہن کا استقبال کیا۔ دہن کے

پاسپورٹ اور علم نجوم کی بے شمار مٹکی وغیرہ کی کتابیں پڑھنے کے بعد اب میں لوگوں کے ہاتھ بہت شوق سے دیکھتا ہوں۔ تعالیٰ نے مجھے بہت اچھی یادداشت دی تھی اس لیے میں جس سے بھی ملتا تو تجربہ کرتا کہ ان تاریخ پیدائش اور ہاتھ ترقیات میرے دماغ میں محفوظ ہو جاتیں اور میں نے اپنے دماغ میں مختلف گروپس بنا رکھے تھے کہ گروپ نمبر دو کے لوگوں کا یہ مزاج اور حالات و واقعات ہوتے ہیں۔ عرصہ دراز کے مراقبہ، ذکر و کار اور روحانی بات کے نتیجے میں اکثر اوقات سے پناہ بخشی صلاحیتوں کا احساس ہوتا اور جو کچھ معلومات ایسی حالت میں میرے شعور ہوتیں، ان کی صداقت دیکھ کر میں بھی اکثر حیرت رہ جاتا۔ یہ واقعہ بھی ایسے ہی واقعات میں سے ایک ہے۔

یہ میرے ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ میں اپنے دوست احباب میں پاسٹ اور صوفی کے نام سے مشہور تھا۔ اس لیے مجھے اکثر شادیوں یا دوسرے تفریبات میں جب بھی بلایا جاتا تو ایک لالچ یہ بھی ہوتا کہ حساب لیں گے۔ میرے بچپن کے ایک دوست کا نوں آیا کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی شادی ہے اور اتفاق سے تمہارا اسلام آباد میں ہے۔ بھئی صاحب آپ نے ہر صورت میں آنا ہے۔ میرے چند رشتہ داروں نے بھی آپ سے ملانے میں شادی کا ذرا کوشش کی ہے۔ میری عزت کا سوال ہے، اس لیے ضرور آنا۔ کیونکہ وہ میرا بچپن کا دوست تھا۔ اس لیے میں اور میرا ایک دوست ہم دونوں مترہ و دن اسلام آباد شادی ہاں میں ملنے گئے۔ شادی ہاں میں مجھ سے ملنے کے بعد میرے دوست کے رشتہ دار موجود تھے اور شہادت سے میرا انتظار کر رہے تھے، لہذا میں نے ان سے گپ شپ شروع کر دی۔ کیونکہ میں پچھلے دن سے آج تک اُمید لدا معاوضہ یہ کام کرتا ہوں تو ہر کوئی چپچہ پڑ جاتا ہے، لہذا میں اپنی فطری رواداری کی وجہ سے سب سے مل رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے جواب بھی دے رہا تھا۔

اسی دوران نکاح بھی ہو گیا اور نکاح کے بعد دہن کو شادی ہاں میں لایا گیا۔ اب جب بھی دہن کو شادی ہاں میں لایا جاتا ہے تو ہر کوئی اُس کو بڑے شوق سے دیکھتا ہے۔ میں بھی دیکھنا شروع ہو گیا۔ دہن اپنی بیسیوں اور رشتہ داروں ہمراہ آہستہ آہستہ شہر کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں پر دولہا بھائی اُس کا شہادت اور دولہا نہ سنے انتظار کر رہے تھے۔ ہاں میں موجود تمام لوگوں کی نظریں اُن کی دائیں پر مرکوز تھیں جو عروسی جوڑے اور زورات میں خوبصورت لگ رہی تھی۔ جیسے جیسے دہن میرے قریب سے گزری تو شادی میری جھٹی حس بیدار ہو گئی یا کشتی یونٹ آں ہو گیا۔ میں بڑے اٹھناک دہن کو دیکھ رہا تھا اور دعا بھی دے رہا تھا کہ جوڑی کو اللہ نظر بد سے بچائے اور کامیاب ازدواجی زندگی گزاریں۔ ایک دم میرے دل و دماغ میں ایک خیال نکلی کے کون سے کی طرح پکا کہ یہ شادی نہیں چلتی۔ یہ فلاپ شادی ہے اور خطرہ یہ ہے کہ شادی شاید چند گھنٹوں میں ہی ٹوٹ جائے۔ میں نے اس خیال کو دماغ سے فوری جھٹک دیا کہ یہ میرا دہم ہے، پاگل کی خاموشی ہے۔ میں ہر بات پر تنکا بازی شروع کر دیتا ہوں۔ over thinking کی وجہ سے میں ہر ٹھیک بات میں بھی خاموش تلاش کرتا ہوں لیکن چند گھنٹوں کی دہن بار بار یہ آ رہا تھا کہ یہ شادی نہیں چلتی، یہ فلاپ ہوگی۔ میں انہی سوچوں اور افکار میں گم تھا کہ دہن صاحب کا رشتہ چھوٹا تھا۔ دولہا بھائی نے بہت محبت اور گرم جوش سے دہن کا استقبال کیا۔ دہن کے

بتا دینا پڑا جیسا ہوگا۔ میں بھی مسکرا دیا۔ اس کے بعد میں نے کہا، "ہاں، لیکن اس کے لیے مجھے دہن کا ہاتھ بھی دیکھنا پڑے گا۔" اس نے دہن سے کہا۔ دکھاؤ لیکن دہن خود اس کا ہاتھ بکلا اور اس کے ہاتھ Full ہند کی ہی لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو مجھے وہ نظر آ گیا جس کی میں تلاش میں تھا۔ دست شامی سے دلچسپی رکھنے والے معمولی طالب علم کی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ لڑکی کو تیار ہے یا شادی شدہ دہن کا ہاتھ دیکھ کر شدید چپکا چکا کیونکہ وہ کوئی نہیں تھی۔ اس کی تاریخ پیدائش اور ہاتھ بتا رہا تھا کہ آج کی شادی ہو جائے گی۔ مجھے شدید دکھ بھی ہوا تھا کہ اس ایسا نہ ہو بلکہ یہ سارا میرا دہم ہو اور یہ شادی کامیاب ہو۔ اس کے بعد آج بھی باتیں کرنے کے بعد میں اور میرا دوست دولہا دہن کو دعا میں دیتے ہوئے سچے سے بیٹھے آئے لیکن دماغ میں ایک بھوچال آیا ہوا تھا۔ میں حد سے زیادہ پریشان ہو چکا تھا کہ یہ نہیں دہن والے فرماؤ، دھوکا کر رہے ہیں۔ وہ میرا دوست میرے چہرے کے تاثرات کو بھاپ چکا تھا۔ وہ مجھے ایک سائیل پر لے گیا اور بولا "یار کیا ہاں"

بتا دینا پڑا جیسا ہوگا۔ میں بھی مسکرا دیا۔ اس کے بعد میں نے کہا، "ہاں، لیکن اس کے لیے مجھے دہن کا ہاتھ بھی دیکھنا پڑے گا۔" اس نے دہن سے کہا۔ دکھاؤ لیکن دہن خود اس کا ہاتھ بکلا اور اس کے ہاتھ Full ہند کی ہی لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو مجھے وہ نظر آ گیا جس کی میں تلاش میں تھا۔ دست شامی سے دلچسپی رکھنے والے معمولی طالب علم کی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ لڑکی کو تیار ہے یا شادی شدہ دہن کا ہاتھ دیکھ کر شدید چپکا چکا کیونکہ وہ کوئی نہیں تھی۔ اس کی تاریخ پیدائش اور ہاتھ بتا رہا تھا کہ آج کی شادی ہو جائے گی۔ مجھے شدید دکھ بھی ہوا تھا کہ اس ایسا نہ ہو بلکہ یہ سارا میرا دہم ہو اور یہ شادی کامیاب ہو۔ اس کے بعد آج بھی باتیں کرنے کے بعد میں اور میرا دوست دولہا دہن کو دعا میں دیتے ہوئے سچے سے بیٹھے آئے لیکن دماغ میں ایک بھوچال آیا ہوا تھا۔ میں حد سے زیادہ پریشان ہو چکا تھا کہ یہ نہیں دہن والے فرماؤ، دھوکا کر رہے ہیں۔ وہ میرا دوست میرے چہرے کے تاثرات کو بھاپ چکا تھا۔ وہ مجھے ایک سائیل پر لے گیا اور بولا "یار کیا ہاں"

تم کچھ پریشان ہو گئے ہو۔ خیر یہ نا کوئی مسئلہ نہیں۔ میں نے اس سے پہلا سوال یہ کیا کہ تازہ ریشہ کس سے تو دوہلا ہوا، میری بہن کی بیٹہ دوست نے ریشہ کر لیا ہے۔ میں نے اسے کہا، مجھے فوری طور پر اپنی بہن سے مل کر میرے کہنے پر وہ اپنی بہن کو جو ہم میں سے دوہلا کر میرے پاس لے آیا۔ اس کی بہن مجھے پہلے بھی کئی بار مل چکی تھی۔ دعا کے بعد میں نے دوست کی بہن سے پوچھا "بھائی ریشہ آپ نے کر لیا ہے، وہ آپ کو دے رہے ہیں۔" میرے دوست کی بہن والوں کو جانتی ہے؟ "تو وہ بولی "بھائی جان، ہم نے پوری تسلی کی ہے۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔" میرے دوست کی بہن خوش نظر آ رہی تھی کیونکہ بہن والوں نے اس کو کبھی جتنی تکلف کے ساتھ ساتھ سونے کے زیورات بھی دیے تھے۔ اپنے تھکن میں اور سونے کے تڑون میں گم خوشی سے پھولے نہیں سارے ہی تھے۔ وہ ہم دونوں کو یقین دلا کر واپس لوٹ کر طرف چلی گئی اور جاتے جاتے کہہ گئی "بھائی جان آپ کن چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ ہم نے اچھی طرح دیکھ بھال کر لیا ہے۔ آپ کو اگر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو وہ دماغ سے نکال دیں، ہم سب بہت خوش ہیں۔" اسی دوران میں میرے دوست کے ریشہ دار آ گئے جو مجھ سے ملنا چاہتے تھے، لہذا میں ان کے ساتھ مصروف ہو گیا لیکن میرے دل و دماغ میں کوئی ایک گئی تھی اور میں مطمئن نہیں ہوا تھا۔ ریشہ داروں سے ملنے کے بعد میں نے بھی اپنے دوست سے پچھنی مائی اور مری آ گیا۔

مری آ کر میں اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔ چند دن بعد میں نے اپنے دوست کو فون کیا اور پوچھا کہ بھائی شادی کسی جاری ہے تو وہ بولا "بالکل ٹھیک جاری ہے اور کوئی مسئلہ نہیں۔" میرا دوست مجھے سمجھانے لگا کہ باہر کے بارے میں اتنا خیال سوچتے ہو۔ ہر معاملے میں نا تک نہ ڈالو کرو۔ مجھے لگا، میرے دوست کو اس کے بھائی کی شادی کے بارے میں میری بچی بڑی لڑکی تھی اور وہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ مجھے لوگوں کے نئی معاملات میں دخل یا مداخلت نہیں چاہیے اور نہ ہی روحانیت اور علم نجوم قابل اعتبار ہے۔ یہ محض گنگے بازی اور اندازوں کا علم ہے اور حقیقت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ میرے دوست نے مجھے اس بار پھر دے ڈالا روحانیت اور علم پامسٹری وغیرہ کے خلاف۔ میرے دوست نے

میں نے اس سے پہلا سوال یہ کیا کہ تازہ ریشہ کس سے تو دوہلا ہوا، میری بہن کی بیٹہ دوست نے ریشہ کر لیا ہے۔ میں نے اسے کہا، مجھے فوری طور پر اپنی بہن سے مل کر میرے کہنے پر وہ اپنی بہن کو جو ہم میں سے دوہلا کر میرے پاس لے آیا۔ اس کی بہن مجھے پہلے بھی کئی بار مل چکی تھی۔ دعا کے بعد میں نے دوست کی بہن سے پوچھا "بھائی ریشہ آپ نے کر لیا ہے، وہ آپ کو دے رہے ہیں۔" میرے دوست کی بہن والوں کو جانتی ہے؟ "تو وہ بولی "بھائی جان، ہم نے پوری تسلی کی ہے۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔" میرے دوست کی بہن خوش نظر آ رہی تھی کیونکہ بہن والوں نے اس کو کبھی جتنی تکلف کے ساتھ ساتھ سونے کے زیورات بھی دیے تھے۔ اپنے تھکن میں اور سونے کے تڑون میں گم خوشی سے پھولے نہیں سارے ہی تھے۔ وہ ہم دونوں کو یقین دلا کر واپس لوٹ کر طرف چلی گئی اور جاتے جاتے کہہ گئی "بھائی جان آپ کن چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ ہم نے اچھی طرح دیکھ بھال کر لیا ہے۔ آپ کو اگر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو وہ دماغ سے نکال دیں، ہم سب بہت خوش ہیں۔" اسی دوران میں میرے دوست کے ریشہ دار آ گئے جو مجھ سے ملنا چاہتے تھے، لہذا میں ان کے ساتھ مصروف ہو گیا لیکن میرے دل و دماغ میں کوئی ایک گئی تھی اور میں مطمئن نہیں ہوا تھا۔ ریشہ داروں سے ملنے کے بعد میں نے بھی اپنے دوست سے پچھنی مائی اور مری آ گیا۔

مری آ کر میں اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔ چند دن بعد میں نے اپنے دوست کو فون کیا اور پوچھا کہ بھائی شادی کسی جاری ہے تو وہ بولا "بالکل ٹھیک جاری ہے اور کوئی مسئلہ نہیں۔" میرا دوست مجھے سمجھانے لگا کہ باہر کے بارے میں اتنا خیال سوچتے ہو۔ ہر معاملے میں نا تک نہ ڈالو کرو۔ مجھے لگا، میرے دوست کو اس کے بھائی کی شادی کے بارے میں میری بچی بڑی لڑکی تھی اور وہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ مجھے لوگوں کے نئی معاملات میں دخل یا مداخلت نہیں چاہیے اور نہ ہی روحانیت اور علم نجوم قابل اعتبار ہے۔ یہ محض گنگے بازی اور اندازوں کا علم ہے اور حقیقت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ میرے دوست نے مجھے اس بار پھر دے ڈالا روحانیت اور علم پامسٹری وغیرہ کے خلاف۔ میرے دوست نے

ہر روز کی طرح میں اپنے لاہور کے آفس میں بیٹھا تھا اور لوگوں کا بھجی بھجی۔ انجی لوگوں میں میرا ایک دو انگلیٹڈ میں رہتا ہے، آج کل چینیوں پر پاکستان آیا ہوا تھا۔ رش زیادہ تھا اور اس نے آج ہی دلوں پر طمانہ چا کر میرے پاس آیا اور اٹھا میرے لیے بیٹھ گیا۔ "بھئی صاحب میری فائنل کا وقت ہو رہا ہے اور مجھے بھی بات کرنا ہے آپ سے براے مہربانی ایک دو درخواست ہے۔ آپ پلیز میری بات ضرور مانیں۔ میں نے بھی آپ کو کبھی نہیں آج میری مان لیں۔" میں اٹھ کر روم سے باہر اس کے ساتھ آ گیا اور پوچھا "خیر؟ تو وہ بولا "بھئی صاحب، میں نے کئی دنوں سے آپ کے گھر کے کئی چکر لگا چکا ہوں۔ آفس بھی کئی بار آ چکا ہوں لیکن آپ کے ارد گرد رش دیکھ کر جاتا تھا۔ آج میں نے دایں میں جانا ہے۔ آپ پلیز ایئر پورٹ تک میرے ساتھ چلیں۔ میں نے آپ سے دو معاملات پر بات کرنی ہے اور آپ کی رہنمائی بھی چاہتی ہوں۔" میرا دوست کسی وجہ سے بہت پریشان تھا اور وہ میری نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کہ میں اس کو باہر نہیں کروں گا، لہذا میں نے اسے کہا "اوکے، آپ تھوڑا دیر کریں۔ میں جلدی جلدی ان لوگوں سے مل کر فارغ ہوتا ہوں تو میں آپ کو ایئر پورٹ چھوڑنے جاتا ہوں۔" ایئر پورٹ پر دو گول دالوں سے جان بچان ہے۔ میں آپ کو جہاز تک چھوڑ کر آؤں گا بلکہ کوئی مرید یا ایئر ہوسٹ ہونے سے کہوں گا، میرے دوست کا سارے راستے خیال رکھے۔" میں نے اس کی پریشانی رفع کرنے کے لیے اس کو ہائیڈرک تاکہ وہ ریسٹیکس ہو جائے۔ وہ بہت خوش اور پرسکون ہو گیا تھا۔ میں جلدی جلدی لوگوں سے مل کر آ رہا تھا۔ ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ وہ گھر سے ایئر پورٹ کے لیے تیار ہو کر آیا تھا۔ راستے میں میرے دوست نے بچوں کا مسئلہ بتایا اور اس کی کوئی کن شہید یا بچی، ڈاکٹروں نے اس کو جواب دے دیا تھا۔ وہ اس کے بارے میں پریشان تھا۔ میں نے اس کو حوصلہ دیا کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم کریم ہے، وہ ضرور کرم کرے گا۔ اسی دوران، ہم ایئر پورٹ کے گئے۔ میں اپنے پر دو گول آفیسر کی مہربانی اور تعاون سے اس کے ساتھ ہی اندر چلا گیا تاکہ بورڈنگ کے بعد جو فکریاں ہوں، میں اس سے تفصیلات بھی کر لوں اور اس کا نام بھی گزر جائے گا۔ ہم جب اندر گئے تو جاتے ہی میرے دوست نے اپنا بورڈنگ کارڈ ایئر لائن کرائی شروع کر دی۔ میں نے اپنے دوست سے کہا، آپ آرام سے بورڈنگ کارڈ نکالو اور اس کا انتظار کرتے ہوں۔ میرا دوست اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور میں وقت گزاری کے لیے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسی دوران میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کی وجہ سے میں پچھلے پانچ سے دہائی کوٹ اور غلبان کا شکار تھا بلکہ میرے پانچ سال پرانے سوال کو جواب بنا کر میرے سامنے لے آئی تھی۔

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

میں نے اپنا قابل رنگ یادداشت کاڈر آپ سے کر چکا ہوں۔ میرے سامنے پانچ سال پہلے والا دوہلا اور اس کے بیوی بیٹے تھے۔ دوہلا نے مجھے نہیں دیکھا تھا، وہ بھی بورڈنگ کارڈ بنا رہا تھا۔ اب میری نظر میں شدت سے اس کی کوئی کوڑھوڑ رہی تھی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین بیٹے بھی تھے لیکن جو خاتون ساتھ تھی، وہ نہیں تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی کوئی بہن یا سالی وغیرہ ہو۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر آئے گا مگر فائنل کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جب اچھی طرح دیکھا کہ وہ اپنی جھلی کے ساتھ کس جگہ پر بیٹھا ہے تو اپنے دوست کی طرف واپس آ گیا اور

ہوئی۔ یعنی صاحب آپ نے جو باتیں بھی سٹیج پر کی تھیں، میں نے بالکل بھی سیریس نہیں لیں بلکہ مذاق ہی مذاق سہاگ رات کو اپنی بیوی کے کمرے میں گیا تو مذاق اپنی بیوی سے کہا، یعنی صاحب نے مجھے تمہارے پاس ساری باتیں بتائی ہیں۔ مجھے تمہارے تمام رازوں کا پتہ چل گیا ہے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا لیکن میری بیوی بہت بولی، یعنی صاحب نے آپ کو بتاتا ہے، میں خود بھی آپ کو ہر بات بتاتا جانتی ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میری شادی ہوئی تھی جو ایک سال پہلے ٹوٹ گئی۔ یہ بات میں نے آپ کی بہن کی دوست کو بتادی تھی۔ یہ نہیں اس بتائی کہ نہیں۔ جہاں میری بہن شادی ہوئی تھی وہ میری لویہ راج بھی لیکن ہم دونوں کے خاندانوں نے ہماری Accept نہیں کیا تھا، لہذا شادی کے بعد بھی دونوں خاندانوں کے دل آپس میں نہیں ملے۔ ساس بہو کے

عشق کا بھوت

میرے پاس اور میرے جیسے باقی روحانی لوگوں یا نام نہاد جادوگروں اور علموں کے پاس سب سے زیادہ جو ہے وہ یہی عاشق لوگ ہوتے ہیں بلکہ ہنگامی جادوگروں اور بازاری جھگوں کا دوا دیا گر چل رہا ہے تو انجی

ہوئے۔ میرے خیال سے اپنی ماں کا اور سب سے اچھی ماں کا ساتھ دیا اور وہ شادی طلاق پر کرم ہوئی۔ صاحبِ جہت کی تصویر بنا لی یوی کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے لگا رہا تھا، زمین میرے جیروں کے نیچے سے سارے زمانے کے پیرا میرے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں۔ میں غم اور غصے سے پاگل ہو گیا اور اپنے سرسبز فون کی سانس نے اٹھایا کیونکہ میں شدید غصے میں تھا، پیڑائیں کیا اول فون کیواس اور گالیاں دیں۔ میری سانس کو بھی لہرا نے بھی مجھے خوب گالیاں دیں کیونکہ میں غصے اور پریشانی میں اپنے ہوش کو چھوڑ چکا تھا۔ پاگل پن کی انتہا یوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ خورشید کے میرے گھر والے میرے گھر سے آگئے تو میں نے ان کو ساری بات بھی کہی کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے کیونکہ میں شدید غصے میں تھا، میں گھر سے نکل گیا اور گھر والوں سے میرے آنے سے پہلے اس کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ آؤ۔ اگر آپ نے اس کو اس کے ماں باپ کے پاس نہ چھوڑا تو خود کو گولی مار لوں گا۔ یہ کہہ کر میں کارے کر گھر سے نکل گیا۔ مجھے فون کیا گیا تو میں نے یہی کہا کہ اس کو فون کی طرف سے اس کے پاس چھوڑ آؤ ورنہ میں خود کو فون کرنے جا رہا ہوں، لہذا میرے بھائی جان جا کر میری یوی کو اس کے پاس طرف چھوڑ آئے اور میں واپس گھر آ گیا۔ اب سارے گھر والے پریشان کر مین و لیمبر ہے، اب کیا ہوگا۔ اگلے دن کینسل کر دیا کسی عزی کی فون کی ہوئی ہے اور میرے بارے میں یہ فیصلہ ہوا کہ فوری طور پر باہر کے ملک چلے جائے شادی کر لو اور لوگوں کو پاگل نہ تاناؤ کہ ہمارے ساتھ تازہ ازدواجی یا فرما ہوا ہے۔

کیونکہ ہم لوگ پیچھے سے زمیندار ہیں، اس لیے یہ بات ہمارے لیے بہت بدنامی کا باعث ہوتی لہذا میں چلا گیا اور چند مہینوں بعد حق برطانیہ میں شادی کر لی اور اللہ نے مجھے بچے بھی دے دیے۔ جی صاحب ہمارے گھر اور چند دوستوں کے علاوہ کسی کو بھی پہلی شادی کو نہیں پتا اور گھر میں فیصلہ بھی یہی ہوا تھا کہ کسی کو نہیں بتانا۔ لیکن ہمیں سارا ہمارے گھر میں آج بھی آپ کی شخصیت پر کئی بار پست ہوتی ہے اور آپ کی حیرت انگیز بلکہ پراسرار باتیں اور پیشانی آج بھی حیران ہوتے ہیں۔ میں پانچ سال بعد پاکستان آیا ہوں۔ بے شمار لوگوں سے ملا ہوں۔ کسی نے بھی یہ نہیں سنا کہ وہ وہاں یوی نہیں لیکن حیرت ہے آپ آج تک وہ بات نہیں بھولے۔ آپ واقعی غیر معمولی انسان بلکہ اللہ کے بندے ہیں۔ مجھے اور میرے گھر والوں کو کھانا کر دیں۔ میں دوبارہ اپنی کی باتیں حیرت سے سن رہا تھا بلکہ حیرت کو

بعد احساس ہوا کہ میرا محبوب تو سب سے بڑھ کر ہے جو اول بھی ہے اور آخر بھی۔ جو کچھ بھی ہے اور باطن میں بھی جہانوں کا مالک ہے۔ اس کے بعد بھی جب یہ عاشق میرے پاس آتے ہیں، میں ان کی توپ، کوشش، بے قراری، جنون اور ملنے کی شدید خواہش اور محبوب کو پانے کے لیے موت تک کو گنگے لگانے کے لیے تیار ہوتے ہیں تو مجھے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سامنے شرمندگی ہوتی ہے کہ میرے مولانا تو ان سے بھی کیا گزرا ہوں۔ مجھ سے اچھے تو ہیں۔ لہذا ہر بار مجھ سے معافی مانگتے ہیں کہ میں حیرے پیدا کرنا حق اور انہیں اس کا لکھنا اس کا اقرار کرنے میں کوئی دیکھا نہیں کہ ان عاشقوں نے مجھے عشق الہی کا طریقہ سکھایا۔

ان عاشقوں کے بڑا درد واقعات میرے پاس ہیں۔ اگر ان کو یہ بیان کرنا شروع کروں تو عرصہ دراز لگے لیکن نثر میں کی تو جس کے لیے چند واقعات یہاں بیان کرتا ہوں۔ باقی بشرط زندگی کسی اور کتاب میں لکھتا ہوں گا۔

ملتان کی عاشقوں کا جوڑا

میں لاہور میں اپنے آفس میں لوگوں کے کھوم میں گھر آ ہوا تھا کہ جو لوگ لاہور میرے آفس آتے تھے جانتے ہیں کہ میں اکثر کار پارکنگ میں ہی ہوتا ہوں۔ ایک کار سے دوسری کار میں لوگوں کے ملنے ملتے ہی تمام ہوتا ہے۔ اسی دوران ایک کار پارکنگ میں آ کر کی۔ اس کار میں سے ایک جانا بچپنا چہرہ برآمد ہوا۔ یہ ملتان سے میرے جاسنے والے دوست ناصر ہی تھے۔ وہ تیزی سے میری طرف لپکے۔ ان کا نام جمال تھا، بہت بیا انسان جو مجھ سے زیادہ بیا اور اصرار رکھتا تھا۔ وہ بہت جلد بازی اور پریشانی میں لگ رہا تھا۔ پریشانی اور جلد بازی کے تاثرات اس کے چہرے پر نمایاں تھے، لہذا میں بھی دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھا۔ گلے ملنے کے بعد میں نے اس سے کہا ”جمال بھائی خیر ہے یا نا؟“ تو وہ بڑے کڑے کڑے ایک طرف لے گئے اور بولے ”خیریت ہی تو نہیں ہے ورنہ میں آپ سے اجازت لے کر اور بتا کر آتا۔ بہت بڑی حسرت آج پڑی ہے۔ میں اور میرا خاندان زندگی اور موت کے دو دروازے کھڑے ہیں اور میں شدت سے آپ کی مدد اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ لوگ ہمارے پیچھے پڑے ہیں اور فیلڈ ہے کہ وہ ہمیں جان سے مار دیں۔ اس کی بات سن کر میں بھی قلم بند ہو گیا۔

میرے پاؤں چھنے پر اس نے بتایا کہ میرا اچھا بھائی کمال ہمارے ہی محلے کی کسی لڑکی کو تین دن پہلے گھر سے ہٹا لے گیا۔ لڑکی کے گھر والے خوفی زندگیوں کی طرح دونوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ لڑکی والے عزت دار زمیندار لوگ ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل و عمارت کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ ہم لوگ ان کے متاقلے پر کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی تو ہماری موت یقینی ہے بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے گھر کو جلا کر تباہ کر دیں گے۔ تین دن سے یہ لاہور میں چھپے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل سے میں ان کو ڈھونڈ کر آپ کے پاس لایا ہوں۔ آج ہی ہم کو ملے

سے دعا لینے آئے ہیں۔ آپ نے ملوایں کی طرح تیز شروع کر دی ہے۔ ”بھئی مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تم کو کر کے ہوگی اور میری کوئی بات نہیں لگے گی لیکن تم کو کچھ نظر آیا وہ تم کو بتانا ضروری سمجھا۔ میں ایک بات اور سناؤ، بعد تم کو خطاطی کوئی اور گھر تھا کہ اندازہ کی انسانی جرأت ہے تو مجھے ملنا ضرور لیکن اس وقت تک تم میرے ساتھ لوگوں کو دیکھ لو کہ کچھ ہوگی۔ میرا اہتمام کتنا اور سمجھا، اب فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے۔“ میری کسی بات کا اس پر اثر نہ ہوا بلکہ اس نے یہ کہہ کر جان بھری۔ ”پروفیسر صاحب! میں روحانیت و غیرہ پر بالکل یقین نہیں کرتی۔ ہمارے کپا ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بندہ خود اپنی فکر کرنا ہے۔“ کیا خون، جی جوانی، نئے خیالات، وہ کسی کی بات

سے دعا لینے آئے ہیں۔ آپ نے ملوایں کی طرح تیز شروع کر دی ہے۔ ”بھئی مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تم کو کر کے ہوگی اور میری کوئی بات نہیں لگے گی لیکن تم کو کچھ نظر آیا وہ تم کو بتانا ضروری سمجھا۔ میں ایک بات اور سناؤ، بعد تم کو خطاطی کوئی اور گھر تھا کہ اندازہ کی انسانی جرأت ہے تو مجھے ملنا ضرور لیکن اس وقت تک تم میرے ساتھ لوگوں کو دیکھ لو کہ کچھ ہوگی۔ میرا اہتمام کتنا اور سمجھا، اب فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے۔“ میری کسی بات کا اس پر اثر نہ ہوا بلکہ اس نے یہ کہہ کر جان بھری۔ ”پروفیسر صاحب! میں روحانیت و غیرہ پر بالکل یقین نہیں کرتی۔ ہمارے کپا ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بندہ خود اپنی فکر کرنا ہے۔“ کیا خون، جی جوانی، نئے خیالات، وہ کسی کی بات

بے شمار کیموں میں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ جس سے تم محبت کرتے ہو وہ تم سے پہلے بے شمار مختبین کر چکا اور اب بھی اس کی انکاف میں تمہارے ملاوے بے شمار لڑکیاں باڑ کے ہیں لیکن یہ مجازی عشق کے اسیر کوئی بھی بات ماننے کے

194

میت

کی شتم ہو گئی اور ساتھ ہی میری زندگی بھی برباد ہو گئی ہے۔ میں وہی ملتان والی لڑکی آپ کے دوست جمال کی
سہیلی ہوں۔ وہ ریشو ہر واقعہ میرے حواجز کا نہیں تھا۔ کاش میں آپ کی بات مان لیتا، کاش میں گھر سے بھاگ کر
میتنی کاش میں آپ کی بات مان لیتا۔ آپ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں کیونکہ میں نے آپ کے ساتھ
تعمداتی اور گھروالوں کو بھی ذلیل و رسوا کیا تھا۔ میرے اوپر عشق کا بھوت سوار تھا۔ میں بالکل اندھی ہو چکی تھی۔ میری
راہبیت زندگی کی پہلی ترجیح تھی۔ وہ رہنے والے حواجز کے ساتھ میں نے چوبیس سال گزارے جنہوں نے میری تمام
خوشخوار عیاشیوں کو پورا کیا۔ میں نے ایک لمحے میں سب کچھ بھلا دیا۔ ہر شے کو کھوکھلا کر عشق کی قربان پر سوار ہو کر
خوابوں کی دنیا میں جانے کی کوشش کی جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ آپ کو فون کر کے آپ سے معافی
میں نے کھاتے کھاتے کہ پاکستان میں رہنا مشکل تھا، لہذا میں اب یہاں دینی آگئی ہوں۔ یہاں پر ایک دولہ
اسم کی بات کرتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا کریں اور مجھے تمام تکلیفیں کی میری زندگی کا مشکل ترین
ہر بار، یہ کہ تک ہے اور اگر میری طرح کی کوئی یا گل عاشق آپ کے پاس بھی دوبارہ آئے تو اس کو میرا فہر
کے لیے گا۔ میں اس کو شاید سمجھا سکوں کہ والدین کی عزت اور احترام اور یہاں اسی اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور احسانات کا
میں نے کیا۔ میری زندگی تو برباد ہو گئی ہے، شاید میں اس کو روبرو ہادی سے بچا سکوں۔ میں حیرت سے اس کی باتیں سن
رہی تھی۔ اللہ سے دعا کہ اسے میرے رب پاک! ان عاشقوں کو تیرے ساتھ کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ میری دعا ہے کہ وہ

وہ تو میرا ہی ہے اور رحم و کرم ہے۔“

کوہ مری میں جب ہر طرف میری شہرت پھیل چکی تھی اور ہزاروں لوگ روزانہ میرے پاس آتے تھے اور ہر
نئے طرح ایک بڑی تعداد ان عاشقوں کی بھی تھی۔ انہی عاشقوں میں سے ایک بہت اچھا لڑکا جس کا نام اسد تھا،
آس اورادی اور اپنی دکھ بھری داستان کا میں ایک لڑکی سے بہت چاکرتا ہوں لیکن اس کے گھر والے نہیں مانتے وہ
کہ ہم اپنی لڑکی کو جان سے مار دیں لیکن اس کی شادی تم سے نہیں کریں گے۔ وہ انہی تمام کشمکشیں کر چکا تھا۔
بائی بائو لڑکوں کو شہر کے لیے لڑکی والوں کی طرف بھیج کر چھ تھین تھین ہر بار اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا بلکہ ہر بار لڑکی
خودکشی ہونے کے بجائے سخت دھڑکا گیا۔ بتول لڑکی والوں کے اس لڑکے سے پورے مری میں ہمارے خاندان
دوسرا کر دیا ہے۔ یہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ بچپن کی مصمم محبت اب جوانی کے عشق
بھی گئی تھی۔ میں نے جب دونوں کا نام اور تاریخِ فریاد پوچھی تو دونوں ہی انصری، جلد باز اور فطری سے بچپن روئیں۔

جو لوگ ماں باپ کی بات مانتے ہیں اس میں برکت پڑ جاتی ہے۔ اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں۔
میرے سامنے نو جوان عاشق بیٹھا تھا جو یہ بتول ساتھ لے کر بھر رہا تھا کہ اگر مجھے لڑکی دیلی تو اس کے گھر والوں کو مار کر خود کو
دارالہکام اسے یہ بتول دلوائے۔ غرض عاشق میرے پاس آ کر رہتے ہیں۔ میں نے اس کی بات غور سے سنی اور بتائی کہ

لوہی کے باپ کو سمجھا ہے، یہ پگل لوہی لڑکا مارنے پر تامل ہے۔ گھر سے بھاگ جائیں گے۔ لوہی کے باپ
 کو سمجھاؤ ان کی شادی کر دیں۔ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور خرافہ اللہ تعالیٰ نے سن لی اور لوہی والوں نے اس
 طرح کے ساتھ کر دو بارہ بھی لوہی لڑکا ہمارے گھر میں نہیں آئیں گے اور نہ کبھی لوہی ہم سے رابطہ کرے گی، ہمارے
 یہ ہر گئی ہے۔

[illegible]

دوسرے باسے تک بگھٹے تھے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بازاری عاملین خوب لوٹتے ہیں بلکہ یہ لوگ بار بار خود آفر کرتے ہیں کہ مجھے مرضی خرچ ہو جائے تم تیار ہیں، لہذا بازاری عاملوں کی چاندی ہو جاتی ہے۔ یہ لڑکا میرے پاس بھی آتا رہا اور اسی دوران دوسرے بے شمار اخباری ہالوں کے پاس بھی جاتا رہا۔ جب کسی باسے سے لٹ جاتا تو مجھے آکر جانا کہ فلاں باسے سے استے کمرے ستنے روپے کھالے لیے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ اسی دوران لوگوں والے اس کی حرکتوں سے بھگ آکر مری چھوڑ کر کسی اور شہر چلے گئے لیکن جب سے موہاں فون آئے ہیں، یہ عذاب اب خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ دونوں میں رابطہ جاری تھا۔ یہ جب بھی میرے پاس آتا، میں ہر بار اس کو کھاتا کہ میرا استیصال نہیں آتا۔ اس کا خیال دل سے نکال دو لیکن وہ میری کسی نصیحت پر کان نہ دھرتا۔ جب دوسرے ہالوں سے مایوس ہو جاتا تو پھر میرے پاس آ جاتا۔ اسی دوران میری لڑکی سرفرمی سے لاہور ہو گئی۔ آخری دن جب میں لاہور آ رہا تھا تو یہ شخص بھی میری خدمت میں آیا اور اسے ملے گا۔ میرا یہ کام کر دیں، میں اس کو حوصلہ دے کر لاہور آ گیا۔

مجھے لاہور آئے ابھی ہفتہ ہی نہیں ہوا تھا کہ یہ لاہور آ گیا۔ میں نے اس کو بہلا پھسلا کر واپس مری بھیج دیا اور کہا کہ یہ درود کر کے 14 دن بعد آنا، ٹھیک 14 دن بعد یہ پھر لاہور آ گیا۔ اب اس نے نیا کام شروع کر دیا کہ میرے مری کے دوستوں کو ایک ایک کر کے ہر بار ساتھ لاتا، میں ہر بار بہلا پھسلا کر اس کو واپس کرتا رہا۔ سارا دن میرے فون کی شاشت آتی راتی، ہر وقت مجھے فون کرتا۔

آخر کار اس نے نیا کام کیا، میرے مری کے خاص اور قریبی دوستوں کو لیکن میں بھرا اور لاہور آ گیا۔ میں آفس سے جب گھر آیا تو پوری بات میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے حیرت سے پوچھا ”غیر ہے، آپ بتاتے بغیر سارے لاہور آ گئے ہو اور بتا بھی نہیں۔“ میں نے گھر میں مہمانوں کے لیے کھانے کا کیا اور ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گیا۔ میرے پوچھنے پر میرے دوستوں نے بتایا کہ ہم سب اس کی سفارش لے کر آئے ہیں۔ آج ہم خالی ہاتھ واپس نہیں جائیں گے۔ اس کا کام کر دیں، اس کی شادی کرادیں۔ میں نے ایک بار پھر سب کو بتایا کہ یہ غلط فکری کر رہا ہے۔ یہ شادی بری طرح ناکام ہوگی۔ اس کو سمجھا لیکن میں سب نے کہا، آپ ایک بار کرادیں۔ میں نے ہر بار اس کو اور ساتھ آنے والوں کو سمجھا یا لیکن وہ کوئی اور بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

”چلو اگر یہ اپنی زندگی خراب ہی کرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے۔“ میں نے اس کو قبیح بتائی اور خود بھی دعا کرنے کا وعدہ کیا۔ جس لڑکی کو یہ پسند کرتا تھا، اس کے باپ کا ایک دوست میرا مریہ تھا، میں نے اس کو بھی فون کیا

اس طرح ان دونوں کی شادی ہو گئی۔ لڑکا میرا بہت زیادہ دیوانہ اور سر بہ نین چکا تھا۔ ہر جگہ میرے ہی چہرے لڑتا کہ ”بھئی صاحب کی کیا بات ہے۔“

وقت کا بے دراس گھوڑا دوڑنا رہا اور ایک سال بیت گیا۔ چچا باجہادی لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ لڑکی لڑکے کے گھر والوں سے نہیں بن رہی تھی۔ لڑکا باپ کا ساتھ دے رہا تھا۔ لڑائی جھگڑے جب حد سے بڑھ گئے تو مارکائی شروع ہو گئی۔ ایک سال کے بعد اللہ نے بیٹا بھی دے دیا۔ نیا بھگڑا بیوی بیٹے کو دادا دادی کے پاس منتقلی کی۔ اب یہ دونوں اسی گھر میں اوپر والے پریش میں شفٹ ہو گئے۔ لڑکا دونوں بیٹی ماں باپ اور بیوی کے درمیان رنگ رولنگ سلون بنا ہوا تھا۔ کبھی ادھر کبھی اُدھر۔ اب پھر مجھ سے رابطہ کہ میری بیوی بہت غصے والی ہے، اس کو ہاتے ہی لڑائی شروع ہو جائے گی۔ بیوی نے دو بار خود کشی کی کوشش کی۔ بیوی کے بھگڑوں سے بھگ آ کر اس نے اس کو مارنا شروع کر دیا کیونکہ بیوی بھی خندی اور جلد بازی، انتقام اس کے بھی مزاج تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے رابطہ کر لیا کہ میں یہاں بہت تنگ ہوں۔ لڑکی کے گھر والوں نے تو پہلے دن سے ہی اس شادی کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ انہوں نے فوری طور پر اس کے کہا کہ سسرال والوں کو چھوڑ کر جلدی واپس آ جاؤ۔ تھوڑے دن تو یہی کشمکش میں رہی لیکن جب سسرالیوں کے ساتھ جھگڑے زیادہ ہو گئے تو واپس کا سوچنا شروع کر دیا۔ کیونکہ خندی اور جذباتی لوگوں میں صبر کم ہوتا ہے اس لیے یہ ہر وہ بات جو ان کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے، اس پر شدید React کرتے ہیں۔ کچھ دن سوچنے کے بعد لڑکی نے واپس کا ارادہ کر لیا اور ایک دن موقع پا کر واپس اپنے میکے چل گئی۔ شد لڑائی جھگڑوں کے بعد اب دونوں کے عشق اور پیار کی کہ بند باپتی سرزد ہو چکے تھے۔ اس کے جانے کے بعد لڑکا پھر میرے پاس آیا ایک سنے کیس کے ساتھ کہ میں نے اپنا بتا دیا لیکن یہاں۔ جب لڑکی نے یہ سنا تو مجھ سے اور پھر گئی، کوئی چار طلاق مانگی لی جڑا سے چند بیٹیوں میں مل گئی۔

دینی دو عاشق جڑا یک دوسرے کو پانے کے لیے سارے زمانے کو بھٹکے تھے، آج سارا زمانہ ان کو سمجھا رہا تھا کہ طلاق نہ ہو لیکن ایک دوسرے کے سامنے حالات میں ایک دوسرے پر لڑائی کی بوجھ کر رہے تھے اور میں ایک بار پھر حیران تھا کہ انسان کتنے روپ دلتا ہے۔ ایک دوسرے پر جان بھڑکنے والے سنے تھوڑے عرصے میں ایک دوسرے کی جان کے درپے تھے۔ اور میرے مری والے دوست جب بھی ملتے ہیں تو شرمندہ اور معافی مانگتے ہیں کہ ”بھئی صاحب،

اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں قسم کھاتا ہوں، خود کو مار لوں گا کیونکہ اب اس سے جدا کی مجھ سے رشتہ نہیں ہوتی۔ اس کو پانے کے لیے میں نے درود کی خاک چھانی ہے۔ اس کو پانے کے لیے بے شمار ہالوں، عاملوں کے پاس جا چکا ہوں لیکن مجھے میرے من کی مراد کو پانے کا ابھی تک کوئی راستہ نہیں ملا۔ اب میں بہت زیادہ امیدوار اس کے کہ آپ کے پاس آیا ہوں۔ خدا کے لیے آپ مجھے نامراد واپس نہ کریں یا تو مجھے اللہ سے اسے دیں یا پھر میری دعا کی دعا کریں کیونکہ اس کے بغیر میری زندگی موت سے بھی بدتر ہے۔ اگر آپ نے بھی مجھے نامراد واپس کر دیا تو میں کھوں گا کہ یہ بزرگ، فقیر، درویش بھی سب زار مایا ہی ہے۔ لوگوں کے جذبات سے کیلئے کا زما ہے۔ سرکار اگر میں کوئی گستاخی کر رہا ہوں تو معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے یہ ضرورت میں اللہ سے اسے لے کر دیں، میں ساری عمر آپ کی غلامی کروں گا۔

اس کے علاوہ بھی وہ دیر تک اسے پانے کی باتیں کرتا رہا اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا کیونکہ ایسے اعلیٰ عاشق اور ذریعہ کے مریضوں کی جب تک بات نہ کی جائے، ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ جب وہ اچھی طرح اپنے دل کی بات اس نکال چکا تو میں بولا ”تاؤ تم سے عشق کرتے ہو کیونکہ تمہاری عمر بتا رہی ہے کہ تم پہلے سے شادی شدہ ہو تو آخر کیا عشق کس سے ہو گیا؟ وہ کون سی خور ہے جس نے تمہیں پاگل بنا دیا ہے۔ جس کے لیے تم آگ میں کودنے کو تیار ہو۔“

اس کا جواب سن کر مجھے شدید جھٹکا لگا اور میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ”کیا؟“ میں حیرت سے بولا۔ ”ہاں سرکار، میں اپنی ماں کے عشق میں گرفتار ہوں۔ مجھے پتہ ہے وہ آسمان کا چاند، جس نے زمین کا کپڑا، وہ درخشاں کھڑا، میں ثابت کا پسیدہ کھڑا، وہ کووندہ دریا اور میں بھر پھر کا کھڑا۔“ میں جو کافی دیر سے اسے روایتی عاشق سمجھ کر اس کی باتیں سن رہا تھا، اب اثر ہو کر مجھے میا کیونکہ اس کی عشقیہ داستان کا یہ موزہ بہت دلچسپ تھا اور میں انسانی فطرت پر غور کر رہا تھا کہ یہ ذات بات اور طبقاتی تفسیر کو کنز اوکات نہیں مانتی۔ جب اس نے اپنی ماں کا نام لیا تو میں حیرت زدہ ہو گیا اور انتہائی عظمت کے تحت میں یہاں اس کا نام لینے والی فطرت کی بھی نہیں کروں گا۔

مجھے اب اس غریب ذرا تیر سے اُس سا ہو گیا تھا اور مجھے واقعی اب اس پر ترس بھی آ رہا تھا کہ اس نے کتنا بڑا روگ پال لیا ہے۔ کہیں یہ روگ اس کے لیے جان لیوا ثابت نہ ہو۔ مجھے اب اس سے اور اس کی محبت سے دلچسپی ہو گئی تھی کیونکہ اس وقت میرے پاس دلش بھی نہیں تھا اور اس کی عشقیہ داستان بھی دلچسپ تھی۔ اس لیے میں پوری توجہ اور دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میرے خیال میں تو وہ خاتون پہلے سے شادی شدہ ہے اور شاید اس کے بچے بھی ہیں تو وہ بولا ”جناں ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن بی بی جی اپنے خاندان سے دو سال پہلے طلاق لے چکی ہیں۔ میں ان کے پاس چھپنے میں سال سے ملازم ہوں اور میں ان کے پاس ملازمت سے پہلے ہی عشق کرتا ہوں اور ان کے پاس ملازمت کرنے کی بڑی وجہ بھی اُس سے محبت تھی۔ کیونکہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھیں، اس لیے میں دل ہی دل میں ان کی پوجا کرتا تھا اور یہ بات سمجھی بھی نہ پانے لای لیکن دل ہی دل میں ہمیشہ یہ دعا کی کہ کوئی مجھ کو بوجھ نہ ہو جائے اور بی بی مجھے

اللہ کر آئے والے کو پوجانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے جلدی اسے چھپان لیا۔ یہ وہی ذرا تیر تھا جو بی بی ماں کے دل میں گرفتار کچھ دن پہلے مجھ سے مل گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ اور اس کا جوش و خروش بتا رہا تھا کہ وہ K2 کر کے آ رہا ہے۔ خوشی اُس کے انگ سے چھٹک رہی تھی اور ایک ایسی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نظر آ رہی تھی کہ

آپ نے اس لڑکے اور ہم سب کو بہت سمجھایا تھا لیکن یہ عاشق باز نہ آیا۔“

انوکھا عشق

پچھلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں کہ میرے پاس آنے والوں میں ایک بڑی تعداد ان عاشقوں کی ہوتی ہے لیکن یہ عاشق صاحب ان تمام سے بہت مختلف تھے اور ان کا عشق بھی انوکھا اور نالا تھا۔

میں ان دنوں مری میں تھا کہ رات کو بہت سکون ہوتا ہے۔ عشاء کے بعد لوگ ایک دوسرے کی طرف اٹھ کر نہیں جاتے۔ اس میں ایک وجہ ٹھیک کا نہ چلنا بھی ہے تو رات کو بچے کی کا آنا حیرت والی بات تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ہمارے کالج کا نوکر کھڑا تھا اور کھڑا کھڑا ہوا بھی نگ رہا تھا۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگا ”سر کوئی بہت بڑے آفس آئے ہیں۔ کسی بڑی جھڑنے والی گاڑی میں۔“ سرکاری ملازمین تیار سے ساری زندگی اپنے اعلیٰ افسران کے خوف اور تابعداری میں ہی گزار دیتے ہیں کیونکہ مری ایک سیاسی علاقہ ہے جہاں ہر سال مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اعلیٰ افسران بھی مختلف بہانوں سے مری آتے رہتے ہیں لیکن میرا خیال تھا کہ یہ نوکر کیونکہ جھڑنے والی گاڑی ہے۔ یہ بتا کر وہ آنے والے مہمان کی اہمیت زیادہ Show کر رہا تھا، لہذا میں بھی فوری طور پر سرگ کی طرف گیا جہاں پر گاڑی کھڑی تھی۔ ابھی میں گاڑی سے دور ہی تھا کہ ایک آدی گاڑی کا دروازہ کھول کر تیزی سے میری طرف بڑھا اور آتے ہی سلام کہہ کر جھک کر میرے کتھنوں کا احترام اچھا جو میں بالکل پسند نہیں کرتا لیکن لوگوں کی خوش اور اپنی فطری نرم دلی اور وضع راری کی وجہ سے کتھن نہیں کہا۔ مجھے گاڑی کے آنے والا کوئی ذرا عجیب ملازم ہے اور اصل بندہ گاڑی کے اندر موجود ہے۔ اسی دوران میں گاڑی کے قریب پہنچ گیا لیکن مجھے وہاں جا کر حیرت ہوئی کہ گاڑی میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اب میں ذرا تیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ کس نے مجھ سے ملنا ہے اور آپ کے آفسر کدھر ہیں تو وہ بولا، سرکار میں نے ہی ملنا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں کسی بڑی شخصیت کا ذرا تیر ہوں۔ وہ شخصیت کوئی خاتون تھی۔ سرگ آ کر آپ بڑے لوگوں سے تو ملے ہیں، آج میرے جیسے غریب سے بھی مل لیں۔ میں بہت بری مصیبت میں ہوں اور بڑی امید ہے آپ کے پاس آبا ہوں۔ آپ بلایز آرام سے بیٹھ کر پہلے میری بات سن لیں۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ہم گاڑی میں بیٹھ گئے اور میرا نوکر اپنی ذیولٹی دے کر اپنے کواٹر میں چلا گیا۔

سرکار! میں سچ اس سچ سے گزارش کرتا ہوں ہر ہزاروں لوگوں کا بھوم تھا تو میں نے لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھا تو مجھے لگا کہ آپ ہی میرا مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ میں کافی عرصے سے ایک ایسی آگ میں جلی رہا ہوں کہ میری جان بھی جاسکتی ہے۔ اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔ میں پیچھے ہٹ گیا اور بولا، مجھے گتھار نہ کرو۔ پیٹھ میں اسے کیا ہوا، اس نے بلند آواز میں دروازہ شروع کر دیا۔ سرکار! خدا کے لیے مجھے اس تکلیف سے نجات دلا دیں، میرا مسئلہ کر دیں۔ میں

جائیں۔ آخر کار اللہ پاک نے میری برسوں کی دعا میں میں اور بی بی جی کی اپنے خاندان سے علیحدگی ہو گئی۔ اب پچھلے سال سے میں ہر روز بار بار گدی پر بی بی جی کو مانگتے جا چکا ہوں۔“

میں نے اس سے اس کا نام، والدہ کا نام اور تاریخ پیدائش پوچھی اور بی بی جی کی بھی اور استیصال کرنے کی کوٹھی

وہ چلا گیا اور میں بھی اپنے گھر گیا گھر آ کر میں نے پھر کس کو چپک کیا اور ہر بار مجھے خوشگوار جبرت ہوئی کہ میں کیسے کیسے اتار چڑھاؤں۔ انسان کرتا یا اختیار اور کتنا ہے اس ہے۔ بہر حال جو بھی ہے اس ان کو بے مائن کا شوق ہمارا ہونے جارہا تھا۔ اس کی مراد آئے والی تھی کہ تقریباً پندرہ دن اس واقعہ گزرے ہوں گے کہ ایک دن میں مکان کے کچھ دوپہر پانچ بجے بیٹھا کہ اگر کاروبار نکال کر باٹھ کر رہا تھا۔ اس دن میں وضو کا مخصوص دن بھی نہیں تھا۔ میری میں کبھی بھکاری صبح دیکھتا اپنے وطن کراتے ہیں۔ آج صبح دیکھتا پوری طرح اپنا چھپا ہوا ہاتھ رہے تھے اور میں سورج کی Heat کو بھانجے کر ہاتھ کا مجھے پیچھے سے ایک بندہ تھیری سے اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں بھی اپنی مراقبہ کیفیت

تو اس نے اپنی داستان اظہار محبت اس طرح بتائی کہ یہاں سے جانے کے بعد میں دودن بہت تکلیف دہا کہ
 اس طرح اظہار محبت کروں لیکن دودن کے بعد میں نے آپ کی حثت لانے کی وجہ سے فیصلہ کر لیا کہ جیسے ہی مجھے
 ملے گا تو میں اپنے دل کی بات اپنی زبان سے کر دوں گا۔ آخر کار ایک ہفتے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دے
 دیا۔ ہم لوگ مہوڑے پر سفر کر رہے تھے۔ آستان بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی بونہا باندی بھی جو ہری تھی سخی موسم
 کی خوشگوار اور دروہان والا باد بھونکا۔ میں شدید دلکش بین میں تھا کہ کیسے بات کروں کہ آخر مجھے پتہ چلا کہ وہ سوجھاؤ میں
 نے گاڑی ایک ویرانے میں روک دی۔ ہمارے ملازمین کی ایک گاڑی بھی تھی۔ اس گاڑی کے ڈرائیور نے میں پہلے
 ایک کپڑا تھا کہ میں نے راستے میں بی بی جی سے اپنی کوئی ذاتی بات کرنی ہے، لہذا جیسے ہی میں گاڑی روکوں قدم نہیں
 رکھنا یا آگے جا کر روک لیتا، لہذا جیسے ہی میں نے ویرانے میں گاڑی روکی تو دوسری گاڑی آگے چلی گئی اور میں کار کا
 ہولٹ اٹھا کر بیٹھ گیا۔ اس دوران پوری حثت اٹھی کر کے وہاں کا میں آکر بیٹول بکڑا اور بی بی جی سے کہا کہ بی بی جی
 مجھے آپ کو بی باردیں ورنہ میں ویسے ہی مر جاؤں گا۔ جب میں نے بیٹولوں کو بیکڑا کر بی بی جی کو کوشش کی تو ایک
 دم اس بات کے لیے کھینک دیا لیکن مجھیں، حیران ہوتے ہوئے بلکہ مجھے ڈانٹتے ہوئے بولیں ”یہ تم کیا بکواس کر رہے
 ہو اور گاڑی کیوں روکی ہے؟ تم کیا چاہتے ہو اور تمہارا اصل ارادہ کیا ہے۔“ میری اس ایسا یک حرکت سے بی بی جی
 حیران، پریشان بلکہ غصے میں نظر آ رہی تھیں۔ میں بی بی جی کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر بولا ”بی بی جی
 آپ مجھے کوئی بار دیں۔ میں زندہ رہیں نہیں چاہتا۔“ بی بی جی پریشانی میں بولی۔ ”اگر تم مرنا چاہتے ہو تو خود کو مار لو۔ میں
 کیوں تم کو ماروں۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔ اصل بات تاؤ تم یہ کیوں کر رہے ہو؟ مسئلہ کیا ہے۔ مجھے اصل بات تاؤ۔“ میں
 نے شدت غم سے رونا شروع کر دیا۔ ”بی بی میں جو آپ کے پاس اتنے عرصے سے نوکری کر رہا ہوں، یہ صرف آپ ک
 موت اور شرف میں کرتا ہوں۔ میں آپ کو دیکھ کر گزندہ ہوں۔ آپ کو دیکھ کر میری زندگی کی سانس چلتی ہیں۔ میں آپ

میں آکر دوسرے کمرے میں بیٹھ گیا اور دل میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرنی شروع کر دی۔ آخر ایک گھنٹے بعد جی نے پھر اندر بلایا اور کہا "تم اب بھی مرنے کے لیے تیار ہو؟" تو میں نے کہا "ابھی نہیں، دس سال بعد بھی، سو سال بعد بھی۔" صرف آپ سے محبت کروں گا۔" (حقیقتاً چار دہائیں آؤ گے۔ باہر جا کر تم کو گولی مارتی ہوں۔" میں نے ایک بے بی بی جی مجھے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ یوں چلو اگر تم مجھ سے انتہائی پیار کرتے ہو تو آؤ پیچ ہوں پوری کر میرے ساتھ کرنا ہے۔ کرو۔ شاید تم کو سکون مل جائے۔ میں بولا "بی بی جی، نہ ابھی نہ پات سوچنا چاہی۔ نہ میں کواہ کے ساتھ سوچ بھی نہیں سکتا۔" بی بی جی نے بعد میں بتایا کہ اگر تم میرے ساتھ برائی کرنے کی کوشش کرتے تو میں نے ہمیں گولی مار دی تھی، میں صرف تمہیں آزار دینا چاہتی تھی۔" تو تم کیا چاہتے ہو؟" میں آپ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا

اس میں ذمہ برابر بھی خشک نہیں ہے کہ انسان کچھ چاہتا ہے اور رت کائنات کچھ اور میں اور آپ اگر اسے مانتے ہیں تو وہ لڑو اور میں حقیت واضح ہے کہ ہم کچھ چاہتے تھے اور رت کو لکھال کچھ اور، وہ بتا دے جو میرا چاہتا ہے جو وہ لکھال کا پالان ہوتا ہے اس کے اسباب اور حالات بتا دیتا ہے۔
میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ میرا دم بلوچو ناحیت کی طرف آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن وہ بار بار معاشقے کو

خوفناک جناتی کیس

ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ طالب علم اور سچے کے ٹھیک ہونے کے بعد بہت سارے لوگ میرے پاس شروع ہو گئے تھے۔

مری اور اطراف میں بھی میرے گاؤں کی طرح نہ ماننے والے لوگوں کی اکثریت ہے۔ جب لوگوں نے میری طرف آثار شروع کیا تو یہ نہ ماننے والا گروپ حرکت میں آ گیا۔ یہاں بھی میرے رب ذوالجلال نے ہمیشگی کی طرف ہدایت دی اور اسباب پیدا کئے۔ انہی ابتدائی دنوں میں مری کے اطراف میں فیصل نامی لڑکا تھا جس پر آسب کا سایہ تھا۔ اس کی شہرت انتہائی خوفناک تھی۔ اس پر جو آسب یا جانتا تھے وہ اتنے طاقتور اور خوفناک تھے کہ بہت سارے عامل اور نام لکھا صوفی ذلیل ہو کر بھاگ چکے تھے۔ جب وہ بچہ بیمار ہوا تو مری کا نامی گرامی عامل جو خود کو عقلی عمل اور بہت بڑا عامل سمجھتا تھا اس کا علاج کرنے گیا۔ اس عامل صاحب نے جیسے ہی اس بچے کو دیکھا تو اس کی خوشبو سے اس کی آنکھیں اوپر گردیں۔ یہ واقعہ سب کے سامنے ہوا، یہ حقیقی اور سچا واقعہ ہے۔

بہت منت ساجت کے بعد عامل صاحب کی جان چھوٹی تو عامل صاحب نے کہا میرے مرشد کے پاس جائیں لہذا اس لڑکے کو جو پندرہ سال کا تھا مرشد پاک کے پاس لے گئے۔ مرشد صاحب نے جیسے ہی دم کیا جانتا ہے مرشد صاحب کو دن میں سے قہوڑا اٹھا کر ہار گول چکرو یا مرشد صاحب بھی ڈر گئے انھوں نے اسے آگے بھیج دیا۔ اس طرح یہ لڑکا کئی عاملوں اور ہاروں کو ذلیل کر چکا تھا۔ بہت سارے عامل آئے اپنے جوتے اور بیگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اللہ کی ذات نے اہل مری کو میرا بھرا پور تعارف کروا دیا تھا، لہذا اب میری باری آئی۔

ایک دن میرے دوست پروفیسر طارن عباسی نے مجھے کہا کہ ہمارے گاؤں میں یہ لڑکا ہے آپ اس کا علاج کر لیں گے؟ میں نے کہا اے اللہ واللہ، آپ لے آئیں۔ اس بچے کی شہرت یہ تھی کہ جو بھی اسے دم کرتا تھا اس عامل کے بابا بانی کے گٹے پڑ جاتا تھا اور زمین پر گر کر اوپر بیٹھ جاتا تھا، لوگ منت ساجت کر کے جان چھڑاتے۔ اس دن شام کا وقت تھا میں اپنے گھر کے کھن میں بیٹھا تھا اور مری سے کچھ میرے خائفین آئے ہونے لگے تھے کہ آپ یہ دم وغیرہ کیوں کرتے ہیں؟ ثابت کریں کہ اسلام کے مطابق ہے۔ ہم یہ کام یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ میں مری میں پڑی تھی تھا میں میرے کچھ دوست شیراز صاحب اور فاروق عباسی صاحب میرے پاس بیٹھے میری حمایت کر رہے تھے۔

میں نے خائفین سے کہا کہ میں تو خود نہیں چاہتا لوگ آ جاتے ہیں میں دم کرو دیتا ہوں۔ خائفین میرے دوستوں

کا کہنا کہ لڑکا لڑکا آ رہا ہے۔ جو بے شمار ہاروں کو ذلیل کر کے بھاگ چکے۔ یہ واقعہ جتنے سے سارے اللہ کی ذات چاہتا ہے۔

میں نے تمام لوگ اس بات سے متفق ہیں کہ کبھی صاحب کو کبھی میں نے اسے سنا ہے کہ ایک شخص نے میرے سامنے آتا ہے تو میرے اندر ہولناکیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے، میرا وجود جوش و خروش سے بھر جاتا ہے اور میرا دل اسے شیطانی قوتوں کے کھلے کھلے کر دے کر دے۔ فیصل جیسے ہی میرے قریب آیا تو اس شریعت کردی، بیٹھنے والے پیر اور میری طرف سے میرا ہوا تھا وہ میری طرف دوڑا میں اس کی طرف گئے مجھے کچھ کوئی قوت اس کی طرف ہار دیتی ہے یہ تماشا میرے سارے لوگ دیکھ رہے تھے خائفین گروپ بہت خوش تھا کہ آج پروفیسر کی شامت آئی۔

جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اسے پکڑا اور اٹھا کر زمین پر مارا اور اس کے اوپر بیٹھ گیا وہ بھرپور مزاحمت کرتا تھا۔ ہم دونوں پر وحشت اور خون طاری تھا۔ میرے اوپر کوئی قوت سوار تھی جو میری گری تھی۔ آخر کار فیصل صاحب کے ہاتھ لڑکا کے پاس آ گیا۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو کیوں اس لڑکے کو تنگ کر رہے ہو، آخر میرا ہی ہونی آواز اس کے آسب سے بولنا شروع کیا۔

یہ ساری کارروائی بہت سارے لوگ دیکھ رہے تھے جو آج بھی گواہ کے طور پر موجود ہیں۔ یہاں پر مخالف گروپ کا سربراہ بولا کہ یہ سب جھوٹ اور پاگل پن کا دورہ ہے، کوئی جانی آسب نہیں ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو میں لڑکے کو ہار دے کر لے گیا اور ان صاحب سے کہا کہ اس کو پکڑو۔ اب جیسے ہی اس صاحب نے لڑکے کو چھوا تو وہ دوڑا جاگرا، اس کے ساتھیوں نے نہ لڑکے کو پکڑنے کی کوشش کی تو سب دوڑا جاگرا۔ اب مخالف گروپ خوف زدہ ہو چکا تھا اور وحشت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ لڑکے کو لے کر لڑکے کے پاس آئے تو میں نے اسے پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گیا۔ اب یہ سب کے سامنے ہو چکے تھے اور قاتلوں پر آمادہ تھے وہ بچہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا کہ شہوت دہن؟ میں نے کہا کہ اگر تم نے اسے کابلج روشن کریں۔ اب یہ سب کے سامنے ہوا کہ اک دم میں دینے کی آواز آئی اور ہلج روشن ہو گیا اور ان کے قریب کوئی نہیں گیا تھا۔ اسی طرح میرے کہنے پر ہلج بند کر دیا گیا۔ اگلا جھوٹ دیا کہ کابلج کے پھولوں کی خوشبو چاروں طرف پھیلی گئی۔ پھر اس بچے نے خائفین گروپ کے سربراہ اور اس کے گھر کے بارے میں ذاتی باتیں لگا شروع کر دیں۔

اب خائفین ہمارا نام چکے تھے کہ پروفیسر صاحب یہ واقعی اس ہیں کیس ہے اور آپ ہی اس کا علاج کر سکتے ہیں اور گواہ آپ مری میں پڑیں ہیں اس لیے آج سے ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

اب جنات نے معافی مانگی اور کبھی دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کیا اور سچے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ تمام دھڑلے والی موجود لوگ خائفین آ میر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بچے ٹھیک ہو گیا۔ میں جتنا عرض مری میں رہا وہ اور اس کی ماں، میرے پاس آتے رہے اور ہمارا س کی ماں میرا شکریہ ادا کرتی رہی۔

اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کیونکہ رب ذوالجلال نے مری میں مجھ سے روحانی کام لیا تھا اس لیے میری مخالفت ختم کرانے کے لیے اللہ نے اس لڑکے کو ٹھیک کر دیا۔ جب یہ لڑکا ٹھیک ہوا تو مری اور اطراف میں یہ بات پھیلی گئی کہ فیصل پروفیسر صاحب کے پاس ٹھیک ہو گیا۔ اب وہ سارے خائفین اور نام نہاد باپے بھی میرے پاس آئے اور بہت سارے شاکری کی خواہش لے کر آئے اور مری میں میرا ہجوم جب ہزاروں میں چلا گیا تو لوگ لہری لہری ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد مری میں میری مخالفت ختم ہو گئی کیونکہ میں پہلے دن سے آج تک بلا معاوضہ یہ خدمت کر رہا ہوں لہذا ان لوگوں میں میری محبت اور معنویت بوجہ پھیلی گئی۔

اس کے بعد بے شمار واقعات اور معجزات آئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوتے گئے۔

جلائی گونگے لڑکے کا ٹھیک ہونا

مری سے جب ہم لاہور آ گئے تو میرا اور میری بیوی کا ارادہ یہی بنا کہ یہاں پر دم وغیرہ نہیں کرنا نہ ہی ہجوم آگیا کرتا ہے۔ کیونکہ مری میں بے پناہ شہرت اور ہزاروں کے مجمع کی وجہ سے ہماری پرسنل لائف تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ لہذا ہمارا جاسکتا تھا نہ ہی کچھ کیونکہ میں جہاں جاتا، پروفیسر صاحب آتے ہیں کا شروع جاتا یہاں تک کہ ہم اپنے ان گنا جانے بھی نہ پائی سکتے، کوئی نہ کوئی آ جاتا۔

یہاں پر میں اپنی شریک حیات اور بچوں کا ذکر کرتا چلوں کہ میری بے پناہ مصروفیت میں اکثر میری فیملی متاثر ہوتی ہے اپنی فیملی کو نام نہیں دے سکتا۔ مجھے مری کی وہ باتیں یاد ہیں جب شادی کے بعد بھی میں ساری ساری رات مراٹھ اور چلنے و مخالف کرتا، جڑک جوتا اور پیریز کی کمانے، آخر میں میری شریک حیات پر کہ میری ہمہ وقت روحانی مصروفیات پر ایک تو وہ بھی رنجیدہ خاطر نہیں ہوتی، ایک مغربی دانشور کا قول ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار ہوتا ہے اس بات کو اگر میں اپنی زندگی پر پیشق کر دوں تو یہ نظریہ موصیعد درست معلوم ہوتا ہے۔ آج روحانیت میں میری بڑی بھی ترقی ہے اس میں جہاں میری ماں کی دعائیں شامل حال ہیں وہاں میرے روحانی سفر میں میری سوسائٹس و خواتین میری رفیقہ حیات کے مثالی کردار سے صرف نظر کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔

جب ہم لاہور منتقل ہوئے تو ہمارا یہ ارادہ تھا اور میرے اللہ کا کچھ اور۔ لاہور میرے لیے نیا شہر تھا۔ یہاں پر خاموشی کے چند دن ہی گزرے تھے کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کے بعد شریعت شروع ہو گیا۔ شاہ صاحب جو مری سے میرا ساتھی

میرے لاہور آنے کے بعد میرا رتبہ یہاں بھی لوگوں کو میری طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا کہ لوگوں کو میری روحانیت کا پتہ چلے اور شاید رب ذوالجلال اس لڑکے کو ایسی میری طرف لا رہا تھا۔ میں دفتر میں کام کر رہا تھا کہ شاہ صاحب کا مجھے فون آیا کہ جناب کدھر ہیں، میں نے کہا شاہ صاحب خیر

اسرار روحانیت

ہے نا، شاہ صاحب: ہمیشہ کی طرح ایک لڑکا پیار ہے اس کو آپ کے پاس لانا ہے، آپ گھر کب آئیں گے؟
 آئیں گے؟ میں نے کہا چار ہفتے پہنچا تو شاہ صاحب میں بندوں کے ساتھ مل کر
 کھڑے تھے۔ میں نے کہا شاہ صاحب خیر ہے یہ بارات کیوں لے کر آئے ہیں، ساتھ ہی میں نے ارادہ کیا اور
 کھول کر سب کو اندر بٹھا دیا۔

اُس وقت
کے سپیشلسٹ ہیں۔

ڈرانگ روم مردوں سے کچھ بچ کر رہ گیا کچھ لوگ بیٹھ گئے کچھ کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا لڑکا کون ہے؟
مجھے بتایا گیا یہ ہے میں نے جب اس کو گئے لڑکے کی طرف دیکھا تو اس پر وحشت اور جنوں طاری تھا مضبوطی سے ہاتھ لگا کر اسے
اٹک کر صوفے پر بیٹھا تھا۔ جیسے سب کو مل جائے گا۔

میں نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ لوگ ساتھ کیوں آتے ہیں تو شاہ صاحب کے بھائی ساتھ آ رہے ہیں۔
میں سے ایک بندے نے بتایا کہ تم آپ کو کچرانے کے لیے آتے ہیں، جیسے ہی آپ نے اس کو دم کرنا ہے اسے
آپ کو کھینچ لیتا ہے اور پھر دم آپ کو کھینچ لیں گے۔ وہ لوگ اس قسم کا مجھے ڈرارہے تھے کہ سوچ میں علاج کرنا ہے کہ نہیں

مختلف حالاتوں کی باتیں کیں کہس طرح وہ بھاگے اور ہم نے کس طرح ان کی حالت کو دیکھا۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ کئی سال پہلے کس واقعہ کی وجہ سے اس لڑکے کی زبان بند ہوئی اور آج کل کے گزرنے کے بعد بھی یہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ ہم دردمرد بنے شہر حرا اور باتوں کے پاس جا چکے ہیں۔ یہاں ایک

ہوا، کون سا در ہے جہاں ہم لوگ نہیں گئے۔ اس شاد صاحب نے آپ کا بتایا تو آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ لڑکے کا شہر ہے۔
 باپ یہ سب بتا رہا تھا، ساتھ آج والے ایک دوسرے کو اشارے کر رہے تھے اور طرے پر مسکراہٹ بھی کی، آج پروفیسر صاحب
 کی شیر نکلے۔ میں نے لڑکے کی طرف دیکھا جو غصے اور شست سے مجھے اور سب کو دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس جو راجہ

کے دعوے دار بیٹھے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ جہات نکالنے اور دم کرنے کے ماہر ہیں آپ میں سے کون سا لڑکے کو دم کرے گا؟ دونوں حامل خوفزدہ تھے۔ ڈراور خوف ان کے چہروں سے عیاں تھا انھوں نے نہ صرف انکار کیا کہ مجھے بھی متاع کیا کہ آپ بھی یہ کوشش نہ کریں۔ مخالفین نے ہنستا سر اُگڑا کر یہ شواہد صاحب آپ کو تو بتا تھا کہ یہ کام کسی کے

میں کا کھیل اور نہ ہی پروفیسر صاحب اس کا کھیل کر سکتے ہیں۔ ان کی نظریہ مکرر ہے اور گفتگوں کر کچھ غصہ اور جوش آتا ہے۔
بہرے اور پوری کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی جو اکثر مختلف اوقات میں ہوجاتی ہے۔ جوش غصہ میرے وجود پر چھانچا کرتا
کئی اوقات کی موجودگی احساس بھی، جیسے مجھے کی قوت نے اپنے صدمہ میں لے لیا ہو۔

میں نے بھی جنوبی کیفیت میں لڑنے کو دیکھا اور اس کا باؤ دچکڑا کر کہا کہ اے میرے ساتھ۔ میں اس کو گھبراہٹ
باجھرایا اور ساتھ والے دوسرے کمرے میں لے جا کر پیڑ پٹھایا اور اجنبانی شخصے سے اس کی طرف دیکھا، اس نے بھی مجھے
کھا جانے والی نظروں سے دیکھا کہ میری یہ خیال کہ اس کو دم کراں۔ اس نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی چا نک مجھے اس

مجھے اسی کام پر لگا دیا۔

عیسائی نرس کا ٹھیک ہونا اور پادری کی شکست

مری میں ہیری رہائش کے سامنے ایک کینڈین پادری رہتا تھا وہ اردو بھی لہتا تھا، پاکستان میں کام کر کے وہ
مستحق ادارے نے ٹوٹھی میرے گھر کے سامنے کر پڑی ہوئی تھی۔ جب میرے پاس رش پر حاوی اور اکثر جھگڑے
پر دھیر صاحب آپ کا پر کرتے ہیں؟ انسانی آگے آگے آپ کے پاس ان سے کہا کریں کہ علاقہ کریں کیا کریں
ہے۔ اکثر اس پادری سے بلیک فونک ہوئی کہ جو کچھ ہو رہی تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے بہت سارے لوگ آئے ہوئے تھے مری میں بہت سارے کیس آسجی آتے تھے۔
بھاری علاقہ ہے، سیکڑوں مریض آتے اللہ تعالیٰ کی ذات اُن کو شفا دینے۔

اس دن ایک عیسائی خانہ اپنی باری پیر سے پاس آ کر کہنے لگی میری بیٹی کو جنت میں اور میں درود کی سیب تھا۔ اور بتول اس کی ماں کے جنت میں آئے گی کی بڑی بیٹی کو مانا ہے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سارا گھر درود کی فوج صاحب نظر آئے۔

میں نے پادری صاحب کو لایا کہ پیڑا دھرا آئیں ڈیوڈ صاحب مزاحیہ افسانے لکھتے تھے۔ وہ چھوٹا سا لکڑیوں
 کی بری طرف دیکھتے ہوئے آگئے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ لڑکی عیسائی ہے آپ اس کا علاج کریں تو اس لڑکی کی
 بیوی ملے گی، ہم ایک ماہ ان کے ہسپتال میں لڑکی کا علاج کرا رہے ہیں بلکہ اپنی بیوی بھی لڑکی کا علاج بھی کرایا تھا، وہ نہ دیکھ
 گی نہ بھی نہ ہوئی۔

ڈیوڈ صاحب تھوڑے پریشان نظر آئے کہ یہ عورت تو ان کو دل کیوں کرنے پر تکی ہوئی تھی؟ وہ عورت مجھے کئی کئی
فیروز صاحب آپ میری بیٹی کا علاج کریں، میں ڈیوڈ صاحب کے پاس بڑے عرصے آتی رہی ہوں اور جیسے جیسوں کے
مثال سے علاج بھی کرایا لیکن شفا نہیں ہوئی۔

اب یہاں پہنچ کر اللہ کی امداد پھر اپنا دل ادا کرنے پر آمادہ تھی اور معاشرے کو میرا ایک اور پھر پہنچا کر تعارف بھی
 می صاحب کنبے کنبے ایک ذہنی سرٹیفیکٹ ہے، میں ٹیٹ کر کے اس کا علاج کروں گا۔ تو اس یوٹی یوٹی میں سرٹیفیکٹ
 کے پکڑے کیوں کرٹ جانتے ہیں؟ کیوں کو آگ کیوں لگ جاتی ہے، دورے کے وقت بری بدبو کیوں آتی ہے،
 اور دورہ جو یہ ہوتا ہے کبھی کیوں ہوتا ہے؟

اس بچی کی ماں اور پادری صاحب میں کافی بحث ہوئی، پادری صاحب بھدے تھے کہ جسمانی مریضہ ہے ماں
 نہ جانتی ہے۔

وہ بولنے لگا ہے۔ مجھے ہی وہ میری طرف بڑھا مجھے مارنے اور پکڑنے کی کوشش کی ایک دم گرا اور بے ہوش
ہو گیا۔ اس پر جو چیز یا بات تھی اُس نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا جب وہ گرا تو میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا، اٹھو اور
اُٹھو۔ وہ میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی دشت، جنوں صف، اضطرابی حالت ختم ہو چکی تھی۔ وہ
اُس کی طرف سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا تھا کیا نام ہے؟ اُس نے بولنا شروع کیا اور
اس کا نام لیا۔ وہ الدکا کیا نام ہے؟ اُس نے وہ بھی بتایا۔ میں نے اُس کو پکڑا اور واپس ڈرائنگ روم میں لے آیا
اور اس کے گرد دوسرے کمرے میں گیا تو ساتھ آئے لوگوں نے شاہ صاحب کو متنبہ کیا کہ آپ یہیں کدھر لے
آئے ہیں۔ یہ ٹیٹ شرٹ والا باپ اس کا ملازم نہیں کر سکتا۔ اللہ خیر کرے، خالی کمرے میں پر فیسر صاحب لڑکے کے
کے لیے آئے۔ آج پر فیسر صاحب کی خیر نہیں، خالی کمرے میں ان کو چھڑانے والا بھی کوئی نہیں۔ ابھی وہ یہ باتیں کر رہی
تھی اور مشکل چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ہم دو رات تک روم میں واپس آ گئے۔ مخالف بندوں میں سے ایک بولا
کہ اب تو یہ ۱۲ چھاپا گیا ہے پر فیسر صاحب آپ واپس آ گئے۔ ورنہ ہم تو ڈریس کر رہے تھے کہ اللہ پر فیسر صاحب کی خیر کرے
میں مسکرا کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا اور کہا شاہ صاحب! اتنا مشکل کیس کہ چند منٹ بھی نہیں گئے۔ اور لڑکے کو
دیا گیا کہ میرے رب کے حکم سے بول، بتا کیا نام ہے میرا؟ اُس نے اپنا اور اپنے والد کا نام بتایا لیکن اُس سالوں کے بعد

[illegible]

لیکن میں نے لڑکے اور اس کے والد سے ایک وعدہ لیا کہ آپ نے گاؤں جا کر کئی کبھی میرا نہیں بتانا کہ میں اس کا علاج کیا ہے بلکہ کہنا کہ داتا صاحب گئے وہاں پر ٹھیک ہو گئے۔

کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ یہ پورے علاقے کا مشہور کہیں تھا جس نے بھی سنا تھا اُس نے میری طرف آنکھ ادا کرش

میں یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہوں کہ یہاں اس سیر سے جو سچے سچے سیرت بناتی اور وہ جس کا اس بندے کی طرف رجوع کرو، وہ لڑکا شہادہ اور کوٹ بنانا ملک میں رکشہ چلاتا ہے اور اب بھی کبھی مجھے ملے گا۔ اور یہ کہتا ہے کہ سرکار! لوگ مجھے اور میرے ابو کو پوچھ پوچھ کر تنگ کر رہے ہیں کہ تم نے اس سے ملنا نہ کرایا تھا تو میں اس کی کہتا ہوں کہ نہیں بنانا۔ میں خدا کا نیکتا ہوں اگر تم نے کسی کو بتایا تو تمہارا جنس پھر تم پر چھوڑ دوں گا۔ افس! اس کو اس طرح ملک رکھے، آمین۔

قابل غور نکتہ یہاں یہ ہے کہ جب بھی میں نے روحانی علاج سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی میرے اللہ نے واپس

211

ان کی ہمت دیکھ کر میرے اوپر ایک خاص کیفیت طاری ہونے لگی جو کہ کوئی قوت میرے اندر سے بیدار ہو رہی ہے۔ میرے اندر داخل ہو رہی ہے، میرے رگ و پے میں گرفت دروازہ شروع ہو گیا، یہ کیفیت اکثر خاص حالات طاری ہوتی ہے۔ میں نے پادری صاحب سے کہا آپ کیا جانتے ہیں؟ وہ کہنے لگے یہ ڈاکٹری کیس ہے۔ کہا آپ کی بہنوں سے اس کا علاج کر رہے ہیں؟ ٹھیک نہیں ہو رہی؟ وہ کہنے لگے چکھو عرصہ لگے گا۔ میں نے کہا کہ میں باوجود میرے اوپر وحشت، جنوں، غصہ اور جلال کی کیفیت طاری ہو چکا تھا مجھے کاشا یہ کوئی قوت میرے اندر ہو چکی ہے میں نے اس بچی کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا آج کے بعد یہ بچی بے ہوش ہوگی اور نہ ہی دوائی کا اثر ہوگا۔

اپ یہ منظر بھی سیکڑوں لوگ دیکھ رہے تھے جو اس کو اسلام اور کفر کی جنگ سمجھ رہے تھے، اس کے بعد وہ پٹی چلی گئی۔ اس نے کہا: رفتہ بعداً نا۔

ابو صاحب بھی چلے گئے، ہفتہ بعد دوبارہ آئی والدہ کا کھڑکھڑاہٹاں میں بہت خوشی تھیں میں نے کہا کیا ہوا؟
ابو صاحب ایک دبا دبا ہوا آئیں تو والدہ نے اپنی ٹھیک ہو چکی تھی۔ میں نے ڈیڑھ صاحب کو شرمندگی سے بھاننے کے
لئے کہا کہ اب اس بچی کی ماں کنبہ کی پادری صاحب پر چڑھ میں مہمل میں کنبہ ہیں اور بچہ چھپے ہیں کہ بچی ٹھیک ہوئی ہے یا
نہیں؟ اس پر میں نے قیام کے دوران اکثر میرے پاس آئیں۔ اس سے مجھے اردو سطحوں کو بھی خوشی ہوئی کہ

بعد میں مجھے پادری صاحب بھی ملے رہے اور ایک دن عید برکھرا اور سویاں بھی بنا کر لانے کہ یہ مسلم ملک ہے۔
 اسی دن انھوں نے بھی روجا نیت کا سہارا شروع کر دیا تھا اور اکثر آ کر کھڑک پر ٹک لگاتے۔
 میرے والد نے یہاں بھی میری عزت کی لاج رکھی، اور دینا! تیرے کھیل نہ لے۔

دھرم ناتھ کا چلیخ

۱۱ اور کے اعتبار کی دلوں میں ایک اور مشہور واقعہ پیش آیا جو انتہائی دلچسپ تھا۔

ایک دن میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک مجھے شنائی شاہ کاغذوں آیا کہ مرید فیض صاحب آپ کہاں ہیں؟ ہم بہت جلدی میں ہیں، میں نے کہا میں دفتر میں ہوں، وہ کہنے لگا سر! میرے ایک دوست جو خود کو بہت بڑے عامل اور دارگاہ کہتے ہیں انھوں نے کسی مریض کو دم کیا ہے تو میرے ان عامل دوست کو خون کی قے شروع ہو گئی ہے ہم بہت مشکل میں ہیں اور آپ کے پاس آ رہے ہیں، میں نے کہا جلدی آؤ۔ یعنی شاہ اور اس کا دوست شریف خٹہ زدہ تھے۔

بہر حال کچھ دن بعد یعنی شاہ اپنے عامل دوست اور مریض کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئے عامل صاحب کی حالت خراب تھی۔ ہم نے فوراً طور پر عامل صاحب کو ہسپتال بھیجا اور مریض کو میرے سامنے بٹھا دیا گیا۔

مجھے جتنی شام تھانے لگا یہ مریض پچھلے سات سال سے سندھ ڈھری کے قریب ہی گاؤں میں ہندو عامل مرحوم ناتھ کے پاس تھا۔ مرحوم ناتھ نے اس کو بہت سارے اعمال کروائے، کالے چارو کا، کالے ماتا اور دوسرے کالے چارو اور دھات اور اج کی حاضریاں اور یہ مرحوم کا خلیفہ، نہ کر اس کے پاس رہا تھا اور لوگوں پر چارو نہ کرتا تھا۔

مرحوم ناتھ شراب پینے کر لیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے ایک انتہائی نیک بندے پر جب کالے چارو کا برا عمل کیا اس کو دکھا دیا۔ دوسری طرف کھراواں کا عرصے سے واپس کا اصرار بھی تھا لہذا اس نے مرحوم ناتھ سے واپس کیا اہا کر دیا۔ مانگی اہا مرحوم ناتھ کو گستاخی کا احساس ہوا اس نے کہا تم جاتو رہے ہو لیکن جب تک تم میرے پاس نہیں آؤ گے تم ٹھیک نہیں ہو گے۔ تہا راتھیک ہو تا کو بعد کی بات ہے، جو تم کو ہم بارو جانی علاج کی کوشش کرنے کا وعدہ بھی نہیں کیجے گا۔

یہ ہندو تو بیکر چکا تھا اور اس کا ضمیر بھی گیا تھا اس لیے یہ زبردستی چلا آیا اور جب سے واپس آیا، کار اور اس ستیاناس صحت خراب، نیند نہیں آتی، جھٹکنے لگے ہیں، حالت خراب، ہانگہ پین کے دورے بھی، سے شرابہ لوگوں کے اس علاج کے لیے چاہے کہ پینے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ جو درد ہے اس کی بھی شناس آ جاتی ہے۔

اب کوئی اس کا علاج نہیں نہیں کرتا۔ یہ کہی بارو مرحوم ناتھ سے معافی مانگ چکا ہے لیکن اس کی وہی پرانی شرط کہ واپس میرے پاس آؤ تب معافی ملے گی۔

وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا، شیدہ بڑھی ہوئی، اچھے ہال، چرخہ روشنی، درخت اور فونٹ اور اسٹیل اسکرپچر تھا وہ طنز پر اور حقیقی خیر فکری کے ساتھ مجھے کہنے لگا: پروفیسر صاحب! بہت سارے لوگ کوشش کر چکے ہیں سوچ میں مجھے اچھا دم کرتا ہے دو گھنٹے نہیں نکلا! آج تک کوئی میرا اعلان نہیں کر سکا اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔

دفتر میں موجود کوٹہ غزوہ ہو چکے تھے بلکہ مجھے نسخہ کیا کراس کو آپ دم نہ کریں اس کو اس کے حال پر رکھا
 دیں۔ مرلیض میرے سامنے بیٹھا تھا وہ بھتیجی شاہ سے کہنے لگا شاہ صاحب آپ کو پوے دعوے کرتے یہاں آئے تھے
 قہار سے مرشد بھی بھاگ گئے آؤ واپس چلیں، میرے دفتر میں موت ہے اب مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ مرلیض جانے کے
 لیے اٹھ کھڑا ہوا بھتیجی شاہ بھی میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا کہ مرلیض یا واپس جائیں۔
 اُس مرلیض کی باتیں سن کر میرے اوپر غصہ، جوش اور جلالی کیفیت طاری ہوئے مگر جو اکثر مواقع پر ہو جاتا
 ہے۔ میں نے مرلیض سے کہا بیٹھو اس کا نکات کا لکھ میرا وسوسہ تیار ہے، دھرم کا تھو نہیں مرلیض بولا چہ نہیں ربت کو
 ہے؟ مجھ پر کرم کیوں پورہا۔

میں بولا میں اپنے سونے ربّ کی دی ہوئی طاقت سے اس یقین کے ساتھ تم کو مد کرنے لگا ہوں کہ جس رشتہ نے بچپن سے آج تک میرا ساتھ دیا پر مشکل وقت پر مدد کی وہ آج بھی یقیناً میرے درد کے گامبرے پاس والی کرسی پر جیسا وہ حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے اٹھا اور میرے ساتھ آ کر بیٹھ گیا پھر سے کمرے پر خاموشی کی چادری تھی۔ تمام لوگ خوف، تجسس اور حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

میں نے ہمیشہ کی طرح اللہ کا نام لے کر اس کو دم کروایا اور اعترافی غصے سے کہا: تم کہتے ہو نا کہ دھرم ناتھ تم کو سزا

415

ہر ایک نہیں ہونے دیتا اور علاج کرنے والے کو ہمارا گردانتا ہے۔ اگر کیا وہ دن کے اندر اور دھرم تاحہ نے تم
معاذ اللہ! باگ لے تو دوج جائے گا اور تاس کی نہیں نہیں۔ یہ میرے سب ڈاؤن لال کی زمین ہے دھرم تاحہ کی نہیں۔
میں نے اس کو دم کیا اور کہا ہوا کہ اس نے بیٹہ چاہا۔ صبح کے سارے دن کا وقت تھا، مریض نے بیٹنی اور حیرت سے
کہہ دیا تھا۔ میں نے باقی آئے ہوں کو کو دیکھنا شروع کر دیا مجھے مکمل یقین تھا کہ ہمیشہ کی طرح میرا سہارا ہ
دھرم تاحہ ہے اور دھرم تاحہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔
وقت گزر رہا تھا، مریض اور باقی لوگ شہت سے دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوا ہے۔ الحمد للہ دو گھنٹے گزر گئے مریض
اور صحت سے دیکھ رہا تھا کہ پروفیسر صاحب آرام سے بیٹھے ہیں۔ میں نے مریض سے کہا کہ دیکھو میرے اللہ نے میری بد
دعا اور گھٹے خیریت سے گزر گئے۔ یہاں تک کہ آپ کھانے خیریت سے گزر گئے۔ میں نے عقلمندانہ اور مریض سے کہا اب
آپ ہمارا دھرم تاحہ کی معافی کا انتظار کرو۔ مریض کو کچھ حوصلہ دیا کہ آج صبح اور آج کے مریضوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے
اللہ اور سلام کر کے چلا گیا۔

[illegible]

ہندو ماڈل لٹر کی کا خدا کو چیلنج

میری روافی زندگی میں بہت سارے خوفناک کہیں آئے ہیں۔ پہلے صفحات میں دھرم ناتھ کا خدا کو ^{چلتے} آخر
 اُس کو تکرار دے تک پہنچایا۔

پہلی اسی طرح کا واقعہ ہے جب ایک ہندو ماڈل لڑکی وی کی مشہور ماڈل ہے خندا کو بیچ کر دیا۔
واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب حسب معمول جمعہ کے دن لوگوں سے مل رہا تھا، آستانہ دیو لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ شائقانہ
ہوئے کہ سارا دن اور رات 3 بجے تک میں لوگوں کو ملتا ہوں۔ جب سارے لوگ چلے گئے تو میرا تقریبی مرید لڑکا میرے
پاس آ کر کہا کہ سرکار (بیچ بھرت اور عقیدت سے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں) میرے دوست کا بھائی بنا رہا ہے میں
اس کو آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ اس پر کوئی حیرانہ یاد کا ہندو عامل شدید جاو کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ہوتا ہے
اس کو کچھ بتایا گیا کہ انٹرنیٹ پر اس لڑکے کی کسی لڑکی سے دوستی ہوئی جو کراچی میں راقی ہے اور ہندو ہے۔ لڑکا پہلے
شادی شدہ تھا، لڑکی نے جب دوستی کے بعد شادی کا اصرار کیا تو لڑکا بیچ کر ہٹ گیا۔ لڑکی کیونکہ نفسیاتی مرید بھی نہیں ہے
اور دھرم سے میں اس کے بیچے پر کئی کہ ضرورت تم کو حاصل کروں گی۔ کہیں بہت دلچسپ تھا میں نے کہا صبح اس لڑکے کو

لے کر میرے دفتر آؤ۔ میرے اللہ کے حکم سے لڑکا ٹھیک ہو گا۔ انشاء اللہ۔

الہدایہ میں مثنوی کا ذکر ہے کہ اس کا گیارہ لاکھ جوان اور خوبصورت تھا۔ کئی دن سے سوچا نہیں تھا کہ شہید ہو گا۔ گھر پر ہتھ کاٹکا تھا۔ بے شمار بایوں، منکوں، عاملوں کے پاس جا چکا تھا لیکن علاج نہ ہوا لڑکے کے ساتھ نہ ہو گا۔ اُس پر اور اُس کی کار پر خون کے چھینٹے پڑتے گوشت کے ٹکڑے گرتے۔ گھر میں آگ لگ جاتی، بیڑ ہوا پڑتا، کمرے میں دھواں بھر جاتا، کاروبار کا سنبھالنا سہو چکا تھا۔ شہید پر خوف و ہراس میں مبتلا تھا۔ ہر وقت مراء اور کندھوں پر بہت بھاری احساس بار بار خوشی کرنے کو بل کرتا۔ بے شمار عاملوں، بایوں کے پاس جا کر نام اور مایوس ہو چکا تھا۔ میرے اُس سے جو کہانی سنانی ہو اس طرح ہے:

[illegible]

جیسے جیسے میں انکار کرتا رہا وہ جتنی اور باگل ہو جاتی۔ مجھے بے شمار لالچ اور حکمیاں: میں جب میری نہ مانا تو اس نے عاملوں، بایں کی طرف جانا شروع کر دیا۔ کیونکہ شیلہ زادہ میری تھی اس کے پاس پیسے کی کبھی کمی نہ تھی۔ لیکن وہ راج کو یہ خرچ کرنے کی تھی کہ ضرورت میں مجھے سے شادی کر لے۔ میں نے کہا میں ہمارے غمزدہ تیل کے چٹا کھانے کیسے بے مرادہ میرا غمزدہ صوفیہ لائق اقلی کو کہتی کہ بھاگ لو آخر کو میرے پاس آنا ہے۔

اسی دوران شیلی کی ملاقات راجندر کمار نامی ہندو عامل سے ہوئی۔ شیلانے اس کو بھاری رقم دی کہ ہر صورت میں اسے کوئمبر سے پاس آنا چاہیے۔ اس ہندو عامل نے انتہائی طاقتور اور خوفناک عمل کیا کہ میری صحت، کاروبار تباہ و برباد و خیر اندوگزی، جسم پر کاٹن نشان اور باقی گریز، تھگہ گریز، ناخوشی، کھینچاؤ، دھمکاؤں، دھمکائیوں اور دھمکائیوں کے

میں بھی بے شمار بایوں، عاتلوں کے پاس جانا شروع ہو گیا۔ بے شمار بایوں، عاتلوں کو بیماری، تپیں دس لیکن کسی عامل کو نہ ہوا۔ اعلان نہیں کیا بلکہ حالات بدل کر خراب ہوتے جا رہے ہیں بلکہ بہت سارے عامل تو اب مجھ سے ملتے بھی نہیں کہ ہوا علاج نہیں فہم کر سکتے۔ اس دوران میں نے شلا سے کئی بار معافی مانگی کہ مجھے معاف کر دو لیکن شلا ہمیشہ مجھے اس لیے کہہ کر اندر دھک مار باجی کا تو زہم نہیں کر سکتے میرا بیٹھوان بگڑا ہے۔ تم اپنے خدا سے کہو تم کو بچا سکتا ہے تو پچالے۔

سہاری باتیں وہ لڑکا سنا رہا تھا۔ جو انہنی کی باریسی اور خوف کا شکار ہو چکا تھا۔ مجھے کہنے لگا "جناب پروفیسر آپ آپ کے پاس آیا ہوں خدا کے لیے مجھے بس لڑکی اور بہنو معاملہ ہے چلیاں۔"

اس لئے کہی خوفناک اور دل بلا دینے والی باتیں سن کر میں بھی شہید ہو جیتا اور دوسرا کھڑا ہو چکا تھا۔ اس کی
 بات کہ چاہا اپنے خدا سے کہو تم کو پہلے میری ساری حسنین بیدار ہو چکی تھیں۔ غصہ اور جلال میرے اوپر بھی طاری
 ہوا۔ میں نے اس بچے کو حوصلہ دیا کہ میرا رب بہت درجہ و کرم ہے۔ وہ تمہاری اور میری مدد کرے گا۔ میرے اوپر
 اس ہڈی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی جسے اپنے ذہن سے لاتعلقی اور سہل دہل میں داخلہ دے رہا ہے اور مجھے لگا میں روحانی
 طور پہاڑ قلندر کے دربار پر ہوں۔ میں نے وہاں پر سلام کیا اور راجندر کمار عامل کی شایستگی کی آپ کی گہری میں یہ کیا
نکشاہو کہ جو کچھ میں اپنی نکتہ سے سنا اور پھر واپس آ گیا۔ میں بچے سے مخاطب ہوا یہ دھڑکیں کانکات، میرے
 دل کی دھڑکیں تھیں اس کی کوفوں خاڑا اور اس سے کہو کہ تم نے جو کمرے وہ کرلو۔ میرا رب مجھے پہانے گا اور تیرے
 لئے مال بابے کو مزا دے گا۔ میں نے "فیالقب" پڑھ کر کہنے پر دم اور دھار کیا کہ آج سے میرا رب تیرا محافظ ہے۔
 اہا کاشی عامل تیرا نہیں لگاؤ سکتا۔ وہ درجہ و کرم، رقیب ام تیری حفاظت کرے گا۔

لڑکائی کی طرح ڈرا ہوا تھا کہ میں فون نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا چلو کوئی بات نہیں تم آرام سے گھر جاؤ اور آرام

اُس لڑکے کی حالت ناہل و پچھلی جیسے مٹوں ذوقی ہو چھا اُس کے سر سے اُتر گیا ہو۔ وہ Relax اور سہل
 آ رہا تھا۔ وہ چلا گیا اور میں نے ربّ ذوالجلال والا کرام سے دُعا کی کہ میرے ربّ ہمیشہ کی طرح میری مدد کر اور اس
 کے دست سے اور اُس جندو عامل کے شر سے محفوظ رکھ۔ میں آرام سے گھر آ گیا۔ اگلے دن جب حج خُزّہ پہنچا تو وہی لڑکا
 مالِ بائیں خوش و خرم کھڑا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میری طرف دوڑا، چوڑا اور خوشی سے ہاتھ لگا کہ جناب بڑے
 گھر کے بعد آج میں آرام کی فہم سوا ہوں۔ میرے گھر میں کوئی بدبویہ، دھواں نہیں اور میرے اوپر وہ بھی نہیں
 ہے۔ ابھی بہت خوشی ہوئی اور دل و دماغ ہمیشہ کی طرح خدا کے سامنے سجدہ کر رہا کہ اُس نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی
 کرم و اہل اللہ کی بھی کی اِزّت رکھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ جاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اور "بارِ قیّہ" کا ورد پڑھو خوشی خوشی چلا
 جاؤ۔ اور اِجدواہیں آیا تو بہت خوش تھا۔ اب وہ حوصلے میں تھا۔ مجھے آتا دیکھ کر دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا اور خوشی سے

کبیر سے بابائی شیعہ بیمار ہو گئے ہیں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اس لڑکے کو توں کر کے اس سے معافی مانگو اور اس کے لیے اس کا چھینا چھوڑ دو ورنہ دونوں کی زندگی شدید خطرے میں ہے اور تمارا زعمہ رہتا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔ اب امریکہ جارہی ہوں اب بھی تم کو کھنگ نہیں کروں گی۔

وہ لڑکا خوشی اور خوش سے یہ ساری بات جاتا رہا اور میں ایک بار پھر ریت کعبہ کا شکر گزار کہ میری طبیعت نے پھر کرم کر دیا۔ آج وہ لڑکا نازل محنت مند زندگی گزار رہا ہے اور عشق الہی کا مسافر ہے۔

مغرور فلفلی اداکارہ کی توبہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ تم سب کے لیے بہت زیادہ قابل احترام ہیں اور میں بھی ہمیشہ سہلہ بنا کر رہا کرتا ہوں اور بلاشبہ نبی پاک ﷺ کی اولاد ہونا بہت ہی سعادت کی بات ہے۔

لیکن یہاں یہ الیہ ہے کہ بہت سارے لوگ جعلی سید اور آل نبی کے دعوے دار ہیں اور ان کو باطل کی آواز سن کر ان کی ذمہ داری کیا ہے اور ان کو معاشرے کے لیے فلاحی کردار ہونا چاہیے۔

اسی طرح کا واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔ میں لاہور میں مقیم تھا۔ ایک عورت کی حالت بہت خراب ہے۔ وہ آپ کو بلا رہی ہیں اور میں اس طرف گیا جہر رکشہ لڑا تھا۔ جب میں رکشہ کے قریب گیا تو دیکھا کہ ایک انتہائی خوبصورت لڑکی شاندار گاڑی میں ایک عام عورت کے ساتھ کھڑی تھی جو شاید اس امیر زادی خوبصورت لڑکی کی ملازمہ لگ رہی تھی۔ جب میں امیر زادی کو دیکھا تو مجھے وہ مالوس پتھر لگا کہ کوئی شے اس کو دیکھ یا مل چکا ہوں۔ غور سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ یہ تو مغرور اداکارہ ہے۔ راکشہ راویہ مجھے بتائے لگا کہ بی بی بی بی کی ملازمہ ہے اس پر کسی جن کا سایہ ہے۔ اس لڑکی پر حاضری ہو چکی ہے اور کسی سے دم کرانے سے شکیں ہو جاتی ہے۔ جن بابائی سے ہم دم کرتے تھے وہ آج کل شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ میں ایک دن کسی مریش کو آپ کے پاس لایا تھا کیونکہ فری علاج کرتے ہیں اور لوگ آپ کی تقریب بھی بہت کرتے ہیں لہذا میں ان کو آپ کے پاس لے آیا ہوں۔

میں جب بھی ختم کا دعائیہ علاج کرتا ہوں تو ایک احتیاط کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ پردہ صحر صاحب اکیلی لڑکی کے پاس پہنچیں کیا باتیں کر رہے تھے لہذا اس دن بھی میرا اسٹیلڈ میرے ساتھ تھا۔

مریش کی حالت خراب تھی۔ میں نے اللہ کا نام لے کر قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا شروع کیا۔ اللہ نے کرم کیا اور مریش کی حالت قدرے بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ جب اس کی حالت بہتر ہو گئی تو وہ واپس جانے لگا۔ ملازمہ نے اچانک کہا بابائی! میری بی بی، بی کو بھی دم کروں۔ میں نے ہمدردی میں جیسے ہی اس کو دم یا پھونک ماری

اور اداکارہ ایک دم ہلک اٹھی جیسے میں نے اس کو گالی یا تھپڑ مارا ہو۔ انتہائی غصے اور جلال میں بولی تم کون ہو تے ہو مجھ کو دم کرنے والے تم جانتے نہیں ہم سید ہیں اور خود بخیر ہیں۔ تمہاری یہ بات اور اوقات کرم، ہم کو دم کرو۔ وہ لڑکی ابھی اور جلال سے مجھے ڈانٹ رہی تھی۔ میں نے کہا سوری بابائی مجھے آپ کی ملازمہ نہ کہا تھا اس لیے یہ اتنی بات ہو گئی۔ دوبارہ یہ غلطی نہیں کرتا، معاف کر دیں۔ لیکن اس کا غصہ نرم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ہمیں انہوں نے اسے اس پر کوئی جن یا آ سیب سوار ہو۔ وہ بولی ہم تم کو سزا دیں گے تم سے ہر چیز جیتیں لیں گے۔ وہ پھر میری طرف بڑی طرف بڑی جیسے مجھے کچا کھا جائے گی جبکہ میرا وہ یہ مسلسل معذرت خواہانہ تھا۔ مجھے احساس تھا کہ اس لڑکی میں بہت سارے لوگ دیکھ رہے ہیں لیکن تمنا نہ بن جائے لیکن وہ اداکارہ مجھے دیکھ کر کہنے پر آمادہ تھی اور مجھے گالیاں دینا شروع ہو گئی۔

اب اس کی کوساں حد سے بڑھ گئی تو میرے اوپر مخصوص کیفیت کا غصہ طاری ہونا شروع ہو گیا۔ مجھے کچا کھانے والا میرا کیریاں پکڑ کر مجھے مارے گی۔ اس پر شاید پاگل بن کر دوڑ پڑ چکا تھا۔

پھر وہ میرے قریب آئی تو میں نے زور دے کر کہا جی ہاں آواز میں اسے کہا: جاکو، میری امی کی بیٹی، اب تو بی بی اور سید زادی پچھلے نو سالوں میں 5 مرد بدل چکی ہیں اور 9 بائسن کرانچنگ ہو چکے ہیں دوسلوں سے فلاں بندے اور اس کی طرح اس کی انٹاریشن میرے اوپر اثر رہی تھی اور میں اس کے ماں باپ، بہن، بھائیوں اور پچھلے سالوں کا ہمارا اور اس کے گندے کروت اس کو بتا رہا تھا اور ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا کہ یہ تو تمہاری بیوی فقیری تمہاری بیٹی تم ایک لڑکا لایا حال اور غصہ دکھاتی ہو اور تم کو شیشہ دکھاؤ تم ہو کیا۔ میرے اسٹنٹ نے پہلی بار مجھے اتنا غصے میں دیکھا۔ وہ مجھ کو دکھا رہا تھا کہ سرجا نے دیں۔ آپ کو تو غصہ آتا ہی نہیں آج کیوں آ گیا؟

میں پھر اداکارہ سے مخاطب ہوا۔ اب بتاؤں تمہارے کروت کو تو کتنی نیک ہے اور بغیر کالج کے کس کس کے ساتھ رہ رہی ہے۔ اس اداکارہ کا سارا غصہ فروخت ہو چکا تھا۔ وہ شاید مجھے ڈر گئی تھی وہ جس بندے کے ساتھ آتی تھی وہ بھی تمہاری جی میں نے اس کو بتایا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور تمہارے ساتھ Time Pass کر رہا ہے۔ وہ تو وہ میرے قدموں کو چھونے لگی۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹا اور کہا دوڑ جاؤ یہاں سے اور دوبارہ کبھی واپس نہ آؤ اور دھیرے باقی کروت بھی بتا دوں گا۔ میرے اوپر مخصوص کیفیت طاری تھی اور میں بولے جا رہا تھا۔ جاؤ واپس اور ہاں تو تمہارا چہرہ ہے اس سے میرا پوچھا وہ تمہیں میرے بارے میں بہتر بتائے گا۔ یہ کہہ کر میں تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

بعد میں مجھے شدت سے شرمندگی کا احساس ہوا کہ مجھے اس طرح سرام اس کے راز افشا نہیں کرنے چاہیے تھے لیکن اس نے مجھے مجبور کیا تھا۔ مجھے دکھ تھا کہ مجھے اس پر غصہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسی طرح چند دن گزر گئے۔ میں ایک دن اپنے گھر سے گریا تو میری بی بی نے دروازہ کھولا ہی مجھے کہا کہ بابا آپ سے ملنے ایک آنٹی آئی ہیں۔ انہوں نے پاؤں

دھو کر اداکارہ آگے آئیں۔ میں نے آپ کی خواہش کا بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ لہذا میں نے ان کو اس کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچا دیا۔ شہر کے ایک قبرستان کے ساتھ کسی بزرگ کے حمار کے ساتھ وہ لڑکی گھومنا لگا کہ وہ اداکارہ مجھے باہر بل گئی۔ ادب و احترام سے مجھے سلام کیا اور اس کمرے کی طرف بلانے لگی۔

پہلے، بوسیدہ اور خستہ حال کمرے میں ہم داخل ہوئے۔ اندر بہت بوڑھے اور کزور بابائی جن کی عمر 70 سال یا زیادہ ہو گئی تھے۔ دونوں لڑکے ان کو دبا رہے تھے۔ اداکارہ بولی بابائی پرو فیسر صاحب آئے ہیں۔ بابائی فوراً اٹھ کر بہت محبت اور پیار سے اٹھ کر ہم کو کبھی اپنی بوسیدہ اور پرانی چٹائی پر بٹھا دیا۔ وہ لڑکی بہت کزور اور بوڑھے تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بہت لمبے تھے۔ لگ رہا تھا کہ بابائی نے عمر سے اپنی طبیعت کو ان کے اوپر ڈال دیا ہے۔ بابائی کے کمرے میں بہت سارے قرآن پاک کے نسخے موجود تھے جو انہوں نے سالوں سے لگے ہوئے تھے۔ کوئی چھوٹا قرآن مجید کوئی بڑا۔ بابائی کی شاید Hobby تھی ہر طرح کے قرآن مجید اکٹھا کرنے اور انہیں پڑھنا۔ میں نے میرا ایک ہی شوق ہے قرآن مجید اکٹھا کرنا۔ مجھے جہاں بھی کوئی قرآن مجید نظر آتا ہے میں اس کو اپنے پاس لے آتا ہوں۔ اب میں نے یہ شوق ہے میرا اس کے کام سے کبھی تو مشتق ہونا چاہیے۔ میں جب بھی اداس ہوں تو ان قرآن مجید کی صفائی کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ ان کو دیکھنا شروع ہو جاتا ہوں۔ لیکن میرا کام اور یہی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی بابائی نے مجھے مختلف قسم کے قرآن مجید دکھانا شروع کر دیے۔ بابائی جس شوق، اور اور عقیدت سے مجھے قرآن مجید دکھا رہے تھے تو مجھے شرم اور ندامت ہو رہی تھی کہ جس احترام اور محبت سے قرآن پاک دکھا رہے تھے میرے اندر یہ احترام کا جذبہ کیوں نہیں ہے۔ بابائی کتنے عرصے سے تہجد پڑھ رہے ہیں۔ ابھی اللہ کا ان پر خاص کرم اور احسان تھا۔

بابائی نے مجھے چائے بھی پائی۔ میں نے بابائی کی بھونٹی چائے پی کر بہت مزہ لیا۔ میں کافی دیر بابائی کے پاس بیٹھا رہا۔ ان کو دبا رہا میرا دوا اور ان کی باتیں سننا بھی بہا۔ میرا دل گردہ ہاتھ کبھی نہیں دھو جاتا اور بابائی کے پاس ہی رہوں۔ آخر کافی دیر کے بعد میں نے بابائی سے اجازت چاہی اور وہ ابھی کا سفر لے گا۔ بابائی میرے بعد کسی صاحب عمل اور نیک بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی۔

ایک بزرگ کی ایک نشتی یہ بھی ہوتی ہے کہ آپ کا دل اٹھنے کو نہ کرے اور بار بار اس بزرگ کے پاس جانے کو

میں ہتھکڑ باندھے ہیں اور وہ کہتی ہیں آپ کے بابا کو ناچ کے دکھانا ہے۔ میں حیرت سے اٹھ بیٹھا۔ میں لڑکی کو ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اندر کا منظر دیکھ کر میں شدید حیران ہوا۔ وہی فلفلی اداکارہ سفید ریش لباس، بالوں اور داڑھی میں سفید موستے کے گھڑے نعل نیک اپ، زیورات، سدا رہی ہوئی پاؤں میں ہتھکڑ باندھ کے بیٹھی میری بیوی کے کمرے میں کھڑی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میرے پاؤں کی طرف لپکی۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹا۔ بی بی یہ گناہ ہے، میرا ہاتھ بندھے سے لائی صرف میرا ہاتھ ہے۔ میں تو بہت گنہگار ہوں۔ وہ بولی سرکار مجھے معاف کر دیں۔ میں نے اس کو آپ کے ساتھ بہت تیزی اور گستاخی کی تھی۔ مجھے معاف کر دیں۔ ہلیز وہ نہیں کرنے لگی۔ وہ جو مغرور آج جا زور ہو سکتی تھی آج تھی۔ میں نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا وہ نازل نظر آ رہی تھی۔ آج سے یہ میری بھابی ہیں۔ میں ان کو اور آپ کو دم کرنے آیا کروں گی۔ اس کے پاؤں میں جو تھیں تھے۔ تمہارے جو تھ کو صر ہیں۔ سرکار وہ تو گلی کے باہر ہی آ کر دینے ہیں۔ مرشدی کا حکم تھا کہ شے پاؤں جاتا ہے اور میرے شاہ کی طرح دھال کے پردہ صحر صاحب کو مٹاتا ہے۔ حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ بی بی میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور نہ ہی مجھے ناچ گانے کا شوق ہے بس ٹھیک میرے دل میں کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تم کو اس دن ہی معاف کر دیا تھا اب تم اپنے گناہوں سے توبہ کر دو اور اللہ معافی مانگو۔ اس نے اپنے مرشدی بہت ساری باتیں بتائی کہ 10 سال پہلے مرشد بابائی نے میوزک گانے بھانے کو کہا دیا اور اب دہ رپ کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ رسول کی باتیں سناتے ہیں

شاہی محلے کا درویش

وہ اپنے مرشد بابائی کی باتیں بڑی عقیدت اور احترام سے سناتے تھے اور میرے اندر بابائی سے ملنے کا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا اور میرا دل بھی کہہ رہا تھا کہ بی بی کوئی قریب الہی کا مسافر لگتا ہے جس پر عشق الہی کا رنگ چڑھ چکا ہے جس کی وجہ سے وہ توبہ کر کے رت پر لگا ہے۔

میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بابائی نے گانا بجا 10 سال پہلے چھوڑا لیکن وہ غماز اور تہجد پچھلے 30 سال سے پڑھتے ہیں بلکہ 30 سال سے انہوں نے کبھی بھی تہجد نہیں کی۔ ساری ساری رات ذکر الہی میں گزار دیتے ہیں اور قرآن پاک سے بہت مشتق کرتے ہیں۔

میرا غم نہ ہو چکا تھا اور اب بابائی سے ملنے کا اشتیاق بہت بڑھ گیا تھا۔ لہذا میں نے بابائی سے ملنے کی درخواست کی تو وہ بولی کہ بابائی جہرات کی رات داتا صاحب حاضری کے بعد آپ سے مل سکتے ہیں۔ باقی دنوں میں ان کا پتہ نہیں ہوتا وہ کہاں یا کھر ہیں۔ پہلے وہ شاہی محلے میں رہتے تھے آج کل وہ وہاں نہیں رہتے کسی حمار پر رہتے ہیں۔

زانی شخص کی توہ

کوہری میں یکدن صحت افزا اور سائنسی مقام میں اور پوری دنیا کے لوگ سیر و سیاحت اور چشمان گزروانے مری
 آئے۔ مری آنے والوں میں چیکو لوگ ابھی آتے ہیں جو عریاشی اور نا کے آتے ہیں۔ میں جتنا عرصہ میری
 ملازمت کا کرتا رہا میرے اللہ کا اتنی خوبصورت جگہ جو نہت کا کھڑا معلوم ہوتی ہے مجھے یہاں پر ہی ایک مہولہ مالی سیکڑا
 ادا کرتا ہے اور تیرا عرق بہت سڑوڑتی اور سب کچھ ملے اس جگہ سے بہت پیار ہے لیکن مری کے ہوٹلوں میں

میں جب روحانیت میں نہیں آیا تھا تو یہ کہتا تھا کہ روحانیت تصوف کو سامنے والے زیادہ تر دیہات میں
یہاں یا ان بد لوگوں کا شوق ہے لیکن جب بہت سارے لوگ میرے پاس آنا شروع ہوئے تو میرا ایمان غلط
پر حاکیا گیا۔ بہت زیادہ روحانیت کو سامنے والا ہے کیونکہ پیروں، فقیروں کے پاس معاشرے کے تمام طبقے کے
آتے ہیں جن میں اعلیٰ سرکاری افسران بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان سرکاری افسروں میں بھی دو طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ
روحانیت پر یقین رکھتا ہے۔ وہ سرعام ساراڑوں، پیروں، فقیروں کے پاس حاضری دیتے ہیں اور سب کے سامنے غلبہ
ظہار رکھی کرتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ ایسا ہے جو روحانیت پر یقین تو کرتا ہے لیکن یہ ایک بے ایمان طبقہ جو نہ تو کبھی تپش کرتا ہے
لوگ ہر جگہ بد قول کے ساتھ جاتے ہیں اس لیے آستانوں اور روحانی لوگوں کے پاس بھی یہ بد قول کے ساتھ ہی جاتا ہے
کرتے ہیں کیونکہ میرے آستانے پر بہت زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ان کو مشکل پیش آتی ہے۔ یہ پسند کیونکر
ہیں کر دہ والے دن کے بجائے کسی اور دن ملاقات کی جاتے۔ اب یہاں جو واقعہ میں بیان کرتے جا رہا ہوں وہ مکی
ہی ہے۔ یہ سرکاری افسر جو احبار شریف انھیں اور صحیح اخلاق کے مالک تھے لیکن ان دنوں وہ جس سبب پر کام کر رہے
خصوصی نوعیت کی تھی۔ اس لیے وہ میرے پاس رش میں آنے سے گریزاں تھے لیکن ان کی بیوی انھیں بد وقت بکڑ
تی۔ اپنی باری پر جب یہ میرے سامنے آ کر بیٹھ کر کچھ فرمائے اور گھبرائے لگ رہے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا کہ میرے
یاں اپنی جگہ پر انھم کی وجہ سے کئی دن سے سوئیں رہے۔ جاب میں ان کے بہت سارے لوگ حفاف ہیں یا ان کی
پوچھتے ہیں۔ جلتے ہیں۔ اس پر وہ فخر صاحب یہ دیکھ کر تائیں کہ ان کو نیند کیوں نہیں آتی؟ اور یہ کئی دنوں سے مضطرب
کیوں آتے ہیں۔ ان کو کسی نے جادو تو نہیں کر دیا۔ کون لوگ ہیں جو ان کی صحت اور تفریح کے پیچھے پڑے ہیں؟ کو
تائیں ہر سامنے کی ناکامی، پریشانی کو کھٹھار کھرا کر جادو کرنے کی طرف لے جاتی ہیں اس لیے یہ بی بی بھی ان خدشے
ظہار کر رہی تھیں۔ جب میں نے ان کو فوسے دیکھا تو مجھے واقف ان میں کوئی گڑبگ نہ رہی تھی بلکہ میں نے پوری توجہ
گوئی ہے ان پر فوسے کیا تو اچانک مجھے انھیں میں ان کی شروع ہوئی جو ایک خاص حالت میں آتی ہے۔ اب میں اس حالت
پر اطلاعات دے دوں گے اور یہ کہنے لگا کہ تجوزی ہی دے میں اخلاعات بہت زیادہ واضح اور مکمل ان کی شروع ہو گئیں۔ میں نے ار
دیکھا تو مجھے ایک ہی خیال پار بار بار رہا تھا کہ ان کے سینے میں خوراک والی نالی کے ساتھ کوئی گٹنی بنی ہوئی ہے جو ابھر
ہی ہوتی ہے اور کسی حد تک خوراک کی نالی کو کھٹک کر ناپا یا شروع ہو گئی ہے۔ یہ کھٹکی نیند کی گڑبگ تھی جو ابھی تو اس
ہے کہ کھال دی جاتی ہے تو نقصان یا خطر نہیں ہوگا لیکن اگر ایک غشتہ جیہٹ ہو گئے تو جسم کے باقی حصوں کی طرف بھی

کلاس دوم میں اسی تھا کہ نا عیب

ہیں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ پاک

اُس دن بھی میں حسب معمول کلاس پڑھا کر صوب میں بیٹھا سو رہی تھی حرارت کو Enjoy کر رہا تھا کیونکہ صوب میں صوب کم کئی نکلتی ہے۔ اچانک ایک بڑی مہنگی چپارو آ کر رکی اور تین نوجوان گاڑی سے نیچے اترے۔ تینوں ہمارے کپڑے مٹھے میں سے کھینچیں اور ہنگی گھڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ یعنی کھینچے میں ان پر زرا سے لگ رہے تھے۔ چال اور طوار سے دروازہ کھول کر نظر آ رہا تھا کہ جیسے پوری دنیا میں اُن کا ٹائی کی کمی تھی۔ ایسے مغرور لوگوں کو دیکھ کر مجھے غصہ آ جاتا ہے کیونکہ آج تک اس دوسرے زمین پر جس نے غریب کو متنبہ کیا میرے اللہ پاک نے اُس کو نشانِ حرمت دیا۔ ایسے لوگوں سے میں ہمیشہ گریز کرتا ہوں نظر انداز کرتا ہوں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ یہ جلدی طے جائیں۔

جب وہ میرے پاس آئے تو میری طرف یوں دیکھ کر تھے کہ یوں لڑکا سا ہے اور عمر کسی سے پاس آگے۔
 بولے جناب پروفیسر صاحب نہیں آپ سے کام ہے اور آپ جتنے بھی کتبیں گئے آپ کو بل جاسکتی ہے۔ آپ
 ہمارا کام کر دینا آپ کو راضی کر دیں گے۔ یہی وجہ تھی ہوتا ہے جب کوئی امیر زادہ یا کوئی بڑا مہریدار
 میں ملتا ہے تو میرا دماغ بھی گھوم جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے کرم سے پہلے دن سے آج تک الحمد للہ کسی سے بھی میں
 ملا جا چاہیے نہیں ہیں اس کے گواہ وہ تمام لوگ ہیں جو پچھلے کئی سالوں سے میرے پاس آتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کا کرم
 کہ اُس نے مجھے لالچ اور طمع سے دور رکھا۔

ان کا نگہیار مزاج دیکھ کر میں نے کہا میں مصروف ہوں نہیں مل سکتا اور نہ ہی آپ کا کام کروں گا واپس جاؤ گی
سے اپنا کام کر لو میں نہیں کروں گا۔ میرے انکار کو انہوں نے تو چن اظلم سمجھا۔ وہ شاید رواجی عامل یا جیجہ سمجھ رہے
انہوں نے پھر خفیہ معاوضے کی ترغیب دی۔ جناب آپ جتنے پیسے کہیں گے ہم دیں گے۔ میں بار بار انکار اور
مضد کر رہے تھے کہ آپ برصورت ہمارا کام کریں۔ کام ان کا یہ تھا کہ ان کا کیمرو چوری ہو گیا تھا۔ وہ میرے زادے تھے
کیمرو کے فائین خامسٹے پر تھا کہ پورے دن یعنی میری تصویریں بھی اُس کیمرو سے نہیں جوں کے لیے بہت قیمتی
اور یہ بھی خطرہ کہ کوئی ان تصویروں کو دیکھ نہ لے۔ وہ برصورت میں تصویریں واپس لینا چاہتے تھے۔ کیمرو اور
س ان کے لیے زبردستی غصہ کا خامسٹا ہو گیا، کیمرو کا عاشر لڑکے کے ہاتھ سے تھک رہا تھا۔

وہیے تو میری زندگی میں ایسے بے شمار کس ہیں جو مجھ کو غریب تھے لیکن یہ کس کی نعمت کا انوکھا کس تھا۔
میں اپنے دفتر میں موجود تھا کہ مجھے خبردار اسلام صاحب کا فون آیا کہ جناب آپ کدھر ہیں، میں ایک مریض لانا چاہتا ہوں،

دالے کرتے ہیں۔ ان تینوں میں جو بڑا اور نمایاں تھا وہ شادی شدہ بھی تھا اور اسے خوف تھا کہ کوئی کبیرہ اور قصور میں اس کی
بڑی کو نہ کھا دے۔ پہلے تو وہ میری پیشکش کرتا رہا۔ جب میں نے لٹ نہ کرائی اور اٹھ کر کالج کے اندر جانے لگا تو اس نے
بدلتیری کی کہ پردہ فیر صاحب سیدھی طرح کو کوڑا مارا یا نہ بتا سکتے تھے۔ میں نے کہا میں ڈر رہا ہوں تو تم کیوں

ہم سب حیرت اور تجسس سے ٹک اور شاہ صاحب کو دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اس موقع پر
میں نے لوگ بھی موجود تھے جو مجھے اودھان کرنے آئے ہوئے تھے اور بہت اداں تھے بلکہ بہت سارے لوگ رو بھی رہے
تھے کہ میں ان کو چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ شاہ صاحب کے ٹک کو پیچھے کی طرف چلانے سے ہم نے سمجھا شاید وہ موڑ کر لانا
چاہتے ہیں تاکہ برق رفتاری سے ٹک اوپر لے جائیں، جب ٹک پیچھے بڑھتا چلا گیا تو میں نے آواز دے کر پوچھا کہ شاہ
صاحب کیا کر رہے ہیں تو مجھے سے آواز آئی کہ شاہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں ٹک کو پیچھے دالے راستے سے لے کر جا رہا
ہوں اور پردہ فیر صاحب کو بتا دیں کہ اب خیال اور دعا کریں۔

یہ خبر میرے اور اہل علاقہ کے لیے ایک ہم کی طرح تھی کہ شاہ صاحب یہ کیا حماقت کر رہے ہیں، یقیناً ٹک پیچھے
اس جاے گا، یہ سزا تو قریب آدھا کلومیٹر ہے۔ ہم سب دوڑ کر پیچھے گئے کہ شاہ صاحب کو روک سکیں کہ وہ یہ حماقت نہ کریں۔
اللہ تعالیٰ ساتھ میں شدت سے اللہ سے دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ ہماری مدد فرما اور اس مشکل سے نجات دلا۔

ہم سب تیزی سے چلتے ہوئے جب اس موڑ پر پہنچے تو بہت حیرت ہوئی کہ وہاں ٹک نہیں ہے، یہ جتنی تھا کہ
وہاں پہنسا ہوگا کیونکہ یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ ٹک وہاں سے نہیں گزر سکتا۔ جب ٹک یہاں نہیں تھا تو کدھر گیا۔
وہاں پر موجود لوگوں سے ٹک کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ ٹک تو یہاں سے گزر گیا ہے۔ ہم سب
بے بسی سے دیکھ رہے تھے کہ وہاں سے آواز آئی کہ ٹک وہاں سے گزر گیا ہے۔

ہم دوڑ کر موڑ کاٹ کر جب ٹک تک پہنچے تو شاہ صاحب ٹک کے پاس کھڑے مسکرا رہے تھے اور ٹک اور
ان اہل ٹھیک حالت میں تھا۔ میں نے شاہ صاحب سے جانتے ہی پوچھا شاہ صاحب آپ کیسے گزر آئے تو شاہ
صاحب نے انتہائی مصویت سے جواب دیا کہ جب میں تنگ جگہ پر آیا تو آپ کا اور اللہ کا تصور کیا اب یا تو میرا ٹک چھوٹا
گیا یا راستہ مکمل گیا اور میں آسانی سے گزر گیا۔

میں اور اہل علاقہ شدید حیرت زدہ تھے اور میرا دل و دماغ اور نظریں شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک رہی
تھیں میں بھرپور رعبا تھا میرے اللہ تیرے کیل ترالے۔

بے اولادوں کو اولاد

وہیے تو کسی بھی مریض کو جب شفا ملتی ہے تو مجھے بہت خوشی ملتی ہے لیکن جب باپس بے اولاد کی جھولی میرا رب
اور اللہ تعالیٰ سے مجھ سے بڑا ہے تو مجھے بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔ بے شمار ایسے لوگ میرے پاس آچکے ہیں، بہت سارے ایسے
لوگ آئے جن کو اکثر جواب دے چکے تھے بلکہ کچھ جوڑے ایسے جو کہ بائیس ٹوب کی کوشش بھی کر چکے تھے یہاں تک کہ
الزوان سے ان کو علاج کہہ کر جواب دے دیا تھا اللہ نے ان کو شفا دی۔
ان جوڑوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کو الزوان نے کہا کہ فطرت نے آپ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت

مریض کی حالت ٹھیک نہیں۔ میرا خبردار صاحب کے ساتھ پرانا بیمار کا تعلق ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ایک DSP صاحب
ہیں ان پر جنات قابض ہیں اور سزا بہت ہی حیرت انگیز اور باعث حیرت ہے کہ DSP صاحب کو جنات اکثر مارنے لگے ہیں
زیادہ تر منہ پر ملنے لگتے ہیں اور سونے نہیں دیتے۔ مجھے شدید حیرت اور دل چسپی پیدا ہوئی کہ یہ کیا سزا ہے؟
نعمت کا انوکھا اور الگ ہی کس تھا، میں نے کہا جلدی کر آئیں۔

خبردار صاحب DSP کو لے کر کبیرہ سے سامنے آئے جو انتہائی خوفزدہ تھے، ساتھ میں دو سپاہی تھے، دو بھی
ڈر رہے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے خوف کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ DSP صاحب کو مار پڑی ہوئی ہے تو ہم کوئی
بات کر دیں تو ہماری شامت آجاتی ہے اور وہ ہمیں مارنے لگتے ہیں۔

خطرناک بات تھی کہ جب بھی DSP صاحب کسی سے اپنا علاج کرانے گئے مار میں شدت آجاتی اور اکثر
عالم کو بھی مار پڑتی تھیں اتنا مشہور تھا کہ عالم حضرات DSP صاحب کو دم کرنے کی برکت نہ کرتے۔ DSP صاحب
نے مجھے بھی خطرناک نتائج سے آگاہ کیا کہ سوچ لیں میرا علاج آپ کو بھی ہونگا پڑ سکتا ہے۔ لیکن میں نے یہاں بھی اللہ کی
توکل کر کے DSP صاحب کو دم کیا اور اللہ نے ان کو شفا دی۔

راستہ چوڑا یا ٹک چھوٹا ہو گیا سیوے سرفراز

معاشرے میں میرا تعارف کروانے کے، اللہ کی طرف سے پیدا کردہ متواضع اسباب کی جو ہم بات کر رہے ہیں
اس حوالہ سے یہ واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میری فرانس فری سے لاہور ہوئی۔ میرے ایک
چاہنے والے شاہ صاحب جو فرانس پورٹ کا کام کرتے ہیں، مجھ سے بے پناہ عقیدت اور محبت کرتے ہیں۔ شاہ صاحب میرا
دراز سے بلند تھے کہ جب بھی آپ کی فرانس فری لاہور ہوئی تو آپ کا سامان میں خود لاہور لے کر جاتوں گا۔ جب شاہ صاحب
کو پتہ چلا کہ میری فرانس فری لاہور ہوئی ہے تو انھوں نے اپنا ٹک لا کر کھڑا کر دیا۔ میری کامرس کالج ایسی جگہ پر واقع ہے کہ
بنک سے سڑک اور جاتی ہے۔ اب ٹک کی محبت اور پیچھے جس کی وجہ سے ٹک پیچھے سے اوپر نہیں جاسکتا تھا لہذا اگر آپ
سے پیچھے آیا جو ایک لمبا راستہ تھا۔ پیچھے سڑک کے آغاز میں اطراف میں مکان بنے ہیں ان کے درمیان سے ٹک گزرا
جاسکتا ہے نہ پیچھے آسکتا ہے کیونکہ آغاز میں ہی ایک تنگ موڑ ہے اور اوپر سے بھی جگہ تنگ ہے، ٹک نہیں گزر سکتا صرف
درمیانی اور چھوٹی گاڑیاں گزر سکتی ہیں۔ اب ٹک اوپر سے پیچھے آکر میری رہائش گاہ کے پاس کھڑا تھا سامان میرا بچا گیا اور
کچھ سامان ٹک کی اونچائی سے بھی اونچا تھا۔

اب ٹک اوپر سے جس راستے سے آیا تھا وہاں اسی راستے سے ہی واپس جانا تھا، پہاڑی کی چڑھاٹی تھی یا
سامان کا وزن زیادہ تھا، شاہ صاحب نے ٹکی بار ٹک کو اوپر چڑھانے کی کوشش کی لیکن ٹکی بار کی کوشش کے بعد بھی جب ٹک
اوپر نہیں چڑھا تو شاہ صاحب نے ٹک کا منہ پیچھے کی طرف کر دیا۔

رکھی ہی نہیں۔ اللہ نے اُن کی جھولی اولاد دھیمی نعمت سے بھردی۔

ایسے کیس تو بے شمار ہیں جن کی شادیوں کو 15 سے 20 سال ہو چکے تھے۔ بلکہ شدید حیرت اُس وقت ہوئی
جب چند کیسوں میں خواتین کی عمر 50 سال سے زیادہ تھی۔ اللہ نے جب اُن پر کرم کیا تو مجھے بھی خوشگوار حیرت ہوئی۔
ایسی خواتین جن کے بچے ضائع ہوتے تھے اللہ نے اُن کو بھی شفا بخشی، سورۃ شمس میں اولاد کے حوالے
بے پناہ شفا ہے۔

ان میں چند واقعات یہاں پر بیان کر رہا ہوں جب اللہ پاک نے اپنا کرم خاص کیا اور بے اولادوں کی جھولی
اولاد کی نعمت سے بھردی۔

بکری کے بچوں سے پیار

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب میں مری سے نیا نیا لاہور آیا تھا۔ جس طرح میں پہلے بھی کئی بار اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عزت پر عزت دیتا چلا جاتا ہے۔ جب ہم لاہور آ گئے تو ہمارا یہ بھی فیصلہ تھا کہ اس **خوش خیالوں سے زیادہ نہیں ملنا کیونکہ مری میں ہزاروں کارکن ہیں پریشانی کو چکا تھا لیکن بندہ کچھ سوچتا ہے اور رپ کا کام** کچھ اور۔ میں جب لاہور آیا تو مری سے لوگ مجھ سے ملنے دھڑا دھڑا آتے تھے۔ میرے گھر میں جب میں دفتر سے واپس آتا تو کوئی نہ کوئی بندہ پہلے سے انتظار کر رہا ہوتا۔ میرے گھر کے سامنے والا گھر میرے سرالیوں کا ہے۔ میرے سرالی والوں نے اپنے گھر کے اوپر نیا پورشن بنانا شروع کر دیا۔ اب کیونکہ میں سارا دن دفتر ہوتا تھا اس لیے جو لوگ بھی مری میں موجودگی میں میرے گھر آتے وہ سامنے مزدوروں اور ٹھیکیدار سے میرا پوچھتے۔ مزدور کام کرتے اور ٹھیکیدار ان لوگوں سے ملتا بھی، میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا بھی رہتا کہ مری میں پروفیسر کیا کرتے تھے۔ وہ ٹھیکیدار اکثر مجھے سلام کرتا اور اس کے چہرے کے تاثرات سے لگتا جیسے وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ آخر کار اس نے کہنا شروع کر دیا کہ پروفیسر کسی دن مجھے بھی وقت دیں۔ میں بھی آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ ایک دن وہ سے میں واپس آیا تو وہ میرے انتظار میں کھڑا تھا اور بولا جناب اگر اجازت ہو تو میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے پاس ہی چار پائی پر بیٹھ گیا اور کہا جی کیا بات یا مسئلہ ہے۔ تو ٹھیکیدار بولا جناب میں سارا دن یہاں دیکھتا ہوں سارے لوگ آ کر آپ کا پوچھتے ہیں، مجھے تو آپ کا زیادہ پتہ نہیں تھا لیکن مری سے آنے والے لوگوں سے آپ کے مقام اور مرتبے کا پتہ چلا ہے۔ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ ہمارے سامنے اتنی بڑی گنگا بہہ رہی ہے۔ سارے لوگ آپ سے فیض رہے ہیں تو میں نے سوچا میں بھی آپ کے فیض سے اپنی برسوں کی خالی جھولی بھر سکوں۔ پروفیسر صاحب کیا آپ مری کا علاج بھی کرتے ہیں اور آپ کی فیس کیا ہے۔

یہاں میں ایک بات پھر Clear کر دوں کہ بہت سارے لوگوں کو ایک بہت بڑی غلط فہمی اکثر ہو جاتی ہے

میری حالت

صرف امیروں کا ہی علاج کرتا ہوں جبکہ ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ میں کون ہوتا ہوں کسی کا علاج کرنے والا، یہ تو مالک رب و الجلال کا کرم خاص ہے جو اس لیکر کے بھر درخت کو اکثر پھل لگا دیتا ہے یا مجھ جیسے گنہگار کو عزت بخشتا ہے۔ رہی بات امیری، غریبی کی تو جو لوگ ریگولر میرے پاس آتے ہیں یا آستانہ پر آتے ہیں تو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ میرے اہل خانہ پر کوئی نام نہاد چندہ بکس یا طبقاتی تقسیم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی Open یا hidden فیس کا صدقے کا یا کوئی جنت کا ڈراما ہے۔ میں تو اکثر ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ چند مہینے اچھی طرح مشاہدہ کریں پھر کوئی رائے

ٹھیکیدار صاحب بھی اسی غلطی کا شکار تھے جو میں نے رفع کی اور کہا ٹھیکیدار صاحب آپ مسئلہ بتائیں تاکہ میں اسے حل کر سکوں تو وہ بولا جناب اس کے لیے آپ کو میرے گھر جانا پڑے گا۔ کیونکہ مریض اب ڈاکٹروں، حکیموں اور

خوشیوں پر مجھے بہت میل آتا ہے، میرے جاننے والے اکثر یہ جانتے ہیں کہ میں زیادہ تر لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میں سبزی خور ہوں گوشت نہیں کھاتا یا اکثر یہ بھی کہتا ہوں کہ مجھے کسی کے گھر سے کچھ کھانے کی اجازت نہیں ہے کہ میرا ہاں کا خرچہ بھی نہ ہو اور اُس کا بھرم بھی قائم رہے۔ یہی بات میں نے ٹھیکیدار سے کی اور اُسے کہا نکالو موٹر سائیکل میں ابھی تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں۔ اُسے مجھ سے اتنی جلدی تعاون یا جانے کی توقع نہیں تھی۔ وہ بہت خوش ہوا اور میں موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اُس کے ساتھ اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ وہ راستے میں بہت خوشی کا اظہار کر رہا تھا اور یہ بھی بتا رہا تھا کہ وہ پاک پتین شریف کا رہنے والا ہے اور محنت مزدوری کے لیے پچھلے پانچ سال سے لاہور میں رہتا ہے۔ میں نے راستے میں پھر اُس سے مسئلہ پوچھا تو وہ پھر گریز کر گیا۔ جناب آپ جا کر دیکھیں گے تو آپ کو خود ہی سمجھ آ جائے گی۔ لہذا دوسرا دھڑکی باتیں کرتے ہوئے آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ہم سبزہ زار لاہور کے ایک علاقے میں پہنچ گئے۔ مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے آخر ہم ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے پہنچ گئے جہاں پر ٹھیکیدار صاحب رہتے تھے۔ مجھے تجسس بھی تھا کہ ٹھیکیدار اصل بات بتانا نہیں رہا اور یہ اتنا سسپنس کیوں Create کر رہا ہے اور اصل بات کیوں نہیں بتا رہا۔ ٹھیکیدار صاحب نے لوہے کے دروازے کو زور زور سے پینا کیونکہ میں ساتھ تھا اس لیے وہ چاہ رہا تھا کہ دروازہ جلدی کھل جائے۔ چند لمحوں بعد جب دروازہ کھلا تو میرے سامنے جو منظر تھا میں اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔ ہمارے سامنے تیس سالہ عورت نما لڑکی کھڑی تھی، حیرت مجھے اُس عورت پر نہیں تھی حیرت یہ تھی کہ اُس نے بکری کے دو معصوم اور چھوٹے چھوٹے نم لہو صورت اور پیارے پیارے بچے اٹھائے ہوئے تھے، اُس کے سر پر دو پنہ بھی نہیں تھا۔ ٹھیکیدار کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ تیزی سے واپس دو پنہ لینے کمرے کی طرف بھاگی۔ اسی دوران ہم گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر چھوٹے سے

1344

2000

[illegible]

ہم نے اس شادی کو قبول نہیں کیا اور آج تک اس شادی کو توڑنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ دونوں خاندانوں والے بے شمار عاقلوں اور باپوں کے پاس جا چکے ہیں کہ ہماری شادی ٹوٹ جائے، دونوں خاندان اس مشن پر ہیں کہ یہ شادی ٹوٹ جائے۔ وہ ہم دونوں پر چادروں کا بھی کراتے ہیں لہذا ان دونوں خاندانوں کے چادوٹوں کی وجہ سے آج تک ہماری اولاد جنکس ہوئی۔ اولاد کے لیے میں اور میری بیوی یہ نہیں سمجھتے مزاروں اور باپوں کے علاوہ ڈاکٹروں اور سیکھوں کے پاس جا چکے ہیں۔ میں جو بھی کما تا ہوں، وہ اسی کام پر لگا دیتا ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں کے خاندان ہم دونوں سے شدید ناراض ہیں اس لیے ہم میرے گھر والوں کی طرف سے اور نہ میرے سرسرا والوں کی طرف سے کوئی ہمارے گھر آتا ہے۔ بے پناہ علان اور باپوں کے پاس جانے کے بعد اب ہم دونوں مایوس ہو چکے ہیں کہ شاید اولاد جیسی ختم ہوتے ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔ ہمارے گھروالے کہتے ہیں کہ تم دونوں نے ہمارا دل دکھایا ہے اس لیے تم کبھی بھی صاحب اولاد نہیں ہو سکتے۔ بھاگ بھاگ کر آ کر خراب ہم بھی تھک گئے ہیں اور وہی طور پر یہ بیان لیا ہے کہ اب اولاد میں نہیں ہوگی۔

یہ فیصلہ میرے گھر سے جاتا ہے اور کب وہ اپنے بچوں کے ساتھ زندگی Enjoy کر سکتی ہے۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا وہ گاؤں کی سی سی سادی عورت تھی۔ اس کی وضع قطع اور نگاہری حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ کب کی اپنی ذات سے لاپرواہ ہو چکی ہے۔ کچھ لوگ جب دکھ، پریشانی اور ناامیدی کی آخری سرحدوں کو بھی عبور کر جاتے ہیں تو React کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ نگاہ پر سکون ہو جاتے ہیں لیکن جب آپ ان کی ذات کی گہرائی میں یا لاشعور کے عمیق ترین پائین میں جھانکتے ہیں تو آپ کو وہاں غم، دکھ، پریشانی کے کئی سمندر نظر آتے ہیں یا اگر دکھ یا درد اپنی آخری حدود سے جب گزرتا جاتا ہے تو بھی شاید بندہ بے حس ہو جاتا ہے اور پھر خود کو حالات اور نظرت کے ہاتھوں کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ اب جو ہونا ہے وہ ہو جائے۔

یہ بی بی بھی ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھی اور ساری امید تو ذکر اب ایسی حالت میں تھی کہ میں نے اپنی تمام کوششیں کرنی ہیں اور کچھ نہیں ہوا تو اب کبھی اب جو ہونا ہے وہ ہو جائے۔ یہ لوگ اکثر معاشرے سے اقلیت ہو جاتے ہیں۔

اُس کا موجود رویہ بھی شاید یہی اقلیتی ظاہر کر رہا تھا۔ کیونکہ یہ سارا منتظر رہیں گے کہ میری تمام حیات بیدار ہو چکی تھی اور میں پھر سے اولاد جو شاد و خوش سے آئے اور اس کی بکریوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کی اقلیتی کھار ہی تھی۔ مجھے شاید دیکھ رہا تھا کہ پھر سے دکھ کے کتنے صحراؤں سے گزری ہے کہ انہیں دیکھو گے۔ اس عورت کا رویہ بکریاں اور ان کے بچے دیکھ کر میری روتا ہوا جسم کی حد تک بے حس ہو گئے۔ کئی احساسات آئے اور گزر گئے۔ مجھے شدت سے آقا سے دو عالم کی یاد آئی اور بکریاں چراغ ایسا آدھ اور شاد و خوشی میں داخل ہیں چلا گیا اور اسی کیفیت میں خالق کا نکتہ کو در خواست کی گئی کہ انہیں لوگ روڑا نہ بننے Abortion کر لیں، یہ خالق تہذیبوں سے بچوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی روک دیتا ہے۔ میں تو اسے رٹ کا نکتہ اگر یہ اولاد کا کرم اس کی عورت پر ہو جائے تو کون سا تیرے خزانے میں کوئی کی آجائے گی۔ اسی حالت میں کتنی ہی ریش خالق کا نکتہ سے درخواست اور پیش کر رہا تھا۔ میرے اوپر طاری ہونے والی مخصوص کیفیت اور اقلیتی کی قدرت اس عورت پر بھرا ہوا ہونے والی ہے۔ میں کافی دیر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہا اور مجھے جلد ہی احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو آکر کریم کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اسی حالت میں میں ان حضاروں بکریوں کے درمیان گھومنا شروع کر دیا اور بکریوں سے بیاہری بھی کرتا جا رہا تھا۔ ٹھیکہ دار کو میں نے کہا کہ تم آرام سے بیٹھو۔ میں کافی دیر اسی حالت میں رہا اور آخر کار دیر بعد میری یہ بیٹی کو فرما کر آیا اور میں واپس اُن کے پاس آ کر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ میری بیٹی نے اس وقت کو دیکھا کہ میں اس کی بیٹی سے دوں میں ایسا بیوی پریشان اور تیرا ہونے چکے تھے۔ میں اس کی بیٹی سے بولا میری بہن اللہ تعالیٰ بہت جلد تم پر کرم کرنے والا ہے۔ جب اللہ کا کرم ہو جائے تو تمہیں یقین آئے گا کہ ہمارا اللہ بہت مہربان ہے۔ ٹھیکہ دار کی بیوی نے آ کر کہا کہ تم پر کرم نہیں۔ میں نے پانی وغیرہ دم کر دیا اور قرآن پاک کی سورتیں اور اللہ پاک کے نام پڑھنا کو بتائے اور دم وغیرہ کر کے میں ٹھیکہ دار کے ساتھ واپس اپنے گھر آ گیا۔ ٹھیکہ دار سارے راستے میں بیوی کے رویہ کی معافی مانگتا رہا کہ اس کو آپ کا بیٹہ نہیں تھا اس لیے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ انہیں ٹھیکہ دار صاحب وہ چھاپی ہوئی تکلیف میں سے اور دردی اختیار کر رہے تھے اور وہ دوسروں سے لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ وہ بچاری تو خود کا غلہ کرم حالت میں ہے۔ اللہ کی نعمت سے مجھ سے اور انشاء اللہ جب جلد ہی اللہ تعالیٰ اس پر کرم کرے گا تو وہ خوش بھی ہو جائے گی۔ ٹھیکہ دار مجھے میرے گھر اتار کر میرا ریش بے ادب کر کے چلا گیا کہ میں اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس واقعہ کو وہ ماہیت گئے کہ ایک دن میں واپس آیا تو ٹھیکہ دار دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور آتے ہی بولا جناب آپ کی دعا اللہ نے سن لی۔ اللہ نے ہمیں خوشخبری دی ہے۔ کیا، میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تو اس کے پیچھے اس کی بیوی بھی میری سے میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر آ کر بیٹھنے پر مجھے مجھے ٹھیکہ دار خوشی سے پھوٹے نہیں مابھرا تھا کہ ایک ماہ اس کی بیوی اچھی اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی کہ سر کا میرے حاف کر دیں، اس دن جب آپ میرے گھر آئے تھے تو میں نے آپ کے ساتھ بقیہ میری کی اور آپ کی سہماں داری نہیں کی۔ انہیں میری بہن یہ خوشی کا موقع ہے۔ اللہ نے انکا بڑا کرم کر دیا

اُس کا موجود رویہ بھی شاید یہی اقلیتی ظاہر کر رہا تھا۔ کیونکہ یہ سارا منتظر رہیں گے کہ میری تمام حیات بیدار ہو چکی تھی اور میں پھر سے اولاد جو شاد و خوش سے آئے اور اس کی بکریوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کی اقلیتی کھار ہی تھی۔ مجھے شاید دیکھ رہا تھا کہ پھر سے دکھ کے کتنے صحراؤں سے گزری ہے کہ انہیں دیکھو گے۔ اس عورت کا رویہ بکریاں اور ان کے بچے دیکھ کر میری روتا ہوا جسم کی حد تک بے حس ہو گئے۔ کئی احساسات آئے اور گزر گئے۔ مجھے شدت سے آقا سے دو عالم کی یاد آئی اور بکریاں چراغ ایسا آدھ اور شاد و خوشی میں داخل ہیں چلا گیا اور اسی کیفیت میں خالق کا نکتہ کو در خواست کی گئی کہ انہیں لوگ روڑا نہ بننے Abortion کر لیں، یہ خالق تہذیبوں سے بچوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی روک دیتا ہے۔ میں تو اسے رٹ کا نکتہ اگر یہ اولاد کا کرم اس کی عورت پر ہو جائے تو کون سا تیرے خزانے میں کوئی کی آجائے گی۔ اسی حالت میں کتنی ہی ریش خالق کا نکتہ سے درخواست اور پیش کر رہا تھا۔ میرے اوپر طاری ہونے والی مخصوص کیفیت اور اقلیتی کی قدرت اس عورت پر بھرا ہوا ہونے والی ہے۔ میں کافی دیر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہا اور مجھے جلد ہی احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو آکر کریم کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اسی حالت میں میں ان حضاروں بکریوں کے درمیان گھومنا شروع کر دیا اور بکریوں سے بیاہری بھی کرتا جا رہا تھا۔ ٹھیکہ دار کو میں نے کہا کہ تم آرام سے بیٹھو۔ میں کافی دیر اسی حالت میں رہا اور آخر کار دیر بعد میری یہ بیٹی کو فرما کر آیا اور میں واپس اُن کے پاس آ کر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ میری بیٹی نے اس وقت کو دیکھا کہ میں اس کی بیٹی سے دوں میں ایسا بیوی پریشان اور تیرا ہونے چکے تھے۔ میں اس کی بیٹی سے بولا میری بہن اللہ تعالیٰ بہت جلد تم پر کرم کرنے والا ہے۔ جب اللہ کا کرم ہو جائے تو تمہیں یقین آئے گا کہ ہمارا اللہ بہت مہربان ہے۔ ٹھیکہ دار کی بیوی نے آ کر کہا کہ تم پر کرم نہیں۔ میں نے پانی وغیرہ دم کر دیا اور قرآن پاک کی سورتیں اور اللہ پاک کے نام پڑھنا کو بتائے اور دم وغیرہ کر کے میں ٹھیکہ دار کے ساتھ واپس اپنے گھر آ گیا۔ ٹھیکہ دار سارے راستے میں بیوی کے رویہ کی معافی مانگتا رہا کہ اس کو آپ کا بیٹہ نہیں تھا اس لیے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ انہیں ٹھیکہ دار صاحب وہ چھاپی ہوئی تکلیف میں سے اور دردی اختیار کر رہے تھے اور وہ دوسروں سے لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ وہ بچاری تو خود کا غلہ کرم حالت میں ہے۔ اللہ کی نعمت سے مجھ سے اور انشاء اللہ جب جلد ہی اللہ تعالیٰ اس پر کرم کرے گا تو وہ خوش بھی ہو جائے گی۔ ٹھیکہ دار مجھے میرے گھر اتار کر میرا ریش بے ادب کر کے چلا گیا کہ میں اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس واقعہ کو وہ ماہیت گئے کہ ایک دن میں واپس آیا تو ٹھیکہ دار دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور آتے ہی بولا جناب آپ کی دعا اللہ نے سن لی۔ اللہ نے ہمیں خوشخبری دی ہے۔ کیا، میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تو اس کے پیچھے اس کی بیوی بھی میری سے میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر آ کر بیٹھنے پر مجھے مجھے ٹھیکہ دار خوشی سے پھوٹے نہیں مابھرا تھا کہ ایک ماہ اس کی بیوی اچھی اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی کہ سر کا میرے حاف کر دیں، اس دن جب آپ میرے گھر آئے تھے تو میں نے آپ کے ساتھ بقیہ میری کی اور آپ کی سہماں داری نہیں کی۔ انہیں میری بہن یہ خوشی کا موقع ہے۔ اللہ نے انکا بڑا کرم کر دیا

مٹھائی کے دولٹو

مٹھائی انسان کی فطری کمزوری ہے اور لٹو کے ساتھ خوشی کا احساس دوبالا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم خاص ہے

کہ اس نے مجھے اس قابل سمجھا کہ لوگوں کو اس فقیر کی بدلت یا میرے پاس آنے والے دیکھ لوگوں کے غم اور غم میرا رٹ پاک دور کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ میں لوگوں سے پیچھے نہیں لیتا تو لوگوں کو جب بھی کوئی خوشی ملتی ہے یا کوئی مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو وہ میرے پاس مٹھائی لے کر آتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ مٹھائی اتنی زیادہ آتی ہے کہ مٹھائی دار مشکل ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ مٹھائی منوں کے حساب سے آ جاتی ہے جس کو پاشنا اور سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لوگ میرے پاس آتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ فکر خدائی اور فطری ہوتا ہے اس لیے میں فوری طور پر ہاتھ دھو کر لے کر آتا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس پورے پاکستان بلکہ غیر ملکی سے بھی لوگ آتے ہیں، اس لیے طرح طرح کی مٹھائیاں اور دراز کے شہروں اور ملکوں سے اکثر آتی رہتی ہیں، لیکن میں روحانی ریاضت کی وجہ سے بیٹھا اور گوشت کم کھاتا ہوں۔ اس لیے آنے والے کی خوشی کے لیے اکثر کھانا بھی پڑتی ہے تاکہ آنے والے کی دل آزاری نہ ہو۔

پاکستان کے تمام بے شہر لوگوں کی مٹھائیاں بلکہ غیر ملکی مٹھائیاں بھی میں کھا چکا ہوں لیکن مجھے جس مٹھائی کا سے زیادہ محروم یا زیادہ یہ مٹھائی کے دولٹو تھے جس کا ذائقہ اور شیرینی آج بھی میں محسوس کرتا ہوں۔ ان دولٹو کاؤں کا اورچہ یہ تھی۔

میں نے ہائے والے ان تینوں کو بھولی جانتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پر کرم خاص کیا، تینوں دیہات میں شریعت گیا جو آج تک جاری ہے۔ جب بھی وہ اپنے گاؤں میں جڑوں پر مہربان ہوتی ہے تو کبھی لوگ چلتے پھرتے اشتہار بن جاتے ہیں اس کے بعد تو ہزاروں لوگ میری خدمت میں آتے ہیں اور اکثر پھر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور وہ صاحب اولاد بھی ہو گئے۔ اور جب یہ بچے اور ماں باپ بھی کبھی سلام لے لے آتے ہیں اور ماں باپ کے چہروں پر خوشی اور سرشاری دیکھ کر میری گردن دب ڈال دیا اور لے کے سامنے ٹھمرانے کے لیے جھک جاتی ہے اور یہ حوصلہ بھی کہ شاید یہی لوگ میرے لیے باعث نجات بن جائیں۔ ان دوستوں کے بہت سارے خط و ادب میرے پاس آتا شروع ہو گئے۔ ایک عید الفطر پر میں اپنے گاؤں گیا ہوا تھا اور بہت سارے لوگ مجھے ملنے آئے تھے۔ ان لوگوں میں ایک جوڑا امیاں بیوی جن کی حالت بتا رہی تھی کہ یہ بہت زیادہ غریب ہیں۔ غربت ان کی دل کی روغن تک سیرت کر گئی تھی۔ یہ لوگ بہت ڈرے، سہے ہوئے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ موقع ملنے ہی میں نے ان دونوں کو اپنے پاس بلایا۔ دونوں ہی حد سے زیادہ غمگین تھے۔ میرے پاس پہنچنے پر خاندان نے بتایا کہ جناب میں ایک محروم آدمی ہوں۔ کبھی محرومی ملتی ہے کبھی نہیں ملتی۔ میری چار لڑکیاں ہیں گھر میں اطلاق ہے پڑھ رہے ہیں۔ زندگی گزارنا بیکار دل روٹی بھی چلانا مشکل ہو جاتی ہے میرے گاؤں سے ایک بندہ آپ کو کہتا ہے کہ اس کا بچہ سبکوں کے بندہ اللہ نے پیدا کیا تو میری بیوی اُن کے گھر کا کام کرتی ہے۔ یہ میرے پیچھے رہ گئی کہ محروم آدمیوں میں آپ کے پاس چلتے ہیں۔ میں نے اس کو بہت دھکا دیا روٹی تو پوری نہیں ہوتی تو یہ بیروں کے ڈالنے میں کہاں سے دوں گا، کیونکہ پچھلے کئی سالوں سے میں کئی باپوں، منگلوں اور محروموں پر پھر چکا چکا ہوں۔ اب یہاں ہوئی ہیں اُن کا اور اپنا خرچہ ہی پورا نہیں ہوتا تو علاج اور نذرانہ کیسے دوں گا لیکن اس کے مجبور کرنے پر آپ کے

اللہ تعالیٰ نے اکثر پھر اپنا کرم خاص کر دیا۔ ایک دن میں دفتر میں موجود تھا کہ میرے پاس تین دوست آئے۔ ان کا نام خالد جٹ اور محمد علی ہے۔ یہ تینوں زندہ کر رہا ہیں۔ روحانیت کے سفر میں ان کا چھپا ہوا دل آج بھی میں سمجھتی ہوں اور ان کا اصل نام ہیں۔ ان میں سے رامندو ڈگر میرے گاؤں کے ساتھ والے گاؤں سے تھا اور باقی دونوں دوست اس کے ساتھ دوست تھے۔

آئے ہیں۔ آپ تینوں کے پاس اولاد نہیں ہے، میں حیرت سے بولا۔ تو راشد و دیگر بولا۔ نہیں جتنا میرے اور اولاد کے پاس بیٹیاں ہیں۔ ہم بیٹے کے لیے آئے ہیں اور ہمارے تیسرے دوست کے پاس 7 سال شادی کے بعد بھی اولاد نہیں ہوئی۔

یہاں میں سب اولاد کی حوالے سے وضاحت کر دوں کہ ہمارے دو طرح کا ہوتا ہے ایک مردوں کا اور ایک عورتوں کا۔ عورتوں کے ہاتھ پر پکڑتے ہیں۔ اولاد تو اولاد ہوتی ہی نہیں یا صرف لڑکیاں ہوتی ہیں۔ جیسے ہی ماں کے پیٹ میں بیٹا آتا ہے تو ایسی عورت ہاتھ پر پکڑتی ہے کہ وہ سے اپارشن کی طرف چلی جاتی ہے یعنی لڑکی ہوتی جاتی ہے اگر بیٹا ہوتا تو اپارشن ہو جاتا ہے۔ ہاتھ پر مردوں میں بھی ہوتا ہے۔ اس پر تفصیل میں نے اپنی دعا طلب کی کتاب ”سربایہ درویش“ میں لکھا ہے۔ آپ مطالعہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اللہ کا نام لے کر تینوں دوستوں کا علاج کیا اور اس رجیم و کرم کے فضل سے تینوں دوست دو سال کے اندر بیٹوں کے باپ بن گئے بلکہ اب تو دو دو اولاد میں اولاد کے باپ بن چکے ہیں۔ اگر میں ان بیٹوں کی تفصیل لکھوں گا تو کتاب بہت طوالت کا شکار ہو جائے گی مگر وہ کردار ہیں

میں نے دونوں کو حوصلہ دیا اور کہا کہ میں نہ آپ سے اور نہ ہی کسی اور سے پیسے لیتا ہوں۔ میں دوسروں کی طرح

آپ کا بھی مفت علاج کروں گا۔ وہ دونوں حیرت، خوشی اور امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ وہی وہ بابائی میرے گھر میں ہو گا۔ اس کی آنکھوں میں شدید خواہش اور امید نظر آ رہی تھی۔ جی میری بہن انشاء اللہ اللہ اپنے پاس سے پانی وغیرہ اور دوسری چیزیں منگو کر کم کریں اور وہ دونوں خوشی سلام کر کے چلے گئے۔ وہ بارہ دن میں بڑھیر ہو گاؤں گیا تو دونوں میاں بیوی بچہ آئے۔ بیوی امید سے تھی اور دونوں خوفزدہ تھے کہ بیٹے نہیں اس بار بھی ہو گا۔ میں نے دونوں کو حوصلہ دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دے گا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور۔ کہنے کا مکرار آپ نے کیا ہی گاؤں آئے ہیں آپ کے پاس ہم دم کروانے آئیں سکتے تو آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ وہ دم کر کر چلے گئے۔ میں لاہور آ کر اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔ وقت کا پیچھے چتا رہا، ایک دن حسب معمول میں آستانہ پر لوگوں سے مل رہا تھا، یہ پناہ دہشتا آدمی رش میں وہ مرد بھی تھے بیٹا نظر آیا جیسے ہی اس کی نظریں میری نظروں سے ٹکرائیں تو اس نے سلام بامکر مسکرایا، اس کے چہرے کی خوشی تاری تھی کہ وہ بیٹے کا باپ بن چکا ہے۔ اس کی آنکھوں اور چہرے پر خوشی اور خوشی کے تاثرات واضح نظر آ رہے تھے۔ مجھے جیسے ہی موقع ملا میں نے اس کو پاس بلایا۔ وہ خوشی میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بلایا جی آپ کی دعاؤں سے اللہ نے میری سالوں کی دعا قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا دیا ہے۔ میں اس طرح کا شکر عبادا کروں۔ میری بیوی نے مجھے بہت بزدلی آپ کے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ پروفیسر صاحبہ مٹھانی سے کر آؤ۔ بابائی میں تو مزدور اور غریب آدمی ہوں یہ نہیں آئے۔ میں تو ان کے پاس نہیں آتا۔ میں نے اسے بہت کہا کہ ہوں۔ اس لیے اپنے بھانجے کو ساتھ لایا ہوں آپ جو پسند کرتے ہیں میں لے آتا ہوں۔ میں نے اسے بہت کہا کہ دیکھو میرے پاس مٹھانی کے کتے ڈبے پڑے ہیں، تم نے کہا اور میں نے کھائی لیکن وہ بھند رہا کہ اگر آپ نے مٹھانی کھائی تو میری اور میری بیوی کی تسلی نہیں ہوتی۔ آپ خدا کے لیے میری مٹھانی ضرور کھائیں، یہ ہم دونوں کی خواہش ہے۔ جب اس نے بہت زیادہ مذکی تو میں نے اسے کہا کہ پھر میری بھی ایک ضد ہے کہ تم صرف دولہے کے لئے ایک نام اور ایک میرا۔ اگر تم زیادہ لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا لہذا وہ سادہ آدمی میری بات مان گیا اور وہ لاہور لے چلا اور تھوڑی دیر بعد مٹھانی کے دولہے کو لے کر آیا تو میں اور وہ ایک سوچا لیا اور خوشی سے رونے شروع کر دیا۔ بابائی میں پیسے کسی سے ادھر پکڑ کر لایا، وہ کوٹھالیہ میرے دل کی بات پتہ چلی اس لیے میرا آخر چنٹن کر لیا۔ بابائی میں کس طرح آپ کا شکر ادا کروں۔ وہ خوشی سے اور بھی باتیں کرتا رہا اور میں خوشی اور خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے چہرے پر جو سکون اور خوشی تھی وہ قابل دید تھی۔ اس کے ایک لڑکے نے جو چارہ یادہ آج تک کسی اور مٹھانی سے نہیں دیا۔ لڑکے کے بعد میں نے اپنے اس موجود مٹھانی کے بچوں میں سے ایک بڑا بھائی اور آئے کہ یہ مٹھانی اب تم اپنے ہاتھ سے یہاں موجود لوگوں میں بانٹ دو۔ اور وہ گاؤں کا سیدھا سادہ دیہاتی مزدور کوٹوں اور مردوں میں مٹھانی بانٹ رہا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا تھا۔ اس کی ضد پر میں نے اس کے بیٹے کا نام رکھ دیا۔ وہ بارہ میں جب اس کے گاؤں گیا تو وہ بیوی کے ساتھ ملا کر آیا۔ اس کی بیوی کے چہرے کا کھنسا اور کچھ اور تھا۔ ایمینان، خوشی اور ابدی آسودگی اس کے چہرے سے نظر

غیر ملکی بے اولاد جوڑا

دیکھتے تو شاہ و جہان جیسی تھیں۔ میں نے ان کے پاس نہیں آئے۔ میں تو ان کے پاس نہیں آتا۔ میں نے اسے بہت کہا کہ ہوں۔ اس لیے اپنے بھانجے کو ساتھ لایا ہوں آپ جو پسند کرتے ہیں میں لے آتا ہوں۔ میں نے اسے بہت کہا کہ دیکھو میرے پاس مٹھانی کے کتے ڈبے پڑے ہیں، تم نے کہا اور میں نے کھائی لیکن وہ بھند رہا کہ اگر آپ نے مٹھانی کھائی تو میری اور میری بیوی کی تسلی نہیں ہوتی۔ آپ خدا کے لیے میری مٹھانی ضرور کھائیں، یہ ہم دونوں کی خواہش ہے۔ جب اس نے بہت زیادہ مذکی تو میں نے اسے کہا کہ پھر میری بھی ایک ضد ہے کہ تم صرف دولہے کے لئے ایک نام اور ایک میرا۔ اگر تم زیادہ لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا لہذا وہ سادہ آدمی میری بات مان گیا اور وہ لاہور لے چلا اور تھوڑی دیر بعد مٹھانی کے دولہے کو لے کر آیا تو میں اور وہ ایک سوچا لیا اور خوشی سے رونے شروع کر دیا۔ بابائی میں پیسے کسی سے ادھر پکڑ کر لایا، وہ کوٹھالیہ میرے دل کی بات پتہ چلی اس لیے میرا آخر چنٹن کر لیا۔ بابائی میں کس طرح آپ کا شکر ادا کروں۔ وہ خوشی سے اور بھی باتیں کرتا رہا اور میں خوشی اور خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے چہرے پر جو سکون اور خوشی تھی وہ قابل دید تھی۔ اس کے ایک لڑکے نے جو چارہ یادہ آج تک کسی اور مٹھانی سے نہیں دیا۔ لڑکے کے بعد میں نے اپنے اس موجود مٹھانی کے بچوں میں سے ایک بڑا بھائی اور آئے کہ یہ مٹھانی اب تم اپنے ہاتھ سے یہاں موجود لوگوں میں بانٹ دو۔ اور وہ گاؤں کا سیدھا سادہ دیہاتی مزدور کوٹوں اور مردوں میں مٹھانی بانٹ رہا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا تھا۔ اس کی ضد پر میں نے اس کے بیٹے کا نام رکھ دیا۔ وہ بارہ میں جب اس کے گاؤں گیا تو وہ بیوی کے ساتھ ملا کر آیا۔ اس کی بیوی کے چہرے کا کھنسا اور کچھ اور تھا۔ ایمینان، خوشی اور ابدی آسودگی اس کے چہرے سے نظر

لوگ تو ساری رات آتے تھے لہذا اب ہم اتنے نوکریں جاری کرتے ہیں کہ تین بجے تک ملاقات ہو، کیونکہ اگر وہ Office بھی جاتا ہوتا ہے اور نہ ساری رات بھی میں لیتا۔ جب تقریباً سارے لوگ چلے گئے تو آفتاب شاہ صاحب کے چند ساتھی دوست جو خیر آستانہ کو بند نہ کرتے ہیں، جس طرح مری میں بہت سارے لوگ دوستوں سے میرا سلام دعا کرتے ہیں، میں ان سے بھی اللہ تعالیٰ ان کا جوڑے سے میرا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ میرے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں۔ جیسے کہ ہر لوگوں سے خالی ہوا تو اس خالق نے جو تقریباً آج ہفتوں سے بھی زیادہ دیر سے ٹی بی وی میں اپنے خاندان کو اندر بلا دیا اور آ کر دونوں بیٹے کے شکل و صورت سے دونوں بہت شریف اور محضوم لگ رہے تھے۔ ادا کی اور مایوسی کے تاثرات دونوں کے چہروں پر واضح نظر آ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور میرے لیے میرے پاس آئی تھی اور اللہ نے اس پر جب کرم کیا تو اس کے کہنے پر یہ میرے پاس آئے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہماری شادی 10 سال ہو چکے ہیں۔ پاکستان کے بے شمار ڈاکٹروں، جیکبوں اور بزرگوں سے علاج کرانے کے بعد بہت سارا کالم ٹریپ میں بھی گزار آئے ہیں بلکہ خالق کے پاس غیر ملکی شہریت بھی تھی۔ پاکستان کے ڈاکٹر اور لیبارٹریوں سے ملاپ ہو کر باہر سے کئی ممالک میں اپنا علاج کر لیا اور اب ڈاکٹروں نے دونوں کو علاج میں مل کر کہا ہے۔ ایسے جوڑوں سے میرا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ دونوں نے ٹیسٹ کرانے تو مسئلہ میں سے کتنی خائف ہو گئے ہیں تاکہ اس کا روحانی علاج شروع کیا جاسکے۔ پروفیسر صاحب نے مجھے دیکھ کر ان کی باتیں سن کر کہیں کیونکہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مسئلہ ایک میں نہیں ہے بلکہ ہم دونوں میں ہے۔ ان کا یہ جواب میرے لیے عام تھا کہ

لوگ تو ساری رات آتے تھے لہذا اب ہم اتنے نوکریں جاری کرتے ہیں کہ تین بجے تک ملاقات ہو، کیونکہ اگر وہ Office بھی جاتا ہوتا ہے اور نہ ساری رات بھی میں لیتا۔ جب تقریباً سارے لوگ چلے گئے تو آفتاب شاہ صاحب کے چند ساتھی دوست جو خیر آستانہ کو بند نہ کرتے ہیں، جس طرح مری میں بہت سارے لوگ دوستوں سے میرا سلام دعا کرتے ہیں، میں ان سے بھی اللہ تعالیٰ ان کا جوڑے سے میرا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ میرے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں۔ جیسے کہ ہر لوگوں سے خالی ہوا تو اس خالق نے جو تقریباً آج ہفتوں سے بھی زیادہ دیر سے ٹی بی وی میں اپنے خاندان کو اندر بلا دیا اور آ کر دونوں بیٹے کے شکل و صورت سے دونوں بہت شریف اور محضوم لگ رہے تھے۔ ادا کی اور مایوسی کے تاثرات دونوں کے چہروں پر واضح نظر آ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور میرے لیے میرے پاس آئی تھی اور اللہ نے اس پر جب کرم کیا تو اس کے کہنے پر یہ میرے پاس آئے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہماری شادی 10 سال ہو چکے ہیں۔ پاکستان کے بے شمار ڈاکٹروں، جیکبوں اور بزرگوں سے علاج کرانے کے بعد بہت سارا کالم ٹریپ میں بھی گزار آئے ہیں بلکہ خالق کے پاس غیر ملکی شہریت بھی تھی۔ پاکستان کے ڈاکٹر اور لیبارٹریوں سے ملاپ ہو کر باہر سے کئی ممالک میں اپنا علاج کر لیا اور اب ڈاکٹروں نے دونوں کو علاج میں مل کر کہا ہے۔ ایسے جوڑوں سے میرا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ دونوں نے ٹیسٹ کرانے تو مسئلہ میں سے کتنی خائف ہو گئے ہیں تاکہ اس کا روحانی علاج شروع کیا جاسکے۔ پروفیسر صاحب نے مجھے دیکھ کر ان کی باتیں سن کر کہیں کیونکہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مسئلہ ایک میں نہیں ہے بلکہ ہم دونوں میں ہے۔ ان کا یہ جواب میرے لیے عام تھا کہ

آپ کا بھی مفت علاج کروں گا۔ وہ دونوں حیرت، خوشی اور امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ وہی وہ بابائی میرے گھر میں ہو گا۔ اس کی آنکھوں میں شدید خواہش اور امید نظر آ رہی تھی۔ جی میری بہن انشاء اللہ اللہ اپنے پاس سے پانی وغیرہ اور دوسری چیزیں منگو کر کم کریں اور وہ دونوں خوشی سلام کر کے چلے گئے۔ وہ بارہ دن میں بڑھیر ہو گاؤں گیا تو دونوں میاں بیوی بچہ آئے۔ بیوی امید سے تھی اور دونوں خوفزدہ تھے کہ بیٹے نہیں اس بار بھی ہو گا۔ میں نے دونوں کو حوصلہ دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دے گا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور۔ کہنے کا مکرار آپ نے کیا ہی گاؤں آئے ہیں آپ کے پاس ہم دم کروانے آئیں سکتے تو آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ وہ دم کر کر چلے گئے۔ میں لاہور آ کر اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا۔ وقت کا پیچھے چتا رہا، ایک دن حسب معمول میں آستانہ پر لوگوں سے مل رہا تھا، یہ پناہ دہشتا آدمی رش میں وہ مرد بھی تھے بیٹا نظر آیا جیسے ہی اس کی نظریں میری نظروں سے ٹکرائیں تو اس نے سلام بامکر مسکرایا، اس کے چہرے کی خوشی تاری تھی کہ وہ بیٹے کا باپ بن چکا ہے۔ اس کی آنکھوں اور چہرے پر خوشی اور خوشی کے تاثرات واضح نظر آ رہے تھے۔ مجھے جیسے ہی موقع ملا میں نے اس کو پاس بلایا۔ وہ خوشی میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بلایا جی آپ کی دعاؤں سے اللہ نے میری سالوں کی دعا قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا دیا ہے۔ میں اس طرح کا شکر عبادا کروں۔ میری بیوی نے مجھے بہت بزدلی آپ کے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ پروفیسر صاحبہ مٹھانی سے کر آؤ۔ بابائی میں تو مزدور اور غریب آدمی ہوں یہ نہیں آئے۔ میں تو ان کے پاس نہیں آتا۔ میں نے اسے بہت کہا کہ ہوں۔ اس لیے اپنے بھانجے کو ساتھ لایا ہوں آپ جو پسند کرتے ہیں میں لے آتا ہوں۔ میں نے اسے بہت کہا کہ دیکھو میرے پاس مٹھانی کے کتے ڈبے پڑے ہیں، تم نے کہا اور میں نے کھائی لیکن وہ بھند رہا کہ اگر آپ نے مٹھانی کھائی تو میری اور میری بیوی کی تسلی نہیں ہوتی۔ آپ خدا کے لیے میری مٹھانی ضرور کھائیں، یہ ہم دونوں کی خواہش ہے۔ جب اس نے بہت زیادہ مذکی تو میں نے اسے کہا کہ پھر میری بھی ایک ضد ہے کہ تم صرف دولہے کے لئے ایک نام اور ایک میرا۔ اگر تم زیادہ لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا لہذا وہ سادہ آدمی میری بات مان گیا اور وہ لاہور لے چلا اور تھوڑی دیر بعد مٹھانی کے دولہے کو لے کر آیا تو میں اور وہ ایک سوچا لیا اور خوشی سے رونے شروع کر دیا۔ بابائی میں پیسے کسی سے ادھر پکڑ کر لایا، وہ کوٹھالیہ میرے دل کی بات پتہ چلی اس لیے میرا آخر چنٹن کر لیا۔ بابائی میں کس طرح آپ کا شکر ادا کروں۔ وہ خوشی سے اور بھی باتیں کرتا رہا اور میں خوشی اور خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے چہرے پر جو سکون اور خوشی تھی وہ قابل دید تھی۔ اس کے ایک لڑکے نے جو چارہ یادہ آج تک کسی اور مٹھانی سے نہیں دیا۔ لڑکے کے بعد میں نے اپنے اس موجود مٹھانی کے بچوں میں سے ایک بڑا بھائی اور آئے کہ یہ مٹھانی اب تم اپنے ہاتھ سے یہاں موجود لوگوں میں بانٹ دو۔ اور وہ گاؤں کا سیدھا سادہ دیہاتی مزدور کوٹوں اور مردوں میں مٹھانی بانٹ رہا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا تھا۔ اس کی ضد پر میں نے اس کے بیٹے کا نام رکھ دیا۔ وہ بارہ میں جب اس کے گاؤں گیا تو وہ بیوی کے ساتھ ملا کر آیا۔ اس کی بیوی کے چہرے کا کھنسا اور کچھ اور تھا۔ ایمینان، خوشی اور ابدی آسودگی اس کے چہرے سے نظر

لوگ تو ساری رات آتے تھے لہذا اب ہم اتنے نوکریں جاری کرتے ہیں کہ تین بجے تک ملاقات ہو، کیونکہ اگر وہ Office بھی جاتا ہوتا ہے اور نہ ساری رات بھی میں لیتا۔ جب تقریباً سارے لوگ چلے گئے تو آفتاب شاہ صاحب کے چند ساتھی دوست جو خیر آستانہ کو بند نہ کرتے ہیں، جس طرح مری میں بہت سارے لوگ دوستوں سے میرا سلام دعا کرتے ہیں، میں ان سے بھی اللہ تعالیٰ ان کا جوڑے سے میرا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ میرے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں۔ جیسے کہ ہر لوگوں سے خالی ہوا تو اس خالق نے جو تقریباً آج ہفتوں سے بھی زیادہ دیر سے ٹی بی وی میں اپنے خاندان کو اندر بلا دیا اور آ کر دونوں بیٹے کے شکل و صورت سے دونوں بہت شریف اور محضوم لگ رہے تھے۔ ادا کی اور مایوسی کے تاثرات دونوں کے چہروں پر واضح نظر آ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور میرے لیے میرے پاس آئی تھی اور اللہ نے اس پر جب کرم کیا تو اس کے کہنے پر یہ میرے پاس آئے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہماری شادی 10 سال ہو چکے ہیں۔ پاکستان کے بے شمار ڈاکٹروں، جیکبوں اور بزرگوں سے علاج کرانے کے بعد بہت سارا کالم ٹریپ میں بھی گزار آئے ہیں بلکہ خالق کے پاس غیر ملکی شہریت بھی تھی۔ پاکستان کے ڈاکٹر اور لیبارٹریوں سے ملاپ ہو کر باہر سے کئی ممالک میں اپنا علاج کر لیا اور اب ڈاکٹروں نے دونوں کو علاج میں مل کر کہا ہے۔ ایسے جوڑوں سے میرا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ دونوں نے ٹیسٹ کرانے تو مسئلہ میں سے کتنی خائف ہو گئے ہیں تاکہ اس کا روحانی علاج شروع کیا جاسکے۔ پروفیسر صاحب نے مجھے دیکھ کر ان کی باتیں سن کر کہیں کیونکہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مسئلہ ایک میں نہیں ہے بلکہ ہم دونوں میں ہے۔ ان کا یہ جواب میرے لیے عام تھا کہ

طرف دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر صاحب اگر ہم دونوں باغچہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور ہم دونوں کی اس کیوں کی وہ دونوں مایوسی کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ پروفیسر صاحب پاکستان میں بے شمار روحانی اور ذکاوتی طاقت کے بعد جب ہم باہر گئے تو وہاں کے ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ آج تک اپنا وقت برباد کرتے رہے ہو، اب آرام سے لیٹ جائے چلا جائے کیونکہ میڈیکل سائنس ابھی تک اس مقام پر نہیں پہنچی کہ آپ دونوں کا علاج کر سکے۔ فطرت نے آپ دونوں کے جسموں کو یہ صلاحیت نہیں دی۔ آپ دونوں صاحب اولاد نہیں ہو سکتے۔ پروفیسر صاحب دو سال پہلے ہم واپس آ گئے اور اس سے کوئی علاج نہیں کرایا لیکن ہمارے جاننے والی خاتون پر جب اللہ نے کرم کیا تو ایک بار پھر ہمارے دل میں یہی اولاد کی خواہش جاگ اٹھی تو ہم ایک امیہ لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ میں پیدا اور محبت، شفقت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ جب امیہ میرے اللہ پاک کو کئی بہت مایوس بندہ میرے پاس آتا ہے تو مجھے شدت سے رب ذوالجلال کی رحمت یاد آتی ہے کہ میرے مولانا تو تمام جہانوں کا مالک ہے، کروڑوں لوگ دنیا میں جبری نعمت کو ٹھکراتے ہیں، اپنے بچے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مار دیے ہیں تو چلیز ایک بچہ ان کو بھی دے دے۔ چہ نہیں کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے کرم کر دیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے رب آج سیکڑوں لوگ میرے پاس آئے اور میں نے پوری کوشش کی ان کا دکھ بٹا، موصلا دیا، بات سنی اور علاج کرنے کی بھی کوشش کی۔ میرے اللہ میری بیٹی چھوٹی کوشش کر رہا تھا۔

تین ماہ کے بعد ایک دن میں اپنے Office میں تھا اور وہاں پر اس خاتون کا میاں مجھے اپنی طرف آنا نظر آیا کہ ایک بے لگ آستانہ پر بیٹھی آتی تھی۔ آج پہلی بار کیا میرے پاس آئی تھی۔ وہ خوش خوش میری طرف آیا اور گرم دلی سے میرے گنگ گنگ کیا اور خوشی سے رونا شروع کر دیا۔ اُس کی حالت اور چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کرم کر لیا ہے۔ وہ خوش خوش بتا رہا تھا کہ پروفیسر صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور ہماری دعا سن لی ہے۔ اللہ پاک کا کرم ہو گیا ہے۔ دو تار ہاتھ کیکل رات ہم نے لہا بڑی میٹ کر لیا تو خوشخبری ملی۔ پھر ہم ڈاکٹر کے پاس گئے تو اس نے بھی تصدیق کر دی تو ہم ڈاکٹر کے کلینک میں اپنی سخی خوشی سے روتے رہے۔ پھر گھر آ کر ساری رات خوشی سے روتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔ ساری رات ہم صبح کا انتظار کرتے رہے لہذا اب آپ کو خوشخبری دینے آئے ہیں۔ اُس کی بیوی بھی ساتھ آئی تھی جو کار میں بیٹھی تھی۔ جب میں اُس کے پاس گیا تو اُس کے چہرے پر قوس قزح کے رنگ گھرے ہوئے تھے۔ خوشیوں کے پھوارے اُس کے چہرے سے نور کی طرح برس رہے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں ہار دھانے کو فتح کرنے کی چمک اور خوشی کی اور میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار۔ دونوں کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور آٹھ ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خوبصورت بیٹی سے نوازا۔ بچی کی پیش آنکھ سے پہلے ہی بیرونِ ممالک چلی گئی، جب بچی دو ماہ کی ہوئی تو وہ دونوں میاں بیوی کو دیکھیں پھول جیسی بچی کو اٹھا کر لائے۔ اب یہ بچی تین سال کی

دلہن کا خوف

ہو چکی ہے۔ وہ دونوں جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ کدھر ہیں وہ لوگ جو روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ یہ میاں بیوی زندہ اور حقیقی کردار ہیں۔ روحانیت کے منکرین اگر اس سے ملنا چاہیں تو مل بھی سکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا کرم خاص کیا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے۔ اس کی قدر و قیمت اُن سے بڑھیں جو اس دولت سے محروم ہیں اور یہ حصولِ اولاد کے لیے درہم قورہمیں کھاتے پھرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری ساری دولت نے لیں اور اللہ تعالیٰ سے اولاد دینی تعلیمِ نعمت لے دیں۔ اللہ کا لکھا کھاکھسکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فقیر پر یہ کرم خاص دکھا ہے اور سیکڑوں روحانی شدہ جوڑوں کو میرے روحانی علاج کے بعد اولاد سے نوازا ہے۔ پچھلے صفحت میں ایسے واقعات بیان کیے ہیں۔ لیکن اولاد کے حوالے سے یہ واقعہ دوسرے واقعات سے بہت مختلف ہے۔

آپ سب نے اپنے خاندانوں میں یہ اکثر دیکھا ہوگا کہ بہت سارے ایسے میاں بیوی ہوتے ہیں جن میں گھروں میں لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے گھروں میں باقی چھ عورتیں اور بھی ہوتی ہیں لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔ لوگ بیٹے کی تلاش میں کی بیٹیوں کے والدین بن جاتے ہیں۔ ایسے شادی شدہ جوڑوں میں اکثر تو ہوتی ہی لڑکیاں ہیں اور اگر کسی بیٹا پیدا ہو جائے تو وہ یا تو دورانِ حمل نواہ سے پہلے فوت ہو جاتا ہے اور اگر کسی کوئی بچہ 9 ماہ پورے کر لے تو والدین کے فوری بعد یا چند ہی عرصے کے اندر اندر ایسے بچے فوت ہو جاتے ہیں۔

یہ بیماری کیا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے، اس کی پوری تفصیل میں اپنی وکالت کی کتاب "سربا بے در و ملی" میں دے چکا ہوں۔ یہ واقعہ بھی تقریباً ایسا ہی واقعہ ہے لیکن اس میں خطرناک بات یہ تھی کہ متاثرہ یا مذکورہ خاندان اس خوف میں مبتلا ہو چکا تھا کہ چار سلوں سے اُن کے ہاں صرف لڑکیاں ہی پیدا ہو رہی ہیں اور اس خاندان کی لڑکیاں اس طرف اور دہشت میں مبتلا ہو چکی ہیں کہ ہمارے خاندان کو کسی کی بددعا کا لگتی ہوئی ہے جس کی وجہ سے صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں اور اگر کسی کوئی لڑکا پیدا ہو بھی جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اُن بچوں میں مری میں جاب کرتا تھا اور سربراہوں کی چھٹیوں میں گاؤں آیا ہوا تھا کہ میرے بھائی کے دوست کے بیٹے کی شادی تھی جو مجھے بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ جب انہیں یہ بات کہ میں بھی آیا ہوا ہوں تو انہوں نے خنوسہ طور پر مجھے بھی شادی کی دعوت دی۔ یہ میری روحانی دنیا میں آمد کے ابتدائی دن تھے اور بہت سارے لوگوں نے مجھے روحانی طور پر متاثر و رعب کر دیا تھا۔

میں بات میں تو نہیں کیا لیکن ویسے میں چلا گیا۔ میزبان مجھے مل کر بہت خوش ہوئے۔ کھانا، وغیرہ کھانے کے بعد تصویریں کا مرحلہ شروع ہوا تو وہاں کے والد صاحب مجھے بھی زبردستی سٹیج پر لے گئے اور وہاں دلہن سے میرا تعارف کرایا کہ پروفیسر صاحب بہت اچھے پاسٹ ہیں اور روحانی علاج بھی کرتے ہیں۔ لوگ ترستے ہیں ان سے ملنے کو۔ یہ مری

ہو چکی ہے۔ آج کل آتے ہوئے تھے اس لیے ہماری شادی پر بھی آ گئے۔ وہ میری اور بھی بہت ساری باتیں اور تعریفیں کر رہے تھے۔ میں جلدی میں تھا کہ جلدی جلدی تصویریں بن جائیں اور میں نکل جاؤں کیونکہ جیسے ہی لوگوں کو یہ پتا چلے گا کہ میں بچے پر جاتا ہوں۔ میں جب اٹھنے لگا تو مجھے دل کی آواز آئی کہ پروفیسر صاحب آپ مری میں ہوتے ہیں، ہم نے لڑا لڑا ہے ہم آپ سے ملنے ضرور آئیں گے، کیا آپ ہم سے مل لیں گے، کیا آپ میرا ہاتھ دیکھیں گے؟ میں نے جان بوجھ کر اسے لے لیا کہ اُس کا ہاتھ دیکھنا چاہو ہمندی سے پھر اہوا تھا۔ دلہن نے اپنا ہاتھ میرے سامنے پکھینچا یا ہوا تھا۔ بیٹی کی طرح لڑکی بھی نظر نہیں آ رہا جب آپ مری آؤ گے تو یہ کہہ کر تباؤں لگاؤں گا۔ دونوں میاں بیوی نے میرا ہاتھ دیکھ لیا اور میں

ایک دن اُن کو فون کیا کہ پروفیسر صاحب ہم مری ہوئی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ کدھر ہیں، ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو اپنا ایڈریس سمجھا دیا اور وہ دونوں مغرب سے پہلے میرے گھر پہنچ گئے۔ دروازے پر ایک کے بعد جب میں نے دروازہ کھولا تو دونوں میاں بیوی دروازے پر کھڑے تھے۔ میں نے دونوں کو لڑکھانگہ نام میں اٹھایا اور گھر میں چائے وغیرہ کا کہہ کر آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہاں کے چہرے سے خوشی اور مسرت کا اظہار ادا تھا۔ دلہن بھی خوش تھی لیکن اُس کے چہرے پر خوشی کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی نظر آ رہے تھے۔ دلہن کی اگلی نگاہیں چائے کے زیادہ دلچسپی وہ ہاتھ دکھانے میں لے رہے تھے۔ لہذا میں نے کہا میں آپ سے کون ہاتھ دکھانا چاہتا ہوں؟ دلہن نے صحت اپنا ہاتھ میرے سامنے کر دیا اور فوراً ہی پروفیسر صاحب! میرے ہاتھ پر اولاد ہے؟ میں نے کہا اس اللہ اللہ۔ تو وہ بولی مجھے صرف جیٹا چاہیے، کیا میرے ہاتھ پر بیٹا ہے؟ مجھے اُس کی بات اور خواہش پر حیرت اور غصہ بھی آیا کہ دنیا بھر میں دونوں اللہ تعالیٰ کے انعام ہیں یہ بیٹے پر ہی اصرار کر رہی ہے۔ اُس نے اپنا ہاتھ میرے سامنے رکھا اور فوراً ہی اُس کی جا بگلی آنکھوں میں بے شمار سوالات تھے۔ اُس کے چہرے پر ہلکوں والا ٹھکانا تھا لیکن آنکھوں میں عجیب خوف، تجسس اور ڈر تھا۔ پچھنیں اُسے کیا خوف تھا اور وہاں بار بار کیوں یہ سوال کرتی تھی۔ میرے پوچھنے پر اُس نے اس خوف اور ڈر کی وجہ یہ بتائی کہ گھٹلی چار سلوں سے میری ماں کے خاندان میں صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کسی لڑکا ہو بھی جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے اور یہ بات اب مشہور ہو چکی ہے کہ ان کو کسی کی بددعا ہے کہ کسی بھی لڑکا نہیں ہوگا۔ دلہن کی ماں میری نانی اور میری نانی کی ماں یہ ساری کی ساری نہیں تھیں۔ اب یہ بات اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ اب کوئی ہم سے رشتہ نہیں کرتا، ہم بھی سات بہنیں ہیں۔ میرا نمبر چوتھا ہے۔ میری تین بڑی بہنوں کے پاس بھی بیٹیاں ہی ہیں۔ اب ہمارا رشتہ کوئی اس خوف سے نہیں لیتا۔ میں اور میرا خاندان گلاس فیلو سے اور میرے خاندان پر سے لکھے ہیں۔ وہ ان باتوں پر یقین نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی میں اور میری ان سے شادی ہو گئی۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اولاد یا میری چھوٹی تین بہنوں کی بھی شادی نہیں ہوگی۔

وہ بے چاری احتجاجی دکھ اور تکلیف سے اپنی اور اپنے خاندان کی داستان سن رہی تھی اور میں پوری طرح الرٹ

ہو کر اُس کی بات سن رہا تھا۔ دوسرے اور امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اُسے اور اُس کے خاندان والوں کو اس بات کا یقین تھا کہ کسی نے انہیں بددعا دی ہے کہ ان کے خاندان میں خیر نہ اولاد نہ ہو یا کسی نے بہت کراہم کیا ہے کہ پر جاؤ کر دیا ہے کہ ہمارے خاندان میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں اور خیر نہ اولاد نہ ہو۔ وہ اپنی داستان سناتے ہوئے شدید غم سے چھوٹ چھوٹ کر رونا شروع ہو گئی اور انتہائی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے پروفیسر صاحب! اب اللہ تعالیٰ سے ہمیں معافی لے دیں، اگر ہمارے خاندان کے بڑوں سے کوئی غلطی یا غلط ہو گیا ہے تو خدا کے لیے معافی مانگیں۔ اب ہم تنگ ہیں۔ ہم تو کئی سالوں سے بار بار اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ چکے ہیں۔ اب ہمارا آپ اللہ کے ہمارے لیے کچھ کریں۔ ہمیں معافی دلا دیں۔ اُس نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ پروفیسر صاحب آپ اللہ کے ہاتھ بندے ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خاص دعا یا عمل کریں اور ہمیں اس تکلیف سے نجات دلا دیں۔ وہ بے چاری کافی روتی رہی اور دعا کی انتہائی کڑی رہی۔ اُس کا دکھ دیکھ کر میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ میں نے اُس کو حوصلہ دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے بے نیام ہوگی۔ میں نے اُن کو اللہ تعالیٰ کی پاک نام اور قرآنی سورتیں اور سارا طریقہ بتایا اور وہ بے چاری بار بار ایک ہی سوال کرتی چلی گئی کہ میرے ہاتھ میں بیٹا ہے نا، میں نے بیٹی کی ماں بنوں گی نا، آپ میرے لیے دعا کریں گے نا، میں نے اُن کے بعد میں کئی دیر ان میں بیٹا آسان اور دودھ دانی میں پہلے پڑاؤں کو دیکھا بار بار اللہ تعالیٰ کی کو آ کر دعا دلا۔ واسطہ بتا رہا کہ تو رحم و کرم ہے، ان پر بھی رحم کر دے۔ چند دنوں بعد ہی مجھے ان کا فون آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کرم کر دیا

میں نے اُن کو فون کیا کہ پروفیسر صاحب ہم مری ہوئی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ کدھر ہیں، ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو اپنا ایڈریس سمجھا دیا اور وہ دونوں مغرب سے پہلے میرے گھر پہنچ گئے۔ دروازے پر ایک کے بعد جب میں نے دروازہ کھولا تو دونوں میاں بیوی دروازے پر کھڑے تھیں۔ میں نے دونوں کو لڑکھانگہ نام میں اٹھایا اور گھر میں چائے وغیرہ کا کہہ کر آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہاں کے چہرے سے خوشی اور مسرت کا اظہار ادا تھا۔ دلہن بھی خوش تھی لیکن اُس کے چہرے پر خوشی کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی نظر آ رہے تھے۔ دلہن کی اگلی نگاہیں چائے کے زیادہ دلچسپی وہ ہاتھ دکھانے میں لے رہے تھیں۔ لہذا میں نے کہا میں آپ سے کون ہاتھ دکھانا چاہتا ہوں؟ دلہن نے صحت اپنا ہاتھ میرے سامنے کر دیا اور فوراً ہی پروفیسر صاحب! میرے ہاتھ پر اولاد ہے؟ میں نے کہا اس اللہ اللہ۔ تو وہ بولی مجھے صرف جیٹا چاہیے، کیا میرے ہاتھ پر بیٹا ہے؟ مجھے اُس کی بات اور خواہش پر حیرت اور غصہ بھی آیا کہ دنیا بھر میں دونوں اللہ تعالیٰ کے انعام ہیں یہ بیٹے پر ہی اصرار کر رہی ہے۔ اُس نے اپنا ہاتھ میرے سامنے رکھا اور فوراً ہی اُس کی جا بگلی آنکھوں میں بے شمار سوالات تھے۔ اُس کے چہرے پر ہلکوں والا ٹھکانا تھا لیکن آنکھوں میں عجیب خوف، تجسس اور ڈر تھا۔ پچھنیں اُسے کیا خوف تھا اور وہاں بار بار کیوں یہ سوال کرتی تھی۔ میرے پوچھنے پر اُس نے اس خوف اور ڈر کی وجہ یہ بتائی کہ گھٹلی چار سلوں سے میری ماں کے خاندان میں صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کسی لڑکا ہو بھی جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے اور یہ بات اب مشہور ہو چکی ہے کہ ان کو کسی کی بددعا ہے کہ کسی بھی لڑکا نہیں ہوگا۔ دلہن کی ماں میری نانی اور میری نانی کی ماں یہ ساری کی ساری نہیں تھیں۔ اب یہ بات اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ اب کوئی ہم سے رشتہ نہیں کرتا، ہم بھی سات بہنیں ہیں۔ میرا نمبر چوتھا ہے۔ میری تین بڑی بہنوں کے پاس بھی بیٹیاں ہی ہیں۔ اب ہمارا رشتہ کوئی اس خوف سے نہیں لیتا۔ میں اور میرا خاندان گلاس فیلو سے اور میرے خاندان پر سے لکھے ہیں۔ وہ ان باتوں پر یقین نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی میں اور میری ان سے شادی ہو گئی۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اولاد یا میری چھوٹی تین بہنوں کی بھی شادی نہیں ہوگی۔

وہ بے چاری احتجاجی دکھ اور تکلیف سے اپنی اور اپنے خاندان کی داستان سن رہی تھی اور میں پوری طرح الرٹ

فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ میرا بندہ جو بھی کہتا ہے اُس کو پورا کرنے میں اُس کی مدد کرو اور لوگوں کے قلوب میں اُس کی محبت اور نیار ڈال دیتا ہے اور اللہ پاک اپنے اس بندے کو لوگوں کے لیے باعشر اوقات اور شفا بخاتا ہے۔ یہ مقام اللہ پاک اپنے عاشقوں کو ہی عطا کرتا ہے۔

چوری کے نوٹ واپس آگئے

میری زندگی میں بہت سارے واقعات ایسے آئے ہیں کہ جس پر میں بھی شدید حیران ہوا بلکہ کچھ تو ایسے ہیں کہ کسی کو بھی یقین نہ آئے۔ یہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ آپ اس پر یقین نہیں کریں گے لہذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ان لوگوں سے رابطہ کر کے تصدیق کر لیں۔ کیونکہ یہ زندہ اور حقیقی کردار ہیں اور میں ان کے نام بھی اصل لکھ رہا ہوں تاکہ کسی قسم کا ابہام یا شک نہ رہے۔

میں مری چھوڑ کر جب لاہور آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں بھی بہت سارے عبادت گاہ بنانے والے دیے۔ ان لوگوں میں سے ایک اجمل صاحب ہیں جو اردو بازار کی مشہور معروف شخصیت ہیں۔ ایک آدمی ہیں اور اولیائے کرام بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ان کے کچھ مسائل تھے جو اللہ پاک نے مجھے فقیر کی دغا سے حل کر دیے لہذا اب وہ اکثر لوگ کسی نہ کسی دھمکی کو لے کر میرے پاس آتے رہتے ہیں۔

ایک دن اجمل صاحب کا فون آیا کہ مرشد آپ کدھر ہیں۔ میں نے کہا گھر پر۔ تو وہ اردو بازار سے ہی اپنے کسی دوست کو لے کر رات کو میرے گھر آ گئے اور بتایا کہ یہ جو دوست میرے ساتھ آئے ہیں ان کے گھر سے جتنا روپے چوری کرتے ہیں۔ میں نے کہا اجمل صاحب یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اپنے گھر کے افراد اور نوکروں کو چیک کریں چور گھر میں ہی ہو گا لیکن وہ لوگ بعد مجھے کہ ہم بے شمار ملے تبدیل کر چکے ہیں اور چاہیں صرف ہمارے پاس ہوتی ہیں لیکن نوٹ پھر بھی چوری ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ بعد مجھے کہ یہ چوری جنت ہی کرتے ہیں اور اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے دینی دلائل بھی دیے کہ میں بھی مشکوک ہو گیا کہ واقعی ایسی بات نہ ہو۔ اب اجمل صاحب نے بے جوش طریقے سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ جنت کو آ رہے ہیں کہ وہاں کدھیں کہہ پیہ پیہ واپس کریں۔ جب انہوں نے بہت زیادہ امرامریا تو میں امراتجہ میں چلا گیا تاکہ دیکھوں اصل بات کیا ہے اور اللہ پاک سے مدد مانگی کہ اللہ پاک میری مدد کرے چنانچہ میرے خیالی دماغ میں یہ اطلاع آئی کہ روپے واپس آ جائیں گے۔ ساتھ ہی میں نے ”یاد قیہ“ کا حصار بھی کر دیا کہ اگر جنت والی بات سچ ہے تو روپے واپس آئے جائیں گے۔ جب بار بار یہ خیال میرے دماغ میں آ رہا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر تمام روپے واپس آ جائیں گے تو میں نے اجمل صاحب اور ان کے دوستوں سے کہا آپ گھر جاؤ اور وہ کمرہ اچھی طرح چیک کر کے دروازہ باہر سے لاک کر کے بیٹھ جائیں اور ایک گھنٹہ بعد کھولیں انشاء اللہ نوٹ واپس آ چکے ہوں گے کیونکہ جس کیفیت میں یہ اطلاع میرے دماغ میں آ رہی تھی اکثر اوقات یہ سچ ثابت ہوتی ہے۔ اجمل

میں نے گھر جا کر پورا کمرہ چیک کیا اور بند کر کے نکالا لگا کر بیٹھ گئے۔ اچانک مجھے لگا کہ روپے آ گئے ہیں۔ میں نے اسی لحاظ کیا اور کہا کہ چیک کرو۔ اب جب انہوں نے دروازہ کھولا تو کمرے میں چاروں طرف انکھوں نوٹ بکھرے ہوئے تھے اور آج تک جتنے چوری ہوئے تھے وہ سب واپس آ گئے۔ گھر والے بہت خوش اور حیران تھے اور اجمل صاحب اپنی دکان پر فخرے مار رہے تھے۔ اجمل صاحب اور ان کے دوست تو اس کو میری کرامت کہتے ہیں جبکہ یہ بھی ایک طرح سے میرے اللہ پاک کی کرم نوازی ہی تھی۔ یہ واقعہ میرے لیے بھی شدید حیرت کا موجب تھا جبکہ اجمل صاحب اداکے یہ تھا کہ پروڈیوسر صاحب نے اپنے جنت کا بھیجا اور انہوں نے اُس گھر کے جنت کو پکڑ کر ان سے پیسے لے کر کمرے میں بٹھوا دیے۔ جب کچھ تو یہ ہے کہ میرے رب پاک کو پتہ نہیں میری کون سی ادا پند ہے جو بار بار میری زندگی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں تو ایک گنگنا رہوں۔

خاندن کی دیوانی بیوی

باشاہ اس دنیا کے خوبصورت رنگوں میں سے یا خوبصورت نقادوں میں سے ایک عورت کا وجود بھی ہے۔ میں نے اپنی دیوانی زندگی میں بے شمار عورتوں سے مل چکا ہوں کیونکہ بزرگوں، مصلحوں کے پاس جو مسائل آتے ہیں ان میں زیادہ تر امور انہیں ہی ہوتے ہیں۔

معدت کے ساتھ زیادہ تر خواتین ذہنی طور پر تپا پڑتی ہیں۔ شک اور دھم کا شکار ہوتی ہیں۔ لہذا میں ان کی دل کو زیادہ پیچیدگی سے نہیں لیتا لیکن اس واقعہ میں جس عورت یا بیوی کا میں ذکر کرنے جا رہا ہوں وہ سب سے الگ اور نادر کی محبت، دقا، ملاحظت میں دیوانگی کی حدود کو چھوٹی تھی۔ اُس نے آ کر جو بات یا مسئلہ مجھے بتایا اُس نے مجھے بھی بلا کر دکھایا۔

میں ابھی مری میں ہی Job کرتا تھا۔ چھٹیوں میں لاہور آیا ہوا تھا۔ ایک عورت میرے پاس آئی جو محل عورتوں میں دیہاتی لگتی تھی اور بہت پرچی لکھی نہیں لگ رہی تھی۔ میرے کسی جاننے والے کے ساتھ آئی تھی۔ اُس نے جو مسئلہ بتایا وہ سن کر آپ بھی پریشان ہو جائیں گے۔

وہ مجھے کہنے لگی پروڈیوسر صاحب میرا خاندان کوئی دنوں سے گھر میں بیمار اور دروازہ بند کر کے پڑا ہے۔ اُس کا علاج کریں۔ میں نے پوچھا اُسے کیا مسئلہ ہے تو وہ یوں کہی عورت سے بہت پیار کرتا ہے اُس کے اخیر نہیں ہو سکتا۔ وہ عورت میرے خاندان سے ناراض ہو گئی ہے اُس کی ناراضی میرا خاندان پر دانت نہیں کر سکتا۔ وہ روگ لگا کر گھر بیٹھا ہے۔

میں اپنے خاندان سے عشق کرتی ہوں۔ میں اُس کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ آپ خدا کے لیے مجھے کوئی ایسا توبہ دے دیں کہ وہ عورت میرے خاندان سے صلح کر لے تاکہ میرا خاندان بھی خوش اور تامل ہو جائے۔ اُس کی بات سن کر میں حیرت سے ہلا گیا کہ تم اپنے خاندان کی تکلی کا توبہ مجھ سے لینے آئی ہو۔ تم کو اپنے خاندان اور اس عورت پر غصہ نہیں آتا تم جانتی ہو تم کیا کہہ

رہی ہو؟ پروڈیوسر صاحب اچھے پتے میں کیا کدھر رہی ہوں۔ وہ میرے گھر والا میرا واحد سہارا ہے۔ میری ساری خوشیاں اُس کے دم سے ہیں جب وہی نہ رہا تو میں کیا کروں گی۔ میں اُس کی خوشی میں خوش ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ یہ خود اس عورت کو بلا کر لایا اور اپنے ہی گھر میں وہ دنوں کی ملاقات کرائی اور خود کمرے کے باہر بیٹھا جاتی تاکہ کدھر نہ ہو۔ یہی خود اپنے خاندان کی جھجک ہو کر اپنے ہی خاندان کو پیش کرے اور اپنے خاندان کی خوشی کے لیے سوتی اور دوسروں کے جذبات اور فتنہ کو مار دے۔ میں حیرت سے اُس کی شکل دیکھ رہا تھا تو کس سیارے سے آئی ہے۔ وہ مری کی بیوی ہو میں نے پوچھا۔ تو وہ یوں ہی ہاں اور میرے اسٹے بیٹھے ہیں۔ بعد میں مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ اُس کا خاندان کدھر والا، گھڑا اور کتنا تھا۔ کام نہ صرف دوسری عورت سے عشق اور عیاشی اور کوئی کام نہیں۔ اُس کی بیوی بہت کم باکر دار، پورا گول اُس کی پاک بازی اور شرافت کی قسم لگاتا تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑی اپنے خاندان کی خوشی کی بات کرتی تھی اور میں حیرت سے اُس کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کے خاندان پر بہت رشک بھی آیا کہ یہ شاید دنیا کا خوش

دس جات ہے اور۔ یہ ملتا نہیں۔ قیام یا رہا بھی ہوا کہ میں نے اپنے دوستوں کی پیش کشیں کیں کہ یہ میرے گھر آئیں۔ میں نے انہیں نہیں لیا۔ لیٹا یا لٹنا اُسی کو ہے جس پر رب پاک حیران ہو۔ میرے خاندانی دور میں بہت سارے لوگ میرے گھر آئے۔ لگ بھگ تھے تو بے شمار لوگ میرے پیچھے پڑ گئے یہاں تک کہ میری جان تک کو خطرات لاحق ہو گئے لہذا میں نے اس کام سے تو بیکار لیکن وہ اپنے آج بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ یہ بھی ابتدائی دنوں کی بات ہے، پچھلے واقعہ کے بعد میرا دل میں میری شہرت بہت زیادہ پھیل چکی تھی اور دور دراز سے بے شمار لوگ میرے پاس اس کام کے لیے آتے۔ ان نمبر بازوں کی وجہ سے میری زندگی اجیرن ہو چکی تھی۔

دو آدمی بڑی دور سے مجھے ملنے کے لیے میرے پاس آئے۔ انہوں نے کسی سے جب میرا پتہ پوچھا تو ایک جوان لڑکے نے میرے بارے میں بہت کچھ اس کی کہ آپ کس ڈرامے باز اور بھولے شخص کے پاس آئے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے میں آپ کو کسی اور درویش کے پاس لے چلتا ہوں۔ میرے خلاف بہت ساری غلط فہمیاں گئیں۔ کیونکہ وہ پردہ پسند تھے اس لیے خاموشی سے سن کر میرے پاس آ گئے اور آ کر دے لفظوں میں اُس کی شکایت کی کہ اس نے آپ کے ساتھ اور ہمارے ساتھ بہت بدتمیزی کی ہے۔ میں نے پوچھا کس نے تو انہوں نے دور سے اشارہ کیا کہ اُس لڑکے نے۔ جس لڑکے نے اُن کے ساتھ بدتمیزی کی تھی وہ بھی باغیہ کے لیے کسی بار میرے پاس آ چکا تھا اور میں مختلف بہانوں سے اُس کو نال دیتا تھا۔ میرے بارے میں اُس نے جو بھی کہا مجھے اس کا کوئی شک تھا۔ مجھے افسوس تھا کہ ان پردہ پسندوں کے ساتھ اُس کو بدتمیزی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ مجھے اُس پر بہت دکھ اور غصہ بھی تھا۔ میں نے اُس کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلا دیا اور کہا تم کہتے ہو کہ بھلی صاحب کے پاس کہو کہ میں نے باغیہ نہیں بتا سکتے ہیں تو سنو میں تم کو ابھی باغیہ ٹھہر کر دے رہا ہوں۔ یہ شرط میرے لیے قریباً ناممکن

ان دنوں واقعات میں جو سبق یا اشارہ ہے وہ یہی ہے کہ اگر اللہ پاک کی ذات آپ پر مہربان ہے تو ہی آپ کے لیے آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں ورنہ بڑے سے بڑے واقعہ، ورطہ بھی پس ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ بعض درویش و فقیر یا اللہ کا بندہ اپنی عبادت، ریاضت اور خاندان کے بعد اللہ پاک کے اس قدر قریب ہو چکا ہوتا ہے کہ اس قدر دلچسپی اپنے اس بندے کی کوئی بات نہیں ٹالتا۔ وہ اُس کی ہر دعا قبول کرتا ہے اور کائنات کی مخلیق تو اس اور

اس قدر دلچسپی اپنے اس بندے کی کوئی بات نہیں ٹالتا۔ وہ اُس کی ہر دعا قبول کرتا ہے اور کائنات کی مخلیق تو اس اور

ابن ابی اسود نے کے علاوہ اور کسی بہت چھوٹوں کا، جب مہاراجن سے میرے پاس ضرور آئے ہوں گے۔
 میں نے اس واقعہ دوستی ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی ملنے آ جایا کرو، وہ جاتے جاتے یہ کیا کہ میں سوچوں گا کہ آتا ہے یا
 نہیں۔ اگلی میں جاتا ہوں میرا کام کیا ہوتا چاہیے۔ وہ چلا گیا۔ لیکن ایک ہفتے بعد ہی پھر میرے پاس آ گیا، اب
 میں نے اس سے کہا کہ میں نے تم کو اپنے پاس بلایا تھا کہ اب وہ دوستی کی طرف مائل نظر آ رہا تھا۔ بلکہ نہ میرے لیے کبھی
 آتا تھا۔ بلا پر وہ فیصلہ صاحب میرا کام کیا ہوا تھا، میری جاتے ہی اس سے دوبارہ صلہ ہو گئی تھی۔ میری بیوی نے
 اس کے لیے کبھی ہانا کر بھیجی ہے۔ اب میں اپنے پلان کے تحت اس سے مخاطب ہوا تم شکر کے لیے نہیں آئے
 اور کوئی اور کام لے کر آئے ہو۔ اگر تم کو یقین نہیں تو میں جو تمہارے دل میں ہے وہ بھی بتا دیتا ہوں۔ وہ حیرت
 انگیز کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ پرو فیصلہ صاحب اگر آج آپ نے بتا دیا کہ میں کیوں اور کس کام کے لیے آیا
 ہوں تو آپ کو مان جاؤں گا کہ میرے مرشد کے علاوہ بھی دنیا میں کوئی ہے۔ میں نے اللہ پاک کا نام لیا اور بولا
 کہ اے اللہ! اس سے صلہ ہو گئی ہے لیکن اب اس کا سماں اس پر پابندیاں لگا رہے ہیں اس کو وہ زخوب رہا ہے اور تم کیونکہ
 اس سے بے پناہ عشق کرتے ہو اس کو تکلیف نہیں دیکھ سکتے اب تم میرے پاس اس لیے آئے ہو کہ اس کا سماں
 آ گیا ہو نہ کہے۔ اب تم سوچ لو کیا کرتا ہے؟ وہ بولا جناب میں اس کو تکلیف نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی بے برداشت
 رہا ہوں اس کو کوئی اس کو مارے۔ آپ اس کے سماں کو غصہ نہ کریں۔ میں نے اس کو کوئی بات بتائی تھی جو اس کے
 دل میں تھی۔ وہ حیرت اور تحسین آمیز نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا بلکہ اب اس کی آنکھوں سے کھلبلا بار
 بار آنکھوں اور احرام کے جذبات بھی چمک رہے تھے۔ اس کے مزاج کا غرور اور اوکاڑہ پرین ختم ہو چکا تھا۔ وہ میرے
 سامنے اتر آیا اپنی مشق کو سوا لی بن کر کھڑا تھا کہ اس کا سماں اسے کچھ نہ کہے۔ میں نے کہا کبھی ہے یا ر کبھی نہ
 اب تم نے دوستی ہو چکی ہے جسے تم کہتے ہو، جاؤ اس کا سماں اب اس کے ساتھ نہیں لڑے گا۔ وہ خوش خوش سلام
 کر کے چلا گیا۔ ہفتے بعد پھر وہاں آ گیا۔ میں نے پوچھا جناب اب کیا ہوا تو وہ بولا پرو فیصلہ صاحب! جیسے آپ نے

کہا دیے ہو گیا۔ اب اس کا بندہ اُس کے ساتھ بالکل ٹھیک ہے لیکن اب وہ مجھے بالکل نفرت نہیں کراتی۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُس کو پھر میری طرف لائیں۔ میں نے کہا سوچ لو اگر تمہاری محبت اُس کے دل میں والوں کا اُس کا خاندان پھر اُس کو مارے گا۔ جناب مجھے اس کی پروا نہیں آپ اُس سے میری صلح کرائیں، چلو ٹھیک ہے۔ اب میں تمہاری بات نہیں مان سکتا، جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا آج تو میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں لیکن کسی قسم سے کچھ کہوں گا یا مانگوں گا تو تمہیں بھی میری بات ماننی ہوگی۔ اُس نے وعدہ کیا کہ میں ہر صورت میں آپ کی بات مانوں گا۔

ایک کے بجائے دو بیویاں

ای طرح یکھو صرگز کر گیا اور اُس کی لڑائی اور صلح کی آنکھ چوٹی ای طرح چلتی رہی آخر ایک دن اس نے اپنے پانچ بھائیوں کو کہا کہ میں نے جو عالج کرکین ناپا عمل میں تم کو دے دوں گا تمہیں میرے لئے آئے گی ضرورت ہی نہ پڑے۔ تم خود ہی عمل کر کے اُس کو بولا گیا کرو۔ تم جو بار بار میرے پاس آتے ہو یہ میری قسم ہو جائے گی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ میں نے کہا کہ اب تم میرے دوست ہو لہذا تمہارے لیے میری جان اور مال حاضر ہے۔ میں نے اُسے ایک روحانی عمل بتایا اور کہا کہ جا کر کرو اور ساتھ ہی شرائط بھی بتائیں۔ وہ چلا گیا اور بار بار میرے ہاتھ سے ملنے کے طریقے پڑھ کر عمل اور مقررہ دن کے بعد کا کامیاب بھی ہو گیا اور میرے پاس بہت خوش ہوئی آوازاں بھائی بھی لایا بہت خوش تھا۔ میں نے اُسے کہا اب تم خود عمل کرو اور کوئی کام یا عمل خود ہی نہ کرو۔ یہی بات بھی میں نے اُسے ایک اور عمل بھی بتا چھنے میں گروہ بہت خوش ہوا۔ جب میں نے اُسے کہا کہ اس عمل کے بعد تم کو کام کر سکتے ہو تو وہ میرا بہت احسان مند بھی ہوا کہ اب آپ واقعی وہی تمہارے ہیں۔ میں نے کہا یا مرنے والے ہو جاؤ اور جا کر کرو۔ تمام شرائط اور طریقہ میں نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ وہ خوشی وادب چلا گیا۔ اب اُس سے ایسے ذکر اور کلام بھی کر رہا تھا جس سے عشق کا بھوت اتر جاتا ہے اور انسان عشق جیازی کے بہانے عشق کی کاسفر میں جاتا ہے۔

اس دوران اب وہ مجھ سے روزانہ ملنے آتا۔ میں اُس کو ہمیشہ غل پر دوکول دیتا۔ آہستہ آہستہ میری قی کے حشر میں بھی گرفتار ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ اُس عورت کے عشق کا لہجہ بھی اُس کے دل و دماغ سے اُڑا ہوا تھا۔ وہ ساری ساری رات بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سورۃ اخلاص کا ورد کرتا۔ اس دوران اُسے یہ چاہا کہ جب وہ اُس عورت کے عشق سے نکل کر عشق الہی میں داخل ہو گیا۔ ایک دن وہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ نے کہا اُڑا اس۔ مے طے ہوئے کتنے دن ہو گئے، کبھی اُس کے منہ بھی گئے تو کبھی نہم کو سارا سارا دن میرے ہی پیچھے رہتے ہوئے۔ وہ بولا جب آپ ایک ماہ سے اُپر ہو گیا ہے میں اور نہیں گیا اور اب نہ ہی میرا دل کرتا ہے۔ نے ایک بار مجھے کہا کہ ایک بات مٹاؤں گا مجھے یہ تھا آپ کا اشارہ کوں طرف ہے، آپ کے کہنے پر میری نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اب وہ میرے لیے بہنوں کی طرح ہے۔ کبھی میری نظر سے نہیں دیکھوں گا۔ آج اس والدہ کوں سے لے کر زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ لڑائی جھگڑا، عشق باز ہی کچھ بھول چکا ہے۔ اُن لڑائی بھولی کے ساتھ

اسی طرح کی ایک بیوی کا بد قسمت خاندان میرے پاس آیا کہ سرکار میری بیوی کسی دوسرے لڑکے کو پہن کر
ہے۔ میں جب روکتا ہوں تو وہ مجھ سے طلاق کا ہتھی ہے۔ خدا کے لیے میری عورت کے دماغ سے اس کے عشق کا خون
تاریاں۔ میں نے اس کو دماغ نکال دیا۔ اللہ نے کرم کیا وہ لڑکا خود ہی اس کو چھوڑ گیا۔ اب وہ عورت نکل کی طرح
مرد کو چھوئی۔ اب وہ عورت ساری رات نوازل اور لمبے لمبے فٹنے کے بارشرو ہو گئی کہ جو اس کا عاشق اسے ہوا
اچھل اس کے پاس آ جائے۔ اب اس کا مایاں روزانہ میرے پاس۔ میں نے اسے بہت سچایا کہ وہ ساری رات نوازل
کے لیے جاگتی اور محامد کرتی ہے جیسے اس پر غصہ نہیں آتا۔ وہ مجھ کو بہت جتنا میرے چھوئے چھوئے چپے لگا کر
گھر آ کر جائے گا۔ میں بھی اس کے گھر گیا۔ بڑی خوشیوں کے بعد اس عورت کے دماغ سے عشق کا بھوت نکالا اور

بات ہم اس خاندانی کر رہے تھے جس کی پیروی بھاگتی تھی جو میرے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔ میں دیا۔ بے فکر ہو وہ آجائے گی۔ اس طرح میری پچھلیاں ختم ہونے لگیں۔ دو بے چارہ دو دہاے سے میرے پاس آ کر خرچہ کرتے آئے۔ دیکھا کہ اب میری پچھلیاں ختم ہونے والی ہیں اور میں اب اپنی فکری پرکھو مری والدین سے اس نے ایک عجیب کام کیا جسے دیکھ کر میں اور میرے دوست بھی پریشان ہو گئے۔ ایک ذات جب میں سارا دنیا سے تنگ لوگوں سے ملتا ہوں تو جب میں چند دوست کی رو سے **فیروز شاہ دوست** سے بولتا ہوں کہ آپ کی **فیروز** کیا ہے۔ اس نے اور اس بے چارے کی پیروی اب بھی نہیں آئی۔ اس نے آپ کی اور ہماری سب کی بھی بہت خدمت کی۔ آپ کی طرح مری والدین چلے گئے اور بے نامراد ہوا۔ اس کی پیروی والدین نہ آئی تو اس کو تو کوہنگا بھی مگر لوگ آپ کے بعد میں بھی طے نامراد کر ڈیل و رسوا کریں گے کیونکہ بے دو دہاے سے یہاں آ رہا ہے۔ اس کے رشتے داروں بہت روکا اور سمجھا کہ کیوں اتنا وقت برابہ کر رہے ہو، پروفیسر صاحب امیر دہا کا کام کرتے ہیں، جہاں سے آپ کی کوئی نہیں گئے۔ گاؤں والے لکھی اس کی زندگی اجڑ کر رہیں گے لہذا خدا کے لیے اس کی پیروی کو کسی کی باتیں تاکہ اس غریب کا گھر بھرے آ یاد ہو سکے اور یہ رشتہ داروں اور گاؤں والوں کے طعنوں سے بھی بچے۔ اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی حسرت اور امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے کہہ اے میں نے آپ کو مانا ہے، آپ آج ہی میرا کام کریں گے۔ سرکار آپ بیٹھیں اور بیٹھیں۔ اس نے ہنگامہ پیلنے سے ہی لایا ہوا تھا۔ میرے دوستوں کا رو بہ بتا رہا تھا کہ اس کے عمل سے واقف ہیں۔ اس سے میں اور اپنا شروع کر دیا۔ سرکار جس طرح پیسے شمار کرانے اپنے مرشد خانات قادری سرکار کو مانا تھا آج کا نتائج کر آپ کو مانا ہے۔ میں نے زبردستی اس کو بخدا یاد بخشتی سے منع کیا کہ تم کو عظیم بیٹوں کا نام لے رہے ہو وہ دونوں کے اندر اعدا ہ جائے گی۔ یہ بیٹے وہ لوہیت کی کوئی گھڑی تھی جو میرے رب سے فوری سن لی۔ ہم سروں کو والدین چلے گئے۔ انھوں نے بھی لوگوں سے ملنے میں گزارا۔ مغرب کے بعد وہ اور میرا دوست خوشی خوشی ملے ہوئے۔ دونوں کی خوشی اور سرگرمی، تاریکی تھی کہ ان کے پاس کوئی خوشخبری ہے۔ آئے آپ ہی میرا دوست

اسرار روحانیت

ایسے بیٹے کی تلاش میں یہ بے شمار مردوں اور بزرگوں کے پاس جا چکی ہے۔ اپنی ساری عمر کی بیعت بھٹی بھی یہ لہجہ بول رہی ہیں۔ بزرگوں اور مردوں پر لٹا چکی ہے۔ اس کو بجاں بھی کسی بزرگ یا مرد کو دیکھ کر چلتا ہے یہ اس کے پاس جا کر اس کا ہاتھ فریاد کرتی ہے۔ اب اس کی بوڑھی ماں کو آپ کا یہ چلا ہے تو میری آس کے کراپ کے پاس آگئی ہے۔

بوڑھی ماں کی داستان سن کر مجھے بھی بہت زیادہ دکھ ہوا کیونکہ میں آج کے گندہ منے کے بارے کا دکھ دھڑکتا ہوا ہے۔

زیادہ ہوتا ہے۔ موت کا تو میرا آجاتا ہے جبکہ لاپتہ کا دکھ قابل برداشت ہوتا ہے۔ دن رات اس سختی سے اور لپٹی ہوئی خدمت کی تکلیف سے متاثر ہیں گزرتے ہیں۔ اسی کرب اور دکھ سے جب یہ ماں گزری تو ہوش و حواس کو ہٹا کر بہت پیار وار اور دھیمان سے دیکھی ماں کی بات سنی۔ وہ بیچارہ بے ربط گفتگو کر رہی تھی کبھی ہوش کی باتیں کبھی دماغ اور اس میں سے اس کو کھل کر بولنے کا موقع دیا، جو صلہ یا اور کہا کر جلدی وہ دوا جس آ جانے کا اتنا اللہ اس کو بڑے نفع والی دوا دے گا۔

جا کر پر مدد وہ خوش خوش چلی گئی۔ دو چار دن بعد وہ پھر واپس آئی اور بولی کہ ابھی میرا بیٹا واپس نہیں آیا۔ میں نے اس کی بات سنی بلکہ میری والدہ ماجدہ نے بھی اس کی پھر پرستاروں کی۔ وہ بھی جب آتی تھی ایک حرکت بار بار کرتی تھی۔ اس سے بات کر کے جب واپس جاتی تو قہقہے دور جانے کے بعد پھر واپس آ جاتی۔ کیونکہ میں اس کی اس حرکت سے دلدادہ ہو چکا تھا لہذا میں اس کو باہر بھی تنگ چھوڑ کر آتا اور وہیں کھڑا رہتا کیونکہ مجھے پتہ چلتا تھا کہ اس نے پھر واپس آ کر میرے پاس آئے ہوں گے لوگ بھی اس کی ماں کو دیکھ کر کہہ دے گا کہ وہ آگئی ہے۔

اس کی ماں کی بات سنی۔ اس کی طرح وہ ایک دن میرے پاس آئی اور اس نے بڑی عجیب بات کی۔ مجھے کہنے لگی بیٹا میں بے چارہ چل کر آتی ہوں جو پیسے کرایے پر خرچ ہوتے تھے آج میں نے پہلے اپنی روپے اور پھر ایک مرد کو روک دیا اور میرا دماغ واپس لا دیا۔ جب تم میرا کرایہ کر دو گے تو میں تم کو دن روپے اور دوں گی۔ دیکھی ماں اپنی نظروں سے مجھے دیکھ کر بھی اس کی بات سن گئی۔

انکھوں میں حسرت، انتظار، دکھ اور کچھ بے پرواہی زخم دیکھنے کی آس تھی۔ اس کا ہنسنا میری طرف بڑھا ہوا تھا میں نے پرانا دن کا فوٹو تھا اور انکھوں میں آنسو وہ ایک لمحہ مجھے اندر سے چیر گیا بلکہ مجھے ہلکا کر دیا۔ دیکھی ماں کا پیدل چل کر بیلیوں کا سفر کرنا، پیسے پانا اور یہ اس کو لگانا کہ پیسے کے پر کو دفتر صاحب میرا کرایہ کر دیں گے۔ میرے منہ سے یہ الفاظ بائے میرے لفظ لگنا اور میں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کیا تو کوئی انتہا میری رحم کرنے والا خدا ہے۔ اب دیکھی ماں کے پیدل چلنے پر ترس کھائے اس کی آزمائش کو دور کر دیا۔ اس ماں کے لیے آسمانیاں عطا فرمائیں۔ کافی دن تک اس شخص کی کیفیت میں اللہ پاک سے دعا بھی کی، کھینچے بھی کیے اور رحم کی اجیل بھی۔ دیکھی ماں کو دیکھ کر میری آنکھیں بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

چاہے مجھے دعا کی قبولیت کا احساس ہوا۔ اب میں بوڑھی ماں سے مخاطب ہوا، ابھی آپ یہ پیسے اپنے پاس رکھو، اب آپ کا بیٹا واپس آئے گا تو آپ ان بیٹیوں کی صفائی لے کر آئے۔ میری بات سن کر ماں بولی تاؤ میرا بیٹا اب اور کس دن آئے گا۔ میں نے کہا ماں جی آپ کب جا رہی ہیں تو وہ بولی: تین دن بعد میرا قطرے سے اس سے پہلے اس کو میرے پاس آئے گا۔

ایسے ٹھیک ہے ماں جی اگلے دو دنوں میں آپ کا بیٹا آپ کے پاس ہوگا۔ میرے دماغ اور دل کی حالت یہ گواہی دے رہی تھی کہ وہ ضرورت میں آئے گا۔ دیکھی ماں حسب معمول میں باہر آئی اور آفر کا واپس چلی گئی اور میں نے اس کی بات

اسرار و روحانیت ۱۱۶

وہ حسب معمول بزرگوں درویشوں کے خلاف بولنا شروع ہو گیا۔ جب اُس کی باتیں حد سے نہ گزرنے لگیں تو میں بولا کہ فقیری درویشی کا نوکے نہیں بلکہ تم آج سے خود فقیری درویشی کرو گے ہم تم کو ساری عمر اسی لیے کرام کی خدمت اور نفع کی قیادت کرو گے۔ میں اُس کی گستاخانہ باتیں نہ کرنا خواہتا تھا۔ مگر اُس کا کھانا بھری ہاں میں نہ کر دینا بولا اور فیس جانا نہ چاہتا تھا تو میں بھی دیکھیں گا۔ باتوں سے میں مامنے والا نہیں ہوں۔ میں تم کا باتیں سنانا بھی نہیں چاہتا بلکہ تم کو کھانا چاہتا ہوں۔ جاؤ! گھر جاؤ اور اپنی بیوی کے سر پر دم کا تھوڑا رادل کر کے چھ دینا۔ ایک تودہ جو برسوں سے سردی کی مریض بن چکا ہے۔ اور دوسری بات اُس کی انگلی کی کافی دنوں سے گم ہے اُس کی وجہ سے تم دونوں بہت پریشان ہو رہے ہو۔

عبدالرحمن بن عوف

اگر اس دعا کے ساتھ دیکھا کر اللہ پاک بلیغی یاں بھی ماں کی عید خوشگوار کرے گا۔ عید سے ایک دن پہلے بھی ماں کو ان لوگوں کے ساتھ میرے گاؤں والے بڑے پر داخل ہوئی۔ ماں کے ہاتھ میں چھوٹا مٹھائی کا ڈبہ بھی تھا۔ گاؤں والوں سا ڈبہ اور نو جوانوں کا تیار ہاتھ میرے اللہ پاک نے پھر سے کرم کر دیا اور بھی ماں کا بیٹا کتنے سالوں بعد ماں کے پاس آ چکا تھا۔ ماں جی بہت خوش اور چھوٹے لڑکے مل رہی تھیں۔ آتے ہی مجھے مٹھائی کا ڈبہ یاد میرے سر پر لٹکایا اور گلے سے لگا دیا۔ میں اور آستانہ نے پروردگار کو کبھی ماں کی خوشی پر بہت خوش تھے وہ وہ بھی ماں آج بھی رنگولہ سے پاس آتی ہے۔ اب وہ اپنے بیٹے کی شادی کر چکی ہے اور آج کل اپنی بہو کی ذمہ داریاں لگاتی ہے اور میں پیارا اور محبت خاں ماں کی معصوم باتیں سنتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

ایک لمحے میں فقیری پاگیا

اب میں ایک ایسا واقعہ بیان کرنے جا رہا ہوں کہ آپ میں سے بہت سارے لوگ اس کو سچ ماننے سے انکار کرتے ہیں لیکن جو لوگ جھٹکتے ہیں سالوں سے میرے ساتھ ہیں وہ تمام لوگ اس واقعے سے آگاہ بھی ہیں کیونکہ ان سب سے پہلے اپنے اپنے دل سے انکار کیا اور اس لیے تمام لوگ جو اس بات پر یقین نہ کریں میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کردار سے اپنی کٹھن سے نکل کر دیکھ لیں وہ اٹھندہ زندہ ہے اور سیکڑوں لوگ اُس سے ملتے جلتے ہیں اور وہ زور و فضا بھی پاتے ہیں۔ آپ لوگو کو یہ بزرگوں سے سنا ہوگا اور کوئی سنیں میں پوچھا ہوگا کہ کیا آپ اور فقیری نے کیا اور سالوں کے پورے مزید و محنت دیکھتے رہے اور ان کے آنے اور فقیر بن کے گیا۔ میری زندگی میں بھی بچھائے ہی واقعات پیش آئے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے۔ یہ میرے مری میں قیام کے آخری دن تھے۔ میری شہرت مری اور اطراف میں بہت پھیل چکی تھی کہ دروازہ اس لوگ مجھ سے ملے آتے۔ زیادہ تر لوگ اپنے مسائل نہ کر لے لیکن ان میں سے کچھ کشادہ دیکھتے آتے اور میری بات کرنے آتے کیونکہ ان دنوں ہر زبان پر میری ہی چا تھا۔ اللہ اللہ اللہ نے اپنی رحمتوں اور کرموں کی برسات کی ہو گئی۔ ایک دن میرا استقامی برادر فقیر دوست طارق عسائی کسی نوجوان کو میرے پاس لے کر آیا کہ یہ دو حانیت فقیری کے بہرہ خاں ہے اور بے شمار بزرگوں سے لڑائی کر چکا ہے اور کسی بیوقوف نہیں کہ اس کا شکنجہ اس کا شکنجہ سے بڑھوں، فقیروں سے لڑے اور کشتیوں میں کہیں بیٹھے ہوئے تھے، بزرگوں، فقیروں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ حسب معمول بزرگوں کے خلاف بولنا تھا۔ اب اس کی باتیں حد سے بڑھ گئیں تو میں نے آپ کا ذکر کیا، جب میں نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی تو اس کا میں اب آپ کے ساتھ جا کر ان سے ملتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ بھی بزرگ ہیں برفرازا۔ لہذا میرے مجبور کرنے سے ان کے یقین سے یہ دو حانیت اور فقیری کے بہت خلاف ہے۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ سیات اور اکھڑ موڑ میں نکلا۔ بولا: جناب میں تو جب مالوں کا جب آپ مجھے کچھ دکھا میں گئے۔ میں اندر سے فقیری کو مانا ہوں لیکن آج آج مالوں میں فروغ ہوتا ہے کہ وہ واقعی بزرگ ہے۔ میں اُس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ میری مسکراہٹ سے شاید اُسے فضا دلائی گئی ہو۔

المؤلف: محمد بن عبد الله

والوں کو ملتی ہے۔ وہ آرام اور احترام سے میری باتیں سنتا رہا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کی ہدایات پر پورا اثر لے کر گوشہ نشین کروں گا جس کے بعد وہ چلا گیا۔ میں ہفتا عمری رہا وہ میرے پاس آتا اور لوگوں کی خدمت کرتا، پانی اور دھماکت کی فونی دیتا۔ میرے کہنے پر اپنے گھر میں لوگوں سے ملنا شروع ہو گیا۔ چند لوگ میں سے اس کی شہرت کی طرح پھیلنا شروع ہو گئی۔ کچھ عرصے بعد وہ ایک اور شہر میں بھی بیٹھنا شروع ہو گیا۔ آج کل وہ تین چھپوں بر لوگوں کی خدمت کرتا ہے اور اکثر میرے پاس چکر بٹھی کا کار ہوتا ہے۔ لاہور شہر سے بہت سارے لوگ اس کے پاس جب جاتے ہیں ان کو میرا نام یہ دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ میرا رفیق ہے جو فیض صاحب نے اللہ پاک سے لے کر دیا ہے۔ آپ

[illegible]

علاج بھی کرے گا۔ وہ جو بیوروں، فقیروں اور درویشوں کو گالیاں دینا تھا اب ان کی خدمت کرے گا۔

لوگوں سے مل کر رات کو بھر چلا آیا اور رات کو میرا توڑ کا کر کے سو گیا۔ اگلے دن جب میں گھر آتا تو میری آنکھیں
میں مطابق وہ میرے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو وہ دروازہ کھیر کر میری طرف آیا اور میرے
گنگ گیا۔ اُس کے بولنے سے پہلے ہی میں بولا اُن پھر لڑنے آگئے ہو؟ یا میں یہاں پر پولیس آؤں ہوں تم مقامی لوگوں
تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میں آج یہاں ہوں، مکمل کہیں اور ہوں گا۔ میں نے تم سے کوئی بحث کروں گا اور نہ ہی لڑائی۔ اور
روٹ ہوئے بولا میرا فیصلہ صاحب! خدا کے لیے ایسا نہ کہیں میری جان آپ پر قربان، مجھے معاف کر دیں، مجھے جیسے وہاں
اور کھڑا میرا جغرافیہ آدمی کو اس طرح ہی ٹھیک کیا جاسکتا تھا جو آپ نے کیا۔ میں تو بہت ہی خوش قسمت ہوں جو آپ
لڑنے آیا، آپ کو دیکھ کر لڑنے نہ آیا۔ آپ نے میری جھولی میں کیا ڈال دیا، میں اندھیرے میں تھا آپ نے میری زندگی
میں اجالے بھر دیئے۔ میں جہاں میں تھا آپ نے میری جھولی حکمت سے بھر دی۔ خدا کے لیے مجھے اپنے قدموں میں
جلد دیں۔ مجھے اپنی خدمت کا موقع دیں۔ مجھے اپنا بچہ بنالیں جو میرا سرور و مستی آپ نے مجھے مکمل کیلانی ہے اس کو کبھی
واپس نہ لینا۔ جس دنیا کا مسافر مجھے بنایا ہے اب مجھے تہجد نہ چھوڑنا۔ وہ روز بھی رہا تھا اور بہت ساری باتیں بھی کر رہا تھا۔ میں
اُس سے مخاطب ہوا۔ پچھلی زندگی تم نے مجھے بھی گمراہی میں ڈال دیا تھا اور بہت ساری باتیں بھی کر رہا تھا۔ میں
علاقہ کر کے شرط صرف ایک ہے کہ کبھی کسی سے زبردستی پیسے نہ لینا۔ یہ بات کا نور ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ غلطی
مخلوق کی خدمت کرو گے اتنی ہی برکت پڑے گی۔ تم مفقود والے ہو کہ اللہ پاک نے تمہیں اور مجھے اس دنیا کی لیے لے جانا
ہے ورنہ کروڑوں انسان دنیا میں ایسے ہیں جو ہم سے زیادہ عبادت گزار، نیک، سخی اور رب کے قریب ہیں لیکن میں دنیا کی

مجموعی روحانیت، فقیری کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد میرے پاس بھی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے مجھے فقیر پر۔ جب روزانہ سیکڑوں لوگ میرے پاس آتے ہیں تو یہ بہت متاثر ہوتے ہیں کہ کم بھی طرح کے پیر بن جائیں، یہ بڑے بڑے لوگ ہمارے گھٹوٹوں کو ہاتھ لگائیں۔ خوب صورت خواتین، بیوروکریٹس، افسران پولیس کے اعلیٰ افسران، عدالتوں کے جج صاحبان میڈیا اور ٹی وی کے لوگوں کو دیکھ کر ان میں یہ خواہش اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہاں ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ سارے کا سارا تھیل اللہ تعالیٰ کا ہے، کوئی فقیر یا بزرگ کچھ نہیں کر سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ ایسے دواؤں کے تصور کو دنیا میں رہتے ہیں۔

میرے پاس فقیری یا بزرگی لینے انکار لوگ آتے ہیں۔ میں ان سے یہی کہتا ہوں کہ میں تو خود راہِ روحانیت، مشقِ مصطفیٰ علی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرب الہی کا مسافر ہوں مگر میں نہیں مانتے یہ لوگ عبادتِ رب یا مجاہدہ و تزکیہ نفس اور مراقبہ کرنے سے انکار کر رہتے ہیں۔ کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ کوئی عقیدہ یا مرام یا قول یا عمل مجھے ابھی فقیر بنا دے۔ کچھ لوگ تو فقیری بھی کر جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ عصی الہی اور زیارتِ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی آتے ہیں جن سے مل کر مجھے بہت خوش ہوتی ہے۔

اب یہاں جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس کے بیک گراؤڈ کے لیے یہ بتانا بہت ضروری تھا اور اس بارے میں لوگوں اس واقعے کی سچائی سے افسوس رہی کہ میں نے ان تمام شخصیات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب حقیقی اور زندہ کروادے۔ آپ اس سے مل کر واقعی کہ صدقات کا یقین کر سکتے ہیں تاکہ Non believers کو یقین آ سکے کہ روحانیت کا وجود ہے اور یہ کھسے کیا نہیں ہیں۔ اس واقعہ میں تمام کروادوں کے حامل میں ہیں جن سے آپ مل سکتے ہیں۔

میرے قریب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میری ذاتی کوئی بھی ٹرانسپورٹ نہیں ہے۔ اس لیے میں اکثر ایک کرائے کی چلی ٹیکسی میں جاتا ہوں اور یہ سفر پچھلے کئی سالوں سے جاری و ساری ہے۔ لاہور میں رہنے والے تمام دوست اس ٹیکسی ڈرائیور سے بخوبی واقف ہیں۔ مجھے دفتر پہنچانے کے علاوہ میرے گھر کے ذاتی کاموں میں بھی یہ میرا اہم ہوتا ہے۔ اس دنیا کا یہ پرانا دستور ہے کہ اگر کوئی کسی کے کام آتا ہے تو وہ توقع کرتا ہے کہ اس کو اس کا معاوضہ ملنا چاہیے۔ اس ٹیکسی ڈرائیور کا ایک بھائی بھی ہے جو لوگوں کو دم و فیر کرتا ہے اور ایک بڑی گولی کا مرید بھی تھا۔ وہ جب بھی لاہور آتا تو وہ اور اس کا بھائی ڈرائیور میرے پیچھے پڑ جاتے کہ فیض یا فیضی مجھے بھی دیں۔ ہر بار یارنارنار ہا کہ بہت مشکل کام ہے اور ہر کسی کے لمبے کی بات نہیں ہے، ہمارا جو بیٹا ہے، ہماری جگہ نہیں ہوا اس لیے تم حواش نہیں کر پاؤ گے، لیکن وہ کوئی بھی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ہر بار ایک ہی تھا کہ میں نے لوگوں کا روحانی علاج کرتا ہے، مجھے کچھ دیں۔ اکثر ایسے لوگوں کو جن میں پتہ ہوتا کہ یہ کیا مانگ رہے ہیں۔ ایسے لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ زمانہ قدیم سے آج تک انکے معترف اور گراں پزیر مریدوں کو عبادت، عبادت اور تزکیہ کی کسی مراقبہ بات، تصور شیخ کراتے ہیں تو اس کی کوئی وجہ ہے کیونکہ روحانیت اور عشق الہی تو پاک ہے اور جب تک من کا بڑھتی پاک و صاف نہیں ہوگا تو روحانیت فیض کیسے ملے گا۔

میں بھی جائے نماز پر بیٹھ گیا اور اس کو دھیان میں رکھ کر توجہ شروع کر دی۔ توجہ کیا ہے؟ جو لوگ روحانی مسافر بن جاتے ہیں ان کو سمجھ جائیں گے۔ جو لوگ روحانیت کو نہیں مانتے وہ نہیں سمجھیں گے۔ توجہ، اور انکا ہر کام حاصل کرے اور انکا کو پختہ کرنے کو کیا تابتا ہے۔ توجہ کی ہے نہاوت کا اور ادراک وہی کر سکتے ہیں جو اس کو پختہ کرتے ہیں۔ اب جب مجھے احساس ہوا کہ اس کا مطن میں کوئی تہریں نہ رہنا ہو گئی ہے تو میں اپنا وقت صرف کر کے مٹا گیا۔

سوئے ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا ہوگا کہ کسی نے بہت زور زور سے میرے سین کو کھینچا یا بلکہ بھانپا شروع کر دیا۔
مادہ یا واردات اکثر ہوتی رہتی ہے کیونکہ میں سارا دن کا تھکا ہوتا ہوں اس لیے اکثر Avoid کرتا ہوں لیکن آج تو
بہت ہی بڑی بری غصی میں لگا رہا تھا۔ اب آئی گیت کو باقاعدہ زور زور سے پینا جا رہا تھا جیسے ڈنڈوں سے کونا جا رہا ہو۔
اس شدت اور آواز کے ساتھ Knock کیا جا رہا تھا کہ سارے گھر والے اٹھ گئے۔ اب گیت کھولنے کے بغیر کوئی ہاتھ
تھا ہڈی میں آئی تھی گیت کی طرف بڑھا اور جھوٹے غصے میں بولا کہ غصہ ہو میں آ رہا ہوں لیکن جب درد داغ کھولا تو زانو پر
پر اچھائی پریشانی میں کھڑا تھا۔ خوف اور وحشت کے اثرات اس کے چہرے پر تھے۔ اس کی آواز بھی وحشت سے نکلا
آواز بندھی۔ وہ بڑی مشکل سے بولا، جناب گاؤں میں میرے بھائی کی حالت بہت خراب ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ
جو کچھ بھی کیا ہے یا کوئی جن وغیرہ اگر اصرار بھیجیے تو خدا کے لیے فوری واپس بلا لیں، وہ بالکل واپس کر رہا ہے۔
کا دماغ کام نہیں کر رہا۔ وہ شدید خوف کا شکار ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے، آپ کو خدا کا واسطہ دے دو
لے لیں۔ ڈرامیڈ کے ساتھ اس کا تیسرا چھوٹا بھائی بھی تھا دونوں بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں کو بہت گھبرا
کہ جس فقیری کی تلاش میں تھا، یہ وہی کرنٹ ہے۔ اب اس کو برداشت کرو لیکن وہ بار بار ایک ہی تھا کہ کہہ رہے تھے کہ
ہمیں کوئی فقیری یا روحانیت نہیں چاہیے۔ میرے ماں باپ اور ہمیں بہت پریشان اور زور ہے ہیں۔ انہوں نے کبھی پیام
بھیجا ہے کہ ہمارے بیٹے کو مارل کرو۔

میں نے پھر انہیں کہا کہ اچھی طرح سوچ لو، اب دوبارہ بھی فقیری نہیں مانگو گے؟ تو دونوں بھائی بولے، ہماری
توبہ یہ کام ہمارے بس کو نہیں ہے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے اپنے بھائی کی جو حالت اور کیفیت بتائی وہ اس طرح تھی۔
پچھلے چند دنوں سے بھائی وغیرہ رہا تھا۔ آج رات جیسے ہی اس نے پڑھائی شروع کی تو اس پر شدید زلزلہ
پڑا۔ کمر اور سر میں شدید درد جیسے سرد سے بچتے جاگے۔ اس کے بعد اس کو عالم غیب کی چیزیں نظر آنا شروع ہو گئیں۔ وہ
پڑھائی چھوڑ کر گھر کے کون میں آ گیا اور اصرار پھر کیا تھا کہ اس نے لگا کر آسمان پر یہ نظر رہا ہے۔ درخت کے اوپر یہ ہے،
کون کمرے میں جا رہا ہے اور یہ کمرے سے کون باہر آ رہا ہے۔ بھول اس کے پورے گھر میں جتنی جتنی نظر آ رہی ہے۔ وہ
بوش میں نہیں تھا یا تو اس کے اوپر کوئی جتنی جتنی مخلوق مسئلہ ہو کر اس کے جسم میں حلول کر گئی تھی یا اس کے اندر کوئی کڑ بڑ ہو گئی
تھی، وہ اپنے ہوش میں بالکل نہیں تھا۔

گھر والے اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی جنت کا مسئلہ ہے، وہ اس کے
اندرو داخل ہو گئے ہیں، لہذا وہ مولوی کو لینے گئے۔ مولوی تو ملائیں گاؤں کا کپڑا ڈاکٹر مل گیا۔ اس کو لے کر جب یہ گھر آئے

یہ کہتا ہے، یہ بڑا اصرار ہوا۔ اس نے میری کاسٹ سے زور زور سے پینا جا رہا تھا جیسے ڈنڈوں سے کونا جا رہا ہو۔
میں کی ایک خاص حالت طاری تھی، اس نے ڈاکٹر صاحب کو پکڑ کر زور سے پینا اور کہا بھلا اب تم بھی نرو لو۔ مر بیٹھ
میں ہائی پریشر کی بات کی تو ڈاکٹر پر بھی اثرات اور حالت طاری ہو گئی۔ ڈاکٹر بھی وہیں ہی حرکتیں کرنے لگا جو مر بیٹھ رہا تھا۔
میں کہتا ہوں، وہ دیکھو ڈاکٹر، کہتا ہوں میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ ایسی نشی کی حالت میں ڈاکٹر اٹھا اور لڑکھڑکے قدموں کے
تھوکر سے نکلا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر جانے لگا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ تو ان کا قلم شکر کا اور موٹر سائیکل کو پھینک
دے گئے۔ میں نے مارا کیونکہ ڈاکٹر صاحب اپنے ہوش میں نہیں تھے، جب اور مسرتی میں تھیں۔ پھر اضافہ ہوتا جا رہا تھا،
ڈاکٹر صاحب کو پینا دیا اور وہی موٹر سائیکل کی خبر تھی۔ اس نے موٹر سائیکل کو واپس چھوڑا اور دیوانہ وار دوڑتا ہوا جنگل کی
طرف چلا گیا اور ساری رات اچھر اچھر دوڑتا رہا۔ صبح کو ڈاکٹر صاحب کو پکڑ کر واپس لائے۔

اسے ہیں جبکہ دوسرا واقعہ ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

حضرت باقی باللہ جو عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد تھے، ان کے پاس جب بھی مہمان آتے تو وہ اکثر
ایک ٹان بانے سے ٹان وغیرہ منگواتے اور ٹان بانے سرکار سے بہت پیار اور عقیدت بھی رکھتا تھا۔ وہ اکثر دیکھنا کہ دروازہ
عالموں سے لوگ حضرت باقی باللہ کے پاس آتے ہیں اور اپنی جھولیاں مرادوں سے بھر کر لے جاتے ہیں۔ لوگ روحانی،
اسانی اور مالی مشکلات کے حل کے لیے آتے اور آپ ان کو فیض یاب کر کے بھیج دیتے۔ ایک دن ان ٹان بانے نے سوچا
کہ اتنے زیادہ لوگ یہاں پر آتے ہیں اور فیض لے کر جاتے ہیں اور میں اتنے سالوں سے سرکاری خدمت کر رہا ہوں اب
میں نے بھی فیض یا فقیری لینے کی ہے، لہذا ایک دن سوچ پا کر وہ حضرت جی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ سرکار میں کتنے سالوں
سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ آج تک آپ سے کچھ بھی نہیں مانگا لیکن آج میں بھی آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں۔
حضرت باقی باللہ فرمانے لگے، اٹھو کیا چاہتے ہو تو ان بانے کو بلا کر بھیج دیتے ہیں۔ سرکار نے کہا، سوچ لو لیکن
ٹان بانے بخیر رہا کہ اتنے سال کی خدمت کا معاوضہ بھی نہیں چاہیے کہ آپ مجھے جیسے مہمان ہیں تو حضرت جی نے اللہ
تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے روحانی تصرف سے مرید پر توجہ کی تو مرید بھی باقی باللہ بن گیا۔ یہ واقعہ تمام کتابوں میں موجود ہے۔
بعد میں میرے بڑا تانا بانا زیادہ زور برداشت نہ کر سکا اور وفات پا گیا تو باقی باللہ فرمانے لگے، برتن چھوڑا تنگتر زیادہ کا بیٹھا۔
درج بالا دونوں واقعات بتانے کا مقصد یہ تھا کہ ان نظر کسی پر توجہ کرتے ہیں تو کسی قسم کی روحانی، جسمانی
تھیلیاں روحانی ہوتی ہیں جن کی برداشت کم ہو جانے کے باطن کا برتن ابھی تیار نہ ہوا ہو تو جذب ہوئے گا بھی خطرہ ہوتا

روحانی کرنت یا توجہ کا کمال

یہ حال فیکر صاحب اور ان کے دوستوں نے سوالات کی جو پھاڑ کر دی۔ فیکر صاحب نے سوالات کی بھی پڑی
روحانی کوئی تھی۔ وہ سوالات کرتے جا رہے تھے اور اللہ نے مجھے جو بھدی تھی، میں جواب دے رہا تھا۔ کسی نشست کے
بعد انہوں نے اپنی بھڑاس نکال لی تو مجھے پاس کر دیا کہ ایک سے اب ہم روحانیت سیکھنے کو تیار ہیں۔ مجھے حیرت اس
بار کی ہوئی کہ یہ پہلے مرید تھے جنہوں نے مرشد یا استاد کا تعلیمی انڈر وولیا اور پھر کمال فراغ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
کہا کہ کمال آپ سے روحانیت سیکھنے کے لیے تیار ہیں۔ ان کا رد یہ تھا کہ ہمارے مرید اور احسان عظیم کر رہے تھے یا
کہ ان کی خاص شرف بخش رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی شرف نہیں آپ کو مرید بنانے کا یا روحانیت سکھانے کا
اور انہوں نے اس کے ساتھ کہنے لگے، ہم تو پہلے ہی یہ کہتے ہیں کہ یہ نفوس، روحانیت اور مرشد وغیرہ سب و صوبک ہے۔ فراڈ
اس علم کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب انہوں نے طرہ سے گفتگو شروع کر دی اور سرے سے روحانیت سے
کہا کہ اب۔ جب انہوں نے کافی باتیں کر لیں تو میں نے فیکر صاحب سے کہا کہ پہلے آپ روحانیت سیکھ لیں، اس کے بعد
یہ دونوں کو بھی شامل کر لیں گے تو باقی دوست بولے، جناب ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں، یہ تو ہمارے اس دوست کو شرف
ہو گیا آپ اس کو سکھائیں، ہمیں اس سے دور ہی رکھیں۔ لہذا میں نے فیکر صاحب کو مخصوص ذکر بتا دیا اور طریقہ کار بھی سمجھا
دیا اور مقررہ وقت کی بھی تاکید کر دی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ فیکر صاحب گیارہ دن لگا کر مقررہ وقت پر بیٹھ کر مخصوص طریقے سے

میں فیکر صاحب میرے دفتر پہنچے سے پہلے ہی سے موجود تھے۔ وہ بہت پریشان اور شرمندہ نظر آ رہے تھے۔
مجھے کہتے ہی میری طرف تیزی سے بڑھے اور سلام کے بعد بولے، ”پروفیسر صاحب! میں روحانیت کے سڑک چارہ نہیں
مانتا۔“ میں نے پوچھا، کیوں کیا ہوا؟ تو وہ بولے میری بیوی بالکل نہیں مانتی، اس نے مجھے سے کہا ہے کہ آج کے بعد کوئی
نہیں دیکھو اور وہیں ہوگا، لہذا میں آپ سے Sorry کرنے آیا ہوں کہ ابھی میں ہی قسم کرنے لگا ہوں۔ جب پہنچے بڑے ہو
گئے تو پھر دوبارہ شروع کر دیں گے۔ میرے پوچھنے پر فیکر صاحب نے بتایا کہ کدات کبھی ہی میں نے پڑھائی شروع
کی تو پہلے تو میرے جسم پر شدید داؤ، پھروں ختم ہو گیا۔ پھر مختلف رنگ نظر آنے شروع ہو گئے تو میں نے گھبرا کر پڑھائی بند
کر دی اور ابھاگ کر کمرے سے نکل کر گھن میں آ گیا۔ میرے اوپر شدید گھبراہٹ طاری تھی۔ میری بیوی بھی میرے پیچھے
گھن میں آ گئی تو وہ میری حالت دیکھ کر ڈر گئی کیونکہ مجھے بارہا کہ میرے علاوہ بھی کمرے میں بہت سارے لوگ ہیں یا
گھن میں بھی اچھر اچھر جا رہے ہیں۔ جب میں نے یہ بات اپنی بیوی سے کی تو وہ بھی ڈر گئی اور جتنی سے کہا کہ آج کے بعد
کوئی دیکھنا یا چلنے نہیں ہوگا۔ اس کے بعد فیکر صاحب پچھلے دس سالوں میں میرے پاس دو یا تین بار بیوی سے چھپ کر

ہے۔ اب ہم اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ میرا ڈرامیڈ اور اس کا بھائی میرے سامنے کھڑا تھا اور بار بار کہہ رہے تھے کہ
اس کی جو حالت ہے اس کو مارل کریں۔ میں نے دونوں کو صمد یا اور کہا کہ اپنے بھائی سے کہو کہ دوبارہ پڑھائی نہ کر
نہی فقیری مانگے۔ وہ دونوں واپس چلے گئے۔ ایک ہفتے بعد دونوں کا تیسرا بھائی جو گاؤں میں تھا، میرے پاس آیا تو
نے کہا، اتنے سالوں سے تم میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ میں نے فقیری، درویشی لینی ہے۔ میں نے بھی ان کو اس
روحانی علاج کرتا ہے تو تم تو بلی میڑی پڑی بہت بار گئے تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا جناب! یہ کام ہمارے بس کا نہیں ہے۔
میری توجہ جو میں دوبارہ بھی آپ سے کوئی ڈیمانڈ کروں۔ اس کے بعد وہ جب بھی میرے پاس آتا ہے تو میں اسے غلام
سے کہتا ہوں کہ فقیری لینی ہے تو وہ گاؤں کو ہاتھ دے کر میری توجہ۔ میں یہاں ان روحانی مسافروں سے بھی درخاست
کروں گا کہ پہلے اپنے کو کساف کریں، اپنا برتن روحانی فیض کے لیے تیار کریں، پھر فقیری کی ڈیمانڈ کریں یا اس کے بعد
قطرہ قطرہ بی کر خود میں جذب کریں۔

روحانی کرنت یا توجہ کا کمال

تاریخین آپ پچھلے کی واقعات میں توجہ یا روحانی کرنت ذکر کرتے آ رہے ہیں اور آپ کے کہنے میں
سوال بھی ضرور اٹھتا ہوگا کہ یہ توجہ اور روحانی کرنت کیا ہے؟ میں یہاں دو واقعات مختصر بیان کرتا ہوں جن سے آپ کہہ
سکتے ہیں کہ یہ توجہ یا روحانی کرنت ہے۔

روحانیت سے توجہ

پہلا واقعہ اس طرح ہے کہ میری میں ہزاروں کے جھوم کے بعد جب میں لاہور شفٹ ہوا تو جو لوگ مجھ سے مرلی
ملنے جاتے تھے وہ بہت خوش تھے، لہذا میرے لاہور آتے ہی وہ مجھ سے ملنا شروع ہو گئے۔ ان میں روحانیت سیکھنے والے
لوگ بھی موجود تھے۔ انہی نے دلوں میں ایک صاحب جو کسی بینک میں کام کرتے تھے، انہیں روحانیت سیکھنا کہ بہت زیادہ
شوق تھا۔ وہ دو یا تین بار مجھے مل چکے تھے لیکن ان کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ بار بار کہتے کہ میرے گھر کھانے پر آ گئے۔
اب جو لوگ مجھے گھر یا کسی محل کھانے یا چائے پر بلاتے ہیں کہ ان کی خواہش کا مجھے پتہ ہوتا ہے کہ وہ تفصیل سے بات
چیت یا اپنے مسائل بتانا چاہتے ہیں، لہذا یہ فیکر صاحب بھی یہی چاہ رہے تھے۔ میں نے انہیں ایک دن کا نام دے دیا
اور مقررہ دن میں وہاں جا پہنچا۔ اس نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنے کچھ دوستوں کو بھی بلایا یا تھا۔ کھانے کے بعد
بات چیت شروع ہوئی تو فیکر صاحب نے بتایا کہ وہ روحانیت سیکھنے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور اس شوق میں وہ
بے شمار روحانی لوگوں سے مل چکے ہیں لیکن ان کو کوئی کامل بندہ نہیں مل سکا یا پھر شاید یہ خود ہی اچھے مرید نہیں ہیں

یہ کہتا ہے، یہ بڑا اصرار ہوا۔ اس نے میری کاسٹ سے زور زور سے پینا جا رہا تھا جیسے ڈنڈوں سے کونا جا رہا ہو۔
میں کی ایک خاص حالت طاری تھی، اس نے ڈاکٹر صاحب کو پکڑ کر زور سے پینا اور کہا بھلا اب تم بھی نرو لو۔ مر بیٹھ
میں ہائی پریشر کی بات کی تو ڈاکٹر پر بھی اثرات اور حالت طاری ہو گئی۔ ڈاکٹر بھی وہیں ہی حرکتیں کرنے لگا جو مر بیٹھ رہا تھا۔
میں کہتا ہوں، وہ دیکھو ڈاکٹر، کہتا ہوں میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ ایسی نشی کی حالت میں ڈاکٹر اٹھا اور لڑکھڑکے قدموں کے
تھوکر سے نکلا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر جانے لگا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ تو ان کا قلم شکر کا اور موٹر سائیکل کو پھینک
دے گئے۔ میں نے مارا کیونکہ ڈاکٹر صاحب اپنے ہوش میں نہیں تھے، جب اور مسرتی میں تھیں۔ پھر اضافہ ہوتا جا رہا تھا،
ڈاکٹر صاحب کو پینا دیا اور وہی موٹر سائیکل کی خبر تھی۔ اس نے موٹر سائیکل کو واپس چھوڑا اور دیوانہ وار دوڑتا ہوا جنگل کی
طرف چلا گیا اور ساری رات اچھر اچھر دوڑتا رہا۔ صبح کو ڈاکٹر صاحب کو پکڑ کر واپس لائے۔

آئے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ ابھی میں نے بہت سارے کام کرنے ہیں۔ زندگی کے آخری حصے میں روحانیت
سیکھوں گا اور میں سرکار کہہ دیتا ہوں ”فیکر صاحب! گلے لہے کا کس کو پتہ ہے۔“

روحانی خلافتوں کا شوق

میں نے دیکھ کر انکار اور مراقبہ کی شقیں شروع کر دی ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ مراقبہ اور توحیدی عمل اس کتاب کے حدود میں تھیوڈی گئی ہے۔ روحانی لوگ پڑھ سکتے ہیں۔

فیض یا روحانیت کا خاتمہ

جب سے میں روحانیت میں آیا ہوں اور اللہ پاک کا مجھ پر کرم ہوا تو جب سے بہت سارے لوگ، افسران، علماء اس آیت میں اور عزت بھی کرتے ہیں تو بہت سارے لوگوں میں دلوں میں یہ جاہت، بیمار ہوتی ہے کہ عبداللہ حبشی کا نام پہلے کچھ نہ تھا ہمارے جیسا تھا آج تھوڑا بہت پڑھ لکھ کر یہ پیر بن گیا ہے تو ہم بھی کیوں نہ پیر بن جائیں۔ بہت لوگوں کا دل کرتا ہے کہ وہ بھی پیر یا فقیر بن جائیں تاکہ دنیا ہمارے آگے پیچھے پھرے۔ ایسے ہی دو واقعات میں

خود کو شیخ بننے کی خواہش رکھنے والے صاحب کا لالچ

حافظ صاحب کا لالچ

میں سردیوں کی چھٹیاں گاؤں گزرنے آتا تو بہت سارے لوگ مجھ سے ملنے آتے۔ سارا دن بٹ بٹ لگا رہتا اور ان کے لوگ بھی تمنا دیکھنے کے لیے آتے اور دیکھتے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ انہی آنے والوں میں ساتھ کے گاؤں سے ایک حافظ صاحب بھی آتے اور سارا دن دیکھتے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ حافظ صاحب دم بھڑاڑے پر یقین اور لوگوں کو کرتے ہیں اور چھوٹے موٹے چلنے بھی کیے ہوتے تھے اور لوگوں کو دم بھی کرتے رہتے تھے۔ وہ پہلے تو میرا جائزہ لیتے رہے۔ جب ان کا دل مان گیا تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ مجھے بھی کوئی نعل کرانیں اور کوئی شرطیں کم لیں جس میں کچھ نظر بھی آئے۔ انہوں نے چاہیے۔ میں پہلے تو حافظ صاحب کو تار تار لیکن جب انہوں نے بہت خدکی تو میں نے قرآن پاک کا بہت بڑا نعل نال کافی آن کر شروع کر دیا۔ چھل کافی کی پوری تفصیل میری وظائف کی کتاب "سرمایہ درویش" میں ہے۔

حافظ صاحب پرانے کھلاڑی تھے۔ ارباب علم و فن اس عمل کے حلال اور قوت سے بخوبی واقف ہیں۔ میں حافظ صاحب کا "پارقیب" سے حصار کرتا رہا تا کوئی مسئلہ نہ ہو۔ اس نعل نال میں دن کا مکمل تھا۔ بچوں دن گزر گئے۔ حافظ صاحب روزانہ آن کر شکایت کرتے کہ آج رات بھی خاموشی سے گزر گئی، کچھ بھی نہیں ہوا۔ جب حافظ صاحب کی شکایتیں بہت بڑھ گئیں تو میں نے ایک رات حافظ صاحب کا حصار نہیں کیا۔ صبح اُٹھی میں اٹھا بھی نہیں تھا کہ حافظ صاحب میرے گھر

قارئین اس طرح کے واقعات میری زندگی میں بے شمار آچکے ہیں۔ جب کوئی دیوانہ بڑی شدت کے ساتھ روحانی سفر شروع کرتا ہے اور پھر بھاگ جاتا ہے اور بہت سارے تو دوبارہ بھی ملنے بھی نہیں آئے۔ جس طرح ہمارے سارے لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ روحانیت کیسے ہے۔ انہی لوگوں میں ایک بہت بڑا سرکاری آفیسر بھی آتا تھا۔ میں نے ساری زندگی بزرگوں، متنگوں، جو تھیں اور گدی نشینوں کے پیچھے پھر پھر گزرا رہی ہے۔ میرے پاس تقریباً ہزار بزرگوں کی خلافتیں ہیں۔ سب سے لاکھ لاکھ اور سات لاکھ لاکھ اور لیکن میں ابھی تک اندھے کا اندھے ہوں۔ کوئی لاکھ لاکھ مشاہدہ، خواب یا روشنی مجھے کبھی نظر نہیں آئی۔ کیونکہ یہ بہت بڑے سرکاری آفیسر تھے، اس لیے گدی نشین اور نام نہاد بزرگوں ان کو تسلیم نہ کرتے تھے، ان کے فتنے میں بھی بوقت جمع نہ ہوتا۔ نعمت خواں، نقول، بزرگ اور گدی نشینوں کا ہجوم ہوتا تھا وہ اسی نشے میں سرشار رہتے کہ آج فلاں عظیم بزرگ مجھے فیض دے گا۔ میں اس بات کی بالکل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ مراقبہ، ریاضت، مجاہدہ اور مجسمہ سے نہیں گزرے تھے اور اللہ کی حیثیت کے تحت انہی وقت بھی نہیں تھا اس لیے وہ فلاں پر خلافتیں اکٹھی کیے جا رہے تھے۔ میری جب ان سے ملاقات ہوئی تو مجھے بھی کہا کہ مرید کر لیں اور مجھے خلافت عطا کریں۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ میں اس قابل کہاں، میں تو خود ابھی طالب علم ہوں لیکن وہ بار بار کہتے کہ کچھ دکھا کر دیکھو۔ یہ تھا اکثر لوگ کرتے ہیں۔ لوگ روحانی بزرگوں کو بھی بازی کر یا جاؤ کر رکھتے ہیں اس لیے کوئی شہدہ والا یا کرامت دیکھنا چاہتے ہیں۔

ایسے بڑے لوگوں کے پاس جو نام نہاد بزرگ آتے ہیں وہ آ کر انہیں کہتے ہیں کہ فوری طور پر صدقہ دیں یا میں نے آپ کو خواب میں بہت بلند مقام پر دیکھا ہے۔ ہر کوئی جھوٹ پر جھوٹ بول رہا ہوتا ہے۔ انہیں جھوٹے بزرگوں کا نام اور جھوٹ یہ بھی ہوتا ہے کہ میں نے فلاں بزرگ کا سارا فیض چھین لیا ہے، اب وہ قاری یا خالی ہو گیا۔ کئی بار میں ہمارے میں بھی یہ کہہ چکے ہیں کہ میں نے پروفیسر صاحب سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ وہ اب خالی ہیں اور میں ایسے لوگوں کی باتیں سن کر حیران ہوتا ہوں کہ یہ مذہب اور صوف سے کھینچنے سے بھی باز نہیں آتے۔

جب یہ سرکاری آفیسر میرے پیچھے بہت زیادہ پڑ گئے تو میں نے مقررہ وقت پر خفیہ کرنے کو کہا۔ چھ ماہ کے وقت انہوں نے روحانی شروع کر دی۔ میں نے بھی ان کو ذہن میں رکھ کر توجہ شروع کر دی۔ جب مجھے احساس ہوا کہ ان کی کچھ بیداری ہو گئی ہے تو اپنے ڈاکٹر کا فرنگ گیا۔ صبح ہی مجھے فون آ گیا کہ پروفیسر صاحب آج مجھے جب لگا رہا ہے۔ میرے پاس جیسے روحانی لوگ آگئے ہوں۔ میری کمر اور سر میں شدید لہریں اٹھ رہی تھیں۔ روحانی پانی

کے دروازے پر کھڑے تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا "جی رات کیسی گزری؟ کچھ نظر آیا یا نہیں؟" تو انہوں نے جناب پروفیسر صاحب، رات تو کمال ہی ہو گیا۔ جیسے ہی میں نے پڑھائی شروع کی، میرے چاروں طرف قاری پناخوں کی بہت زیادہ اونچی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میں ڈرا نہیں۔ میں نے اپنی پڑھائی جاری رکھی۔ میں قاری آواز تو برداشت کرتا رہا لیکن اچانک میرے کمرے کی آدمی چھت زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی۔ مجھے آپ بات یاد تھی، میں اپنی پڑھائی کرتا رہا اور خدا خدا کر کے مکمل کی۔ ساری رات سویا بھی نہیں۔ صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا اب آپ کے پاس آ گیا۔ میں نے حافظ صاحب کو حوصلہ دیا کہ حافظ صاحب آپ خود ہی تو کچھ دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمت رکھو اور نظارہ کرو لیکن حافظ صاحب اور ان کے گھروالے بری طرح ڈر چکے تھے۔ حافظ صاحب عمل چھوڑنے کا کہہ کر چکے تھے۔ میں نے ان کو حوصلہ دیا تو وہ عمل پورا کرنے پر تیار ہو گئے، لہذا ڈرتے ڈرتے حافظ صاحب کی پڑھائی مکمل ہو گئی۔ باقی دنوں میں بھی بہت تماشے ہوئے جو میں یہاں بیان کروں تو قارئین نہیں مانیں گے۔ حافظ صاحب کو اس کا فائدہ ہوا کہ ان کے بہت سارے حجاب اٹھ گئے اور وہ باطن کی دنیا بھی دیکھنا شروع ہو گئے بلکہ ان کے اندر روحانی قوت بھی پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ اہل روحانیت چھل کافی کی طاقت اور افادیت سے بخوبی واقف ہیں۔ میں نے حافظ صاحب کو حوصلہ دیا اور کہا کہ اب آپ لوگوں کا روحانی علاج شروع کریں۔ خصوصاً سحری و آبی مریضوں کو دم کریں، لہذا حافظ صاحب نے لوگوں کا علاج کرنا شروع کر دیا کیونکہ میں گاؤں میں صرف چھٹیاں گزرنے آتا تھا۔ جب میں واپس آیا تو جو لوگ مجھے بھونکتے ہیں ان سے کہتا ہوں کہ حافظ صاحب کو طریقہ علاج بتا دیا ہے۔ آپ ان سے رابطہ کریں لہذا حافظ صاحب کے پاس لوگ آنا شروع ہو گئے۔ جب میں نے حافظ صاحب کو روحانی علاج کی اجازت دی تھی اس سے کہتا تھا کہ کیونکہ آج غریب آدمی ہے۔

وہ بھی ان سے جو دے سکیں۔ اگر کوئی نہیں دے سکتا تو اس سے نہیں لینے۔ ہاں اگر کوئی اپنی خوشی سے زیادہ بھی دے لے سکتے ہیں۔ اگر زندگی میں کبھی آپ نے زیادہ پیسے ایسے لوگوں سے لیے جو دے نہ سکتے ہوں تو ایک تو اس عمل کی عادت ختم ہو جائے گی اور دوسرا آپ کو نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے وعدہ کیا کہ میں اس کا خیال رکھوں گا۔ کیونکہ حافظ صاحب کی سفارش کر رہا تھا اور حافظ صاحب کا دم چل بھی رہا تھا، حافظ صاحب کی شہرت تیزی سے پھیلنا شروع ہو گئی۔ اب حافظ صاحب نے خود کو عامل کامل اور بہت بڑا پیر سمجھنا شروع کر دیا۔ مجھے ایک دن میرے کسی دوست کا فون آیا کہ میری خالہ کی بیٹی پر بہت خطرناک جنات کا قبضہ ہے۔ برائے مہربانی ہم مریضہ کو آپ کے پاس لانا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں حافظ صاحب کا پتہ بتایا کہ وہ بہت طاقتور روحانی عامل بن چکے ہیں۔ میرے دوست نے کہا کہ کیس بہت خطرناک ہے۔ بہت سارے بزرگ بابے مار کھا کر بھاگ چکے ہیں۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ میں نے انہیں دوسرا اور کہا کہ آپ حافظ صاحب کو اپنے ساتھ مریضہ کے گھر لے جائیں۔ وہ اس مریضہ کا علاج کر دیں گے اور گھر کو بھی ہٹا دیں وغیرہ سے صاف کر دیں گے۔

اب آگے کیا ہوا، وہ میرے دوست کی زبانی سنیں تاکہ آپ اچھے طریقے سے سمجھ سکیں۔

پہلی صاحب! میں آپ کے کہنے پر حافظ صاحب کے پاس گیا اور حافظ صاحب کو آپ کا پیغام دیا اور کہا کہ ابھی آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میری ایک کزن ہے جس کو بہت دورے پڑتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چل کر مریضہ کا علاج کر دیں۔ حافظ صاحب بڑے مغرور انداز میں بولے، کوئی مسئلہ نہیں۔ ایسے کئی کیس آئے جو میں نے حل کر دیے ہیں، اس کام کے لیے کچھ خرچہ ہوگا، تب میں جاؤں گا۔ میں نے پوچھا، جناب کتنے پیسے؟ تو حافظ صاحب بولے، ایک روپیہ خرچہ ہوگا۔ میں نے کہا حافظ صاحب وہ بہت غریب اور مزدور خاندان ہے۔ آپ پیسے تھوڑے کر دیں لیکن حافظ صاحب نے کہا، ایک روپیہ بھی کم نہیں ہوگا، لہذا میں گھر جا کر کسی سے ادھار پیسے پکڑ کر لایا اور حافظ صاحب کو پیش کیے۔ حافظ صاحب کو لے کر مریضہ کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہم اس گلی میں پہنچے تو حافظ صاحب نے ڈیمانڈ کی کہ مجھے دیکھو کہ دو اور دوڑیاں سگریٹ کی۔ میں مجبور تھا، حافظ صاحب کی فرمائش پوری کی اور انہیں لے کر مریضہ کے گھر میں لے آیا۔ جاتے ہی حافظ صاحب نے فرمائش کی کہ مجھے دودھ سوڈا پلا یا جائے، لہذا حافظ صاحب کی یہ فرمائش بھی پوری ہوئی۔ اب مریضہ کو حافظ صاحب کے سامنے بٹھایا گیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا پان نکال کر منہ میں ڈالا اور سگریٹ سلگا کر پانی پیا اور مغرور انداز میں بولے، کیا مسئلہ ہے اس بچی کو؟ تو ان کو بتایا کہ اس پر کسی خونفک آسبھی قوت کا قبضہ ہے جو بے شمار بابے، ملنگ زور لگا چکے ہیں، لیکن یہ جانے کا نام نہیں لیتی بلکہ بدتمیزی کرتی ہے۔ حافظ صاحب نے بولے، "اج پھنے چک دیاں گے۔" (یعنی آج ہر چیز ختم کر دوں گا) ابھی حافظ صاحب یہ بول ہی رہے تھے کہ

خوش حیوے سرور شاہ و ج ماہر حسیب

اب دیکھ میں تیرے ساتھ کیا کرنی

صاحب دھرتی پہنتے تھے، وہ دھرتی ان کے منہ پر آگئی اور وہ ننگے ہو گئے اور ان کے منہ سے پانی نکلنا شروع ہو گیا اور وہ
 اپنے ہار ہے تھے ”پھٹے چمک دیں گے۔“ اول فول بول رہے تھے۔ گھر والے پریشان ہو گئے کہ یہ تو علاج کرنے آئے
 تھے مگر ہار ہو گئے۔ ان کو اپنی لڑکی کے بجائے حافظ صاحب کی پڑگئی۔ انہوں نے حافظ صاحب کو سیدھا کرنے کی کوشش
 کی لیکن حافظ صاحب تو اپنے آپ میں تھے ہی نہیں، بے ربط بولے جارہے تھے اور اوٹ پٹانگ باتیں اور حرکتیں۔ لیکن
 انہوں نے بہت کوشش کی تو بھی حافظ صاحب کی طبیعت نہیں سنبھلی۔ تب انہوں نے مجھے فون کیا اور میرا دوست گھبرایا
 ”اگے کہنے لگا“ جناب پروفیسر صاحب، آپ نے جو حافظ صاحب بھیجے تھے وہ تو خود قابو آ گئے ہیں۔ پورا محلہ اکٹھا ہو گیا
 ہے اور وہ حافظ صاحب کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ہم اپنے مریض کو بھول چکے ہیں۔ ہمیں تو آپ کے شاگرد کی پڑگئی ہے۔
 اب تک ان کی ناگتیں اوپر ہیں اور وہ پاگلوں کی طرح باتیں کر رہے ہیں۔“ میں نے فوری اپنے دوست سے پوچھا تو انہوں
 نے حافظ صاحب کے لالچ اور پوری بات مجھے سنائی۔ مجھے سمجھ آ گئی کہ حافظ صاحب نے لالچ میں آ کر اپنی روحانی قوت
 کھو دی ہے یا ان کا فیض یا کرنٹ ختم ہو گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر حافظ صاحب کا حصار کیا اور گھر پر بھی توجہ دی تو اللہ
 تعالیٰ سے حافظ صاحب نارمل ہوئے اور گھر والے اور وہ مریض بھی ٹھیک ہو گئی۔ حافظ صاحب اس واقعہ کے کافی عرصہ
 تک اگے سے دور رہے اور شرمندہ بھی بلکہ وہ علاقہ چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ بہت دیر بعد ایک رات اندھیرے میں میرے

پاس آئے اور معافی بھی مانگی۔ میں نے حافظ صاحب کو کہا، حافظ صاحب یہ جو شفا اور فیض ہے، یہ ہم نہیں دیتے۔ پورا
 پاک کے پاس ہے۔ وہی مریضوں کو شفا دیتا ہے۔ جب بھی کوئی پتھر پتھر یا بابا یہ بھکتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں تو اس کی
 ساری روحانی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔ میں بے شمار ایسے بابوں کو جانتا ہوں
 جنہوں نے کسی طریقے سے روحانیت حاصل کر لی لیکن اپنے لالچ سے وہ ختم کر لی۔ حاکم کے نقشے میں دو زمین والے
 کے مالک کو بھول جاتے ہیں۔

پانچلے واقعے میں جن حافظ صاحب کا ذکر ہوا ہے، جنہوں نے لالچ اور غرور کی وجہ سے اپنی روحانی قوت
 خاتمہ کر لیا۔ یہ بھی ویسا ہی ایک واقعہ ہے۔ حافظ صاحب کے ساتھ ہی ایک مولوی صاحب بھی میرے پاس روحانی علاج
 کے لیے آئے جو بچپن سے ذکر کا ذکر اور صلے کر رہے تھے اور بے شمار بابوں، درویشوں کے پاس اپنا بہت سارا وقت گزار
 چکے تھے۔ جب میری شہرت پھیلی تو وہ بھی مجھے چمک کرنے کے لیے میرے پاس آئے۔ پہلے تو کئی دن وہ چمک کر رہے
 رہے کہ میں کیا کرتا ہوں اور میرا طریقہ کدورت کیا ہے۔ وہ تماشا کی صورت میں میرے پاس آئے اور بغور میرا جائزہ لیتے
 دنوں بعد جب دل مطمئن ہو گیا تو ایک رات جب سب چلے گئے تو میرے پاس آئے اور کہا، پروفیسر صاحب مجھے
 وظیفہ پہنچاؤ شروع کرادیں تاکہ میں بھی لوگوں کی خدمت کر سکوں۔ اور جو بہت سارے چلے انہوں نے کیے تھے ان کی
 تفصیل بتائی۔ انہوں نے جو کچھ بتایا اس سے مجھے لگا کہ اس میدان کے پرانے کھلاڑی ہیں، روحانیت کے اہل کار
 کر سکتے ہیں اور زیادہ محنت بھی کریں گے، لہذا میں نے ان کو وظیفہ شروع کرادیا۔ جب انہوں نے وظیفہ شروع کر دیا
 کروئے اور روزانہ آ کر مجھے بتاتے کہ وہ کچھ مضبوطی سے وظیفہ کر رہے تھے اور بہت محنت اور محنت سے کر رہے تھے۔
 دو ماہ اور زیادہ محنت بھی کریں گے، لہذا میں نے ان کو کچھ اور وظیفہ کرائے اور آخر میں وہ عمل شروع کرادیا جو میں
 سے کراتا جاتا تھا۔ انہوں نے وہ بھی بہت اچھے طریقے اور ذوقِ شوق سے کیا۔ ایک دن میرے پاس آئے وہ بہت خوش
 تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ رات کو جب میں آدھی رات کے بعد مسجد میں ذکر کر رہا تھا تو ایک آسمان سے نور اور روشنی آئی
 وہ مسجد کے مینار کے اوپر کافی اونچے کی شکل میں گھومتی رہی اور میں ساری رات اسے دیکھتا رہا اور بخیر و روشی صبح
 گرد و طواف کرتی رہی۔ وہ بہت خوش تھے کہ میری پڑھائی نے اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی اور
 نے انہیں سارا کرمادی کہ آپ کو سارے کچھ کا سہا ب ہو گیا ہے اور اللہ پاک نے آپ پر کرم کر دیا ہے، لہذا اب
 آپ لوگوں کا علاج اور خدمت شروع کر دیں لیکن آپ کے لیے بھی یہی شرط ہے کہ زیادہ پیسے کسی سے نہیں لینے۔ ہر کوئی
 دے دے، وہ رکھ لیں اور کسی سے تقاضا نہیں کرتا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا اور کسی غریب سے لے کر
 بیسوں کا مطالبہ بھی نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں دوسرے شہروں میں علاج یا دم وغیرہ کرنے نہیں جاتا تھا، لہذا اگر کوئی

پاس آئے اور معافی بھی مانگی۔ میں نے حافظ صاحب کو کہا، حافظ صاحب یہ جو شفا اور فیض ہے، یہ ہم نہیں دیتے۔ پورا
 پاک کے پاس ہے۔ وہی مریضوں کو شفا دیتا ہے۔ جب بھی کوئی پتھر پتھر یا بابا یہ بھکتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں تو اس کی
 ساری روحانی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔ میں بے شمار ایسے بابوں کو جانتا ہوں
 جنہوں نے کسی طریقے سے روحانیت حاصل کر لی لیکن اپنے لالچ سے وہ ختم کر لی۔ حاکم کے نقشے میں دو زمین والے
 کے مالک کو بھول جاتے ہیں۔

روحانی آپریشن کا خاتمہ

پانچلے واقعے میں جن حافظ صاحب کا ذکر ہوا ہے، جنہوں نے لالچ اور غرور کی وجہ سے اپنی روحانی قوت
 خاتمہ کر لیا۔ یہ بھی ویسا ہی ایک واقعہ ہے۔ حافظ صاحب کے ساتھ ہی ایک مولوی صاحب بھی میرے پاس روحانی علاج
 کے لیے آئے جو بچپن سے ذکر کا ذکر اور صلے کر رہے تھے اور بے شمار بابوں، درویشوں کے پاس اپنا بہت سارا وقت گزار
 چکے تھے۔ جب میری شہرت پھیلی تو وہ بھی مجھے چمک کرنے کے لیے میرے پاس آئے۔ پہلے تو کئی دن وہ چمک کر رہے
 رہے کہ میں کیا کرتا ہوں اور میرا طریقہ کدورت کیا ہے۔ وہ تماشا کی صورت میں میرے پاس آئے اور بغور میرا جائزہ لیتے
 دنوں بعد جب دل مطمئن ہو گیا تو ایک رات جب سب چلے گئے تو میرے پاس آئے اور کہا، پروفیسر صاحب مجھے
 وظیفہ پہنچاؤ شروع کرادیں تاکہ میں بھی لوگوں کی خدمت کر سکوں۔ اور جو بہت سارے چلے انہوں نے کیے تھے ان کی
 تفصیل بتائی۔ انہوں نے جو کچھ بتایا اس سے مجھے لگا کہ اس میدان کے پرانے کھلاڑی ہیں، روحانیت کے اہل کار
 کر سکتے ہیں اور زیادہ محنت بھی کریں گے، لہذا میں نے ان کو وظیفہ شروع کرادیا۔ جب انہوں نے وظیفہ شروع کر دیا
 کروئے اور روزانہ آ کر مجھے بتاتے کہ وہ کچھ مضبوطی سے وظیفہ کر رہے تھے اور بہت محنت اور محنت سے کر رہے تھے۔
 دو ماہ اور زیادہ محنت بھی کریں گے، لہذا میں نے ان کو کچھ اور وظیفہ کرائے اور آخر میں وہ عمل شروع کرادیا جو میں
 سے کراتا جاتا تھا۔ انہوں نے وہ بھی بہت اچھے طریقے اور ذوقِ شوق سے کیا۔ ایک دن میرے پاس آئے وہ بہت خوش
 تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ رات کو جب میں آدھی رات کے بعد مسجد میں ذکر کر رہا تھا تو ایک آسمان سے نور اور روشنی آئی
 وہ مسجد کے مینار کے اوپر کافی اونچے کی شکل میں گھومتی رہی اور میں ساری رات اسے دیکھتا رہا اور بخیر و روشی صبح
 گرد و طواف کرتی رہی۔ وہ بہت خوش تھے کہ میری پڑھائی نے اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی اور
 نے انہیں سارا کرمادی کہ آپ کو سارے کچھ کا سہا ب ہو گیا ہے اور اللہ پاک نے آپ پر کرم کر دیا ہے، لہذا اب
 آپ لوگوں کا علاج اور خدمت شروع کر دیں لیکن آپ کے لیے بھی یہی شرط ہے کہ زیادہ پیسے کسی سے نہیں لینے۔ ہر کوئی
 دے دے، وہ رکھ لیں اور کسی سے تقاضا نہیں کرتا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا اور کسی غریب سے لے کر
 بیسوں کا مطالبہ بھی نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں دوسرے شہروں میں علاج یا دم وغیرہ کرنے نہیں جاتا تھا، لہذا اگر کوئی

منسٹر نے فقیری مانگی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں مری میں تھا اور نام نہ نہ کو اللہ تعالیٰ نے جیانی عطا کی تھی۔ چاروں طرف
 لہا تھا اور بڑیاں بڑیاں پر میرا ہی ذکر تھا۔ کیونکہ کوہری کھول اسلام آباد کے بہت قریب ہے اس لیے بہت سارے وزراء بھی

میرے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔ انہی وزراء میں سے ایک وزیر یہ بھی تھے جو عرصہ دراز سے دکر ڈاکار میں گئے تھے اور پاکستان اور ہندوستان کے ساتھ ساتھ ایران اور عراق کے بے شمار روحانی بزرگوں سے بھی مل چکے تھے۔ ساتھ ساتھ ان سے زیادہ مشہور اور عرصہ دراز سے فقیری اور روحانیت کی تلاش میں تھے۔ کیونکہ بہت سے زمیندار تھے اور ان کا ہاؤس روکھتے تھے اس لیے ان کی رسائی بیرونی بیروں، مقبول اور گوری ٹیشیوں کے پاس بہت آسان تھی۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ ان بیروں اور جعلی بزرگوں کا عالموں کو ایسے لوگوں کا بخوبی پتہ ہوتا ہے اس لیے ایسے ہاؤس لوگوں کے دفتر میں اور گھر میں ہر وقت بیروں، بزرگوں، جو بھلیوں اور غیر مرنی قوتوں کے حامل حضرات کا جمع ہوا جتا ہے۔ ہر کوئی ایسے ہاؤس لوگوں کی خلافت عطا کرتے رہتے ہیں اور یہ ہاؤس لوگ بڑے بڑے سے کہتے ہیں کہ میرے پاس خلاں خلاں طلوع کی خلافت ہے۔ لیکن یہ لوگ ایک بات سمجھتے ہیں کہ پانی کی کنیٹی میں پانی ہو گا جو پانی میں آئے گا پھر ان فراموشی میں ہوں گی۔ تاہم یہ گھروں میں بھی آئے گی۔ بس یہی خواہشوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ ایسے نام نہاد بزرگوں کی چاندی ہوتی ہے۔ لوگوں سے پیسے چکر کرنا اور وزیروں سے کام کروا تے ہیں۔

میں یہ خطبات سننے سالوں سے کر رہا ہوں لیکن پہلے سن کا اندھیرا دور نہیں ہوا۔ میں اساتذہ سالوں سے کثرت سے ایک ایک سواری اور اللہ کا نام پڑھ رہا ہوں۔ بے شمار کاروں اور گریڈیشن ملے مل چکا ہوں۔ لیکن ابھی تک اندھے سالوں۔ میرے تجا بات نہیں اٹھے۔ میرا راقہ ON نہیں ہوا۔ کیونکہ میں خود تلاش میں تھا کیونکہ وزیر صاحب بے درگوں سے مل چکے تھے۔ میں جب بھی ان سے ملتا وہ پوری خوشی تھے درگوں کی۔ لہذا میں اُن کے واقعات سننے کے لیے ان سے ملتا رہتا۔ مجھ سے بہت بیکار کرتے اور ہر بار باقیہ کرتے کہ مجھے بھی نفی کی دو۔ میرے اندھ کا اندھیرا دور ابھی ایک لوگ ایک وقت میں دو کام کر رہے ہوتے ہیں، کبھی تو لگا ہے کہ یہ آپ کے مرشد ہیں آپ کو کچھ دینے والے اور کبھی مرید اور حاجت مند بن کے آپ کے قدموں میں بیٹھتے ہوتے ہیں۔ یہ مرشد اور مرید کا امتزاج ہوتے ہیں۔ یہاں ملافتوں کے مالک ہوتے ہیں اور ان کی لوگوں کو اپنا مرید بھی کر لیتے ہوتے ہیں۔

مجھے حکم نہیں کریں گے میں آپ کا پرچہ نہیں کاٹوں گا۔ جناب! ہم تو بہت غریب ہیں۔ بکری بیچ کر کرے کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ نے ہمارے دانی باپ ہیں۔ آپ ہی ہمارے مالک ہیں۔ ہم تو آپ کے در کے ہم پر ہم کریں۔ ہماری حالت پر ترس جائیں۔ بوڑھا مالک بلکہ کردور باحق اور عورت ہے چاری سر جھکا کر طاعت تھی۔ وہ نظر اٹھانا بھی گستاخی اور بھڑائی تھی۔ عقیدت و احترام سے سر جھکا کر بعض تھی کسی اور مشر صاحب فرعون بنے ہیں۔

بوڑھا آدمی شدت غم سے رو رہا تھا اور اپنے اوپر بونے والے ظلم کی داستان سنا رہا تھا کہ ظالم نے زمیندار کو بیٹے نے اُس کی جوان بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اور ہماری ساری برادری اُس کے ڈرے پر کئی رہا مالک و مہمان کو نہیں جبکہ چشم دید گواہوں نے خود ہماری بیٹی کو بڑی راستے کا شریک بھٹاتے دیکھا ہے۔ ہم لوگ ایک ایک کچھروں کے بے شمار پتھر لنگھ چکے ہیں۔ کسی نے بھی ہم غریبوں کی بات نہیں سنی۔ اب آخری امید اور سہارا باپ آپ کے پاس آئے ہیں۔ سرکار ہم نسل در نسل کچھ بیٹوں سے آپ کے ظالم ہیں۔ خدا کے لیے ہماری اور اُس اس ظالم سے ہماری بیٹی کو رہائی دیں۔

بوڑھا باپ اٹھنے لگا، بے کسی اور اپنے اوپر بونے ظلم کی کہنا کہ داستان باحق کبیری آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ مشر صاحب سیاہ چہرے کے ساتھ اُس کی داستان روزمرہ کا معمول رہے تھے اور میں شدت غم اور فتنے سے بیچ رہا تھا کھانا تھا کہ میرے سامنے اگر وہ ظالم آجائے تو اس کے کھلے دلوں۔ مجھے پورا یقین تھا کہ مشر صاحب کیونکہ عرصہ دراز سے تلاش میں آ رہی تھی کہ ایک مالک ہیں۔ یقیناً وہ مالک یا مصلحتاً بندے کیونکر کریں گے تاکہ اس غریب بوڑھے کو انصاف مل سکے۔

عصر صاحب نے اس ظالم جس نے لڑکی کو اغوا کیا تھا، اس کو ٹون کیا اور کہا کہ ابھی تک تمہارا اس لڑکی سے دل بھرا ہوا اور گردن ہار ہو گئی لڑکی اغوا کر دو تو کسی کو یہ نہیں چھوٹا جاتا ہے، اور جب اس لڑکی سے تمہارا دل بھرجا ہے تو مجھے فون کر لیا کہ واپس کر کے ان پر بھی احسان کر دوں گا۔ اس کے بعد عصر صاحب نے اہل انج کو ٹون کیا کہ جب تک ان کے دل نہ ٹون کوئی ایکشن نہیں لینا اور نہ ہی کسی تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ ابھی ان کو تھنا پچھری کے پتھر لگواؤ۔

ان کے دل ٹونے کے بعد عصر صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے ”پروفیسر صاحب! سیاست میں یہ سب کچھ کرتا ہے۔ جس زمیندار نے لڑکی اغوا کی ہے، وہ میرا دوسرے ہے۔ اس کے پیکیڈز دوٹ ہیں۔ میں اس کو ناراض نہیں کروں گا۔“

سیاست میں یہ سب کرتا پڑتا ہے۔ اور اگر ابھی اس بوڑھے کو اس کی بیٹی واپس مل جائے تو اس کو احسان کا لاش دوگا۔ آج یہ دونوں آئے ہیں، پھر یہ ساری برادری آئے گی۔ میرے کی رونق پڑے گی۔ جتنی دیر ہوگی اتنا بڑا ہوگا۔“

جب زمیندار راضی ہو جائے گا تو لڑکی واپس کر دیں گے۔“ عصر صاحب تحریر دیکھیں دے رہے تھے اور ہنسنے لگے۔

اب تھا کہ ابھی کوئی تیس سالہ ریاضت اور قیوض کے بعد ابھی اگر تقریبی یا انداز کا اندھا جبرادور نہ ہوا تو اس کی وجہ سے اس کے بعد عصر صاحب کافی دیر چینی بکواس کرتے رہے۔ میں اچھائی کا دکھ اور کرب میں مبتلا رہا۔ رات کو جب وہ سوئے گا تو کیا تو میں کو بھی بتائے بغیر گھر سے نکل آئی کہ کیا تمہارا وہاں اس گھٹ سٹھ رہا تھا۔ میری اہل بس میں

شاہد علی شہزاد

کیونکہ میں نے عرصہ دراز تک بیرون فقیروں اور جعلی عاملوں کے پیچھے دھنکے کھائے ہیں اور وہ صاحب کے کتبائیں لکھنے کا اصل مقصد بھی نہیں ہے جس طرح میں نے بے شمار لوگوں کے پیچھے دھنکے کھائے میرے پڑھنے والوں کے وقت پرانہ دور وہ غلط لوگوں کے پیچھے دھنکے کھانے کے بجائے اصل راستہ پر چلیں تاکہ ان کا وقت بھی برباد نہ ہو اور آسانی سے اپنی روحانی قوتیں بیدار بھی کر سکیں۔

تاریخین کی خدمت میں ادب سے گزارش ہے کہ ٹیلی پیٹھی خواب یا خیال نہیں ہے بلکہ یہ دروازوں سے آتی ہے تمام انہی روحانیت ایک دوسرے سے رابطہ اور روحانی توجہ دینے کے لیے استعمال کرتے آئے ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے میں ایک سچا واقعہ بیان کرنے لگا ہوں تاکہ پڑھنے والے آسانی سے سمجھ سکیں۔

تاریخین میں ابتدا میں بتا چکا ہوں کہ میرے خاندان میں بہت سارے لوگ روحانیت کو ماننے والے تھے۔ ایک سلوک کی بہت ساری منازل بھی ملنے کر چکے تھے۔ انہی لوگوں میں میرے ماموں بابر نے بھی تھے جن کا ذکر میں نے پہلے میں کر چکا تھا۔ بہت بڑے ولی اللہ تھے اور انہیں سے ہی روحانیت میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ طویل و کراڑا سفر تھا۔ مراقات اور باتوں کے بعد اپنی روحانی قوتیں بیدار کر چکے تھے۔ ٹیلی پیٹھی کے لیے کامل یقین اور ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ یہ یقین بھی کر چکے تھے۔ وہ اپنے مرشد کے انتہائی فرمانبردار تھے اور ان سے بہت عشق کرتے تھے۔ میرے بچپن کی بات ہے کہ ایک دن وہ ہمارے گھر آئے اور پھر وہ والد صاحب سے کہنے لگے کہ ہم نے صوفیوں کی مثال سے ملے جاتا ہے۔ میں ابتدا میں صوفی عبدالمک کے بارے میں بھی توڑا تھا چکا ہوں کہ بہت بڑے عالم اور فقی ہیں۔ بزرگ تھے۔ سورۃ یٰسین کے عرصہ دراز سے عالم تھے۔ میرا الارض پر قادر تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور گھٹنوں کا سفر گھلوں میں کر جاتے ہیں۔ ان کا علاج ارادت بھی بہت زیادہ وسیع تھا۔ ہمارے خاندان اور ارد گرد کے عیال میں ایک نیک بزرگ کے طور پر بچپانے جاتے ہیں۔

والد صاحب نے ماموں جان سے پوچھا کہ آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں تو ماموں جان کہنے لگے کہ میں جب بھی مرشد پاک سے روحانی رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اکثر ہو بھی جاتا ہے لیکن جب صوفی عبدالمک صاحب مرشد سے رابطہ کرتے ہیں تو میرا رابطہ کٹ جاتا ہے یا پوری کوشش کے باوجود نہیں ہوتا۔ اس لیے صوفی صاحب کے پاس کران سے درخواست کرتی ہے کہ میری مدد کریں۔

میرے مرشد اور والد صاحب نے صوفیوں کی مثال سے ملے جاتا ہے۔ میں ابتدا میں صوفی عبدالمک کے بارے میں بھی توڑا تھا چکا ہوں کہ بہت بڑے عالم اور فقی ہیں۔ بزرگ تھے۔ سورۃ یٰسین کے عرصہ دراز سے عالم تھے۔ میرا الارض پر قادر تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور گھٹنوں کا سفر گھلوں میں کر جاتے ہیں۔ ان کا علاج ارادت بھی بہت زیادہ وسیع تھا۔ ہمارے خاندان اور ارد گرد کے عیال میں ایک نیک بزرگ کے طور پر بچپانے جاتے ہیں۔

میرے مرشد اور والد صاحب نے صوفیوں کی مثال سے ملے جاتا ہے۔ میں ابتدا میں صوفی عبدالمک کے بارے میں بھی توڑا تھا چکا ہوں کہ بہت بڑے عالم اور فقی ہیں۔ بزرگ تھے۔ سورۃ یٰسین کے عرصہ دراز سے عالم تھے۔ میرا الارض پر قادر تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور گھٹنوں کا سفر گھلوں میں کر جاتے ہیں۔ ان کا علاج ارادت بھی بہت زیادہ وسیع تھا۔ ہمارے خاندان اور ارد گرد کے عیال میں ایک نیک بزرگ کے طور پر بچپانے جاتے ہیں۔

والد صاحب نے ماموں جان سے پوچھا کہ آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں تو ماموں جان کہنے لگے کہ میں جب بھی مرشد پاک سے روحانی رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اکثر ہو بھی جاتا ہے لیکن جب صوفی عبدالمک صاحب مرشد سے رابطہ کرتے ہیں تو میرا رابطہ کٹ جاتا ہے یا پوری کوشش کے باوجود نہیں ہوتا۔ اس لیے صوفی صاحب کے پاس کران سے درخواست کرتی ہے کہ میری مدد کریں۔

مجھے آج بھی یاد ہے میرے والد صاحب اور ماموں جان تاکتے پر بیٹھ کر صوفی صاحب کے گاؤں گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ سارے راستے والد صاحب اور ماموں جان صوفی صاحب کی نیکی اور پارسائی کی باتیں کرتے جا رہے تھے۔ اس دور میں سڑکیں بھی جگمی جگمی ہوتی تھیں، تقریباً چار گھنٹے کے سفر کے بعد ہم لوگ صوفی صاحب کے گاؤں میں پہنچ گئے۔ صوفی صاحب کیونکہ والد صاحب اور ماموں جان کے رشتہ دار بھی تھے، اس لیے بہت تپاک سے ملے۔ ان کا رویہ اور گھر میں کھانے کی تیاری سے لگ رہا تھا کہ صوفی صاحب والد صاحب اور ماموں جان کی آمد سے پہلے آ گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے صحن میں تیلگیاں پائیاں والی چادر لٹائی۔ بچھائی ہوئی تھیں اور وہیں مرغی کے پکنے کی خوشبو سے سارا گھر مہک رہا تھا۔

توجہ یا ٹیلی پیٹھی کا غلط استعمال

تاریخین یقیناً پریشان بالکل گئے ہوں گے کہ غلط استعمال کیسے تو اس کے لیے بھی میں ایک مختصر واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے پڑھنے والے آسانی سے سمجھ جائیں گے۔

لاہور میں حسب معمول جمعہ کے دن میں آستانہ عالیہ پر لوگوں سے مل رہا تھا۔ آستانہ حسب معمول لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک بڑی عورت کافی دیر سے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے کئی بار کہا کہ آپ آکر ملیں تو وہ ہر بار یہی کہتی کہ کوئی بات نہیں، میں سب سے آخر میں مل لوں گی۔ لیکن جب اس بیماری کو بیٹھنے ہوئے بہت دیر ہو گئی تو میں نے اسے گھبراہٹ سے یہ دیکھ کر ساری رات چلا ہے، صبح کے 4 بجے تک آپ کیسے انتظار کریں گی؟ تو وہ بولیں کہ آپ براے مہربانی میری بات باہر جا کر لکیر میں سٹیں، لہذا میں ان کو لے کر باہر گیا اور ایک کونے میں بیٹھ کر کہا کہ کئی ماں ملی تھیں کیا مسئلہ ہے؟ تو وہ بولیں، آپ نے اخبار میں غلام بزرگ کا واقعہ پڑھا ہے تو میں نے کہا، ہاں جی ہاں، نام مہدی کا مرنے کر دیا ہے تو وہ بولی، ہاں وہی ہیں۔ پھر فیروز صاحب میں بہت مصیبت میں ہوں، خدا کے لیے میری مدد کریں اور مجھے اس مشکل سے نکالیں۔ یہاں پر میں اپنے پڑھنے والوں کی توجہ چاہوں گا اور ایک اہم نقطہ کی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہر سال آپ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ غلام صوفی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور گمراہ صوفی کے جاندار بھی ہوتے ہیں۔ اگر پولیس ایسے گمراہ صوفی کو گرفتار یا لاٹھی چارج کرتی ہے تو ایسے مرید جان بھی دینے کو تیار ہوتے ہیں بلکہ بعض گمراہ صوفیوں نے تو یہ بھی کہا کہ کش عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، راجا علی جویری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ معین الدین چشتی امیر بھٹی سلطان الہند کے تمام مقامات اور بزرگی آج سے قلم، اب ماضی کے تمام بزرگوں اور مریدوں بزرگوں کی گردنوں پر میرا پاؤں ہے۔ میں تمام سے افضل ہوں اور حیرت والی بات یہ ہے کہ میں نے یہ دعویٰ کر دیا ہے اور گمراہ صوفی کے مرید یں ایسے صوفیوں کے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں کہ ہاں ہمارے مرشد ایسے ہی باکمال مقام ومرتبہ والے ہیں۔ یہاں پر میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ایسے تمام بزرگ تقریباً تو جو دراز کا تھیں جن میں کمال حاصل کر چکے ہوتے ہیں اور ان کا معاملہ آج ان ہو چکا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے گمراہ صوفی توجہ میں مہارت رکھتے ہیں، اس لیے اپنی اس مہارت یا صلاحیت کو استعمال میں لا کر اپنے مریدوں کے دماغوں کو بھی اسے کھینچ لیں تو میں کہہ سکتا ہوں۔

ایسے گمراہ صوفیوں کا حراقہ جب آتا ہو جاتا ہے، ان کے باطن کا اندر اور دور ہو جاتا ہے اور یہ زلیلہ آسانی میرے قائل ہو جاتا ہے جسے تو انہیں شیطان پھر مضبوط جال اور پلانک کے ساتھ ان کو گمراہ کرتا ہے۔ کیونکہ شیطان ایک انتہائی طاقتور قوت رکھتا ہے اور لاہوت اور اجروت کے مقامات کی میرے دوران صوفی صاحب شیطان کے حریف کا شکار ہو جاتے ہیں اور شیطان کی باتوں کے بہکا دے میں آ کر کوئی نہ کوئی دعویٰ کر دیتے ہیں۔ اب ایسے صوفی ارکان اور توجہ میں مہارت رکھتے ہیں، اس لیے یہ اپنے روحانی تصرف کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مریدوں کے دماغوں اور دماغوں میں اپنی مرضی کے مناظر چلاتے ہیں۔ اگر ہم مندرجہ کے اوراق کا مطالعہ کریں تو تقریباً ہر سال کوئی نہ کوئی صوفی کوئی بڑے سے بڑا دعویٰ کرتا ہے اور اس دعویٰ سے پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ اس پر سختی سے قائم رہتا ہے۔ میری زندگی میں ایسے بے شمار صوفی اور مرید آچکے ہیں۔ یہاں میں زیادہ ذکر نہیں کروں گا۔ اس طرح میری کتاب طوالت کا شکار ہو کر اصل موضوع سے ہٹ جاتے ہیں لیکن ان گمراہ صوفیوں پر، اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو ضرور نکالوں گا۔

میں نے دیکھی ماں سے اس کے گھر کا پتہ لیا اور وعدہ کیا کہ آگے میں ان کے گھر آ کر اس کے بیٹے سے ملوں گا۔ وہ شکر گزار نظروں سے سلام کر کے چلی گئی۔ میں اگلے دن اُن کے گھر چلا گیا۔ کمرے کا کانا کھول کر میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں مرید صاحب اپنے مرشد کی جدائی کے غم میں اداس اور غم سے بیٹھے تھے۔ میری کمرے میں آدھان کو جلتا گاؤں گاؤں کر رہی۔ وہ حیران اور غم میں نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا اور اپنی ماں سے بولا "یہ تم کسی ڈاکٹر کو گھنٹا لائی ہے؟" تو میں نے کہا کہ میں نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ میں مرید ہوں اور میرا مرشد ایک عظیم شخص ہیں۔ ہم نے ساری دنیا کو کھستہ دے دینی ہے۔ پوری دنیا میرے مرشد کی عکاسی ہو گئی۔ وہ ایسی باتیں کر رہا تھا جو میں یہاں لکھ نہیں سکتا۔ یہ تو وہ غلط فہمی کرنے کے لیے تیار ہی اس تھا کہ میں نے خود ہی گفتگو شروع کر دی اور چند ایسی حاس باتیں میں جن سے وہ چونک پڑا اور ارات ہو کر بیٹھا۔

اب چیت کی جن سے کسی حد تک وہ بھی کڑ چکا تھا۔ اب اس نے میری باتوں میں دلچسپی لیتا شروع کر دی۔ ایک طرف اُٹھ کے بعد وہ خود آسامیہ ہو گیا تو میں نے اسے کہا "اب تو میں جا رہا ہوں لیکن تم جن خوابوں کی بنیاد پر اپنی زندگی داؤ پر لگانے کو تیار ہو اور تمہارے پیچھے باقی نیکو مرید بھی خود کو امام مہدی کے فوجی سمجھ کر اپنا حق من و جن مرشد صاحب پر وار لے کر تیار ہو، رات کو جو خواب تم آج دیکھو گے اس کے بعد خود ہی فیصلہ کر لینا کہ کون سا ہے اور کون بھولا ہے۔" چونکہ میں نے اس سے ٹھوس دلائل کے ساتھ بات کی تھی اور بہت ساری ایسی باتوں کی نشاندہی کی تھی اس لیے وہ کسی حد تک میری باتوں کو سمجھنے لگا۔

میرے مرشد اور والد صاحب نے صوفیوں کی مثال سے ملے جاتا ہے۔ میں ابتدا میں صوفی عبدالمک کے بارے میں بھی توڑا تھا چکا ہوں کہ بہت بڑے عالم اور فقی ہیں۔ بزرگ تھے۔ سورۃ یٰسین کے عرصہ دراز سے عالم تھے۔ میرا الارض پر قادر تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور گھٹنوں کا سفر گھلوں میں کر جاتے ہیں۔ ان کا علاج ارادت بھی بہت زیادہ وسیع تھا۔ ہمارے خاندان اور ارد گرد کے عیال میں ایک نیک بزرگ کے طور پر بچپانے جاتے ہیں۔

اس کے بعد میں اپنے گھر چلا آیا اور رات کو اس کو ذہن میں لا کر توجہ کے Process کے ذریعے اس کو ایک خواب دکھایا کہ ایک وہ اس کا راز دار توجہ کی بہت ساری مشقیں کر چکا تھا، اس لیے آسانی سے وہ خواب دیکھنے لگا جو میں اسے دکھانا چاہ رہا تھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا تو میں اپنے رات کے ذکر کا ذکر کر کے سو گیا۔

صبح کو وہ میرا اپنی ماں کے ساتھ میرے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ میں اس کی ماں بہت خوش اور مطمئن نظر آ رہی تھی۔ ماں کا مطمئن ہونا بتا رہا تھا کہ بیٹے کے پیش کشکے آئے تھے ہیں۔

ماں کو لگتا تھا کہ کافی دیر اس سے رات کے خواب اور گمراہ صوفیوں کی حرکتوں کے بارے میں بات کرتا رہا۔

یہ بات یاد رکھ کر لے کر باہر نکلتے تھے۔ جب بھی انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو وہ ساٹھیل پر پھیل جاتے تھے۔ ساٹھیل اپنی پرواز کی طاقت چھپانے کے لیے استعمال کرتے تھے ورنہ انہیں ساٹھیل کی ضرورت نہ تھی۔

جسمانی پرواز کے علاوہ ان کی اور بھی بہت ساری کرامتیں مشہور تھیں۔ یہ خالوگ ان سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ان کی شہرت ایک ولی اللہ کے طور پر ارد گرد کے دیہات اور شہروں تک تھی۔

اس وقت میری عمر آٹھ یا دس سال کی ہوئی جب ان کے بیٹے کی شادی تھی اور ہم سب ان کے گھر شادی پر گئے۔ میں ابھی بچہ ہی تھا لیکن ان کی پراسرار قوتوں کا چرچا ہر گھر پھیل چکا تھا۔ اس لیے میری فطرت میں بچپن کے ہر گھس اور کوج ہے، اس کے ہاتھوں مجھ پر ہو کر میں ان کی ذات میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔ میرا ایک کزن جو مجھ سے بڑا تھا اور شہری طور پر پختہ بھی تھا، میں نے اس سے کہا کہ بابا جی کے پاس جنات ہیں اور یہ ہوا میں اڑتے ہیں تو ان کو ہلاک کیا جائے؟ ان کا جواب یہی تھا کہ کوئی موقع ملے تو دیکھیں گے۔ شادی والے گھر میں بہت رش تھا، ہر کوئی مصروف تھا۔ میں اور میرا کزن اس تاک میں تھے کہ بابا جی کی کرامت پر راستہ دیکھیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع دی۔ وہی دن آیا۔ ہوائی کھج کے بیٹے کی بارات تھی لیکن بابا جی کی بہن کی بات پر ناراض تھی اور ابھی نہیں آئی تھی۔ ان کے پیچھے ہم بھی بھاگے اور دیکھا کہ وہ شادی پر نہیں آئی گی۔ سب رشتہ داروں نے بابا جی کو سمجھایا کہ وہ آپ کی بہن کا پہلے تو بابا جی کا گھر کرتے رہے لیکن جب سب نے بہت زور دیا تو بابا جی بہن کو منانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب بابا جی نے اپنی ساٹھیل بکڑی اور کہا کہ میں اس کو منانے جا رہا ہوں۔ بابا جی کی بہن کا گاؤں بابا جی کے گاؤں سے پانچ میل دور تھا۔ بابا جی ساٹھیل پر بیٹھے اور ساٹھیل چلاتے ہوئے گاؤں سے باہر نکل گئے۔ میرے کزن نے بھی ساٹھیل کا اہتمام کر لیا تھا، لہذا ہم دونوں بھی بابا جی سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر پیچھے ساٹھیل چلتے چلتے بابا جی برقی رفتار سے ساٹھیل چلاتے ہوئے ہم سے کافی دور نکل گئے اور آگے جا کر بڑی بڑی تھوڑیوں کے پیچھے غائب ہو گئے۔ ہم دونوں بھی تیز رفتاری سے اس پیچھے چلتے جہاں بابا جی غائب ہوئے تھے، ہمیں تھوڑی دیر میں بابا جی کی پراسرار ساٹھیل نظر آئی جو بابا جی کی ہمارا آگے میں چھپا ہوا تھا۔ اب ہمیں سمجھ آ گئی کہ بابا جی ساٹھیل کو دھکے دے کر لے گئے تھے۔ یہ وہ جہاں بابا جی کا گھر تھا۔ بابا جی نے اپنی بہن کے گاؤں کی طرف پرواز کر گئے تھے۔ اپنی اس بات کی تصدیق کے لیے اب ہم تیزی سے ساٹھیل چلاتے ہوئے اس گاؤں پہنچے اور جب بابا جی کی بہن کے گھر پہنچے تو یہ جگہ بابا جی کی بہن کو سنا کر شادی کی تیاریوں کا بھانہ بنا کر واپس بھی جا چکے ہیں اور اب ان کی بہن اور بچے وغیرہ بھی شادی میں شرکت کے لیے تیار ہو رہے تھے جبکہ بابا جی کافی دیر پہلے واپس جا چکے تھے۔ اب ہم تیز رفتاری سے واپس دوڑے تاکہ جہاں بابا جی کی ساٹھیل پڑی ہے، وہاں جا کر دیکھیں کہ بابا جی ابھی وہاں پہنچے ہیں کہ نہیں۔ میرے کزن کا ساٹھیل چلا کر سانس

ہوئے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور کبھی کبھی اپنے کسی پرانے ساتھی کو لے کر آتا ہے اور کہتا ہے ”پروفیسر صاحب اس گھر کو کبھی سمجھائیں، یہ بھی ایک ایسی غلطی کا شکار ہے۔“ یہاں میں تمام روحانی طالب علموں سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کر رہا ہوں کہ خدا کے لیے مراقبہ کھل جانے کے بعد منزل کی تینیں بلکہ سفر شروع ہوتا ہے اور اس وقت ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد اور راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا کے لیے عاجزی اپنائیں، تکبر یا غرور نہیں۔

جسمانی پرواز

ہر دور میں ہر جگہ روحانیت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے موجود رہے ہیں۔ روحانی کمالات پر عقائد اور بحث بھی ہر دور میں ہوتی رہی ہے۔ اگر Discovery یا بی بی سی جیو جی کا ایک پروگرام دیکھا تو قبول ہے اور اگر کوئی مسلم صوفی عبادت، ریاضت اور مجاہدہ کے بعد اپنی روحانی قوتیں بیدار کر لے تو کھڑا اور شاہد کی طرح کی جاتی ہے۔ بہر حال یہ تعریف تنہا ہر دور میں ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ یہاں میں روحانی بیداری اور ترقی کے عروج بلکہ نقطہ کمال پر جو صوفی ہوتے ہیں، وہ بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

دنیا بھر میں جتنے بھی روحانی طالب علم ہوتے ہیں وہ عبادت، ریاضت اور مجاہدہ کے بعد اور مراقبہ اور مراقبہ کی سبوتی اور کمال حاصل کرنے کے بعد روحانی پرواز کرتے ہیں۔ پہلے تو وہ روحانی یعنی خدائی اور روح کی پرواز کرتے ہیں لیکن جیسے جیسے وہ روحانی ترقی کرتے جاتے ہیں تو ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب اہل روحانیت اپنی روح یا خیال کے ساتھ ساتھ جسمانی پرواز بھی کر جاتے ہیں لیکن ایک ملک سے دوسرے ملک بھی چند لمحوں میں جا سکتے ہیں۔ یہ روحانیت کی معراج ہوتی ہے جب ساکن زمان و مکان سے آزاد ہو جاتا ہے۔

میری میں جب میں جذب کے دور سے گزر رہا تھا تو شاید مجھ پر بھی ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ جب میں پہاڑوں پر اس جگہ پر برقی رفتار کے ساتھ چلا کر میرے لوگ دوست اکثر آپس میں باتیں کرتے کہ ہمیں صاحب کے جنات آن کر لے جا رہے ہیں۔ جن لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے وہ میری میں زندہ موجود لوگوں سے تصدیق کر سکتے ہیں کہ واقعی ایسا ہوتا تھا۔

میری زندگی میں بھی کچھ ایسے بزرگ آئے جو جسمانی پرواز یعنی میرا الارض پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ چلتے ہوئے اکثر میلوں کا سفر چند منٹوں میں طے ہو جاتا تھا۔

یہاں پر جو احادیث میں بیان کرتے جا رہا ہوں، وہ بھی جسمانی پرواز کے متعلق ہی ہے جو لوگوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلتے جاتے تھے۔ ہمارے خاندان میں میرے بچپن میں ایک صاحب کرامت صوفی تھے جو اہل کرامت اور کمال کے مقام پر فائز تھے۔ انکی اور ترقی میں کوئی ان کا کافی مدد تھا۔

ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ میرا الارض یعنی جسمانی پرواز بھی کر لیتے ہیں کیونکہ وہ کسی بھی لباس

پہنا ہوا تھا۔ بہر حال ہم جب اس جگہ پر پہنچے جہاں پر بابا جی اپنی ساٹھیل چھپا کر گئے تھے تو سمجھا آئی کہ بابا جی ساٹھیل لے کر کافی دیر پہلے جا چکے تھے۔ اب ہم بابا جی کے گاؤں کی طرف دوڑے۔ جب شادی والے گھر میں داخل ہوئے تو کھانا کھل چکا تھا اور بابا جی دیووں پر بیٹھے ہوئے کھانا ہانت رہے تھے۔ چند منٹوں میں چاول و غیرہ کھاتے ہوئے وہ پرائیم برہمچکر زردہ ہانت رہے تھے۔ میں اور میرا کزن بھی اپنی اپنی پلٹ اٹھا کر بابا جی سے چاول لے کر کھانا کھا رہے تھے۔ میرے کزن کو اس کے کان سے پکڑ لیا اور بیار سے مارتے ہوئے کہا ”تم بہت شیطانی انسان ہو، دوسروں کی جاسوسی یا چیچا کرنا اچھی بات نہیں۔“ جب میں نے زردہ، چاولوں کے لیے اپنی پلٹ بابا جی کے سامنے کی تو بابا جی چاولوں کے ساتھ چھوڑے اور بادام ڈالے ہوئے میری طرف غور سے دیکھا اور کہا ”دیوادی کھانے کے ساتھ ساتھ جنہیں روحانی ترقی بھی دے دیا ہے۔“ ابھی تو تم بچہ ہی ہو لیکن جب بڑے ہو گے تو میری بات کو سمجھ جاؤ گے۔“ کہہ کر وہ ابھی بچہ تھا، مجھے بابا جی کی نظر اور باداموں والی بات اس وقت تو سمجھ نہیں آئی لیکن آج میں اکثر سوچتا ہوں کہ ان کا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا حق اور حقوق کی خدمت کا جذبہ دے دیا ہے تو یقیناً بابا جی کے روحانی فکر کا بھی کوئی ذوقی اثر ان کی دعاؤں کا اثر ہے۔

جب میں تلاش حق کے سفر میں بے شمار نام نہاد دھوئے اور خالی بزرگوں سے ملتا تو مجھے شدت ملتی تھی کی محسوس ہوتی کہ کاش اگر وہ ہوتے تو میری مشکل آسان ہو جاتی۔ لیکن ابھی میں یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مشیت ہوگی۔ مجھے آج بھی بابا جی کے زردہ اور بادام چھوڑوں کا ڈانڈہ یاد ہے اور ان کا روحانی اور دعا بھی۔

روحانی گورنر سے ملاقات

اولیائے کرام سے محبت کرنے والے اور تلاش حق کے مسافر ساری عمر اس تلاش میں رہتے ہیں کہ وہ خدا کے ولی، قطب، ابدال سے ملاقات یا دیدار ہو جائے یعنی اہل ذیونہ جو اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے زمین کا نظام چلا رہے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف حلیوں اور روپوں میں مختلف جگہوں پر اپنی ذیونہ سے رہتے ہیں۔ میں بھی ساری عمر اس تلاش میں رہا اور کیسے شہر دار کروں اپنے سونے رب کا کھجور کی ایسے اہل ذیونہ بزرگوں کا دیدار اور خدمت کا موقع ملے گا۔ ایسے بزرگوں کی ذیونہ یا محبت میں ایک لمحہ ساری عمر کی ریاضت سے شوق ہے۔ ان کے ہاتھ کا ایک ٹوکنا یا ایک لمحہ مستند پینے کے برابر ہے۔ یہ پراسرار اور اس کا نہایت سب سے جتنی بندہ اپنی سستی اور سرور میں عشق الہی کے سطر میں رواں دواں اور سب سے کعبہ کی دی ہوئی و مددگار پاس احسن طریقے سے نبھا رہے ہوتے ہیں۔ اسے ہی گورنر نام بزرگوں

میں انصاف و ہمدردی کے ساتھ ساتھ ایک خاص ہونے والا ہے۔ کیونکہ بابا جی کا جذبہ اور سستی میں رہتے لیکن آج ان کی ہر ادا اور حرکت سے ہوش مندری نظر آ رہی تھی۔ بات نہانے پر ختم نہیں ہوتی بلکہ شہدائے جبریت تھے اس وقت ہوتی جب بابا جی نے کہا کہ میں نے ختم کیا ہے۔ یہاں سے نیا صاف سوٹ لگاوا اور پہن لیا۔ وہ ایک بات ہے، یہ مجھے عمران کر دینے والی بات تھی۔ کپڑے پہننے کے بعد بابا جی نے اپنے بال ٹھیک کیے، عطر یا کوئی خوشبو لگائی اور جانے نماز پچھرا کچھ اس پر ادب و احترام سے کھڑے ہوئے۔ وہ تیار کر بیٹھے اور اب لگ رہا تھا کہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں اور میں بھی شدت سے اس گلے سین کا انتظار کر رہا تھا کہ کیا ہوگا۔ کیونکہ خاص مہمان آ رہا ہے جس کے انتظار میں بابا جی کل تیار ہو کر بیٹھے گئے ہیں۔ بابا جی کے دروازے پر ایک 17 سالہ لڑکا کھڑا کرتے رہے۔ اس کا کھانسی کا شور مچا رہا تھا۔ بابا جی نے جیسے ہی اسے دیکھا وہ بک

ملاقات ہوتی۔ اکثر خوابوں میں پہاڑوں، صحراؤں، سمیتوں، ماٹوں اور سمندروں کے اوپر پرواز کا مکمل چارہ رہا۔ بہت ہی جیس میں باغ میں چلا جاتا جہاں بہت ہی عالی شان قسم کے محلات ہوتے۔ ویسے محلات ڈھونڈنے میں تھکتے تھے جو میں خوابوں میں دیکھتا۔ ایسے پر روشنی اور دل میں غبار سے ہونے کے میں ان میں حقیقت کچھ کرکھو جاتا اور اس کی ساری عمر میں گزارا کرتا۔ عجیب و غریب مناظر ہوتے۔ بعض اوقات بہت نورانی لوگوں سے ملتا اور اگر کسی میں سوال پوچھتا تو وہ خاموشی سے میری طرف دیکھتے تھے۔ ایک رات میں خواب میں خود پرواز تھا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں پر ہر طرف نورانی اور تھا۔ اور میں جا کر اس نور میں غوطہ زن ہو گیا۔ میں کافی دیر اس نور میں تھا۔ چاروں طرف روشنی کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ میں اس نور کے سیلاب میں اتنا نہایا کہ مجھے لگا میرا جو بھی روشنی کا بن گیا ہے۔ میری گردن اور نرس سے روشنیاں اُبل رہی تھیں۔ یہ ایک ایسا جہاں تھا جہاں پر چاروں طرف سے روشنیوں کی برسات اور اس میں اس روشنی کے دریا یا سیلاب میں غرق تھا۔ کبھی کبھی جب میں ایسے کشن تھا تو میرے ذہن میں کوئی نہایت عجیب و غریب روح ہے جو مجھے ایسے مقامات پر لے کر جاتی ہے کیونکہ اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ دوران خواب کوئی اور بھی ہے۔ مجھ پر وہاں پہنچنے نظر نہ آتا۔ بہر حال ایک جہت کدہ تھا، جس میں خود پرواز یا سفر کر رہا تھا۔

ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا مراقبہ اور نماز پڑھ رہا ہوں کہ میرے کمرے بہت سارے نورانی چروں والے بزرگ آگے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں لکڑی کے تختے ہیں جن پر لکھتے ہیں۔ بہت ساری آتی جاتی تھیں اور آتی ہی تھیں کہ میرا کمرہ ان نورانی بزرگوں سے بھر گیا۔ اتنے سارے نورانی بزرگوں کے میرے دل و دماغ پر ودھانی کیفیت اور شدید درد پھڑپھڑا رہا تھا۔ اتنا درد اور تشنگی کہ میرے اعصاب پر دھوئی چھالی چھائی تھی۔ سرد اور خشک کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ نشے سے میری آنکھیں بوجھل ہوئی جاتی تھیں۔ نشہ، سردی، کھانسی، کھانسی، ودھانی کیفیت، بدبوی جاتی تھی۔ ان بزرگوں کے پیچھے سے اتنے زیادہ روشنی اور نورانی تھے جیسے ان کے پیچھے سے چاندنی چھیلی ہو، ان کے چروں پر ملوثی حسن اور نور پھیلا ہوا تھا۔ ان کے جسموں سے نورانی شعاعیں نکل رہی تھیں اور ان کے شعاعوں سے پورا کمرہ سفید اور ودھانی ہو گیا تھا۔ پھر ان بزرگوں نے آپس میں باتیں شروع کر دیں۔ میرا دل وہ چلنے لگنے لگا کہ جب میں جا کر تو میرے کمرے میں وہی رات والی صورتوں کو خود بخود دیکھ رہی تھی۔ اب یہ نہیں سمجھتا تھا کہ حقیقت تھی۔ بعض اوقات دوران خواب جب میں غلامی خود پرواز ہوتا تھا تو ایک بہت ہی خوفناک شکل کا آدمی ہوتا تھا کہ طرف تیزی سے آؤ ہوا آتا۔ اس کے تہ بہت خطرناک ہوتے تھے جیسے وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ مجھے اکثر لگا کہ وہ مجھ پر حملہ کرے مجھے زخمی کر دے گا یا مجھے ڈراتا تھا کہ میں اس علاقے میں میرا کیوں آؤ رہا ہوں۔ لیکن وہ بہت قریب آ جاتا تو ایک غائب ہوجاتا اور دوسری طرف چلا جاتا۔ جیسے ہی اس کی خوفناک شکل میری نظروں سے اوجھل ہوتی تو میں اکثر اٹھ جاتا یا میرے خواب کا سلسلہ ٹوٹ جاتا۔ ایک دن تو میرے ہی عجیب خواب دیکھا کہ آٹھ گھنٹے میں ایک سمندر پر آ گیا اور میں نے سوچا کہ آج سمندر کے اندر پیچھے گہرائی میں میری کرنی چاہیے لیکن پھر مجھے ڈر لگا کہ میں سمندر کے پانی کے اندر نہیں جا سکتا۔ لیکن مجھے شدید جہت اس وقت ہوئی جب میں پانی کے قریب آیا اور پانی کے اندر

فرانز شاہ وچ مانچیا گل پن یا مجذوبیت

فرانز شاہ وچ مانچیا گل پن یا مجذوبیت

اسرار روحانیت

اسرار روحانیت

بالب یا چار وشن ہو گیا ہے۔ اس کی تابی سے دل و دماغ منور ہو گئے ہیں اور جسم روشنی سے جگمگ کرنے لگا ہے۔ اکثر دل پر انگڑا کرتے ہوئے بالیاں پھول کر مہم ہو جاتا۔ اکثر ریڑھ کی ہڈی میں درد ہوتا۔ ایک لہری دماغ کی طرف جاتی میرے اوپر ایک نشہ ساطاری ہوجاتا اور کسی چیز کا احساس نہ جاتا۔ اکثر دل سے روشنی خارج ہونا شروع ہوجاتی۔ اکثر میرے دماغ میں روشنیاں پھیل جاتیں۔ کبھی بیٹیاں بچے نکلتیں۔ بعض اوقات بیٹی کی آواز بہت تیز ہوجاتی اور اکثر روشنی جھماکا ہوجاتا اور میرا جسم نشے سرد میں ڈوب جاتا۔

مراقبہ کے دوران جب کامل استغراق حاصل ہوتا تو میرا جسم اکثر اکڑ جاتا بلکہ بے حس یا فانی جسم معلوم ہوتا۔ ایسی حالت میں جسم گرمی، سردی کے احساس سے عاری ہوتا۔ میں اکثر خود کو حرکت بھی نہ دے پاتا بلکہ ایسی حالت میں کوئی مجھے چکی بھرتا یا انگنٹن بھی لگا تا تو شاید احساس نہ ہوتا۔

اکثر مجھے احساس ہوتا کہ اب شاید میری سانس بھی رک جاتی ہے۔ میں شاید موت کے قریب ہو جاتا تھا یا دماغ فانی زدہ یا پاگل کے تمام حیات ختم ہو جاتا۔ میں اس کوئی کے ختم کی طرح جام اور اکڑ جاتا۔ اس دوران اکثر میرا جسم گرمی کی شدید سردی میں پیٹنے میں شرا ہوتا۔ کبھی محسوس ہوتا کہ میرا وزن ختم اور جسم بہت ہلکا ہو گیا ہے۔ ایسی ہی حالت میں کبھی لگا کہ میرے علاوہ میرے جیسا کوئی میرے سامنے بیٹھا ہے۔

جب میں اندر میرے میں پیچھے جانے کی کوشش کرتا تو کبھی لگتا کہ میں تار کی جگہ میں گر رہا ہوں اور شرف

طرف درواں درواں تھا۔

میری تمام خواہشیں، آرزوئیں دم توڑ چکی تھیں۔ میں اسی پاگل پن میں بیٹھا رہتا، چل رہا تھا، سو رہا تھا، ہوا پر دو بلند یوں پر چڑھتا رہتا، موسموں کی تبدیلیوں سے آزاد جس پاگل پن سے میں گزر رہا تھا، ضروری ہوتا ہے۔ جو پاگل پن یا موت سے ڈرتے ہوں کبھی بھی منزل نہیں پاسکتے۔ میری یہ حالت کی مثالوں کا ایک درمیان میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ خود کو زندہ رکھنا بھی مشکل محسوس ہونے لگا کیونکہ میری ہونک جیاس اڑی گئی تھی۔ مجھے احساس ہوتا کہ میرا وجود ختم ہو گیا ہے۔ میں ایک ششپن کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ اکثر بات کرتے کرتے اگلا بھول جاتا کہ کیا بات کر رہا تھا۔ یہ بھی بھول جاتا، اگر کوئی کتاب پڑھنے کی کوشش کرتا تو پچھتاہٹ بھول جاتا کہ کیا پڑھا۔ اگر کہیں جا رہا ہوتا تو اکثر بھول جاتا کہ کدھر جا رہا ہوں۔ اکثر آجس آ جاتا یا وہیں بیٹھ جاتا۔ یہ عجیب حالت تھی اور اس کی وجہ ان دنوں کو گزرنے کی سال ہو چکے ہیں، اکثر میرے اوپر یہ جذبہ مسکر یا پاگل پن کی حالت طاری ہوتی ہے کہ جہاں بھی ہوتا ہوں دنیا سے کٹ جاتا ہوں یا گھر کی چھت پر یا کسی گراؤنڈ میں یا رات کو آستانہ عالیہ یا اپنے ڈرائنگ روم میں اکیلا بیٹھ جاتا ہوں اور اس کیفیت سے نکلنے کو پاگل دل نہیں کرتا یا اگر کوئی میرے ساتھ بات کر رہا ہوتا ہے تو میں اس جگہ اور فرد سے کٹ جاتا ہوں اور کتنی دیر بعد واپس اس جگہ آتا ہوں۔ اس حالت میں عجیب نشہ اور سرور ہے جو دہائی کی بھی نئے میں نہیں ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ میرے باطن سے کوئی قوت ابھار ہوئی تھی کوئی قوت میرے اندر چھپ کر حلول کر گئی تھی جس کے رد عمل میں میرا جسم پاگل پن کا شکار ہو گیا تھا اور کتنے مہینوں تک میرا جسم اس قوت کو جذب کر رہا۔ ان دنوں میرے سنے والے اکثر مجھ سے مل کر پریشان ہو جاتے تھے، سمجھتے تھے تو یہ بھی کہا کہ یہ بندہ چند دنوں کا مہمان ہے۔ یہ بچ نہیں پائے گا۔ آج جب وہ مجھ سے ملے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم بھی سوچتے تھے کہ اس کی نازلہ حالت کب واپس آسکتی ہے، یہ بچ نہیں پائے گا۔

اس حالت میں کئی بار درواں دروازے پر مجھے حال پڑ جاتا اور میں جنگل میں بھاگ جاتا۔ کئی بار خود کو چپک کر لیے کتنی دیر اس درم میں تنہا بیٹھنے والی سے نہایت تباہی لگتی تھی کچھ بھی احساس نہ ہوتا۔ جو لوگ استغراق سے نہیں گزرتے، یقیناً مایہ وہ بہت بڑے نئے اور مرد سے محروم ہیں۔ درواں دروازے پر ارکان کے جب بھی سالک پر استغراق کی حالت طاری ہوتی ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے سارے زمانے کے نشے آپ نے پی لیے ہیں۔ آپ سرور و مستی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ بہر حال کئی مہینوں کے بعد میں آہستہ آہستہ اس حالت سے نکلا جیسے میرا دنیا جہم ہوا ہو یا میرے جسم کے اندر کی پراسرار قوتیں بیدار ہو گئی ہوں۔

من کی اداسی

تلاش حق یا قرب الہی کے لیے سالکین جب اس راستے پر چلتے ہیں اور قرب الہی کے لیے ذکر اور مراقبہ

تھی۔ جیسے میں برہم اداسی کے سمندر میں گرتا جا رہا تھا۔ یہ کیفیت روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ جب اداسی کی شدت ہوئی برداشت سے باہر ہو جاتی تو میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات برسات شروع ہو جاتی اور میں بلاوجہ رو رہتا کہوں کہ انسان روتا اس وقت جب درد یا غم برداشت سے باہر ہو جائے کیونکہ میں غصہ و دراز سے مختلف کوششیں کیے جا رہا تھا۔ مجھے جو بھی کوئی تپتا تو میں بلاسوچے مجھے شروع کر دیتا اور جب کامیابی نہ ہوتی تو اداسی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا۔ عدلی اور جدائی کا روگ کیا ہے، یہ وہی جانتے ہیں جو اس سے گزرے ہوں۔ جو اس درد اور تلاش کو نہیں جانتے وہ تو پاگل کر کے رکھ دیتے ہیں۔

اداسی میں آپ دنیا و مافیہا سے اور اپنی ذات سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنی نیکو کرتا بھی گوارا دیتے ہیں۔ میرے اوپر جب اس اداسی کا شدت سے حمل ہوتا تو میرا اکثر دل کرتا کہ دور جنگل میں جا کر چھپ جاؤں یا دریا کے کنارے کوئی چھوٹی سی بنا کر ساری عمر وہیں گزار دوں یا سمندر کے پتھروں کے کنارے کوئی ریت کا ٹیلہ ہو یا کوئی بڑا دریا جس پر کوئی نہ رہتا ہو، میں وہاں چلا جاؤں۔ دل کرتا کہ چیر چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور جا کر چھپ جاؤں۔ کبھی دل کرتا تھا کہ میں چلا جاؤں اور بند کوٹری میں بند ہو جاؤں۔ اکثر بیٹھے بیٹھے میرے اوپر استغراق کی حالت طاری ہوتی تو میں انتظار میں بیٹھ جاتا، شام و آنکھوں سے انتظار ہوتا کہ کب درجن ہوں گے، کب ملاقات ہوگی، کب حجابات اٹھ جائیں گے، کب قطرہ سمندر میں ملے گا؟

عجیب سا خالی پن تھا۔ نہ کوئی آرزو نہ خواہش نہ چینی کی تمنا۔ ایک بہت بڑا ظاہر میرے من کے اندر پیدا ہوا تھا۔ چہ نہیں یہ ظاہر جس طرح بھرتا تھا، یا دھونچا رہتا تھا، یا دھونچا رہتا تھا۔ انتظار انتظار اور بس انتظار تھا اور اس انتظار کی شدت میں برہم اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ یہ اداسی جب حد سے بڑھ تو مجھے کھالے بیٹھے کا بھی ہوش نہ رہا۔ صبح شام دم و اداسی روئی کے سانس کھالے۔ دو کبھی جبر کرنا پڑتا، پڑتا پڑتا بزدلی کھاتا پڑتا کہ دل ہی نہ کرتا بعض اوقات یہ اداسی اس قدر بڑھ جاتی کہ دل کرتا کہ اب جو نہا ہے وہ نہ ہو جائے۔ اب انتظار برداشت نہیں ہوتا، اب جدائی بس سے باہر ہو چکی ہے۔ اگر یہ اداسی میرے جسم کے فنا ہونے سے ختم ہوتی ہے تو میرا جسم فنا ہو جائے۔ اگر موت کے بعد یہ اداسی ختم ہوتی ہے تو موت آ جائے۔

اور جس دم، ترک حیوانات اور مسلسل ریاضت اور مجاہدوں کے بعد سالک مختلف روحانی تبدیلیوں یا کیفیات میں سے گزرتا ہے۔ ان کی تبدیلیوں یا کیفیات میں سے ایک کیفیت من کی اداسی یا من کی کھوکھلی ہوتی ہے۔ جب ارکان اور ان کا بدن No body کی کیفیت میں گئی یا لاخوری مزاحمت ختم ہو گئی تو ایک عجیب سی کیفیت اکثر میرے اوپر طاری ہو جاتی، مسلسل اور دھور سے پن کا شکار میں کھوکھلی جنگلوں میں چلتا رہتا۔ دو دروازے کے مزارات پر پیدل چل کر جانا یا رات کو کھانا مان کے نیچے خاموشی سے آسمان اور چاند تاروں کو سرت اور دکھ سے نکلتے رہتا۔ کسی کی تلاش ہو جیسے کوئی آنے والا ہو، کسی کا شدت سے انتظار ہو۔ یہ انتظار اور تلاش بعض اوقات جنوں اور کرب کا روپ دھارتی۔ بار بار منی دل کرتا کہ من کی دنیا میں جو اندھیرے کا سمندر یا تاریک غار ہے جس کے آخر میں دروازہ کھلے گا اور میں اس دروازے سے گزروں گا تو آگے دھڑکتی یا میرا محبوب ہوگا یا سمندر ہوگا جس میں گر کر لافانی اور امر ہو جاؤں گا اور میری صدیوں کی محنتیں وہاں دیر سے بچھ جائیں گی، مجھے منزل مل جائے گی۔ میں غصہ و دراز سے کسی چیز کی تلاش میں تھا، تلاش کا بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ مجھے تو بس یہی لگتا تھا کہ جب من اندھیرے کے غار سے نکلوں گا یا دور بہت دور کوئی بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے جب وہاں جاؤں گا تو میری تمام بے قراریاں اور بے چینیوں کو فرار آ جائے گا۔ میں جو غصہ و دراز سے دھو رہا ہوں، بھل ہو جاؤں گا۔

اس تلاش میں ہوں یا میں کس سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ درد اور بھراب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ میں شدید اداسی اور اصل اوقات شدید ذہنی کشاکش کا شکار ہو جاتا تھا کہ میرے من کا اندھیرا دور کیوں نہیں دور ہا۔ وہ میرے سامنے کیوں نہیں آ رہا۔ میں ابھی تک اپنی کوشش، جدوجہد کے باوجود اس سے دور کیوں ہوں۔ اس اداسی کو دور کرنے کے لیے میں ادھر ادھر چلتا رہتا۔ جنگل میں جا کر ہر چیز میں خدا کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا۔ آسمان کی بلندیوں میں اسے تلاش کرتا، فطرت کے پھیلے ہوئے خوبصورت مناظر میں اللہ تعالیٰ کو محسوس کرتا اور مجھے اکثر لگتا جیسے یہ مظاہر فطرت مجھ سے ہم کام ہوتے ہیں۔ اس کا مجھے کبھی احساس ہوتا کہ جدائی کے غم سے میری روح دشمنوں سے چور چور ہو چکی ہے۔ میرے جسم کا رواں رواں ہدائی میں تنہا رہتا، روتا اور آہیں میرا۔ مجھے لگتا میری روح صدیوں سے بیکار ہے۔ یہ غم تھا جنوں یا پاگل پن یا اداسی اب برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اب شب کہتا تھا کہ اب میرے ساتھ جو ہونا ہے وہ اب ہو جائے۔ اگر میرے جسم نے بھٹنا ہے یا اداسی خلیل ہونا ہے، مٹنا ہونا ہے تو اب ہو جائے لیکن مجھے اس اداسی کے کرب سے نجات ملنی چاہیے۔

اداسی اور تلاش کی شدت اتنی بڑھ چکی تھی کہ میں دنیا و مافیہا سے یکسر بے فکر ہو چکا تھا۔ مجھے ایسا روگ لگ چکا تھا جس کا دنیا کے کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ شاید میں بے مشرق تھا یا میں جدائی کے روگ میں مکمل رہا تھا۔ یہ اداسی بہت ہی جان لیوا تھی، کسی پل کوئی سکون یا قرار نہیں تھا۔

اداسی کی شدت اور ادھر ادھر بھاگ دوڑے بعض اوقات تنگ کر دیتا تھا تو مجھے کہ آسمان، چاند تاروں کا کھنکھن سکتا رہتا، چہ نہیں کیوں کر کے اندر کتنی دیر لگزی کی چھت کے ڈبے لگتا رہتا تھا۔ اداسی جی کی گہری سے گہری ہوتی جا رہی

اور کار سے پرگاہی سورج میری نظروں کے سامنے ہواؤں کے پیچھے اوجھل ہو جاتا، اکثر اوقات میں اس کو دیکھتے کہ کون کو جاتا، چہ نہیں جہاں دور سورج ڈھٹا تھا، ہوا ابر جانی تھی وہیں کہیں تھا۔ میری یہ اداسی اکثر جنوں کی شکل میں لیتی۔ طویل مراقبہ، ترک حیوانات اور سخت مجاہدوں کی وجہ سے میرے آگے آگے سے فضا بہت جاتی تھی۔ اکثر جدائی اور شدت کرب سے میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہو جاتی اور میں بلاوجہ روتا رہتا۔ کبھی کہوں یا شاید میری روح کسی تکلیف یا کرب میں یا جدائی میں تھی اور جدائی کا زہر میری برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب میں کیا کروں، کس جگہ پر جاؤں، کون سا کام کروں یا اپنے جسم کے ساتھ کیا کرنا۔ دل کرتا کہ اس کی بے قراری، ہر شامی میں ڈھل جائے۔ میرا اضطراب سکون میں ڈھل جائے۔ ایک دو نام نہاد لوگوں سے جب میں نے اپنی یہ کیفیت نشتر کی تو وہ کہنے لگے تم نے بے شمار غلطیہ، چلتے کیے ہیں تم بھت کا شکار ہو گئے ہو۔ میں نے کہا تمہارے اندر بہت ساری ارواح حلول کر گئی ہیں اور وہ تمہیں تکلیف دیتی ہیں۔ لیکن میں اسکا بات نہیں کر رہا۔ میری کیفیت کو وہی جان سکتا تھا جو اس بل صراط سے گزرا ہو۔ جو اس تاریک وادی سے گزرا ہو کیونکہ میں جب بھی گزرتا تو تاریکی کے اندر سے گزرتا تھا۔ میرے لیے اترا جانا نہیں تھا۔ دروازہ نہ تھا۔ نہ میری کچھ نہیں آ رہا تھا، نہ ان دنوں میں 55 ہزار روزانہ اللہ کے ناموں اور دوتوں کا دھنکے کر رہا تھا، باقی وقت مراقبہ اور صوم۔ جب میری یہ اداسی کرب حد سے بڑھ جاتی تو ایک دن ایک میرے ذہن میں بابا جمال الدین سرکار کی ڈائری کا خیال آیا تو میں نے اس ڈائری کو پڑھا۔ اس ڈائری کی وجہ سے ہی تو میں اس دنیا کا مسافر بنا تھا۔ اس ڈائری نے ہی تو میری کامیابیات

ملی، فطرت کے بان کے تحت اس ڈائری نے ہی تو میری زندگی کی ست تبدیلی کر دی تھی۔ میں جو سارا سارا دن غصے کا شکار تھا، اوش کے پروگرام دیکھتا، مری مال روڈ پر میرا کورنگ رہتے لوگوں کو دیکھتا، کرٹ اور بھیل میں خوب کھیلتا اور لوگوں کے ساتھ کپ شپ کرنا یا ساری سرگرمیاں میں ترک کر چکا تھا۔ اگر کوئی دوست بزدلی آجی جاتا تو ایک ششپن کی طرح ایک Drill کے طور پر اس سے بات کرتا۔ میرے کانچ کے ساتھی میری اس تبدیلی سے واقف تھے کہ یہ کسی پراسرار ہادی کا شکار ہو چکا ہے یا کسی غلطیہ پانچلے نے اس شخص کا غی کا تو ان خراب کر دیا ہے۔

مجھے اکثر لگتا کہ میں نے اداسی اور جدائی کے ہزاروں ڈرم پی لیے ہیں۔ میرے اندر جدائی اور اداسی کے کئی

جسم اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ جیسے میری روح اور جسم کا تعلق ایک بار یک دھاگے سے ہی رہ گیا ہے جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتا تھا۔ میں گھڑی کے پنڈولم کی طرح زندگی اور موت کے درمیان بھول رہا تھا۔ چند نکلے زندگی قریب آ رہی تھی کہ موت اس ادا میں، میں ہر قسم کے خوف سے آزاد ہو چکا تھا۔

اس ادا میں نے میری روح اور جسم کو گھائل کر کے دکھ دیا تھا۔ کیا کروں کدھر جاؤں، کون مجھے راستہ دکھائے۔ میں دوڑ دوڑ کر تھک گیا تھا۔ مجھے کسی نے بھی دروازے کا راستہ نہیں بتایا تھا۔ کسی نے بھی میری اگلی نہیں پکڑی تھی لیکن کوئی نادیہ ہاتھ مجھے پکڑ کر چلا بھی رہا تھا۔ میں ادا سے تھک آ گیا تھا۔ اس ادا کی وجہ سے یا اس اضطراب کی وجہ سے مجھے ایک جلی بھی سکون نہیں تھا۔ اپنے مکان کے اوپر پہاڑی پر بیٹھ کر میں آنکھ ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ کرتا، دور اتر کے

میرے ہر رتبے ہیں۔ دن بدن میں اس ادا کی اور جدائی کے سندھ میں ہرے سے جدا رہتا ہوں۔ میں ایک نکلے کی طرح تھا جو ادا کی طوفانی لہروں میں گھر چکا تھا میں وہ کئی چنگ تھا جو بغیر دھاگے کے تیر طوفانی ہواؤں کے دوش پر پھٹن کدھر جا رہا تھا۔ میں آنکھ سوچتا کہ بے خبری یا بے دھیانی میں کہیں میں نے کسی غلط راستے کا انتخاب تو نہیں کر لیا۔ میں کسی غلط ادا کی کا مسافر تو نہیں بن گیا۔ میں نے اپنے جسم کے ایسے ٹکڑوں کو تو نہیں چھوڑ دیا جن کو نہیں چھوڑنا چاہیے تھا لیکن میں اس کے لیے بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ چند نہیں میں اس ادا سے لٹکا چاہتا تھا کہ اس میں اور گھسنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں رات رات بھر ہاتھ پاؤں اسی طرح کرتا، اس لیے بعض اوقات مجھے لگتا کہ میرا سرس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ میں اعصابی اور عضلاتی طور پر

شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ کوئی اپنے جسم کے ساتھ حد سے زیادہ ظلم کر سکتا تھا تو وہ میں بھی کر چکا تھا۔ میں نہ ہوا ہونے بھی یہ کیے جا رہا تھا۔ اداسی، جدائی یا مدھوشی عجیب کیفیت تھی۔ ایسی حالت میں میں نے ایک تو اپنا اچھی طرح سمجھا لیا کہ اس سارے سفر کے دوران میں نے کیا کیا پنگے لیے، کہاں غلطی ہوئی یا کون سا ایسا کام ہے جو میں نے ابھی تک کیا۔ اگر میں اپنی منزل سے دور ہوں تو اس میں میری کیا غلطی ہے۔ میں کئی دنوں تک ایسی سوچوں میں گم رہا لیکن مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ پچھلے کئی مہینوں سے میں تصوف کے تمام اجزا پر اپنی سوچ کے مطابق عمل پیرا تھا کیونکہ پچھلے کئی مہینوں سے میں بے شمار صوفیوں، درویشوں کے حالات زندگی پڑھ رہا تھا اور اس نسخے کی تلاش میں تھا جس پر عمل پیرا ہوں۔ میں اپنی منزل پاسکوں۔ اس کیفیت یا اندھے کنویں سے نکل سکوں۔ پچھلے کئی مہینوں سے میں جس کیفیت سے دوچار تھا انہیں باقی تلاش حق کے مسافروں پر بھی یقینی ہوگی۔ شاید وہ بھی انہی جان لیوا حالات سے گزرتے ہوں۔ پتہ نہیں کہ جس الجھن میں میری جان پھنسی ہوئی تھی، تلاش حق کے باقی مسافروں کو بھی جدائی کے زہر کے پیالے اسی طرح پڑتے ہوں۔ میں اسی آنکھ پھولی میں کبھی ڈوبتا کبھی تیرتا کیونکہ عرصہ سے میں حیوات اور بیٹھنا نہیں استعمال کر رہا تھا۔ کے باوجود ابھی میرے جسم کو کسی بڑی تبدیلی سے گزرنا تھا جس کے بعد میرے من کا اندھیرا دور ہو جائے گا۔ اضطرابی اور بے قراری سرشاری میں ڈھل جائے گی۔

بابا جمال دین سرکار کی ذاتی بیاض پڑھتے پڑھتے میں ایک بار پھر اسی مضمون پر آ کر ٹھہر گیا جس کو پڑھنے کے بعد میں راہ سلوک کا مسافر بنا تھا۔ بابا جی نے اس جگہ کی تمام تر تفصیلات لکھی ہوئی تھیں۔ سب سے اہم بات جو انہوں نے بیان کی تھی وہ یہ تھا کہ دورانِ وظیفہ وہ روزانہ صرف ایک پاؤ دودھ استعمال کرتے تھے اور آخری گیارہ دن انہوں نے دودھ بھی آدھا کر دیا تھا۔ یہ سارا وظیفہ انہوں نے دریا کے کنارے ایک جھونپڑے میں کیا تھا۔ روزانہ ان کا ایک مرہون ایک پیالہ دودھ رکھ دیتا جس کو وہ استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ اب پھر میرے دماغ سوئی اس وظیفے پر آ کر اٹک گئی تھی۔ بہت عرصہ پہلے اسی وظیفے نے میری زندگی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ بابا جی بتا رہے تھے کہ انہوں نے سوا کروڑ کا وظیفہ کیا تھا جو وہ کافی عرصہ سے کر رہے تھے لیکن آخری اکتالیس دن انہوں نے دریا کنارے جھونپڑے میں یہ وظیفہ کیا تھا۔ یہ ایک بہت ہی مشکل وظیفہ یا چلہ تھا لیکن کیونکہ میں در بدر کی ٹھوکریں کھا کر اب تھک گیا تھا اب میں کوئی نتیجہ چاہتا تھا۔ بہت اچھی طرح طریقہ وغیرہ پڑھنے کے بعد میں بھی اس انتہائی مشکل اور جلالی وظیفے کے تیار ہو گیا کیونکہ میں پڑھائی اور مراقبہ کو بہت اچھی طرح سے کر رہا تھا لیکن اس طریقے سے نہیں کیا تھا۔

مرسدے درن

محترم قارئین! میں تقریباً پچھپچھ دو سال سے روحانیت کی اس وادی میں در بدر ٹھوکریں کھا رہا تھا اور کیا کہا
پہل چکا تھا لیکن میرے باطن کا تالا ابھی تک بند تھا۔ میں ابھی بھی اندھیرے کے تاریک سمندر یا صحرا میں ٹامک ٹوہا

روحانیت کی اس پراسرار وادی یا صحرا میں ایک طویل سفر کے بعد بھی میں منزل سے کوسوں دور تھا۔ کنفیوژن زون ختم
ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ فطرت نے مجھے ایسا جنوں اور اضطراب عطا کیا تھا کہ میں دوڑے چلا جا رہا تھا۔ بغیر کسی
مدد کے فطرت میرے ساتھ جو کچھ کر رہی تھی، میں ہونے دے رہا تھا۔ میں خود کو فطرت کے ہاتھوں دے چکا تھا۔
اداسی اور جدائی کی شدت جب حد سے بڑھ گئی تو میں ایک بار پھر بابا جمال دین کی ذاتی بیاض پڑھ رہا تھا اور
اس کے بعد ان کا وہ خاص وظیفہ کرنے کو تیار ہو گیا تھا جس کے بعد بابا جی زمان و مکان سے آزاد ہو گئے تھے، سیف
میں اور کن فیکون کے مقام تک رسائی پا گئے تھے۔ بقول بابا جی کے وہ قطرہ تھے اور سمندر میں مل کر مدہوشی کی وہ قوت اور
پورے کر لوٹے کہ ان کی صدیوں کی پیاس اور تلاش کو منزل مل گئی تھی۔ یہ وظیفہ یا چلہ میں پہلے بھی کر سکتا تھا لیکن شاید اس
بے مہر جسم اس عظیم حادثے کی تبدیلی کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے سمجھا کہ اب میں کسی بڑی روحانی
پہلی یا کرنت کو برواشت کر سکتا ہوں تو اب میرے دل و دماغ میں شدت سے یہ بات آرہی تھی کہ مجھے یہ وظیفہ اسی طرح
دینا چاہیے جس طرح بابا جی نے کیا تھا۔

اب میں نے سب سے پہلے اس مرید کا پتہ کیا جو بابا جی کو دودھ دیتا تھا اور دن رات بابا جی کے دریا کنارے
پہنچے یا جھگی کے باہر ایک مستعد مرید اور خادم کی طرح کھڑا رہتا تھا۔ پھر میں ان دو بندوں سے بھی ملا جو آخری دن
میں کو انجا کر گھرا لائے تھے۔ ان دونوں کے بقول بابا جی نے آخری دنوں میں کچھ بھی نہیں کھایا یا پیا تھا۔ اس لیے جب بابا
جی کے بتائے ہوئے دن یہ لوگ حیدر آباد میں داخل ہوئے تھے تو بابا جی شاید کمزوری اور نفاست ظاہر نہ تھی۔ نور اور
روحانیت بابا جی کے چہرے سے برس رہی تھی۔ بابا جی سراپا نور تھے، لہذا بابا جی جو پہلے سے ہی بتا گئے تھے کہ بہت ساری
پہلی میرے جسم کے گرد لپیٹ کر آرام سے مجھے گھر پہنچا دیا جائے، اسے کہتے ہیں مر جاؤ مرنے سے پہلے۔ بہت سارے
لوگوں اور مریدوں کی موجودگی میں مقررہ دن بابا جی کو جھونپڑے سے نکالا گیا اور ان کی ہدایات کے مطابق ان کے گھر
لے جایا گیا۔ کیونکہ بابا جی کمزوری اور نقاہت کی آخری حد کو بھی کر اس کر گئے تھے، اس لیے ان کو نارمل ہونے میں تقریباً
پندرہ سے بیس دن لگ گئے۔ بقول بابا جی کے آخری دنوں میں انوار اور تجلیات کی جو بارش ان پر ہوئی یا روحانیت کے جو
اسرار و رموز ان دنوں میں ان پر وارد ہوئے وہ ساری زندگی پر بھاری تھے۔ سرور و مستی، نشہ و سرشاری کی جو کیفیتیں ان
لوگوں بابا جی کے حصے میں آئیں ان کے اثرات ساری زندگی بابا جی انجوائے کرتے رہے۔

جب میں بابا جی کے پرانے مریدوں سے ملا تو یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ بیشتر بزرگ روحانی ترقی اور بالیدگی
ایمانات اٹھانے کے لیے ایسے وظیفے یا چلے عرصہ دراز سے کرتے آرہے ہیں۔ جو کی روٹی یا ایک پیالہ دلیہ کے ساتھ یہ

میرا چپ لینا یہ دیکھ رہا تھا کہ میرا ایک اور کم ہمرے سانسے موجود ہے۔ اس سانسے سے جس کی جگہ
 میں سوچ رہا تھا کہ یہ خواب ہے یا حقیقت، میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں، لہذا میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تو
 میرے علاوہ جو بھی کمرے میں تھا ایک دم غائب ہو گیا۔ میں کتنی دیر یہ سوچتا رہا کہ یہ خواب تھا کہ حقیقت۔ جب مجھے کچھ
 اگلا آتا تو میں اٹھا اور دھوکہ کر کے نوافل پڑھنا شروع کر دیے۔ آج میں جب یہ لکھ رہا ہوں تو سوچتا ہوں کہ شاید وہ میرا
 کم اٹھا کیونکہ مجھے بھی کوئی ساک اڑکا اور مرا تپنے کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو ہم آزاد خودی سامنے آ جاتا ہے۔
 وہ رات بہت اٹھکی تھی۔ اس رات مجھے لگا کہ شاید میرا دوجا پاش پاش ہو کر ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گا۔
 کم اٹھم معدوم ہونا چاہتا تھا اور ایک نئے وجود کے ہونے کا خودار ہونے کا احساس بوجھ رہا تھا۔ میں ٹکھٹوں مراقبہ کرتا۔ جب
 میں بہت گہرائی میں اترتا تو اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ عالم فیب کے دروازے کھلنے لگے ہیں۔ دوران مراقبہ اور نیند میں کانوں
 میں گرجاں شروع ہو جاتیں۔ کبھی یہ سرگوشیاں راتوں اور کبھی غیر راتوں ہوتی تھیں۔ کبھی بہت واضح اور کبھی مدھم مدھم آواز میں۔
 اسی دنوں میں اکثر یہ بھی محسوس ہوتا کہ کچھ بے ہوش پائے بیٹھے ہیں یا دھڑا دھڑا محسوس ہے۔ میں اور وہ مجھے سے مخاطب
 ادا ہے جتے ہیں۔ کیونکہ میں بہت ناواں اور کمزور ہو چکا تھا اس لیے شدید خوف میں گر جاتا۔ ایک دن تو مجھے محسوس ہوا کہ

وہ وجود دریا و ماضیہ سے بے خبر ہو کر نیم بے ہوشی یا کمزوری کے عالم میں گر جاتا اور کئی کئی گھنٹے اسی حالت میں ہی گزارتا
 ایک بات کی مجھے آج تک نہیں آئی کہ اکثر میرے ہونٹ شہد یا کسی چم کے ذائقے سے میٹھے ہو جاتے۔ بعض اوقات
 لذت اور ذائقے آپس میں چپک جاتے اور مجھے لگتا میں شہد یا چم کو اصل میں کھایا ہے۔ خوابوں میں ٹیک بڑھ کر
 بار بار زیارت ہو رہی تھی۔ میں اکثر مراقبہ میں جب اسم ذات یعنی دل پر سہرا اللہ کا تصور کرتا تو اکثر یوں محسوس ہوتا کہ
 روشنی کا دو سیلاب دل میں آن ہو گیا ہے جس کی تیز روشنی سے دل و دماغ اور پورا جسم بک بک کر مرنے لگتا۔ کبھی
 کبھی بالیاں پہلو چٹک کا شکار ہو جاتا اور جسم سے کبھی کبھی ہلکے کا احساس ہوتا۔ پتے نہیں یہ کوئی دنیائے نادیدہ تھی جو مجھے
 اپنے سر میں بٹھ رہی تھی۔ میں ایک ایسے عالم فراوانی میں تھا کہ لفظوں میں بیان کرنا مشکل۔ میرے جسم کی بہت ساری
 سہائیں ختم ہو چکی تھیں۔ اکثر میرے جسم سے خوشبوئیں نکلنے کا احساس ہوتا۔ پورا کرہ اور میرا جسم محسوس خوشبوؤں سے
 مہک جاتا۔ ایک دن ایسی مدہوشی پڑی کہ میں ہو گیا یا نیم بے ہوش ہو گیا۔ اب میرا دوست آیا کیونکہ میں سو رہا تھا، ادا
 دریا بیان ہے طے تھا کہ میں مقررہ وقت پڑا رنگ روم کی کمزوری کے پاس آؤں گا اور وہ مجھے دیکھ کر چلا جائے گا۔ اگر میں

میرا ٹھوس وجود تحلیل ہونا شروع ہو گیا ہے اور شاید آج غائب ہو جائے گا۔ دوران مراقبہ مجھے گہری کھائی میں یاد ہو گئی تھی
 جا رہا ہوں۔ اچانک یہ کیفیت ختم ہو جاتی اور میں بے سدھ ہو کر گر پڑتا اور اسی نیم خوابیدگی کے عالم میں کتنی دیر جا رہا
 مدہوشی اتنی ہوتی کہ مجھے لگتا میرا جسم اکڑ گیا ہے یا فالج کا شکار ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ سکتہ اتنا شدید ہوتا کہ میں ایک
 بن جاتا اور پھر اتنی آنکھوں سے بے حس و حرکت پڑا رہتا اور پھر میری توانائی بحال ہونا شروع ہو جاتی تو میں نارمل ہو جاتا
 ان آخری دنوں میں اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ میرے مادی جسم کے احساسات ختم ہوتے جا رہے ہیں اور میرا
 روشنی یا نور میں ڈھلتا جا رہا ہے یا یہ Feel ہوتا کہ میں خالی وجود سے نوری وجود میں ڈھل رہا ہوں بلکہ ایک ہارٹ
 مراقبہ یا استغراق میں اچانک مجھے لگا کہ میرا مادی وجود غائب ہو گیا۔ میں نے فوری مراقبہ بند کر کے آنکھیں کھول دیں
 لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد بھی میرا مادی جسم نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں بار بار دیکھنے اور محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا
 میرا مادی وجود بدستور غائب تھا۔ نہ چھونے کا احساس اور نہ ہی وزن کا احساس ہو رہا تھا۔ اب کیا کروں میرا مادی وجود
 گیا۔ میں کیا کروں وہ کدھر ہے۔ میں نے جھٹکے سے کھڑا ہونے کی کوشش کی تو اچانک میں نے خود کو اپنے مادی وجود میں
 پتہ نہیں یہ خواب تھا کہ حقیقت تھی۔ اکثر مجھے اپنے مادی جسم کے ارد گرد روشنی کا ہالہ نظر آتا۔ ایک بار مراقبہ کرتے ہوئے
 گہرا استغراق طاری ہو گیا۔ میں اس استغراقی حالت میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ خود فراموشی کی اس انتہا پر پہنچ گیا کہ مجھے
 سانس رک گیا ہے۔ کیونکہ میں عرصہ سے جس دم بھی کر رہا تھا اس لیے سانس روکنے کے بعد مجھے پتہ تھا کہ کس طرح
 خوش لینا ہے لیکن میرے ایک ایسی فاقی کیفیت اور کامل استغراق طاری تھا کہ مجھے سانس کی آمد و رفت بھی
 نہیں ہو رہی تھی۔ اور پھر یہ حالت ختم ہو گئی اور مجھے سانس کی آمد و رفت محسوس ہونے لگی۔ اُن آخری دنوں میں بعض اوقات
 اداسی ختم ہو جاتی اور ایسی سرشاری اور نشہ نصیب ہو جاتا کہ دنیا کے تمام دکھ اور پریشانیاں بھول جاتا۔ میں اُس سرشاری میں
 ایسا کھوتا کہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا۔ اکثر مجھے باطنی نظر کے کھلنے کا احساس ہوتا۔ مجھے لگتا میرے ظاہری اور باطنی
 ایک ہو رہے ہیں، پتہ نہیں عجیب احساسات تھے۔ کیونکہ میں یہ اپنی زندگی کا مشکل ترین وظیفہ یا چلہ کر رہا تھا اور اس
 دوران جو مشاہدات، کیفیات، روحانی اور جسمانی طور پر میں محسوس کر رہا تھا وہ میرے لیے بالکل نئی تھیں، کیونکہ
 ریاضت اور عبادت کے بعد بھی میں اُس موڈ یا مقام پر تھا کہ میرے سامنے واضح راستہ یا لائحہ عمل نہیں تھا۔ کیونکہ اب
 زندگی اور موت کے درمیان کھڑا تھا اور مجھ سے فیصلہ نہیں ہو رہا تھا اس لیے آخر کار پروردگار کو میرے اوپر ترس اور ہمت
 طرح پیا آ گیا کہ مجھے میرے مرشد کے درشن کرا دیئے جائیں یا اب میرا جسم اس قابل ہو گیا تھا لہذا وظیفہ پورا ہونے

خوش لینا ہے لیکن میرے ایک ایسی فاقی کیفیت اور کامل استغراق طاری تھا کہ مجھے سانس کی آمد و رفت بھی

نہیں ہو رہی تھی۔ اور پھر یہ حالت ختم ہو گئی اور مجھے سانس کی آمد و رفت محسوس ہونے لگی۔ اُن آخری دنوں میں بعض اوقات
 اداسی ختم ہو جاتی اور ایسی سرشاری اور نشہ نصیب ہو جاتا کہ دنیا کے تمام دکھ اور پریشانیاں بھول جاتا۔ میں اُس سرشاری میں
 ایسا کھوتا کہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا۔ اکثر مجھے باطنی نظر کے کھلنے کا احساس ہوتا۔ مجھے لگتا میرے ظاہری اور باطنی
 ایک ہو رہے ہیں، پتہ نہیں عجیب احساسات تھے۔ کیونکہ میں یہ اپنی زندگی کا مشکل ترین وظیفہ یا چلہ کر رہا تھا اور اس
 دوران جو مشاہدات، کیفیات، روحانی اور جسمانی طور پر میں محسوس کر رہا تھا وہ میرے لیے بالکل نئی تھیں، کیونکہ
 ریاضت اور عبادت کے بعد بھی میں اُس موڈ یا مقام پر تھا کہ میرے سامنے واضح راستہ یا لائحہ عمل نہیں تھا۔ کیونکہ اب
 زندگی اور موت کے درمیان کھڑا تھا اور مجھ سے فیصلہ نہیں ہو رہا تھا اس لیے آخر کار پروردگار کو میرے اوپر ترس اور ہمت
 طرح پیا آ گیا کہ مجھے میرے مرشد کے درشن کرا دیئے جائیں یا اب میرا جسم اس قابل ہو گیا تھا لہذا وظیفہ پورا ہونے

حضرت بری امام سرکار کے روحانی فیضان کا آغاز

اس روحانی سفر میں مرشد کی تلاش میں کئی مزارات پر جا چکا تھا، بے شمار نام نہاد پیروں بزرگوں سے مل چکا تھا۔

301

احادیث

میں نے محسوس کیا کہ اتنا قریب ہونے کے باوجود میں بری امام شہنشاہ سرکار کے مزار پر کبھی بھی نہیں گیا تھا اور نہ ہی کبھی سرکار کا مکان تھا۔ میرے ساتھ اتنا کچھ ہو چکا تھا اور ہو رہا تھا۔ میں ابھی بھی حیرت اور تجسس میں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مرشد کی کئی باتوں سے احساس دلاتی کہ کاش میرے مرشد ہوتے۔

میں جن سے راہنمائی لیتا ان سے ہر بات Share کرتا وہ میرے سر پر ہوتے لیکن سرکار تو پہلے دن سے میرے ساتھ تھے، میں سرکار کی سلطنت میں تھا، وہ میرا تماشا اور سفر دیکھ رہے تھے، بس وقت کا انتظار تھا۔ اب وہ وقت آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ اب مرشد سے رابطہ ضروری ہے۔

میں استغراق، خواب یا مراقباتی حالت کے عروج پر تھا۔ میرے جسم کی تمام کٹافٹیں تحلیل ہو چکی تھیں۔ میری موت ایک کچے دھاگے سے بندھی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میں اس فانی دنیا سے دوسری دنیا یا موت کی وادی میں جا رہا ہوں اور مادی اور ٹھوس جسم میرا ساتھ چھوڑ چکا ہے یا میں کثافت کے بجائے لطافت میں ڈھل گیا ہوں۔

پچھلے کئی دن سے میں نے دودھ اور رس یا دلیہ کے علاوہ کچھ نہیں لیا تھا۔ میں روحانی لطافت کے اُس مقام پر تھا جہاں ہر قسم کی ضرورت اور بھوک سے نجات پا چکا تھا۔ پچھلے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے ترک حیوانات اور طویل مراقبہ میرے لیے میرے اندر روشنی کے کئی سمندر بھر دیئے تھے۔ آج جب میں اُس کمزوری اور نقاہت کے بارے میں سوچتا ہوں

کہ شاید بار بار میرے ذہن میں آتا ہے کہ فطرت اپنی مرضی سے میرے ساتھ یہ سب کچھ کر رہی تھی۔ ورنہ اتنا جنوں نہ ہوتا۔ کبھی بھی میرے اندر پیدا نہ ہوتی کیونکہ اُس عظیم دن صبح سے ہی میرے اوپر بغیر سانس کے مشقوں یا مراقبہ کے طوفان طاری تھا۔ استغراق اور مدہوشی کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ میری آنکھیں بوجھل تھیں۔ اس نشے، سرور اور استغراق کی

ساتھ بار بار میری پلکیں بند ہو جاتیں اور میں بہت زور لگا کر اُس حالت سے نکلتا۔ شاید میرے حواس اور شعور بکھر چکا تھا۔ میرے اپنے جسم اور دماغ پر کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ میرے ظاہری حواس پر میرے باطنی حواس غالب آ چکے تھے۔ میرے جسم اور لاشعور کی مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ نفس تو کئی دن کا مغلوب تھا یا نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہے بھی کہ

نہیں۔ آج صبح سے میں نے کچھ بھی نہیں کھا یا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرا معدہ اپنا کام کرنا بھول گیا ہے یا جسم ٹھوس غذا کا ابھار نہیں رہا۔ میں بے وزن تھا۔ کشش ثقل ختم ہو چکی تھی اور مجھے لگ رہا تھا کہ آج کچھ ہونے والا ہے۔ زندگی یا موت۔ موت یا اس اور تلاش ختم ہونے والی ہے۔ میں اپنی زندگی کے سب سے کٹھن اور نازک موڑ پر تھا۔ یہ میری زندگی کی عظیم ترین

میں سے ایک تھی کیونکہ بار بار میرے اوپر استغراق اور مدہوشی طاری ہو رہی تھی اور اب رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ میں نے اپنا وظیفہ پورا کر لیا تھا لہذا اب سانس کی مشقتوں کے بعد جب میں نے مراقبہ شروع کیا تو جلد ہی کیفیت بننا شروع ہو گئی محسوس ہوا کہ وزن نہیں ہے، میں اپنے اندر اتنا جا رہا تھا جیسے کسی غار میں انتہائی گہرائی میں گرنا جا رہا تھا، شاید میں گہرا جا رہا تھا، ذہن معدوم ہو رہا تھا، کیفیت سرور انگیز بھی تھی، عجیب حالت تھی، بیدار بھی، خوابیدہ بھی، ہرور بھی، اذیت بھی، دل گس بھی، سکون بھی تھا اور بے سکون بھی لگ رہا تھا۔ آج کچھ ہونے والا ہے۔ کبھی گھبراہٹ ہوتی کہ سب کچھ چھوڑ کر گھر سے بھاگ جاؤں، کبھی دل کرتا اپنے اندر اتر جاؤں، آگے کیا ہے؟ سینہ پر دباؤ تھا مجھے لگا میرا دم گھٹ رہا ہے، پھر

ایسے لگ رہا تھا کہ کوئی توانائی مجھ پر قابض ہو رہی ہے یا کوئی توانائی باطن سے ابھر رہی ہے جیسے کسی توانائی کے پاس ہوں۔ ایک لمحے احساس ہوا کہ طرف دودھ یا روشنی پھیل گئی ہے۔ میں نے ذکر کرنا نہیں کھول دیں۔ میں نے یہ سوچا کہ چکا تھا پورے کرے میں روشنی پھیل گئی تھی بلکہ مجھے لگا جیسے میں پورے کرے میں پھیل گیا ہوں۔ حیرت اس وقت ہوئی جب مجھے لگا میرے جسم سے روشنی کا ایک اور جسم نکل کر سامنے کھڑا ہے۔ جس نے عالم طاری تھا۔ میرا وہ جسم کمرے میں ادھر ادھر جا رہا تھا۔ میں کھلی آنکھوں نے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا میں ادھر سے ادھر کرتا تھا اب سارا کمرہ روشنی اور نور سے بھرا ہوا تھا۔ میں مراقباتی کیفیت میں بیٹھا بھی تھا اور باہر بھی کھڑا تھا میں اس کے باہر کھڑا تھا اور ادھر ادھر جا رہا تھا۔ اچانک میں کمرے سے باہر آ گیا، میں نے اڑنا چاہا تو اڑنا شروع کر دیا، میں کھڑا آ گیا، ادھر ادھر میرا روشنی کا جسم میری مرضی سے پرواز کر رہا تھا، میں زمین پر بھی تھا اور فضا میں بھی، میں اپنی مرضی سے ادھر جا رہا تھا۔ حیرت، تجسس اور ایک عجیب سا خوف اپنے عروج پر تھا، پھر میں اپنے جسم میں داخل آ گیا۔ روشنی اور نور میں بھرا ہوا تھا، میں شدید حیرت میں تھا۔ اچانک مجھے کچھ پروہ عجیب سے کوئی بہت ہی ذرا نی، بزرگ نمودار ہوئے جس نے ان کے خادم بھی ساتھ تھے۔ میں حیرت اور تجسس کی انتہا پر یہ سب دیکھ رہا تھا مجھے لگا کوئی جن موکل وغیرہ آئے ہیں۔ اس نے کہا پوچھا کہ آپ کون ہیں تو خادم نے بتایا شہنشاہ کو ہر ساری امام سرکار ہیں۔ میں حیرت اور خوف میں تھا میں یقین نہ کیا۔ لیکن میں نے اب سے شہنشاہ کو ہر سارا کو سلام کیا۔ **خیر ان شبانہ و ان پسران** کے چہرے پر یہ تھا، آپ کے چہرے پر

چاندنی چھایا اور ملکوتی مسکراہٹ تھی۔ آپ نے یاد پھر لی نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ سرکار کے چہرے پر یہ نور تھا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی بہت بڑی روحانی ہستی ہیں۔ کیونکہ میں بہت کمزور ہو چکا تھا اتنا کہ قہمت سے کھڑے نہیں سکتا تھا۔ میں بے جان بت بنا کر کھڑے ہو رہا تھا۔ سرکار کا ہی دیر دیکھتے رہے۔ سرکار کی نظروں میں وجدانی حرکت اور میں ان کے نظریہ اور روح پر مدد بھی کچھ کیا تھا بلکہ دنیا میں رہنے کے لیے خبر ہو چکا تھا۔ میں اپنے جسم اور روح سے بھی بے خبر ہو چکا تھا۔ میں محروم نظروں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ مجھے لگا کہ آپ مجھے اشارے سے اپنے پاس بلا رہے ہیں لیکن میرے وجود میں تو اتنی جان اور ہمت نہیں تھی کہ میں اس شخص سرکار سے پھر اپنے پاس آئے گا اشارہ دیا تو مجھے لگا اچانک میرے جسم میں توانائی آگئی ہے اور میں اسے لے کر آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں اڑ کھڑا ہونے قدموں سے سرکار کی طرف بڑھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میں نہیں جا رہا بلکہ کوئی قوت یا سارا روحانی تصرف ہے جس کی وجہ سے آپ کی طرف گیا ہوں۔ میں جیسے ہی قریب پہنچا سرکار نے مجھے بکڑا اور اپنے ساتھ قریب کر لیا۔ میں مدہوشی کی انتہا پر تھا۔ سرکار نے میرا کرتا تھا کہ میرا سینہ دکھا کر دیا اور پھر اپنا کرتا مبارک اٹھا کر اپنا سینہ دکھا کر فرمایا اور مجھے بکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا لوچے اپنا لنگر لے لو۔ تمہارا فیض اور حمد میرے پاس تھا آج ہی میرے حصہ لے لو۔ میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ مجھے لگا کہ لاتعداد انوار معرفت اور معرفت اور روشنائی آپ کے نورانی سینہ مبارک سے میرے سینہ میں آ رہی ہیں۔ انوارات اور نور کی بارش اتنی تیز تھی کہ مجھے لگا میرا سینہ اس نور اور انوارات کو برداشت نہیں کر پائے گا پھر اس وقت جانے لگا۔ میرے اوپر چند سرور، مسی، چھا چکی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرا سینہ اور جسم نور میں داخل ہو گیا

روشنی ختم ہو گئی اور میں بھی واپس اپنے ہوش میں آ گیا۔ پتہ نہیں یہ خواب تھا یا حقیقت؟ ساری رات حیرت اور حیرت میں گزر گئی۔ منہ ہوتے ہی سرکار امام برائی کے دربار پر پہنچا۔ دور سے ہی دیکھ کر حیرت ہوئی کیونکہ یہ وہی دربار تھا جو کچھ دیکھا دیا تھا۔ میری صدیوں کی تلاش اور صراحت کی پیاس کو تر آ گیا۔ مجھے میرا مشعل گیا میں امر ہو گیا۔ میں رات تک بٹھرا ہوا تھا اب ہو گیا ایسا نورانی بارش برسی کہ سب کچھ لگ گیا۔ سرکار امام برائی کے دربار پر جا کر میں یقین کی اور لگا گیا۔ پھر سرکار امام برائی نے مجھے لگا دیکھا کہ ایسا لگے کہ لگا یا کہ سمندر پلا دیا۔ میری ساری حسرتیں اور تلاش ختم ہو گئی۔

اس کے بعد میں مختلف درباروں پر حاضری دیتا رہا اور صاحب مزار سے گفتگو اور ملاقات بھی یہ سب کی اور لگا لگا میں اچکا تھا۔ سرکار بری سرکار کی راہنمائی میں ایک سے سزا کا آغاز ہوا۔ سرکار نے سلوک کی بہت سی منزلیں طے کرائیں۔ اور صریح میں جہوم پڑھتا تھا سنکھوں سے جہروں میں لوگ آتے اور میں بغیر حاضری کی مالوں تک خدمت کرتا جب درباروں میں چلا گیا تو رہتا بھی مشکل ہو گیا۔ پھر 10 سال پہلے مجھے لاہور آنے کا حکم ملا تو لاہور آ گیا اور براہِ خواجہ غریب نواز سلطان الہند خواجہ حسین الدین چشتی عطائے رسول تائب رسول کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ پھر سلطان الہند نے کچھ سال پہلے، امیر بلا یاد مجھے بھر دیا۔

میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا یہ میرے رب کی مرضی تھی اس کا کرم تھا، جو ہے اور ہے گا۔ بے غلطی تعالیٰ

روحانی مسافر متوجہ ہوں

پچھلے صفحات میں میں نے اختصار کے ساتھ اپنا روحانی سفر نامہ بیان کیا ہے۔ تفصیل یقیناً سے لے کر آج تک کے روحانی واقعات، مختلف بزرگوں سے ملاقاتیں، حشرات پر حاضری، مختلف بزرگوں سے رابطے یا کشف یا تصور یا صاحب مزار سے روحانی رابطہ اور روحانی فیض یہ تمام چیزیں میں اپنی کسی اور کتاب میں تفصیل بیان کروں گا جس میں تفصیل کے ساتھ پاکستان کے مختلف بزرگوں سے رابطے، ملاقاتیں، وظائف اور فیض کے علاوہ ہندوستان، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کے درویشوں سے ملاقاتیں ظاہر، غائب اور مدہدیکہ کے بزرگوں سے ملاقاتیں سب کچھ انشاء اللہ بیان

کروں گا جبکہ میرے روحانی معاملات و ذکر و اذکار، روحانی وظائف، برہائیں سے میرے مجربات جو میرے دربار میں معمول ہیں، قرآن پاک کی سورتوں اور اہل اللہ کے ناموں کے خواص پر مشتمل کتاب "سرمایہ درویش" میں بیان کیا گیا ہے تاکہ عالمین اور روحانی مسافروں سے بھی استفادہ حاصل کر سکیں۔

اس کے علاوہ کیونکہ روحانیت میں مراقبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لہذا مراقبہ کیسے کیا جائے؟ تا کہ روحانی حجابات اٹھ جائیں اور باطنی عبادت ہو جائے سانس کی مشقیں، ہم دم اور دوسری تمام ضروری معلومات کو اپنی کتاب بعنوان "مراقبہ" میں تفصیل درج کروں گا۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا اہلیہ چادہ، نظریہ، جنات اور شیطانی قوتوں کے پیدا کردہ مسائل ہیں اور طاری مسائل کے حل پر برہائیں سے میرے دربار میں روحانی وظائف اور تفصیل حقیقت اور علاج آسان فہم خاکہ اور روحانی جنات حقیقت اور علاج میں تفصیل بیان کیا جائے گا۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ تصوف اور روحانیت پر باقی بہت ساری کتب بھی لکھنے کا ارادہ ہے تاکہ روحانی مسافروں کی مشکلات کو آسان کیا جاسکے۔

آخر میں چند باتوں کی وضاحت کرتا ہوں۔

میں ایک گناہ کار اور عاجز بندہ ہوں میرا رب ہی سب کچھ ہے پھر میرے رب کا خاص کرم ہے وہی **خوش بختیوں سے رفقا از شاہ وچ مانچسر حصہ دوم** لاچار انسان کی لاج دیکھتا جا رہا ہے۔

میں نے روحانی سفر نامہ مشاہدات اور کیفیات اس لیے بیان کی ہیں کہ روحانی مسافر ترفیب حاصل کر کے بہت نہ باریں آخر اللہ کی ذات منزل دے دیتی ہے۔ نہ میں عالم دین ہوں نہ ہی ادیب، اس لیے آپ سے التجاس ہو کہ الفاظ کی نشان دہی کر دی جائے تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جاسکے۔

نوٹ: محترم قارئین پچھلے صفحات میں میرا تلاش حق کا سفر آپ نے پڑھا اب کتاب کے دوسرے حصے میں مختلف روحانی محافل میں میرے ہونے والے روحانی پیکیجز ہیں جن میں روحانیت، تصوف، شریعت، طریقت، مہکتا سلوک و معرفت، مرشد مرید کے تعلقات کی باریکیاں، روحانیت کے تمام اسرار و رموز آسان زبان میں بیان کیے گئے ہیں تاکہ متلاشیان حق اور روحانیت کے طالب علم ان سے اپنی پیاس بجھاسکیں۔ جو روحانی طالب علم آئے والے صلاحات میں بیان کیے گئے اسرار و رموز پر عمل پیرا ہوں گے وہ یقیناً اپنی منزل کو پہنچیں گے، انشاء اللہ۔

♦♦♦♦♦

روحانیت کیا ہے؟

علم روحانیت وہ علم ہے جو انسان کے اندر کی دنیا یا دوسرے لفظوں میں ”من کی دنیا“ کو دریافت کرنے کے لیے اور ضابطوں پر بات کرتا ہے۔ انسان اپنے من کی دنیا کو پاتا ہی وقت ہے جب اس کی روح بیدار ہو جائے، اسی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاجدار ولایت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اشراف فرماتے ہیں:

أَفْرِغْ نَعْمَ الْكَفَّ جَوْمَ صَغِيرٍ وَفِيهِ أَنْطَوَى الْعَالَمُ الْكَبِيرُ

خوش جیوے سر فر از شاہ و بیچ و بیخ و بستر
ہاں آ باد کیا ہوئے۔

جب انسان کی روح بیدار ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنے اندر کی کائنات کی دستوں سے آشنا ہو جاتا ہے بلکہ اپنے انسان کے سامنے خارجی کائنات کی حقیقتیں کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کائنات کی ماورائی حقائق اترتے ہیں اس کے صبر کا ب اور صبر اہوتی ہیں اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

اپنے ہی من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

اس علم کو عربی میں علم الاشراف، لاطینی میں میکسیم اور یورپ میں سپرینٹنڈنٹ ازم کہتے ہیں، علم روحانیت تمام ادب میں کسی مذہبی رنگ میں پایا جاتا ہے۔ ہندو، بدھ، عیسائی، یہودی، جن کی کے لاندہ ب بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے اور اورائی قوتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ایسے ہزاروں واقعات پھیلے ہوئے ہیں کہ غیر مذہب کے لوگوں نے بھی علم روحانیت کے ضابطوں اور اصولوں پر عمل کر کے فیہر مری قوتوں کو تسخیر کرنے کے عملی کارناموں کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح کے واقعات کو شہرہ آفاق مصنف ڈاکٹر قلام جیلانی برقی صاحب مرحوم نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ہم ان کا انٹرویو شیل کچھ کو بیان کر رہے ہیں۔

ایک شخص نے لندن میں اعلان کیا کہ وہ لوہا پگھلانے والی بمبئی میں داخل ہو سکتا ہے۔ مدعی حجت کا نام مسلم تھا۔ اس نے مظاہرہ کیا۔ بمبئی روشن ہوئی۔ جب درجہ حرارت 500 ڈگری سنٹی گریڈ تک پہنچا تو وہ شخص بغیر کپڑے اتارے اہل میں داخل ہو گیا تقریباً آدھ گھنٹہ بمبئی میں رہا اس کے کپڑوں کا ایک تار بھی نہ چلا جبکہ بکرے کی ایک ٹانگ اسی اثنا میں

جب بمبئی میں ڈالی گئی تو فوراً ہی وہ گولہ بن گئی۔ اب یہ وہ طاقت ہے جس کو گھسنے سے عقل اپنی تمام تر جوالہاں کے باہر عاجز ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے یورپی ممالک کے مختلف شہروں میں چار افراد سے ملاقات کی اور وقت ایک ایک لمحہ کو جڑی میں، ایک کو برطانیہ میں، ایک کو سوئٹزر لینڈ اور ایک کو چین میں ملا۔ سبھی کا وقت ملاقات ایک ہی تھا۔ ایک گھنٹہ وقت چار مقامات پر کیسے ملاقات کر سکتا ہے؟ اس پر خود یورپی سائنسدان بھی حیران ہیں۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت زکریا صاحبؑ جو کہ خلع یہ کے ایک بہت بڑے مرد درویش گزرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کے زمانے میں ایک ہندو ”کنول نین“ تھا جو تحصیل کا ایک مجسٹریٹ تھا۔ یہ کنول نین رائے بہادر ٹوک چند ڈی سی کا بیٹا تھا۔ یہ شہر میں اس کی ایک کوٹھی بھی تھی جواب گزرتے ہوئے کنول نین میں تھپ تھپ کر دی گئی ہے۔ وہ یہاں کا رہنے والا تھا اسے فی بی ہو گئی۔ ڈاکٹر نے مشورہ کیا کہ صحت افزا پہاڑی مقام پر چلے جاؤ جہاں ہوا کا دباؤ کم ہو۔ وہ فوراً کاٹورہ تحصیل تھو چلا گیا جو مری بلز کے ایک جگہ ہے وہاں اس نے سرکاری ریست ہاؤس میں قیام رکھا۔ گریوں کی وجہ سے اس وقت کا گورنر جناب ڈاکٹر دہ بھی وہاں قیام پزیر تھا۔

دو بھی وہاں قیام پزیر تھا۔

حضرت خواجہ محمد امجد علی شاہ فرمودہ تفکیر میں کہ مسلمان راجپوتوں کے افسردہ چہرے شاداب ہو گئے تھے۔ ہاتھوں کی گرم شدہ مسکراہٹ آتی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انہوں نے پرتھوی راج چوہان کی طاقتور دلوں سے اپنی شکست کا انعام لے لیا ہو۔

پورے اجیر میں ہنگامہ برپا تھا جس نے بھی "اناساگر" کے خشک ہونے کی خبری حیران کر دیا۔ کوئی بھی اس غیر معمولی واقعہ پر یقین کرنے کیلئے آمادہ نہیں تھا لیکن جب شہر کے باشندے تالاب کے کنارے جمع ہوئے تو انہیں اس خبر پر اظہار کرنا پڑا کہ صدیوں پرانا ذخیرہ آب ختم ہو چکا ہے۔ جن سپاہیوں نے اپنی آنکھوں سے "اناساگر" کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے کوزے میں سے دیکھا تھا وہ وحشت زدہ سے پرتھوی راج کے سامنے کھڑے تھے اور گریہ و زاری کے اعزاز میں اپنے عکراں سے کہہ رہے تھے۔

"ہمارا راج! ہمیشہ زندہ ہیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے، لیکن اس کوتاہی میں ہمارے ارادوں کو کوئی دخل نہیں تھا، وہ سادھو جتنا بڑا جادوگر ہے کہ ہماری شمشیریں تک بے نیام نہ ہو سکیں۔ ہمارے ہوش و حواس، دست و پاؤں، جوش و خروش، عزم و شجاعت سب اس کے طلسم کے زیر اثر تھے۔ ہم اپنی جنگ سے جنتش تک نہ کر سکے۔ اے راجپوتوں کے عظیم سردار! ہمیں معاف کر دیجئے کہ ہم بے قصور ہیں۔" راجپوت سپاہیوں کی آواز خوف و دہشت سے لرز رہی تھی۔

خود پرتھوی راج بھی یہ اطلاع پا کر سرسبز ہو گیا تھا مگر وہ ان سپاہیوں کی موجودگی میں اپنی گھرو پریشانی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اناساگر پر متعین فوجیوں کو سخت ست کہہ کر دربار سے رخصت کر دیا اور دوسرے ہی لمحے اپنے چند رازدار مشیروں کو لے کر غلطی میں چلا گیا۔ پرتھوی راج ایک مسلمان فقیر کے بڑے بیٹے ہوئے

اتمام جنت کے طور پر آپ کے خادم نے راجپوت سپاہیوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی، مگر وہ طاقتور اکثریت کے نشے سے سرشار تھے اس لئے انسانیت اور تہذیب کی زبان سے نکلنے والی کوئی لفظ بھی ان کے دماغ میں انداز نہیں ہو رہا تھا۔ خادم مجبوراً واپس چلا گیا اور اپنے پیرو مشد سے تمام واقعہ بیان کیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے خادم کی گفتگو کو غور سے سنا اور کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ مسلمانوں کی یہ مختصری جماعت اپنے شیخ کی خاموشی پر دم بخود تھی، انہیں بھی اس بات سے شدید اذیت پہنچی تھی کہ پرتھوی راج کی حرکتوں پر اتر آیا تھا اور جس کے نتیجے میں ان کے پیرو مشد و صوفی کے پانی سے بھی محروم ہو گئے تھے۔ راجپوت مسلمان اپنی نااطاقی اور بے وسامانی پر بیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

حضرت خواجہ نے اپنے عقیدت مندوں کو کمر کی تلقین فرمائی، پھر اسی خادم کو جو کچھ دیر پہلے پانی پہلے گا وہ اپنے استعمال کا برتن دیتے ہوئے کہا کہ یہ برتن لے کر پانی لینے جاؤ۔

خادم حکم پاتے ہی دوبارہ "اناساگر" کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب راجپوت سپاہیوں نے اسے اپنی جاہ آگے بڑھنے دیکھا تو وحشیوں کی مانند قہقہے لگاتے گئے۔ خادم نے قریب پہنچ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے احوال دہرا دیئے۔ خادم کا لہجہ ایک درخواست گزار کا لہجہ تھا اس لئے راجپوت کچھ دیر تک مسلمان کی بے چارگی اور اپنی برتری کے احساس سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ پھر ایک سپاہی نے بڑی عقارت سے کہا۔

"جا! آج تو تجھے ہم نے پانی کے چند قطرے بخش دیئے، مگر کل اور ہر کارخ نہ کرنا۔"

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا خادم بڑے سکون سے تالاب کے کنارے پہنچا اور اس نے اپنے پیرو مشد کے استعمال کا برتن پانی سے بھر لیا۔ چند گھنٹوں کی بات تھی۔ راجپوت سپاہیوں کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے

اثرات سے خائف تھا۔ اس نے فوری طور پر اس مشکل کا حل تلاش کرنا چاہا لیکن مشیروں نے اسے ہمراہی دیا۔ ان کے خیال میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا مقابلہ صرف ہندوستان کے بڑے جادوگر ہی کر سکتے تھے اور ان سے پیش قدمی کرنی چاہیے تھی تاکہ مسلمان فوج اپنی روحانی طاقت کے سلسلے میں حد سے زیادہ خود اعتمادی کا اظہار کرے۔ پھر عالم بے خبری میں ساروں کے ذریعے اس کا تمام کام کر دیا جائے۔ پرتھوی راج کو اپنے مشیروں کی یہ ہوجہ نہ دیکھ کر اس نے فوری طور پر حضرت خواجہ کی خدمت میں معززین شہر کا ایک وفد روانہ کر دیا۔

اجیر کے چند سربراہ اور وہ افراد نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے سپاہیوں کے گستاخانہ رویہ کو مایگی اور اس کے ساتھ درخواست کی کہ "اناساگر" کی سابقہ حالت بحال کر دی جائے۔ ورنہ بہت سے انسان جانیں گے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا فروع کی اس شرارت سے باخبر تھے مگر آپ نے اسلام کی رواداری اور راجی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ تو حق کے تافرانوں کیلئے ایک لٹکی سی تسمیہ تھی ورنہ ہمارا مذہب تو کسی کے کو بھی بیاس سے تڑپا ہوا دیکھ سکتا؟" یہ کہہ کر آپ نے خادم کو حکم دیا کہ پانی تالاب میں واپس ڈال دیا جائے۔

خادم اپنے پیرو مشد کے حکم کی تعمیل کیلئے "اناساگر" کی طرف روانہ ہوا تو آپ نے راجپوت قوم کے کایاں سے دوبارہ فرمایا۔ "قدرت بار بار سرکشوں کو مہلت نہیں دیتی، انہیں پہلے ہی تہمتیں لگا دیں گی اور ان سے جانے بہت برقی کوچھوڑ کر خدا کے واحد پر ایمان لے آؤ۔"

راجپوتوں کی گردنیں بھی ہوتی تھیں۔ یہ کوئی احساسِ ندامت نہیں تھا اور اصل وہ حضرت خواجہ چشتی سے نظر آتا ہوئے دڑتے تھے کہ کبھی وہ بھی اپنے دوسرے ہم مذہبوں کی طرح مسلمان فقیر کے جادو کا شکار نہ ہو جائیں۔ حضرت خواجہ انہیں فرما کر پورا کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین پر خدا برپا کرنے والوں نے محبت کا یہ پیغام ناہمگیران کی فطرتیں کھجور اور انہوں نے وہ اپنے سینوں میں سازش و انتقام کی آگ روشن کیے ہوئے چلے گئے۔

جب وہ لوگ واپس پر "اناساگر" کے قریب سے گزرے تو پہلے کی طرح پورا تالاب پانی سے بھرا ہوا تھا۔ پرتھوی راج کے ذہن میں گئے اور وہ اسی حالت میں پرتھوی راج کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنے حکمران کو تمام صورتحال آگاہ کیا۔ وہ بارہو تہائی میں مشغور ہوئے گئے۔ بہت غور و فکر کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے مقابلے کے لئے شادی دینے کا انتخاب کیا گیا۔ "شادی دینے کا ایک دروازہ قائم اور توند جادوگر اجیر کے سب سے بڑے مندر کا بھائی تھا۔ اپنے طاقتور جسم اور سحرانہ کمالات کے باعث ایک دیو کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آس پاس کے علاقوں میں شادی دینے کا نام سے مشہور ہو گیا۔ پرتھوی راج نے اس نازک مرحلے پر شادی دینے کو طاب کر کے ہندو مذہب کو درویشی و خطرات کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے جادو کی بے پناہ طاقت کے سہارے دیوتاؤں کی استی کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کر دے۔

شادی دینے نے اپنے مثالی علوم کے ذریعے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا روحانی مقام جاننے کی کوشش کی۔

ترجمہ: میں کس خیال میں الجھا ہوا ہوں اور آسان کیا سوچ رہا ہے۔

شادی دینے کی حالت میں اپنے سحرانہ کمالات کا مظاہرہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں اور منہ سے بھڑکتے ہوئے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ ایک دہشت انگیز منظر تھا اور اس کی دہلائی میں شادی دیو کی گردن ہار ڈالنے میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

مسلمان سن لیں کہ ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے جب تک میں خاموش رہا تم حاکمیت میں رہے۔ مگر آج میں بندے سے جاگ گیا ہوں اور میری یہ بیداری دیوتاؤں کے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالے گی۔ شادی دیو اس قسم کی لاف دلی کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا لیکن ابھی اس نے ٹھوڑا سی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ وہ اچانک رک گیا۔ اس کے منہ اور آنکھوں سے لہلہ والے شعلے نکلے گا کہ کچھ گئے۔ شادی دیو چند گھنٹوں تک حیرت زدہ کھڑا رہا۔ پھر اس نے پیچھے ہٹنے کے لئے کوشش کی مگر اس کی جسم کو جنتش تک نہ دے سکا۔ دوسری بار فوج چاہتا تو زبان بھی ساکن ہو گئی۔ شادی دیو کے معاون جادوگر

کے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ایسے گرو کی اس خاموشی کو کسی بھی حکمت عملی سے تعبیر کر رہے تھے اور خود زور زور سے ان مغزوں کو پڑھ رہے تھے کہ ان کی ایک طویل عمر سے محنت کرائی گئی تھی۔

اس دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ جب مریدوں نے شادی دیو کے کاتھیں کے سلسلے کی اطلاع دی تو آپ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ کچھ فاصلے پر شادی دیو سا کھڑا تھا۔ حضرت خواجہ نے اسے ایک نگاہِ حلال سے دیکھا۔

شادی دیو کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ بلند آواز میں "رحم رحم" پکارنے لگا۔ صدیوں سے "دام" کرنے والی بت پرست جماعت کا ایک پاکل بھول جاتی آئی زبان بھول گیا تھا اور ایک ایسے گلے کا بار بار دہرا رہا تھا جس سے کچھ دیر پہلے تک اس کے ہونٹ نا آشنا تھے۔

جب شادی دیو کے شاگردوں نے اسے استاد کا حال دیکھا تو غصے سے دھماکہ مچا دیا۔

ایسے گرو کی اس خاموشی کو کسی بھی حکمت عملی سے تعبیر کر رہے تھے اور خود زور زور سے ان مغزوں کو پڑھ رہے تھے کہ ان کی ایک طویل عمر سے محنت کرائی گئی تھی۔

اس دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ جب مریدوں نے شادی دیو کے کاتھیں کے سلسلے کی اطلاع دی تو آپ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ کچھ فاصلے پر شادی دیو سا کھڑا تھا۔ حضرت خواجہ نے اسے ایک نگاہِ حلال سے دیکھا۔

شادی دیو کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ بلند آواز میں "رحم رحم" پکارنے لگا۔ صدیوں سے "دام" کرنے والی بت پرست جماعت کا ایک پاکل بھول جاتی آئی زبان بھول گیا تھا اور ایک ایسے گلے کا بار بار دہرا رہا تھا جس سے کچھ دیر پہلے تک اس کے ہونٹ نا آشنا تھے۔

جب شادی دیو کے شاگردوں نے اسے استاد کا حال دیکھا تو غصے سے دھماکہ مچا دیا۔

اگر عیادت

چنا ہے۔ اب یہاں پریشان نہ ہو۔ آپ نے ہم دوست متوالی اور سلطان کے فرمان کو زمین پر رکھ کر اس کی تعمیل کی ہے۔
 مختصر الفاظ تحریر کیے۔ ”ہنوز دلی در راست“
 یعنی ابھی دلی دور ہے اس وقت سلطان جنگی ہم پر روانہ ہو چکا تھا۔ جب شاہی قاصد سلطان کے حکم نامے پہنچا
 کردہ جواب لے کر سلطان کی خدمت میں پہنچا تو یہ خبر یہ دیکھ کر سلطان نے انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں اپنے امراء
 سامنے کیا:

”شیخ نظام الدین اب میرے قہر سے نہیں بچ سکیں گے۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ دلی مجھے سے دور نہیں ہے۔“
 تدموں کے نیچے ہے۔“

سلطان فوجی ہم میں کامیاب و کامران ہو کر واپس دلی کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت امیر خسروؒ نے شدید اضطراب
 کی حالت میں اپنے بیرومرشد کی خدمت میں عرض کی:

”سیدی! سلطان اپنے ناپسندیدہ افراد کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ غلام نہیں چاہتا کہ اس کے آقا کو معمولی کی سی
 تکلیف پہنچے۔“

حضرت محبوبؒ نے غصہ فرمایا اور کہا: ”خسرو اپنے ذہن کو پریشان نہ کرو۔ ہنوز دلی در راست۔“
 جس وقت یہ اطلاع ملی کہ سلطان غیاث الدین تغلق دلی سے تقریباً چار پانچ میل کے فاصلے پر شہزادہ محمد
 تغلق کے ہوائے ہوئے محل کے قریب پہنچ چکا ہے تو حضرت امیر خسروؒ حضرت محبوبؒ الہی کے ہاتھ پکڑ کر دوسلے
 لگے اور عرض کیا:

”اب تو دلی زیادہ دور نہیں ہے۔“
 حضرت محبوبؒ الہی نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ ”ہنوز دلی در راست۔“

تقریباً اسی وقت جبکہ سلطان غیاث الدین شہزادہ محمد تغلق کے ہوائے ہوئے محل میں موجود تھا۔ محل کی چھت
 اچانک اس کے سر پر گر پڑی اور سلطان اس کے طے میں دب کر ہلاک ہو گیا۔ پورے ہندوستان میں یہ خبر پھیل گئی کہ
 حضرت محبوبؒ الہی کو دلی سے نکل جانے کا حکم دینے والا سلطان دنیا سے ہی رخصت ہو گیا ہے۔ شہزادہ محمد تغلق پر اس واقعہ کا

روحانیت اور عصر حاضر

جب ہم اپنے ماحول اور معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارا مشاہدہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس سوسائٹی میں ہم رہ
 رہے ہیں وہاں مذہبی بیزاراری ہرگز رونے والے کن کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لاف تو لوگ زندگی کی بے
 نام مصروفیت کی وجہ سے ویسے ہی مذہب سے دور ہیں۔ اور جو لوگ کسی مذہبی طرح مذہب کے اندر ہیں ان میں بھی
 روحانیت کا فقدان ہے۔ آپ خود دیکھیں کہ جو لوگ نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ جیسے اعلیٰ روحانی اعمال بجالا رہے ہیں کیا
 ان سے ان کے اندر ہمیں کوئی روحانی اور اخلاقی ترقی نظر آتی ہے۔ ہمارا عمومی مشاہدہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جو لوگ ان پر
 ستر سال سے عمل کر رہے ہیں ان میں سے بھی ایک غالب اکثریت روحانیت سے خالی نظر آتی ہے۔ جب ہم اس نتیجہ پر
 پہنچتے ہیں تو پھر ہمیں خود تسانی کر کے اس حقیقت کو روک کر دیکھنا کہ کیا ہمیں یہ جان نمازیں اور روزے اور زیادہ عبادات
 اور اعمال صالحہ روحانی ترقی کے لیے کافی ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو ہمیں یہ کافی کیوں نہیں ہو رہے ہم روحانی اور
 اخلاقی ترقی کے بجائے محض دلی کی طرف جارہے ہیں؟

اس تجربے کے بعد ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ایک تو ہم ان چیزوں کو کافی اور اصول کو سمجھے بغیر عمل کر
 رہے ہیں اور ساتھ ہی ہمارے طریقہ کار میں ہمیں نہ کہیں نقص موجود ہے۔ اور ہماری عبادات میں کسی نہ کسی چیز
 کی کمی ضرور ہے۔

اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھیے کہ جس نظام کو دین کہا جاتا ہے ہمیشہ اس کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں۔

ہمارے کہ اگر وہ محنت کرے گا تو اس کو اس کی محنت کا معقول ثمر ملے گا تو پھر کوئی بھی محنت کو مشکل نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہم
 پہلے ہیں کہ جن لوگوں نے ہالیوڈ کی چوٹیوں کو سر کیا ہے یا ماڈلز اور سٹاروں کے ٹوکیو چوٹیوں کو سر کیا ہے کیا انہوں نے محنت
 نہیں کی ہوگی؟ آپ خود سوچیں کہ اتنی محنت مشقت اور جان جو کھوں کی وجوہات کیا تھیں اس کا ایک ہی جواب ملے گا کہ
 محنت اور بھروسہ معاوضے کی وجہ سے ہی انسان اپنی زندگی کو ایسے خطروں میں ڈالنا پسند کرتا ہے۔ چونکہ ہمارے
 دینی و دنیاوی امور کو معاشرت کی طرف راغب تو کرتے ہیں لیکن ان عبادات کے اندر لوگوں کو کسی قسم کا ریفرنس نظر نہیں آ رہا ہوتا
 اس وجہ سے لوگ مذہب سے بیزار ہیں۔ اگر انہیں بتایا جائے کہ اگر وہ روحانیت میں محنت کریں گے تو اس میں جو معاوضہ ملنا
 ہے اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ کتنا ہے اور کس قدر قیمتی ہے۔ کیونکہ جامدہ اناس روحانیت سے ملنے والے معاوضے کو
 نہیں سمجھتی اس لیے وہ روحانیت سے دور ہیں اور مذہب سے بیزار ہیں بلکہ وہ مقام ہے کہ جہاں عصر حاضر کے کم گنت اور بے
 دروہ انسان کی رہنمائی صرف ایک ایسا روحانی مرتبہ ہے، ہی کر سکتا ہے کہ جو اسرار روحانیت سے آشنا ہو جائے طمانیت قلبی
 اور سرور دلی سے روشناس کروا سکے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جن کی کسی مشربل کا قریب نصیب ہو۔

دین سے بددلی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان غلط طریقے اختیار کرنے کی وجہ سے روحانی لذت حاصل نہیں
 کر سکتا اس لیے جسمانی مشقت اور بوجھ بن جاتی ہے۔

کی اذیت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ ایک آدمی سے کہیں کہ اگر شہید گری کی دو پہر میں 20 کللوں کا ٹھکانا کر
 رہا ہے تو گھر تک لے جائے جو وہاں سے 50 کلومیٹر دور ہے تو یہ لوہے کا ٹکڑا اسی کو لے دیا جائے گا تو اس شرط پر کوئی شخص
 یہ کام کرے دیکھتے تیار نہ ہوگا۔ کیونکہ محنت زیادہ ہے اور معاوضہ کم ہے۔

لیکن اگر آپ اس جگہ 40 کلوسوں کا ٹکڑا لے کر کہیں کہ اب اسے اٹھا کر گھر تک لے جائے تو یہ تیار رہا ہے۔ تو
 ہر آدمی اسے اٹھانے پر تیار ہو جائے گا۔ چاہے اس کا گھر 100 کلومیٹر دور کیوں نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی جسمانی اذیت سے مقابلے میں معاوضہ زیادہ مل رہا ہے اس لیے اس محنت کی
 اذیت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس سے ملنے والے معاوضے کی قیمت جانتا ہے۔ بالکل اسی طرح
 اگر انسان کو روحانیت اور تزکیہ نفس کی محنت سے ملنے والے معاوضے کی قیمت کا اندازہ ہو جائے تو اس کے لیے یہ ساری
 اذیتیں بے وقعت ہو جائیں جو اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان کسی مشربل کا لڑکھانے لگے۔

5- مذہب سے بیزار دلی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان جب عبادات کرنا چاہتا ہے تو اسے خشک اور بے رنگ
 عبادات پر لگا دیا جاتا ہے۔ جب انسان وہ عبادات کو کافی اور اس کے اصولوں کے بغیر کرتا ہے تو اسے اس کا
 روحانی ریفرنس نہیں ملتا۔ دیکھ کر وہ عرصہ وہ اعمال کرتا رہتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس میں کوئی روحانی ترقی نہیں
 آ رہی تو وہ بددل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے روحانی لذت کے حصول تک کوئی پہنچانے والا بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ
 بتانے والا بھی صرف انھوں کی حد تک جاتا ہے۔

- 1- مادی اور ظاہری دنیاوی پہلو
- 2- روحانی اور باطنی پہلو

دنیاوی پہلو میں معاشرتی، عمرانی و اخلاقی حدود اور قوانین Apply ہوتے ہیں جن کی افادیت یا فسادیت
 معاشرے اور معاشرے کے افراد کو پہنچتی ہے اور بالواسطہ انسان کی ذات کو۔
 علانیہ اخلاقیات کا یہ کہنا کہ اخلاقیات کی کوئی آفاقی افادیت نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کو فطری شر سے نہیں نکالتی
 یعنی دنیا میں کوئی آگ لسی نہیں ہے جو ایک برے انسان کو اچھے اور نیک انسان کو نہ جلائے۔

اس حوالے سے ہمارا نظریہ یہ ہے کہ جو چیز آفاقی قوانین کیلئے بنی ہی نہیں اسے وہاں اپلائی کرنا بھی حرام ہے
 بلکہ اخلاقیاتی، عمرانیاتی و معاشرتی قوانین و احکامات کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ ان کے رواج و نفاذ سے انسان خدا
 انسان کے شر و ضرر سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے بڑی افادیت کیا ہو سکتی ہے کہ انسان خود اپنی نوع کے شر سے محفوظ
 ہو جائے۔ لیکن اس کی ایک اخروی افادیت بھی ہے وہ یہ کہ ایک انسان جب دوسرے کو ضرر اور نقصان پہنچاتا ہے تو اس کی
 آخرت میں ایک سزا ملے گی انسان اخلاقی احکامات کی پابندی کر کے اس سزا سے بھی بچ جاتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عصر حاضر کا انسان مذہب، دین، عقیدہ و عبادات سے بددل نظر آتا ہے ہم اس کی
 وجوہات پر غور کریں تو اس کی ایک طویل فہرست ہے۔ مگر میں یہاں چند ایک آپ سے پیش کر رہا ہوں کہ ان میں سے کون
 بھی پیش کر دوں گا۔

- 1- پہلی وجہ یہ ہے کہ مذہبی اجارہ دار کہتے ہیں کہ اس زندگی میں عمل کرتے رہو جزا آخرت میں ملے گی یعنی عبادت کا
 ثمر اس زندگی میں نہیں مل سکتا اس طرح یہ ادھار بھی ہوتا ہے اور لہا بھی۔ ان مذہبی اجارہ داروں کا یہ کہنا اس کی
 مجبوری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ علم روحانیت سے قطعی طور پر نااہل ہیں۔
- 2- مذہبی پیشگوئیاں کا جو راستہ بتاتے ہیں وہ انا لہا ہوتا ہے کہ انسان غمخوار بھی پائے اور ساری زندگی کو شل
 کرتا رہے تو منزل تو کبھی تک سب مل بھی نہیں دیکھ پا تا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں علم روحانیت انسان پر غیظ و
 کدو کاغذ کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے۔
- 3- ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر عام انسان کو ایک ذریعہ پوائنٹ یا سٹارنگ پوائنٹ فرض کر لیا جائے تو اس سے اوپر ہوا
 نیکی ہے اور نیچے جانا برائی ہے۔ یعنی برائی بستی کی طرف ہے اور نیکی بلندی کا نام ہے۔ اس حقیقت سے کوئی
 انکار نہیں کر سکتا کہ نیچے جانا آسان ہوتا ہے اور اوپر جانا محنت طلب ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ اگر ایک پہاڑ کی ڈھلوان کے درمیان میں کھڑے ہیں اوپر پہاڑ کی چوٹی اور نیچے گہری
 کھائی ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اوپر جانا محنت اور مشقت طلب کام ہوگا اور نیچے گرے کیلئے ذرا سے بہانے کی ضرورت
 ہوگی یعنی ذرا سا پاؤں پھسلا تو آپ نہ چاہتے ہوئے نیچے بھی گرے چلے جا رہے ہوں گے۔ اس لیے انسان اوپر جانے سے
 بددل ہو جاتا ہے۔ کوشش اور محنت کرنے کے بجائے خود کو حالات کے سپرد کر دیتا ہے لیکن اگر انسان پر اس حقیقت کو آگاہ

دوسری طرف دنیا کی ساری لذتیں نقد ہیں اور آخرت کے معاملات کو ادھار پر لایا جاتا ہے۔ اب اگر وہ
 ایک آدمی سے یہ کہا جائے کہ وہ ساری زندگی محنت کرتا رہے اور اسے اس کا معاوضہ اس وقت تک نہ ملے گا جب تک وہ دنیا
 جائے تو کیا ایسے کام کو کوئی پسند کرے گا۔ کیونکہ انسان دین و اعلیٰ (Visionable) منافع کو پسند کرتا ہے اس کی
 چیزوں کا وعدہ اور وہ بھی موت کے بعد کا وعدہ بہت پسند انسان ایسا کاروبار کیسے کر سکتا ہے؟
 اس طرح سارا ماحول اور معاشرہ اس کی ناگہم کنجش رہا ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اس تجارت سے کچھ ملے والا
 تم ایک گڑبگڑ اور دھار و دھار سے آگے بڑھنا ضروری ہے۔

دوسرے ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس کا ریفرنس و لہا کی کاموں کے ریفرنس سے بہت زیادہ جلدی اور واضح ملتا ہے۔ یہاں
 آپ کو ایک مثال دیتے ہیں جس کا آپ نے مشاہدہ بھی کیا ہوگا۔
 آپ نے سنا ہوگا کہ فلاں شخص نے فلاں آیت کا چلہ لگا دیا ہے اب جس پر وہی آیت تلاوت کرتا ہے اس کا
 محض اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیات بخار کے لیے مخصوص بعض آیات دانت درد کے لیے مخصوص ہیں۔ بعض
 آیات ہلہ بھار یوں کے لیے ہوتی ہیں۔
 آپ بھی تجزیہ کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ علم و تعلیمات میں سے کسی عمل کو کر کے دیکھیں اس کا نتیجہ فوراً سامنے آئے

ہم ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتے ہیں جو یہ کہا جاتا ہے کہ روحانیت کا ریشہ جلدی نہیں ملتا۔ اس

اس دور میں تو انسان بہت زیادہ مصروف ہے اور اس کو یہی بچوں کے پاس بیٹھنے کا وقت بھی نہیں

11- اس دور میں مذہب کے حوالے سے جو چیز رکاوٹ بنتی ہے یا بددلی کا موجب بنتی ہے ان میں سے ایک

اس دوری میں سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے کیا ہے؟
 اس کے لیے کہ ”روحانی عروج“ حاصل نہیں کر پاتا۔ لوگ ”عقیدہ“ سن کر نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کیونکہ مسلمہ
 اہل ہے۔

عرفان کے بارے میں عرفاء فرماتے ہیں: حقیقت عرفان دو چیزوں کے اسباب پر منحصر ہے یعنی ایک "ذلت عبودیت" کا اثبات اور دوسری ہے "عزت ربوبیت" کا اثبات۔

اثبات حقیقت و درحرف سے ہوتا ہے ایک کا نام "بیانی حقیقت" ہے اور ایک کا نام حصول حقیقت ہے۔
 اثبات حقیقی "بیانی" نہیں ہوتا بلکہ وہ "حصولی" ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال درج ذیل ہو سکتی ہے: "میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو کہ ایک آدمی ایسا ہے جو میرے زیادہ بڑا دکھایا ہے مگر اس نے زندگی میں کسی آدمی نہیں دیکھا اور اس نے اس سے تیسرا شخص کو بھی چیز کھائی ہے۔ اب وہ آدمی کسی بڑے شخص کے پاس جاتا ہے کہ مجھے آگے کے بارے میں سب کچھ دودھ دے کیا ہوتا ہے؟ اس کا رنگ کیا ہوتا ہے؟ اس کی شکل کیسی ہوتی ہے؟ اس کا غذا کیا ہے؟ اس کے اندر کیا کیا ہوتا ہے؟ اس کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟ اسے کس طرح کھایا جاتا ہے اور اس کی کتنی اقسام ہوتی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اب وہ آدمی اس کے کسی بہت بڑے سلاکار کا ایک مقالہ چھانڈتا ہے اس میں اس کی بات سے متعلق ساری معلومات موجود ہیں۔ اس میں اس کے بہت سی تجزیوں سمیت اس کی عقلی سے لے کر جرنیک کے خواص اور اس کے رنگ و اسامیوں کی بحث ہوئی ہے مگر یہ مقالہ ایک ہزار صفحات پر مبنی ہے۔ وہ آدمی اس مقالے کو حفظ کر لیتا ہے۔ یہ ہے "بیان کیفیت"۔

دوسری آدمی باغبان کے پاس جا کر آم کے بارے میں دریافت کرتے تو وہ اس وقت آم چوس رہا ہوتا ہے وہ کہتا ہے: "میں اس بچے کو کیا پوچھتے ہو یہ لو آم اور اس کی ایک چٹکی لے لو۔ اب وہ آدمی اسے صرف ایک بار چوس لیتا ہے۔

"حصول کیفیت"۔

اب آپ غور کریں کہ جو اثبات اس ایک ”چٹکی“ سے ہوا ہے اس کا مقابلہ وہ ہزار صفحات کا مقالہ بھی کر سکتا۔

”شہید ہر کوندا ندرید“
 بیان کیفیت اگر چہ لغز ہوتی ہے مگر روحانی عروج، اس سے انکھوں پر ڈروں گناہی چلی ہے۔
 دوست! دین سے بیزار کی کہ جو جو بات ہیں ان میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان اس وقت
 الیکٹرک سپیڈ سے مصروف سفر ہے۔ انسان کے پاس لمبے لمبے اعمال کے لیے وقت نہیں ہے کہ وہ خود کو
 اس کے لیے وقت کر سکے اور لذت روحانی کا ذائقہ چکھ سکے۔ اور جب تک انسان کی چیز کو خود چکھ نہ
 لے اس کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا۔

ان میں سے صرف دو ہی لکنا ہے کہ انسان کو ایسے اعمال سے متعارف کروایا جائے جس سے وہ ایک مرتد پر حیرت و حایبت کو محسوس کرے۔ اس میں اس کے حصول کا شوق پیدا ہو۔ اس کیلئے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں تاکہ آپ اس حقیقت کا ادراک کر سکیں۔

کتابت

ایک دور دراز پہاڑی علاقہ میں ایک بستی تھی۔ وہاں تک جانے کا کوئی معقول راستہ بھی نہ تھا نہ وہاں کبھی تھانہ کوئی رہ کر جانے کی سہولت کے اسباب تھے۔ نیکندہ و پروری دنیا سے کئی ہفتوں کی بستی تھی وہاں غربت اور افلاس کا دور دورہ تھا ہمارے اوپر روزگار کی جتنی بھی کڑائی تھی اس کا نام پاس پہنچنے کو کوئی دھنگ کا لباس بھی نہ تھا اور نہ کوئی کھانا کی چیز اور نہ بے کوئی لالہ تھاس اور نہ جو پہاڑیوں میں رہتے تھے۔

ان سے دس بیس کوس دور ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ پر ایک عبادت گزرا عارف رہتا تھا جو کسی بھی زمانہ کو نہیں آیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ عبادت گزرا ازلہ ان کے پاس آیا اور ان کا حال دیکھا تو کہا کہ میرا بیٹا! میں تمہیں پہاڑ پر رہنا اور اس میں ایک غار سے اور اس غار میں ایک بہت بڑا خزانہ موجود ہے۔ اگر آپ لوگ میرا ساتھ دیں تو میں وہ خزانہ تمہارے حوالے کر دوں گا اور اس طرح تمہارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ غربت دور ہو جائے گی۔ یہاں سڑک بھی بن چکی ہے۔ یہاں ہسپتال کھل جائیں گے اور ہر آدمی شان و محلات ہو سکے گا اور تم دنیا کے امیر ترین لوگ بن جاؤ گے۔

اسرار روحانیت

9348

وہاں ہے

دوستو! اس سورج والی مثال سے کبھی یہ نہ بھگے کہ انسان اعلیٰ مقامات کی کسی چوڑی دروازے سے حاصل کر سکتا ہے۔ اس سے صرف مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ حصول کے لیے وہی طریقہ کار کا اختیار کرنا ہے جو گلابیائے کرام نے فرمایا ہے۔ اس کے حصول کے لیے وہی لاپراہیں ہوگا۔ خاردار جنگلی ہوں گے اور اس میں خواہشات نفس کے سانپ رہ رہے گئے۔ لذت دنیا کے درد سے ہوں گے ان سے لڑنا پڑے گا۔ اٹلیں جیسا مزدی مقابلے میں آئے گا، نفس امامہ چیتے طرح چھپ کر حملہ کرے گا اور اس میں ڈھی ہوتا پڑے گا۔ غالباً دنیا Wild dogs کی طرح کھانے کو دوڑیں ان سے لڑنا پڑے گا۔ غرض کہ ہر قسم کے داخلی اور خارجی دشمنوں کے سامنے سپر ہوتا پڑے گا۔ لیکن اس کا ایک ہوگا کہ آپ کو اپنے راستے کی صداقت اور دوستی کا فائدہ یقین ہو جائے گا اور ہٹنے والا نیرن سامنے موجود ہوگا۔ اس آج آپ میں روحانیت کے پھر رہتے پر چلنے کا حوصلہ پیدا ہو جائے گا۔

روحانیت کی افادیت

انسانی زندگی میں روحانیت کی افادیت کیا ہے اسکی وضاحت بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ انسان کی زندگی میں

ہاں! میں نے اپنی فائزہ سے کہا تھا: **میں نے اپنی فائزہ سے کہا تھا:**
 رہنمائی سے انسان کا عالم باور ہے رات پھر ہوا جاتا ہے۔

انسان اسی دنیا میں عالم با بعد الموت کا مشاہدہ کر کے آخرت کا یقین حاصل کر لیتا ہے۔

عام حالات میں انسان کی آخرت غیر یقینی ہوتی ہے مگر روحانیت سے یقینی ہو جاتی ہے۔

انسان ان مادی آنکھوں سے عالم ملکوت و انوار اور عالم ارواح کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

اس دنیا سے چلے جانے والوں سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے اور وہاں سے حالات، اطمینانِ رباب اور سب سے بڑا
 سے آخرت بریقین کے ساتھ اطمینانِ قلب کا حصول بھی ہوتا ہے۔

روحانیت ہی سے انسان مکاشفات کی منزل تک جاتا ہے اور مکاشفات کے کئی فائدے ہیں یعنی سفرِ خیر کے

عبادات میں لذت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان عبادت میں بوریّت محسوس نہیں کر سکتا۔

نجات بھی یقینی ہو جاتی ہے۔

ان سے دین پر اعتماد بحال رہتا ہے۔

علم روحانیت سے اپنے خالق و مالک پر اعتماد بحال رہتا ہے۔

روحانی مصیبتوں سے غلامی میں اس کا پیدا ہونا ہے۔

روحانی علوم سے گہرا تعلق رکھنے والے تھے۔

ان لوگوں نے کہا یہ تو آپ نے ہمارے لیے بڑی بات کہہ دی ہم آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں اور ہم اسی وقت ساتھ چلے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر اس درویش نے کہا بابا ایک بات اور بھی سن لو کہ وہ عارف کسی آسان حکم پر نہیں کہہ سکتے جو حق تعالیٰ نے سپرد کیا ہو بلکہ ہمیں ایک طویل جنگل سے گزرنا پڑے گا اور اس جنگل میں غلوں اور شراب پھرتے ہیں اور سامنے اور بہت سے موذی جانور ہیں۔ ہمیں اس جانور تک جانے کیلئے جان بچانی ہے۔ یہ سنا کر اس درویش نے لڑنا پڑے گا۔ ان میں سے ایک آدمی بولا کہ بھائیو! میں تو یہ یقین سے کہتا ہوں کہ اس درویش نے تمہیں کبھی ہلاکت نہیں دے گا۔ مگر اسے اشتباہ بھی ہو سکتا ہے ممکن ہے اس نے جس چیز کو خزانہ سمجھا وہ خود خزانہ نہ ہو، اس لیے ہمیں اس کے ساتھ جانے سے پہلے سوچنا چاہیے۔

اسی طرح دیگر لوگوں نے بھی تقریریں کیں تو لوگوں نے کہا کہ درویش بابا ایک ان دیسی اور غیر ملکی ہے۔
 کون اپنی زندگی کو مصیبتوں میں ڈالے گا؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم درعدوں سے لڑیں، مصیبتیں اور آفاتیں ہر دانش
 وہاں سے ہمیں دہخزانہ کی بڑی مقدار میں حاصل ہوتی ہے۔

اس پر اس دولٹیں بابائے کہا بھائیو! میں تمہاری بات سمجھ چکا ہوں اس لیے آپ کو ایک اور راستہ بتا رہا ہوں۔ یہ ہے کہ اس پھاڑے دوسری طرف سے ایک راستہ جاتا ہے جو اس تاریک پشت کی طرف سے آتا ہے اس میں ایک

ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ اگر سوراخ سے صبح کے وقت جھانکا جائے تو وہ خواتین کا منظر آتا ہے اور وہ راستہ پر بیٹھ کر بیچنے لگتی ہیں۔ اگر کوئی دیکھ دیکھ اعلیٰ نہیں کرتا اس لیے تو اس کا سوراخ لوگ مہم سمجھتے ہیں۔ صبح کا منظر اگر

ساتھ تھمیں وہ خزانہ دکھا دوں گا مگر اس سوداگر سے خزانے کو صرف دیکھا جاسکتا ہے حاصل نہیں کیا جاسکتا اسے حاصل کرنے کیلئے وہی درمغی والا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔

یہ سن کر سارے لوگوں نے کہا چلو بھائی ہم اس خزانہ کو دیکھتے تو لیں۔

اس پر درویش بابا انہیں لے کر گیا اور اس سورج سے انہیں وہ خزانہ دکھایا تو پھر واپس آ کر سارے لوگ درویش سے ملنے کیلئے تیار ہو گئے۔

دوستو! عصر حاضر کے انسان کو ایک تو کسی پر پورا یقین نہیں جو انسان ایک لاکھ چوبیس ہزار اسی

کے لیے کوئی شارٹ کٹ ہی تلاش کرنا پڑے گا۔ جب تک یہ ظاہر مجنوں اور مادیت پرست انسانانہ عالم باور کی گواہی

آکھیا سے دیکھ لے گا کبھی اس کے حصول کی کوشش نہ کرے گا۔ اب اس دور میں لمبے لمبے اعمال اور طویل

Process کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ کسی خفیہ سوراخ سے ایک مرتبہ عالم ماورئی کے خزانے اسے دکھانا پڑیں گے۔

جب یہ ان کی ایک جھٹک دیکھ لے گا تو پھر یہ لاپچی اس کے حصول کے لیے کوشش بھی کرے گا۔ یہ افسان لہے اور ال

وہ مجھے اوجھار پر لٹکاؤں گا تو یہی فرمان نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس دور میں سب سے اول اسے چھو دھکا لے کر صبر و

[illegible]

روحانیت اور مذاہبِ عالم

اور ان جہاں کی نظر میں مذہب کی تعریف

[illegible]

الف۔ ایچ بریڈلی:

”اے لادہب“ کہلاتا ہے۔“

افروہی کمال اور دائمی وحقیقی زندگی

اسلام مذاہب میں روحانیت

یہ لکھا ہے اب یہ بیان

وہائیت اور ہندومت

ہندو دھرم میں روحانیت کی سب سے اہم کتاب ”مہاتر گیتا“ ہے۔ گیتا مہابھارت کی جنگ کے دوران
 راج کرشن اور ان کے شاگرد اور چچا زاد بھائی ار جتا کی بات چیت پر مشتمل ہے۔ اس میں مہاراج کرشن ار جتا کو

جسم لطیف یا آئسزلر یا ذی عالم خواب میں جس دنیا کی سیاحت کرتے ہیں عرفان اسلامی کے داعی اور اس کو عالم مثال کہا ہے جبکہ یورپی پیر چلے اس کو آئسزلر ورلڈ کہتے ہیں۔ اس آئسزلر ورلڈ میں غیر شرع ہونے والی امور موجود ہیں جن کو Positive Forces اور Negative Forces کہا جاتا ہے۔ اللہ کے سامنے محکم جاننے والے ہمارا ارشاد تو اسے خبر سے قائم ہو جاتا ہے۔ وہ پوری ہمیں شیطان سے مسلک کر دیتی ہے۔ اب انسان کا عقلی عالم ہے جس کے ساتھ بھی ہوا کے قہر و غلغلہ پائسزلر ورلڈ کی وضع قوت اثر انداز ہوتی ہے۔ انسان کے ذہن میں کسی لمحہ ہے وہ آئسزلر ورلڈ کی قوتوں کے زیر پائز آتی ہے۔

اگر انسان تک کام کرے ایک لوگوں سے تعلق رکھے یا کسی ایک روحانی مسئلے کا ساتھ دے اور اس سے تعلق آسزل و لذت کی Positive Forces سے بن جاتا ہے۔ **خوف** کے ذہن میں بھی جو چیز آتی ہے وہ اس کا نتیجہ ہمیشہ عمدہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان بدکار بدو ہو جو جس کی زندگی آسزل و لذت کی Negative Forces کے زہر پر مشتمل ہوئی ہے اور اس کے ذہن میں جو بھی تمنا یا چیز آتی ہے وہ شیطان کی طرح ہوتی ہے۔ ان کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے اس نظریے کی تصدیق قرآن کریم سے یوں ہوتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
بِالْحَبْءِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ

فرمود: جو لوگ اللہ کو اپنا اقصیٰ مقیم کرنے کے بعد اس راہ پر جم جاتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترے گا اور موت، نہ تم کھاؤ اور نہ پیو موجودہ جنت کے حصول پر خوشیاں مناؤ۔ ہم اس زندگی نیز اگلی میں تمہارے دوست اور مددگار رہیں گے۔ اور جہاں ہم گئے، وہاں تم بھی جاؤ گے۔“

السَّيْطَانُ يُعِدُّكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ۔
شیطان تم کو شکستہ دہی سے ڈراتا ہے اور برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔

شیاطین کی یہ ترغیب بدکاری اور فرشتوں کی حوصلہ افزائی کا تعلق عالم مثال یا آسٹریل ورلڈ کے ساتھ ہے۔

◆◆◆◆◆

530

روحانیت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ہندوؤں کی روحانیت میں تیاگ دنیا کو مرکز کی حیثیت حاصل ہے جس میں انسان گھربارہ دیوی کے گرد گھومتا ہے۔ گرنیاس لے لیتا ہے تاکہ انسان کسی بھی دوسرے جھجھٹ میں توانائی ضائع کرنے کے بجائے پوری توجہ روح پر مرکوز کر سکے۔

روحانیت اور بدھ مت

مہاجر قادیانہ کسی نئے مذہب کو لے کر نہیں آئے تھے انہوں نے صرف ہندو مذہب میں علم روحانیت کی (۱) جہت کو متعارف کرایا جس میں اوداگان (بار بار پیہ اہونا اور مرنا) سے نجات کا راستہ بتایا تھا۔

مہاجرتا ہمدہ نیوال میں کوئی 500 سال تک ایک بھندوختزی جنگلی کے گھر میں پیدا ہوئے اور ان کے

سے کہ زندگی میں suffering اور misery ہے جس سے نجات ممکن ہے۔ اگر انسان اس طرح کے

دے تو دنیا میں سکون (نروان) مل جائے گا تو نہ انسان یا بار پیدا ہوا تو مر رہتا ہے۔ مہاجرتا ہمدہ کی تعلیم

ہے۔ جب یہ تعلیمات تبت کی کچھ نہیں تھیں انہوں نے اس کا کاملا مزم بنالیا۔ نروان ملنے کے بعد مہاجرتا ہمدہ

کا نام سے جانا جاتا ہے۔

1- زندگی کی ایک کشت (Suffering) ہے۔

2- اس سزا سے رہائی ممکن ہے۔

3- اس مزاسے رہائی کا ایک راستہ ہے۔

4- اس سزا سے رہائی ملنے کو بھی نروان کہتے ہیں

انہوں نے فرمایا کہ انسان لالچی و جہ سے ہی بار بار پیدا ہوتا رہتا ہے اور اگر انسان لالچ نفرت اور کدوا
 کے نوزوان (داعی سکون) مل جاتا ہے۔ نوزوان کی تحریک ہے۔
 تمہیں کچھ نہیں کرنا چاہیے کہیں نہیں جانا چاہیے کچھ نہیں بیٹھا چاہئے علاوہ اس کے جو کچھ مجھ کو ملے
 ہیں۔

روحانیت اور یہودیت

میں ہر وقت میں روحانی تقویت کا سہارا ان کی مذہبی کتاب تواریت ہے جو عہد نامہ قدیم میں موجود ہے۔ عہد نامہ قدیم کے کل 39 باب ہیں۔

586 ق م میں جب بخت نصر بادشاہ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا تو یہیکل سلیمانی کو بچا کر کے یہودیوں کو لٹام ہا کرے گیا۔ ان کی سب مذہبی کتابیں و دستاویزات جلا دی گئیں۔ یہودی ان کی غلامی میں تقریباً 50 سے 80 سال تک

اسماء اور احاطہ ہے

رومانیت

۱۹۷۰ء میں اس سے ملنے والی دو ٹیلیس مرگلیں۔ جب یہودیوں اور مسلمانوں کی تباہی سے پہلے تو ان کے ایک اسرائرائی
عہدہ نے 140 سال کے بعد تورات دوبارہ لکھی۔ یہودیوں نے 70 آدنیوں کی یادداشت کی مدد سے تورات دوبارہ لکھی گئی۔ یہودیوں کے آج
تین ایضاق ہیں۔ یہودیوں کا روحانی فرقہ قلم کہلاتا ہے۔

روحانیت اور عیسائیت

عیسائیوں کی روحانیت ان کی مذہبی کتاب ”بائبل“ کے گرد گھومتی ہے۔

حضرت بیٹے نے کوئی کتاب خود نہیں لکھی اور تھی مگر ان کی سب باتوں کو ان کے بارہ حواریوں نے لکھا تھا۔
 ان میں۔ پھر انہی بابوں سے آگے بیکرد انہی کتابیں جو کہ کوئی ڈھائی سو سال پہلے قائم کرے اب کی موجودہ جن
 میں رہنے دی گئیں۔ مہمدا مہدی کے کل 27 باب ہیں، اس طرح مہمدا مہمدا مقدمہ و جدہ کے کل 66 باب ہیں جنہیں
 مہمدا مہمدا جدہ کے بارہ حواریوں نے لکھے ہیں جو کہ مرقی بابک سے بابک اور جان کی انہی کے نام سے مشہور ہیں۔

اسلامی روحانیت اور مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ

بجائیت مسلمان دیگر اہامی کتابوں زیور، انجیل اور توریت کو ماننا ہم پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں اس امر کو
 طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے جیسا سورہ احقین میں اس آیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"اتھما انجیری اور تینوں کی اور طور شیعہ کی اوپر دشمنی والے، "حقیقین کا عہد خاصہ کے نزدیک کائنات
الرحمٰن سے ان دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب بیت المقدس واقع ہے وہاں یہ درخت بکثرت پائے جا-
تے ہیں اور وہی مولود و مبعوث حضرت عیسیٰ کا ہے۔ اور طور سینا کی طور بنیادو پہاڑ ہے جہاں پر حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ

روحانیت کے تمام مکاتب فکر میں درد اور دردِ کجی کو بنو و ہدم کی اصطلاح میں مقرر کیا گیا ہے۔ اس روایت پر
 زور دیا گیا ہے۔ اس میں استوار ہے شاگرد کو کوئی نکتہ اور دیا کر دہرائے نہ کرے۔ جیسے بنو و ہدم میں مقرر اور دم ہے۔
 (درد) بہت زیادہ روایت رکھتا ہے۔ ایک خاص بنو و ہدم کے شاگرد میں مقرر ہے کہ شاگرد۔ اسی طرح ہر فرقہ و روحانی

میں ورد، ذکر یا مقرر کیا جاتے ہیں۔ مسلمان روحانیت میں مقرر کئے جانے کے لیے یاد دہانیا جاتا ہے جیسا کہ مسلم صحیفہ (جلد ۱) "پاکوئی نہ کوئی اسم الہی پڑھنے کو کہتے ہیں۔ ورد یا مقرر ہر مذہب کی مخصوص زبان میں ہی کر دے جاتے ہیں۔ یہ زبان میں اس کے جاتے ہیں جن میں ورد مذہبی کتاب میں موجود ہیں۔ اگر ان کا ترجمہ کیا جائے تو ان کا مطلب اتنی تو

مثلاً اگر آپ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں اس کے بجائے آپ یہ پڑھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو آ

مومن کے دس فرائض میں فرمایا کہ مومن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اعتدال الحلوہ کردہ خلوت کا لہجہ سمجھتا ہے۔

اس صاحب صفت نے مذہب کا جو مظاہرہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمایا وہ تاریخ کے دامن کاغذی الجبر ہے۔ انہوں نے گھر پر چھوڑے عزت کی غمزدگی پسند کی، مذہب لذات کیا بیچ و بیامی بھر مجبور پہ اکٹھا کیا، دہلی کی نیچے نہ مال نہ جائیداد نہ گھر نہ سونہی، سب کچھ چھوڑ کر بارگاہ نبوی میں حاضر رہے پس تھے تو داعی سے مجبور کہ ہاں نہ جگہ چھوڑے، کیڑوں سے ناگوار ہو آتی تھی۔ جملہ صعوبات حیات برداشت کر کے قریب حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا زندگی گزارنے کو ترجیح دی کیا یہ بھی رہبانیت ہے؟

رہبانیت اور مذہب میں ایک طرح کا یہ فرق بھی ہے کہ رہبانیت ہے پانی سے دور رہ کر پانی کے لیے فرما، اور محروم تصور کر کے اسی کے تصور میں زندگی بھر بچھارے لینا۔ اور مذہب یہ ہے کہ پانی میں رہ کر پانی سے مستغنی رہنا، مگر لباس تر نہ ہونے دینا، مگر غلابی کی طرح پانی میں رہ کر خشک رہنا۔

جیسے شہد کی مٹی خود شہد بناتی ہے مگر اس میں شہد نہیں مرقی۔ دوسری مٹی دور ہو تو حسرت میں مرقی ہے وہ جانے تو پھنس کر مر جاتی ہے۔ رہبانیت کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اگرچہ پاک ہے طیفوں میں رہی ہو، سرفراز شہروں میں رہی ہو،

تس رہی ہے مگر لذت گناہ کے لیے

لذت گناہ کے لیے دور رہ کر ترسار رہبانیت ہے اور مذہب یہ ہے کہ "مَوْتُو قُلْتُ اَنْ تَمُو فَا" کہ موت سے بے گراؤ۔ بلکہ راز ہے کہ جب تم خود کو مردہ تصور کرو گے تو اتنا روزگارت کی اقدار بدل جائیں گی۔ کسی دنیاوی مقصد کے لیے مومن کے تحت پر بیٹھنا اور مردہ (مذہب کے ذریعہ) پر بیٹھنا برابر ہوگا، مومن چاندی کے ڈبیروں کی ایک دل میں مومن نہیں ہوگی، تجلی حکومت پر بیٹھ کر خود کو قوم کا غلام سمجھو گے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم کس سے ملے ہے، جنات و انسان، و وحوش و دیوار اور باد کی مقررانی کے باوجود اپنے ہاتھ کی کمانی سے کھانا اور لذت سلطنت سے

نیاز رہنا یہ مذہب ہے۔

سلطنت کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہونا رہبانیت ہے، تخت پر بیٹھ کر خود کو گوشہ نشین تصور کرنا یہ مذہب ہے اور مذہب کی صلاحیت

جہاں بیان ہوئے ہیں وہاں فرمایا گیا:

علم ان کی حقیقت اور بصیرت تھی سچم کرتا ہے اور وہ ہمیشہ یقین کی روح کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان پر وہ

آسان ہو جاتی ہے جو دوسروں کے لیے صعب و مشکل ہو جاتی ہے۔ وہ ہر اس چیز سے نافر ہو جاتے ہیں جس سے جاہل و مشرک

زور رہتے ہیں۔ وہ مذہبی زندگی (جسمانی طور پر) تو ساری دنیا کے ساتھ رہتے ہیں اور اہل دنیا کی صحبت میں رہتے ہیں مگر ان کی

روحیں محل اعلیٰ میں ملحق ہوتی ہیں۔ بدن لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں مگر روح گوشہ خلوت میں خجوا رکھ رکھتی ہوتی ہے۔

عظیم بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

کلیں بلو برے زاپہ ہیں کی غذا (کھانے وغیرہ) کے ضمن میں بتایا کہ اگر ایک بادشاہ کو باغیوں کے ڈر سے ہمارا

5- مکتوبات جنہوں نے کبیر کی نظم بیک کر مرتب کیا۔

6- دھرم داس جن کی نظموں میں کبیر ان کے سوا لکے جواب دیتے ہیں۔

7- جیون داس جو ست نامی فرقہ کے بانی ہیں۔

کی تعلیمات کا مجموعہ ایک کتاب ہے جس کا نام پرچی ہے جو روزانہ جملہ کار جماعت کے ساتھ پڑھ کر چاہئے۔
تعلیمات کا علاقہ دہلی، رنجک، آگرہ، فرخ آباد، مرزا پور اور بے پور تک پھیلا ہوا ہے۔ ذکر تاراچند نے اپنی کتاب میں ان کے دس مکتوبوں کی تفصیل لکھی ہے جو اسلام اور تصوف کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

گردنا تک

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ گردنا تک جو کچھ مذہب کے بانی ہیں 1469ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم نام سے رام تھا جو اب دولت خان لودھی کا ملازم تھا۔ نواب دولت خان سلطان بہلول لودھی کا رشتہ دار تھا۔ ان کو کلا نواب دولت خان کے پاس حاصل کر کے کاشی لے گیا۔ تین سال کے بعد انہوں نے ملازمین کو گھر بار چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔ گردنا تک نے ہندوستان، لٹکا، امرتسر اور عرب کے چار سفر کیے اور چالیس سال مکوں میں مقدس مقامات کی زیارت میں مشغول رہے۔ شیخ شرف الدین بولی قلندر پانی پتی کے پاس وہ ایک مدرسہ رہے۔ علاوہ ازیں وہ مشارق و معارف کی صحبت میں بھی رہے اور بابا فرید کے خاندان میں شیخ بہرام (ابراہیم) کے دربار میں فیض حاصل کیا۔ تاک کا مشن ہندوؤں کو اسلام کی تعلیم دینا تھا۔ صوفیائے اسلام کی صحبت میں وہ کرناہوں کے ہندو مت پرستی، اوتار و غیرہ کے عقائد کو ترک کر دیے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ خدا ایک ہے اور اس کا خلیفہ تاک ہے۔ گردنا تک تاراچند لکھتے ہیں کہ: "اس سے صاف ظاہر ہے کہ گردنا تک جو فقیر اسلام کو اپنا راہبر سمجھتے تھے ان کی تعلیمات پر بھی یہی اسلامی رنگ ہے۔ فقیر اسلام کی طرح تاک بھی اپنے پیروکاروں سے خدا سے واحد کی افادگی کا مطالبہ کرتے تھے۔ صوفیوں کی طرح تاک بھی گورو (راہب) کی اطاعت فرماتے تھے۔ ان کے سنیوں کو کھانا کھانے کے چار مراحل تھے۔ سون کھنا، امان کھنا، کرم کھنا اور رچ کھنا۔

کتاب تاک پر کاش کے مصنف لکھتے ہیں کہ گردنا تک کے یہ چار مراحل صوفیائے چار مقامات پر طریقت، معرفت اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ اسلام کا گردنا تک پر کتنا گہرا اثر ہوا ہے بات خود بخود ظاہر ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور ان احوال اس کی شہادت دے رہے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ صوفی رنگ میں ہر طرح کی جاکچے تھے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا انہوں نے ہندو دھرم سے بھی کوئی فائدہ حاصل کیا۔

اسلامی تصوف کے یورپ پر اثرات

اسلامی تصوف پر ڈی بی میکڈیلڈ کا نظریہ

ڈی۔ بی میکڈیلڈ سر ڈی بی میکڈیلڈ مشنری تھے اور اپنے مذہبی پیشواؤں کے علم پر مشتمل تبلیغی سیاسیات پر مامور تھے۔ اپنی کتاب ASPECTS OF ISLAM میں اسلامی تصوف اور صوفی کی اصطلاحوں کا بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"جہاں تک زندہ دلیا کا تعلق ہے ہماری مغربی دنیا میں ان کا بہت فقدان ہے اس لئے

باب چہارم

روحانیت اور اسلام

جب ہم مذاہب عالم کی روحانیت کا مطالعہ کرنے کے بعد دین اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ فرق مذاہب عالم اور اسلام کی روحانیت میں نمایاں جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی اگرچہ روحانیت ہے لیکن وہ غیر تبلیغی دین ہیں۔ جیسے ہندو مت، عیسائیت وغیرہ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب میں پالی جانے والی روحانیت کو اختیار کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ مثلاً ہندو مذہب کا راجہ جیو شندہ متاثر ہو جائے۔ اگر اسے ہندو مت شروع کر دے تو ساری دنیاوی ترقیاں برہا ہو جائیں۔ اسی طرح عیسائیت میں جو روحانیت ہے اگر اسے ہندو مت معاشرے پر اپلائی کر دیا جائے تو ساری دنیا کا جو شندہ متاثر ہو جائے۔ کیونکہ اس میں شادی کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ایک نسل تک یہ دین باقی رہے گا اس کے بعد کوئی ایسا انسان دنیا میں نہ رہے گا جو ان مذاہب کا نام لے کر دلا اور ترقیاں، سائنسی ایجادات اور فلاحی اصلاحات من جائیں، سرکاری اور شہر ویران ہو جائیں، تہذیبوں کا ارتقاء ہو جائے اور اس طرح پوری انسانیت مستحق سی سے نابود ہو جائے۔

لیکن اس کے برعکس اسلام تبلیغی دین ہے اور اس کے ہر حکم میں روحانیت کسی ذکی رنگ میں شامل ہے۔ بات کسی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن ہمارے خیال میں کلاماً درست نہیں ہے۔ اسلام تبلیغی دین ہے لیکن بعض مقامات پر غیر تبلیغی بھی نظر آتا ہے۔ اب ہم اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

دیکھیں قارئین! بنیادی طور پر ہمیں انسانوں کے اندر دو قسم کے لوگ نظر آتے ہیں ان میں اول الذکر وہ ہیں کہ جو یہ جانتا ہے کہ دنیا کی رنگینیاں سے بھی استغناء کرنے کی اجازت ہوئی، جا سہ اور آخر۔ دوسرے وہ ہیں

میں اکثر صوفی اولیا کی تلاش میں رہتا تھا میں نے اسلامی دنیا میں کوئی نہیں۔ ان کے مزارات پر میں احترام سے جاتا تھا اور فاتحہ پڑھتا تھا۔ معلوم نہیں قبر والوں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کو کسی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں نے وہاں (یعنی مزارات پر) جا کر خدا کا قرب محسوس کیا۔ دیکھیں ایک غیر مسلم پادری کو بھی مزارات سے فیض حاصل ہوا اور اسے محسوس بھی ہوا کہ مجھے فیضان (INSPIRATION) ملا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجلس ذکر میں شرکت کی اور یہ ان کے اثرات ہیں۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ میں پُر زور الفاظ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر بہت اثر ہوا۔ مجھے یہ

اسلامی تصوف پر ایچ سی ہاپولڈ کا بیان

ایچ سی ہاپولڈ کا شمار بھی سر ڈی بی میکڈیلڈ کے روحانی لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی کتاب مسنی میں لکھتے ہیں کہ: "اسلام جیسے سب سے زیادہ تہذیبوں میں مذہب کے اندر شاندار روحانی خروج کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اگرچہ ہاپولڈ نے اسے غلط سمجھا ہے۔ اسلام کے مذہب کے ارباب روحانیت کے ہوتے ہیں لیکن صوفیائے ہاپولڈ نے اسے غلط سمجھا ہے جو روحانیت کے طالب علم کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ صوفی کے لیے ترک دنیا ضروری ہے اور صوفی کا ترک اور تہم کا ہے۔ صوفی طالب مولا ہوتا ہے اور طلب مولا میں صوفی کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کو ترک کرے۔ اس میں پشت و نڈل دے بلکہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت اور مہبت کو پالے۔ یہ بات باقی ارباب روحانیت میں اس باقی جاتی۔ کیونکہ صوفی کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت معلوم کرے اور اس کے لیے اسے ذکیہ نفس کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ تکبر سے بالاتر ہو کر رائے قائم کرے اور نفسانیت سے بالاتر ہو کر لوگوں سے عالمہ کرے اور اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو پا سکے۔ اور یہ بات دنیا میں رہ کر حاصل ہو سکتی ہے خدا تک پہنچنے کا یہی اور صرف یہی راستہ ہے جس کے بعد وہ ذات حق کے ساتھ ایک ہو کر حقیقت اشیا کو سمجھتا ہے اور سورج ستاروں کی حرکات کو اس نور سے دیکھتا ہے۔ چونکہ صوفی ذات حق میں گم ہو جاتا ہے وہ دنیا کی حقیقت کو بہتر سمجھ سکتا ہے اور کائنات کو اپنے ہاتھ سے جیسے خدا (یعنی خدا کی بصیرت سے دیکھتا ہے) اس کے بعد دنیا اس کو کچھ اور نظر آتی ہے اس کو دنیا کی قنات کے لیے نیچے حسن اور نقصان کے بے کمال نظر آتا ہے۔ وہ ہر چیز میں نیا رنگ دیکھتا ہے، ہر شے میں نیا رنگ دیکھتا ہے اور ہر جگہ اس کو نئی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یہاں پر دو دو قسم کے مشاہدات جمع ہو جاتے ہیں مشاہدہ حق اور مشاہدہ کائنات۔ بعض صوفی کے منہ سے سب سے زیادہ غیر شرعی کلمات نکلے گئے لیکن غرضی ایسا کار صوفی نے میدان میں آکر تصوف اور شریعت کو ایک ثابت کیا اور دنیا کی اللہ جیسے مشکل مقامات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جو شریعت سے متصادم نہیں ہوتے۔"



دوسری طرف ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو دین کے اعلیٰ درجات اور بلند مقامات کا حتمی ہوتا ہے۔ جو اس دنیا کی تعلیمات کو اپنی سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ استعمال کر رہا ہے وہ آخرت ہی سے اٹھا کر اسے فانی میں بدل کر دیا جا رہا ہے۔ وہ یہاں کم سے کم غریب کر کے اپنا زیادہ سے زیادہ حصہ آخرت میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ انسانوں کی اس تعلیم کے پیش نظر دین اسلام میں شریعت کے اندر ان دونوں اقسام کے لوگوں کے لیے عجائبات موجود ہیں۔ یعنی اگر انسان دنیا میں رہ کر اپنا ساما ہو تو اس کے لیے شارع نے ایسے آسان اصول دیے ہیں کہ وہ اپنی پیاس کو شریعت قوانین کے اندر بجھا سکا اور موت کے بعد کی بڑی سزا سے بھی بے گن گناہ رہ سکے۔

جیسے اسلام نے اچھے اور لذت کھانوں پر پابندی نہیں لگائی مگر اس پر حلال و طیب ہونے کی شرط رکھی ہے۔ یعنی اگر اس کے ذرا لے بھی غلط نہ ہوں اور اس میں سے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کوئی حق تلف بھی نہ ہو۔ ظاہر بھی ہے کہ یہ اعلیٰ مقامات صحت کے اصولوں کے خلاف بھی نہ آتے۔

اسی طرح ازواج کے قوانین ہیں جو انسان کی جنسی بھوک کو کچھ کرنا ہے۔ جسے میں اور اس پر پابندی نہیں لگائی ہے۔ اسلام نے چار بیویوں تک اجازت دے رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی یہ بھوک کسی غلط طریقے سے نہ کھائے کہ کوشش کرے اور آخرت میں کسی بھی بڑی سزا سے بچ جائے اور معاشرے سے خدا بھی واقع نہ ہو۔ انسان کو جو امور اور چیزیں ہیں کہ جو یہ چاہتا ہے کہ ہمیں آخرت میں اعلیٰ عہدے ملیں، اس دنیا میں روحانی ترقی کریں، اسی کے لیے اعلیٰ مقامات روحانی حاصل کریں تو ان کے لیے اسلام نے ترک اور ذوق دنیا کا درس بھی رکھا ہوا ہے۔

اس بات کو ضرور واضح کرنے کے لیے ہم آپ کی توجہ حقیقت کی طرف مبذول کروانا چاہیں گے جس کو قرآن کریم نے مکمل سپورٹ حاصل ہے وہ یہ کہ شارع مقدس نے ایک طرف نبوی، اولاد اور مال کو اپنی اہمیت قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسری طرف خالق نے ان چیزوں کو ذوق قرار دیا ہے۔ جس کا بیان قرآن میں ان لفظوں سے موجود ہے۔

الْمَالُ الْفُتُورُ وَالْأَنْفُورُ وَالْأَنْفُورُ

ترجمہ: جنہاں مال اور اولاد و تمہارے لیے فتنہ ہے۔

اب چہر ایک ہی ہے، ایک طرف شارع اسلام نے اس کو مومن قرار دیا ہے جبکہ دوسری طرف وہی چیز مذہب و مومن قرار دی جا رہی ہے۔ اصل میں جو چیز یہاں بنیادی طور پر سمجھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ فی نفسہ یہ چیزیں ذوق مومن ہیں اور نہ مومن مسئلہ تو یہ ہے کہ انسان کا تعلق کس کسبیت گری سے ہے۔ مذکورہ بالا دو قسموں میں سے اگر تو وہ اول الذکر لوگوں یا

اسرار روحانیت

154

دعا ہے

357

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ باقاعدہ علم کی نقل اختیار کر گیا اور دنیائے اسلام میں اسے علم تحفہ کے نام کیا گیا۔

علم تصوف کا منشا اور مبدا

علم تصوف کی شہرہ آفاق کتاب "عوارف المعارف" کے مصنف شیخ شہاب الدین سہروردی علم تصوف کا منشا اور
 اور کارسرو کا بنیاد سے منسوب ان روایات میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بھگت میری اور اس چیز کی مثال جس کے ساتھ مجھے جھوٹ فرمایا ہے اس شخص کی ہی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا کہ اسے میری قوم واقعی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے اور میں تم کو ذرا سے والا ہوں، ہاں چلو جاؤ چلو اور بچے یہاں زندہ رہ گئے یہ ظہورِ قوس کا کہنا اس کی قوم کے لیے کہہ کر وہ نے فرمان لیا اور سرِ شام وہ گمروہ، وہاں سے چل کر آوا ہوتا ہوا چل کر وہ دو گنڈل گیا اور لشکر کی دست برداری کی۔ لیکن ایک گمروہ نے اس کی بات بھٹائی اور جہاں تھے وہیں رہے وہیں اور کچھ ہوئی اور صبح میں ہی اس لشکر نے **ایمان والا پیر** کو اپنے پاس سے کر کے نکھڑا دیا۔ پس یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے مہری چروہی کی اور ان لوگوں کی جہی جنہوں نے میرا کہا نہ مانا جو چیزیں حق سے لایا تھا اس کی تکذیب کی۔

اسی جنہوں کے میرا کھانا مانا جو چیزیں اس نے لایا تھا اس نے کھلیں تھیں۔
 انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم اور ہدایت کی مثال کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے
 عطا فرمایا اس کو دھار دلا ہوا ہار کی سی ہے جو زمین پر برسی تو اس بارش سے زمین کے اس قطعہ سے جو قابل زراعت تھا
 وہی کھوپڑے اندر جذب کر لیا اور اس میں خوب گھاس پیدا ہوئی اور بزرگا گیا۔ اس زمین کا ایک قطعہ تالاب اور جمیل کی طرح
 گیا جب اس میں بارش کا پانی پڑا تو اس سے بھرا ہوا گڑھ بن گیا اور اس کے طرف تو کھجوریں، پیچلیاں، انگور کی دھڑیاں اور
 اور اس کو بھی پلایا یا اس سے کھیتی باڑی بھی کیا گیا۔ اور ایک قطعہ اس زمین کا بالکل غیر خیر تھا اس میں سبزہ گاور پڑا ہی
 اس میں خیر نہ کہیں۔ یہ مثال اس کی ہے جو دنیا الہی میں فقیر ہے اور اس کو اس شے نے نفع بخشا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ
 نے مجھے معبود فرمایا تھا۔ یہ جب وہ خود صاحب علم ہوا تو اس نے دوسروں کو بھی علم سکھایا۔ اور غیر خیر تھیں مثال شخص کی ہے
 جس نے اپنے ساتھ دوسرا علم دلا ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا۔

اس کے متنی اور بیرونی اثرات اس کے اعتدالی فی الواقعیت کے لیے ایک
شیخ ابو حنیفہ سرہرودی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی
اولیت اور پیرائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قلب صافی اور نقویں دہائی سے حب صفا کی طرف اور طہارت کا تقاضا ہے، فائدہ
اور لعل کی شکل میں ظاہر ہوا، بصرہ کسی کی ہے کہ بعض عقوبتوں سے زمین کے مانند ہیں جو رات کے لیے خوب ہی
سوداں اور فائدہ ہیں جس سے کھاس اور سبزہ پیدا ہوا ہے اور یہ وہ قلب ہیں جنہوں نے فی نفس علم سے فائدہ اٹھایا اور
ہدایت یافتہ ہوئے اور ان کو ان کے علم سے نفع پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے عقل ان کے علوم نے

یعنی وہ دین اور دنیا دونوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا میں منتقلیوں کو بھی نہیں ٹھہراتا چاہتے اور آخرت میں "مارگ" لینا ہی کافی سمجھتے ہیں تاکہ جہنم سے گھوٹکھاسی ہو جائے۔ ایسے لوگ آخرت کے اعلیٰ عہدوں اور درجہات کے بھی نہیں ہوتے بلکہ وہ آخرت کی کسی بھی پھٹکی سڑا کو بھی نہیں کہنے کے لیے تیار ہوتے ہیں تاکہ وہ اس دنیا کی لذتوں اور آزادیوں سے محروم نہ ہوں۔

سیرت صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اور اولیائے کرامؑ سے بھی نظر آتا ہے جیسا کہ سید الاولیاء حضرت علی المرتضیٰؑ ص ۱۱۱
 و جی کہ حیات مبارکہ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اسلام کے لئے یہ کمالوں
 نہیں لگائی تھیں مگر آپؐ کا شمار اولیائے ہوتے ہوئے عیسٰی میں ساری زندگی نانی جو پروردگار کے ہوتے نظر آتا ہے
 اسی طرح اسلام نے اگرچہ کہ بہترین انسانوں پر پابندی نہیں لگائی مگر روحانیت کے یہ بتانے والوں اور
 ساری حیات مبارکہ میں کندہ کے ایسے لباس استعمال فرماتے نظر آتے ہیں جن کو کچھ لوگ پیوند لگے ہوتے
 سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس ذات مبارکہ کا ایک بارش کی فصل کی آمدنی تو ہے ہزار دینار و دوا رہنے والہ کی کمال
 ہزار غلام خرید کر آزاد فرما رہے ہوں کیا وہ ایک ایسا لباس Afford نہیں کر سکتے؟

صورتحال بھی کہ ایک طرف تو ان کے فرزند ارجمند شہزادہ امین امام حسنؑ کے دسترخوان پر عوام کے لئے اور
واقسام کے کھانے چنے جاتے تھے اور دسترخوان امام حسنؑ کی عام شہرت تھی۔ تو کیا وہ اپنے والد بزرگوار کے لئے
پُر تکلف کھانا فراہم نہیں کر سکتے تھے؟ اسلام نے فاجر اہل اور صائم انصاری کی مدح کی ہے تو کیا اسے مہمانیت کہا جاسکتا
اویسا نہ کرام اور شہاد کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی
رعایتوں سے استفادہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے لیے مثلِ تبرین راستہ پسند کیا کہ جو توجہ نفس و حشا اور صبر و
راستہ تھا۔ انہوں نے اسے اختیار کیا۔ آخرت کے اعلیٰ مقامات کے حصول کے لیے انہوں نے اس دنیا کی لذت و
دی اور اس دنیا میں روحانیت کے وہ اعلیٰ مقام چاہے جو کبھی فراموش نہیں کیے جاسکتے۔

حضرت شہزادہ شجاع الدین نے بھی کاشغہ کا دورہ کیا، اس میں شہزادہ کی خواہش کے نام و نشان تک نہ ملے گا۔ چنانچہ اس کی جگہ کسی کوئی لکھنا تھا تو نہیں فرمایا، زندگی بھر شادی نہیں کی اور بہتر میں قسم کھایا اس نہیں پہنچا۔ چنانچہ پوری زندگی شہزادہ مولانا علی کی سہت میں تان جو اور پیشا پور لباس کی پسند کیا۔

فقہائے کرام! ہم اب بھی یاد رکھیں کہ دین اسلام کے اندر وہ حصہ جس کو ہم غیر تبلیغی کہہ رہے ہیں اس کو غیر تبلیغی کہنا مقصد یہ ہے کہ اس کو اپنانا ہر کسی کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ عامۃ الناس کے کسی میں نہیں کہ وہ اس کے تقاضوں کا کر سکیں۔ لیکن اب بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کا روح رواں ابھی یہی حصہ ہے یا وہ جو تبلیغی کہہ دین اسلام کا اصل روح رواں غیر تبلیغی حصہ ہے۔ مگر انسانی کرداروں کو دیکھتے ہوئے خالق نے نیاز و حوام کو بہت سی رعایات عطا فرماتا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

کدو کی انسان پر اس کے نفس کی برداشت سے زیادہ جو پھینک داتا اس لیے اس سے عوام کی کمزوریوں کو پیش نظر ایک سادہ اور مکمل دین (شریعت) انسان کو عطا دیا تاکہ کوئی محرم نہ رہ جائے۔ شریعت کو شریعت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دین کو دیا گیا گھاٹ ہے جس سے عوام سیراب ہوئے ہیں۔ طبقہ خاص کے مسافروں کو صاحبانِ طرہ و تہذیب کو قہر کا نام دیا جاتا ہے۔

اسرار پر روحانیت

صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کی۔

فقر و تصوف کیا ہے؟

عرف عام میں فقر کا مفہوم

عرف عام کے مطابق اور لغوی مفہوم کے اعتبار سے تو فقر، محتاجی، غربت اور تنگ دستی

صوفیاء کے نزدیک فقر کا مفہوم

صوفیا کے ہاں یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب بندہ اس پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے لازمات کے ڈھیلے میں چنداں فرق نہیں رہتا اور وہ خدا کا اس قدر محتاج بن جاتا ہے کہ ساری دنیا سے بہ نیاز و نیاز حضرت سید علی ہجویریؒ جو کہ برصغیر پاک و ہند کے نہایت ممتاز و معروف اور قابل احترام گزرتے ہیں نے اپنی لازوال اور شہرہ آفاق کتاب ”کشف المحجوب“ میں اثباتِ فقر کے عنوان پر باب قائم کیا ہے۔

فقیر کون ہے؟ کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں۔
 ”فقیر وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور کسی چیز کے حاصل ہونے سے اسے کوئی اسبابِ دنیا کے موجود ہونے سے اپنے آپ کو غنی نہ سمجھے اور ان کے نہ ہونے سے اپنے آپ کو محتاج نہ میں اسباب کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔“

آپ نے آگے چل کر ایک بادشاہ اور ایک درویش کا مکالمہ نقل کیا ہے فرماتے ہیں
 ”ایک درویش سے بادشاہ کی ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگو، درویش غلاموں کے غلام سے کچھ مانگنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ بادشاہ کو اس بات پر قدرے غصہ اور غم ہوا اور آپ کے غلاموں کا غلام کیسے ٹھہرا؟ اس درویش نے بڑے اطمینان سے جواب دیا، ”حرص اور امید ہیں اور تم حرص اور امید کے غلام ہو۔“

اسی کتاب میں اسی عنوان سے ایک اور جگہ آپ نے بڑی معنی آفریں اور خوبصورت بات لکھتے ہیں:

”امرا صاحبِ صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحبِ صدق، اور صدق ہرگز صدق کے

”امرا صاحبِ صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحبِ صدق، اور صدق ہرگز صدق کے
 ”امرا صاحبِ صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحبِ صدق، اور صدق ہرگز صدق کے

عام میں تصوف کا مفہوم

تصوف کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ یہ درود و وظائف، چلہ کشی، تسبیح گردانی اور کشف و کرامات کے

نزدیک تصوف کا مفہوم

نہ کم اور حقیقی صوفیاء کے نزدیک تصوف --- مال --- نہیں ایک --- حال --- ہے جو بندے پر وارد ہوتا ہے اس کے ظاہر اور باطن کا تضاد دور ہو جاتا ہے۔ اور قلب و دماغ تزکیہ و طہانیت کا مرکز بن جاتا ہے۔

دل کی آراء

خوش حیو سب فرخیل اور شاہ ولی محمد علی شاہ کے عظیم شہسوار

ہر ملکہ ہیں تصوف کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:.....

”تصوف مخلوق کی موافقت کرنے سے دل کو پاک رکھنا، بشری صفات (مذمومہ) سے غلبہ کی اختیار کرنا، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا، روحانی نفوس سے میل جول رکھنا، علوم حقیقی سے غفلت رکھنا، ہر لحاظ ایسے کام بجالانا جو اولیٰ اور افضل ہوں تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا حقیقی طور پر اللہ سے وفا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا ہے۔“

شیخ الحدادی سے بھی پیشتر تصوف کے ممتاز رہنما اور مشہور صوفی شیخ عبد اللہ تہسرتی مسلک تصوف کی یوں

تعارف کرتے ہیں۔

1- التمسك بكتاب الله (کتاب اللہ سے مضبوط تعلق)

2- اقتداء برسول الله (پیروی رسول)

3- اكل الحلال (رزق حلال)

4- كف الاذى (ایذا رسانی سے پرہیز)

5- التواضع (کناہوں سے بیزاری اور نفرت)

اسرار و حاکمیت

حاکمیت

حضرت شیخ الحدادی کے استاد حضرت شیخ محمد بن علی تھاب کا بصیرت افروز تجزیہ.....
”تصوف وہ کریمانہ اخلاق ہیں جو کریم زمانے میں کریم آدمی سے کریم لوگوں کے ساتھ ظہور پزیر

”ہاں!“

حضرت شیخ سہون کی فلسفہ آمیز رائے:-

”تصوف کیا ہے؟ تصوف یہ ہے کہ تو کسی چیز کا مالک نہ بنے اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک بنے“

حضرت شیخ ابوبکر اکثانیؒ کا بے تکلف اظہار خیال:-

”تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے جس کے اخلاق تم سے بہتر ہو گئے وہ صوفی ہونے میں بھی تم سے بہتر ہوگا“

حضرت شیخ ابوبکر اکثانیؒ کا محبت بھرا جملہ:-

”محبوب کے در پر ڈیرے ڈال دیے کا نام تصوف ہے خواہ وہ دھکے ہی کیوں نہ دیں“

امی کا فرمانا ہے:-

”تصوف کا نام ہے اللہ کے لیے کھنکھارنے کا جذبہ پیدا کر لینا۔“

6- التوبه (اللہ کی جانب رجوع)

7- اداء الحقوق (خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی)

اسی بات کو صوفیائے دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے۔

1) اداء الفرائض (فرائض کی ادائیگی اور حقوق کی رعایت)

2) اجتناب المحارم (خدا کی حدود کی پاسداری و منکرات سے پرہیز اور عبادت کی پابندی)

3) قطع العلائق (دنیا اور مادی دنیا سے دل جاکر خدا کے لیے یکسو ہونا تمام مشغولیتوں کو چھوڑ کر خدا سے رشتہ دار ہونا)

4) معانقہ الفقر (آسائش کے بجائے آزمائش کی زندگی بسر کرنا اور مصائب و آلام کا خوش دلی سے اعلائی)

5) تولد الطالب (دل کو آرزوں سے خالی کر لینا، امیدوں کو چھوڑ کر خدا کے علاوہ کسی سے حاجت نہ ہونا)

6) انقطاع الى الله (سب سے کٹ کر اللہ کا ہو جانا اللہ کے لیے کھنکھارنے کا جذبہ پیدا کر لینا)

تصوف کے چاروں میں یکھنکھارنے کا جذبہ پیدا کر لینا، اللہ کے لیے کھنکھارنے کا جذبہ پیدا کر لینا، اللہ کے لیے کھنکھارنے کا جذبہ پیدا کر لینا، اللہ کے لیے کھنکھارنے کا جذبہ پیدا کر لینا

اور رنگ و بو کی دنیا کی سیر فرماتے ہوئے آگے چلیں اور دیکھیں تصوف کیا ہے؟ کسی نے شیخ جنید بغدادی سے پوچھا تھا:

ہے؟ جواب میں فرمایا:

”حق تعالیٰ کے ساتھ جو سب سے بڑا نام ہے جو جانتے ہو تو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نفس و روح کو اللہ کے ساتھ قائم رہنے کی وجہ سے اسباب سے بے تعلق ہو چکا ہو۔“

شیخ ابوالحسن لوری یوں گویا ہیں۔

”تصوف کیا ہے؟ تمام مخلوق نفس کو ترک کر دینا۔“

حضرت شیخ ابن عطاء اللہ ارشاد ہے:

”حق تعالیٰ کا مطیع فرمانبردار رہنے کا نام تصوف ہے۔“

شیخ ابوبکر قزوینی فرماتے ہیں:

التصوف هو الاخلاق اشرافہ (تصوف اچھے اخلاق کو کہتے ہیں)۔

شیخ ابوبکر رود باریؒ اب کشا ہیں:

”تصوف؟ یہ مذہب بہترین سجدگی ہے، اللہ اس میں کسی اور مذاق کو نہ چلاؤ۔“

حضرت شیخ ابو محمد جریریؒ کا تہرہ۔

”یہ براہی اخلاق میں داخل اور ذلیل فحش سے نکلنے کا نام ہے۔“

حضرت دریم یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں:

”تصوف یہ ہے کہ اپنے نفس کو اللہ کے ساتھ اس طرح چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔“

خوش جیوے سرفراز شاہ فرید الدین گیلانی

شیخ ابوالحسن مرین کا فرمانا ہے۔

”حق تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا نام تصوف ہے۔“

شیخ ابن عطاء اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”تصوف اللہ کی رضا پر اعتراض نہ کرنے کا نام ہے۔“

یہ غیر پاک و بہت میں تعریف لانے والے قدیم صوفی بزرگ، مایہ ناز روحانی شخصیت اور عوامی محبت و عقیدت کے بام بلند پر فائز مرشد کامل شیخ علی ابوجہری المعروف داتا گنج بخش نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”کشف المحجوب“ میں تصوف کے موضوع پر مختلف بزرگان دین اور اہل صوفیہ کے اقوال کا انتخاب پیش فرماتے ہوئے شیخ ابوالحسن کا قول نقل کیا ہے۔

لیس التصوف رسوم ولا علوما ولكنه الاخلاق

”تصوف کسی خاص وضع قطع یا علمی سند کا نام نہیں بلکہ اخلاقی حسن کا نام ہے۔“

حضرت شیخ ابوالحسن لوریؒ تصوف کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں۔

التصوف هو الحرية والفتوة وترك التكلف ولا السخاء وبذل الدنيا

تصوف دل کی آزادی، جو اس ہمتی بری تکلفات سے دستبردار، سخاوت اور زرو مال سے بیزار کی کا نام ہے۔

جناب داتا صاحبؒ خود تصوف کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

”دین کی اصل روح اور اس کی جان احکام الہی کی اخلاص و محبت کے ساتھ چھڑی ہے۔۔۔ اور اس کو ہم تصوف کہتے ہیں۔“

حضرت شیخ حصریؒ کا تصوف کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے، ملاحظہ ہو۔

”تصوف نام ہے غیر کو اللہ حق سے چھوڑ رکھنے کا۔“

حضرت مرتضیٰ نے فرمایا:

”تصوف اچھے اخلاق کا مجموعہ ہے۔“

حضرت ابوبکر قزوینی نے فرمایا:

”تصوف ایسے اخلاق کو کہتے ہیں جن سے رب راضی ہو۔“

حضرت ابوالحسن لوریؒ نے فرمایا:

”تصوف علم و فن کا نام نہیں بلکہ مجموعہ اخلاق کا نام ہے۔“

حضرت احمد غفریؒ نے فرمایا:

”تصوف یا ان کی گندگی اور کمزورتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کا نام ہے۔“

حضرت محمد بن احمد الکزنیؒ فرمایا:

”تصوف اپنے احوال کو کچھ پر قائم رکھنے کا نام ہے۔“

حضرت ابو حفص نیشاپوریؒ نے فرمایا:

”تصوف آداب ہی آداب ہیں بروقت کا ادب، ہر جگہ کا ادب، ہر حال کا ادب۔“

حضرت معروف کرہؒ نے فرمایا:

”تصوف ہر چیز کی حقیقت جاننے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بچنا، ہونے کا نام ہے۔“

حضرت ابوالحسن شجرؒ نے فرمایا:

”ایک وقت تھا کہ تصوف حقیقت تھی ہے نام آج نام ہے بے حقیقت۔“

حضرت ابو جعفر بغدادیؒ نے فرمایا۔

”تصوف درگزر کو اختیار کرنا، اچھے کاموں کا کھڑ دینا اور جاہلوں سے اعراض کرنا ہے۔“

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاریؒ نے فرمایا:

”تصوف یہ ہے کہ جہانی معاملہ نفسی ہو جائے اور استدلالی معاملہ کشفی ہو جائے۔“

حضرت شیخ احمد زکریاؒ نے فرمایا:

تصوف کی ابتداء ہے اَلْاَعْمَالُ اَلْعَمَلُ بِالْاِيْمَانِ (بے شک اعمال کا دار و مدار ایمان پر ہے)

اور تصوف کی انتہا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ تَعَالٰی تَوَافً (یہ کہ تو اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے)

حضرت مولانا احمد رابوٹیؒ نے فرمایا:

”تصوف یہ ہے کہ اللہ کو عبادت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطاعت سے اور مخلوق کو اللہ کی عبادت سے

اول کون ہوتا ہے؟

”حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد عبدالواحد بن زیدؒ سے پوچھا گیا صوفی کون ہوتے ہیں؟ فرمایا:

”جو اپنی عقلوں کے ذریعے اپنے ارادوں پر قائم ہوتے ہیں اور اپنے دلوں سے اس پر ڈلے دھبے ہیں اور ہاں کے شر سے بچنے کی خاطر اپنے آقا کو مضبوط پکڑے رہتے ہیں۔“

حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

”صوفی وہ ہے جسے جو تھکا نہ سکے اور محرومیت کی وجہ سے بے چین نہ ہو۔“

حضرت ابو محمد رومؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

”جس کا کردار اس کی گفتار کے موافق ہو۔“

کسی عارف نے اسی سوال کا جواب دیا:

صوفی آن باشد کہ صافی شود از کدو پر شود از فکر

در قرب خدا منقطع شود از بشر یکساں شود در چشم او خاک و زر

صوفی وہ ہوتا ہے جو میل سے صاف، پر فکر ہو، خدا کے قرب میں مخلوق سے دور و اور اس کی نگاہ میں ہوا ہو۔

حضرت شمسؒ نے فرمایا:

”صوفی وہ ہے جو مخلوق سے سکے اور اللہ سے جڑے۔“

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

”صوفی کی مثال زمین کی سی ہے جسے نیچے اور بدکار دونوں روندتے ہیں یا بادل کی سی ہے جو ہر جگہ گرتا ہے۔“

شیخ حسین بن منصور راسؒ سے بھی کڑا معیار پیش کرتے ہیں۔

”جو ہر قسم کی میل کجیل سے پاک ہو، ہر وقت غمخوار و فکر ہو، مخلوق کو چھوڑ کر اللہ کی کا ہو گیا ہو اور اس کے نزدیک لکھ لکھائی اور شی کا ذیل یکساں اہمیت رکھتا ہو۔“

حضرت داتا گنج بخشؒ دانون مصریؒ کی رائے کو نقل کرتے ہیں۔

”الصوفی اذا نطق بان نطقه عن الحقائق وان سكت نطقه عن الحقائق بقطع العلائق“

”اس کی گفتگو حقیقت کی ترجمان ہو اور اس کی خاموشی حقائق و علائق دلیا سے بیزار کی کی شہاد ہو۔“

اسلام کا کلام

پس صوفی وہ ہوتا ہے جس کو جان و دلوں کی آواز، ہر ایک سوز و ساز، چیزوں کی چھک، پھولوں کی مہک، سبزے کی

اس سے پہلے کہ ہم تصوف اور عرفان کے نظری اور عملی پہلوؤں پر بات کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے عرفان اور تصوف کی پہلی صدی ہجری سے کم از کم دسویں صدی ہجری تک کی مختصر تاریخ بیان کریں۔ اس کے بعد ہم ان تک گمانش ہوگی عرفان کے مسائل پر بحث کریں گے اور پھر ان مسائل کا کچھ تجزیہ پیش کریں گے۔ یہ مسلّم ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اور کم از کم پہلی صدی ہجری میں عارف یا صوفی نام کا کوئی گروہ ملنا توں میں موجود نہیں تھا۔ صوفی کا لفظ دوسری صدی ہجری میں وجود میں آیا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کوئی کواس نام سے پکارا گیا۔ ابو ہاشم دوسری صدی میں گزرے۔ ابو ہاشم ہی فلسطین کے مقام رملہ میں مسلمان عابدوں اور زاہدوں کی ایک جماعت کی عبادت کے لیے ایک خانقاہ (صومہ) بنائی اور کچھ معلوم نہیں کہ ابو ہاشم کب فوت ہوئے مگر وہ سفیان ثوری کے استاد تھے جو 161ھ میں فوت ہوئے۔ مشہور عارف و صوفی ابو القاسم قشیری کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ 200ھ سے قبل رائج نہیں تھا۔ نکلسن بھی یہی کہتا ہے کہ یہ نام دوسری صدی ہجری کے اواخر میں وجود میں آیا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ ابو ہاشم کوئی پہلے شخص تھے جو صوفی کہلائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ سفیان ثوری متوفی 161ھ کے استاد تھے تو یہ نام دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں رائج ہو گیا تھا نہ کہ دوسری صدی کے اواخر میں جیسا کہ نکلسن دہرہ کہتے ہیں۔ بظاہر اس میں بھی شبہ نہیں کہ صوفی اس لیے صوفی کہلائے کہ وہ صوف یا لون کا لباس پہنتے تھے۔ صوفیا اپنے زہد اور ترک دنیا کے سبب نرم لباس سے اجتناب کرتے تھے اور خاص طور پر اون کا سونا جھوننا لباس پہنتے تھے۔

مگر یہ لوگ کب سے اپنے آپ کو عارف کہلانے لگے اس کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ان بات یقینی ہے اور سری مٹھلی متوفی 243ھ کے ملفوظات سے بھی معلوم ہوتی ہے (تذکرۃ الاولیاء، شیخ عطار) کہ یہ اصطلاح تیسری صدی ہجری میں رائج ہو چکی تھی لیکن ابونصر سراج طوسی کی کتاب المبع (صفحہ 427) جو تصوف کی ایک مختصر

خوش جیوے سرفراز شاہ

”کوئی شخص اس وقت تک عارف نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جاسکے کہ وہ روئے زمین سے اٹھ کر آسمان کی طرف اڑ جائے جو ہر چیز پر سایہ کرتا ہے اور سورج کی طرح نہ ہو جاسکے کہ وہ ہر چیز کو سیراب کرتی ہے۔“

تصوف کا دستور اور اہل تصوف کا شروع سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ہر کام میں مقصدیت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کریں۔ ان کے نزدیک ایسا علم شخص الفاظ کا گورکھ و حشر ہے جو عمل سے خالی ہے، وہ الفاظ و حروف کے سلاک و سلاخ ہیں۔ ان کے لیے تو علم ضروری ہوتا ہی ہے مگر علم کے لیے عمل اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ ان کے خیالات کا ناکہ اور افکار کی شعبہ بازی ناپا جاتا ہے۔

♦♦♦♦♦

اسلام میں تصوف کی ابتدا

اس سے پہلے کہ ہم تصوف اور عرفان کے نظری اور عملی پہلوؤں پر بات کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے عرفان اور تصوف کی پہلی صدی ہجری سے کم از کم دسویں صدی ہجری تک کی مختصر تاریخ بیان کریں۔ اس کے بعد ہم ان تک گمانش ہوگی عرفان کے مسائل پر بحث کریں گے اور پھر ان مسائل کا کچھ تجزیہ پیش کریں گے۔ یہ مسلّم ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اور کم از کم پہلی صدی ہجری میں عارف یا صوفی نام کا کوئی گروہ ملنا توں میں موجود نہیں تھا۔ صوفی کا لفظ دوسری صدی ہجری میں وجود میں آیا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کوئی کواس نام سے پکارا گیا۔ ابو ہاشم دوسری صدی میں گزرے۔ ابو ہاشم ہی فلسطین کے مقام رملہ میں مسلمان عابدوں اور زاہدوں کی ایک جماعت کی عبادت کے لیے ایک خانقاہ (صومہ) بنائی اور کچھ معلوم نہیں کہ ابو ہاشم کب فوت ہوئے مگر وہ سفیان ثوری کے استاد تھے جو 161ھ میں فوت ہوئے۔ مشہور عارف و صوفی ابو القاسم قشیری کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ 200ھ سے قبل رائج نہیں تھا۔ نکلسن بھی یہی کہتا ہے کہ یہ نام دوسری صدی ہجری کے اواخر میں وجود میں آیا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ ابو ہاشم کوئی پہلے شخص تھے جو صوفی کہلائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ سفیان ثوری متوفی 161ھ کے استاد تھے تو یہ نام دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں رائج ہو گیا تھا نہ کہ دوسری صدی کے اواخر میں جیسا کہ نکلسن دہرہ کہتے ہیں۔ بظاہر اس میں بھی شبہ نہیں کہ صوفی اس لیے صوفی کہلائے کہ وہ صوف یا لون کا لباس پہنتے تھے۔ صوفیا اپنے زہد اور ترک دنیا کے سبب نرم لباس سے اجتناب کرتے تھے اور خاص طور پر اون کا سونا جھوننا لباس پہنتے تھے۔

مگر یہ لوگ کب سے اپنے آپ کو عارف کہلانے لگے اس کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ان بات یقینی ہے اور سری مٹھلی متوفی 243ھ کے ملفوظات سے بھی معلوم ہوتی ہے (تذکرۃ الاولیاء، شیخ عطار) کہ یہ اصطلاح تیسری صدی ہجری میں رائج ہو چکی تھی لیکن ابونصر سراج طوسی کی کتاب المبع (صفحہ 427) جو تصوف کی ایک مختصر

سب سے پہلے عرفان اور تصوف کی پہلی صدی ہجری سے کم از کم دسویں صدی ہجری تک کی مختصر تاریخ بیان کریں۔ اس کے بعد ہم ان تک گمانش ہوگی عرفان کے مسائل پر بحث کریں گے اور پھر ان مسائل کا کچھ تجزیہ پیش کریں گے۔ یہ مسلّم ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اور کم از کم پہلی صدی ہجری میں عارف یا صوفی نام کا کوئی گروہ ملنا توں میں موجود نہیں تھا۔ صوفی کا لفظ دوسری صدی ہجری میں وجود میں آیا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کوئی کواس نام سے پکارا گیا۔ ابو ہاشم دوسری صدی میں گزرے۔ ابو ہاشم ہی فلسطین کے مقام رملہ میں مسلمان عابدوں اور زاہدوں کی ایک جماعت کی عبادت کے لیے ایک خانقاہ (صومہ) بنائی اور کچھ معلوم نہیں کہ ابو ہاشم کب فوت ہوئے مگر وہ سفیان ثوری کے استاد تھے جو 161ھ میں فوت ہوئے۔ مشہور عارف و صوفی ابو القاسم قشیری کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ 200ھ سے قبل رائج نہیں تھا۔ نکلسن بھی یہی کہتا ہے کہ یہ نام دوسری صدی ہجری کے اواخر میں وجود میں آیا۔

اگر یہ صحیح ہے کہ ابو ہاشم کوئی پہلے شخص تھے جو صوفی کہلائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ سفیان ثوری متوفی 161ھ کے استاد تھے تو یہ نام دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں رائج ہو گیا تھا نہ کہ دوسری صدی کے اواخر میں جیسا کہ نکلسن دہرہ کہتے ہیں۔ بظاہر اس میں بھی شبہ نہیں کہ صوفی اس لیے صوفی کہلائے کہ وہ صوف یا لون کا لباس پہنتے تھے۔ صوفیا اپنے زہد اور ترک دنیا کے سبب نرم لباس سے اجتناب کرتے تھے اور خاص طور پر اون کا سونا جھوننا لباس پہنتے تھے۔

خوش جیوے سرفراز شاہ

بہر حال پہلی صدی ہجری میں صوفی نام کا کوئی گروہ موجود نہیں تھا۔ یہ نام دوسری صدی ہجری میں رائج ہوا اور پہلی صدی ہجری میں صوفیوں نے ایک خاص گروہ کی شکل اختیار کر لی۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ تیسری صدی ہجری میں رائج ہوا صحیح نہیں ہے۔

پہلی صدی ہجری میں ہر چند کہ کوئی خاص جماعت صوفی یا عارف یا ایسے ہی کسی دوسرے نام سے

لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ممتاز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین صرف عابد و زاہد ہی تھے، وہ بعض ایک ہی طرح کے ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کی کوئی روحانی زندگی نہیں تھی۔

اب ہم دوسری صدی سے دسویں صدی تک کے عرفاء اور صوفیاء کا تذکرہ کرتے ہیں۔

دوسری صدی کے عارف

حسن بصریؒ

سن 22ھ میں پیدا ہوئے، 88ھ سال کی عمر پائی۔ ان کی نوے فیصد عمر پہلی صدی میں گزری ہے۔ حسن بصری صوفی نہیں کہلاتے تھے، ان کا شمار صوفیاء میں اس لئے ہوتا ہے کہ انہوں نے ”رعایت حقوق اللہ“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ جو تصوف پر پہلی کتاب بھی جاتی ہے۔ اس کتاب کا واحد نسخہ آکسفورڈ لائبریری میں ہے۔ نگار نے اس کتاب ”حسن بصری“ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے صوفی طریقہ زندگی کے بارے میں لکھا۔ مقامات عالیہ صوفیہ کے لیے تصوف کا جو طریقہ بعد کے مصنفین نے تجویز کیا ہے وہ ہے: اول تو یہ اور اس کے بعد مختلف دوسرے اعمال، اس میں سے ہر عمل ایک مقام سے دوسرے بالاتر مقام پر پہنچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔“

بعد میں تصوف میں جو سلسلے شروع ہوئے ہیں وہ مختلف طریقوں سے حسن بصری تک پہنچتے ہیں اور پھر ان کے واسطے سے امیر کائنات مولا علیؑ تک پہنچتے ہیں۔ علمائے تاریخ کا کہنا ہے کہ حسن بصری نے اصحابِ بدر میں سے صحابہ کا زمانہ پایا تھا۔

ابو ہاشم صوفی کوئیؒ

ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ سفیان ثوری (سنی 161ھ) کے استاد تھے۔ انہی پہلے شخص تھے جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے سفیان ثوری کا قول ہے:

”اگر ابو ہاشم نہ ہوتے تو میں ریاء یا ریائی نہ کہتا۔“

ابوعلیٰ حضرت شفیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشارعِ خراسان سے تھے زندگی بھر توحید کا درس دیتے رہے۔ حضرت حاتم الامم کے استاد تھے۔ حضرت شفیق بلخیؒ کی توبہ

آپ کی توبہ کا سبب یوں ہے کہ آپ امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ تجارت کی غرض سے ترکستان گئے۔ ابھی تو عمر تھیں کہ ایک بت خاندن سے جا پہنچے۔ ایک خادم انہیں لے کر دیکھا جس نے سر اور داڑھی منڈوا رکھی تھی اور ان کو ایک کپڑے کے پٹے سے بٹھانے لگے تھے۔ حضرت شفیق نے اس خادم سے کہا: تمہیں بتانے والا زندہ ہے، علم والا ہے اور قدرت رکھتا ہے۔ تم اس سے مانگو، ان باتوں کو چاہو جو کرو جو نہ کرو دے سکتے ہیں نقصان۔

وہ کہنے لگا: اگر تم مجھ کو کہتے ہو تو وہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے شہر میں جنہیں روزی دے دے، یہاں ان کو تجارت جنہیں وقت سے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بات سنتے ہی حضرت شفیق چونک گئے اور رازِ ہدایت اپنائی۔

کچھ کہتے ہیں ان کے زہد کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے زمانہٴ قیامت میں ایک غلام کو اچھلتے کودتے دیکھا حالانکہ لوگ قیامت سے پریشان تھے۔ حضرت شفیق نے غلام سے پوچھا کہ تم خوشیاں کیوں مناتے ہو؟ کیا جنہیں قیامت میں جتنا لوگوں کی پریشانی نظر نہیں آ رہی؟ غلام کہنے لگے مجھے اس سے کیا غم، میرے مالک کے پاس ایک گاؤں موجود ہے جس سے ہماری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت شفیق چونک پڑے اور کہنے لگے اگر اس کے آقا کے پاس ایک گاؤں موجود ہے اور یہ اس کا حق ہے پھر بھی بایں ہمہ اسے روزی کی فکر نہیں تو ایک مسلمان کو روزی کی فکر کیوں لاحق ہو جبکہ اس کا آقا غنی اور مالدار ہے۔

ایک قول یہ بھی ملتا ہے جس کی نسبت حضرت حاتم امم رحمۃ اللہ کی طرف دی جاتی ہے، آپ نے بتایا کہ حضرت شفیق بن ابراہیم ایک مالدار شخص تھے، نو جوان تھے اور نو جوانوں کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ ان دنوں حاکمِ مغل علی بن عیسیٰ ہامان تھا، وہ شکاری کنوں کا دلدادہ تھا۔ اس کا ایک کتا تم ہو گیا تو اس نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ کتا اس کے پاس ہے۔ وہ شخص حضرت شفیق کے پڑوس میں رہتا تھا اس نے اسے تلاش کیا تو وہ بھاگ گیا اور شفیق کے گھر میں پناہ لی، شفیق نکران کے پاس گئے اور اسے کہا کہ کتا تو میرے پاس ہے اسے جانے دو میں تین دن کے اندر کتا واپس کر دوں گا۔

خوش جیوے سرفراز شاہ وچہم کا ابتدائی دور

حضرت ابراہیم بن ادھم فصل کاٹ کر اور باغوں کی حفاظت کر کے محنت مزدوری کی روزی کمایا کرتے تھے۔ ایک دن جنگل میں ایک آدمی دیکھا جس نے آپ کو اسمِ اعظم سکھایا، آپ نے اس کی وساطت سے دعا کی تو حضرت خضر مالک السلام کی زیارت ہو گئی، انہوں نے بتایا: وہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام تھے جنہوں نے جنہیں اسمِ اعظم سکھایا ہے۔

حضرت ابراہیم بن بشیر کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابراہیم بن ادھم کی مجلس میں تھا، ان سے کہا کہ آپ کے لیے سے دنیا ترک کر دی ہے؟ اس پر انہوں نے مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابراہیمؒ پر بییزگاری کے عظیم منصب پر فائز تھے ان کا یہ قول ملتا ہے کہ:

”حلال روزی کمایا کر کھاؤ تو جنہیں تجھ پر ازای اور روزہ داری ترک کرنے سے نقصان نہ ہوگا۔“

ایک دن آپ سے کسی نے کہہ دیا کہ گوشت کھانے لگے گا تو آپ نے فرمایا کہ اسے بھٹی دے دو یہی نہ خریدا کرو اور پھر ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

”جب کوئی شے مجھے کھانے معلوم ہوتی ہے تو میں اسے لینا بند کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ جتنی کھانے معلوم ہوتی تھی اتنی ہی سستی معلوم ہونے لگتی ہے۔“

انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ شفیق واپس آئے تو اس کے لیے انتظام کرنے لگے، تیسرا دن بھی آچکا تھا۔ شفیق کے ہاتھوں میں سے ایک فیضِ بلخ سے غائب تھا اور واپس آ رہا تھا اس نے راستے میں دیکھا کہ ایک کتا ہے جس کے گلے میں ایک لٹھی ہے اس نے اسے پکڑ لیا اور دل میں کہا یہ شفیق کو چاکر دوں گا کیونکہ وہ ان کو پسند کرتا ہے چنانچہ وہ لٹھی شفیق کی نظر آئی تو اس نے پہچان لیا کہ یہ کتا امیر ہی کا ہے۔ وہ خوش ہوا اور کتا امیر کے پاس لے گیا اور یوں اس کی عزت پوری ہو گئی۔

ابوعلیٰ حضرت معروف بن خیر وز کرخی رحمۃ اللہ علیہ

یہ اکابر مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی دعائیں اکثر قبول ہوا کرتی تھیں اور آج بھی قبر اطہر کے قوسل سے ان کو شفا یاب ہوتے ہیں۔ بغداد کے نزدیک ان کی قبر پر بڑے شجرہٴ تریاں ہے۔ آپ سید عالمی بن موسیٰ رضا کے آراؤ کردہ مالکوں میں سے تھے۔

200ھ میں وصال ہوا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت کرخی کا وصال 201ھ میں ہوا۔ آپ حضرت سری علی رحمۃ اللہ کے استاد تھے۔ ایک دن آپ نے سری سقطی سے فرمایا کہ اگر اللہ سے کچھ مانگنا ہو تو میری قسم دے کر مانگ

خوش جیوے سرفراز شاہ وچہم انجسٹ

صاحبِ رسالہ شیخ عبدالحکیم بن ہوازن القشیری کہتے ہیں کہ میں اپنے استاد گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ حضرت معروف کرخی کے والدین نصرانی تھے، آپ ابھی بچے ہی تھے کہ والدین نے انہیں ایک عیسائی استاد کے پاس بٹھا دیا۔ جب استاد یہ کہتا کہ اللہ، تین میں تیسرا ہے تو آپ کہنے لگے تو ایک ہی ہے۔ اس پر استاد نے آپ کو بٹھا کر مارا، آپ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ان کے والدین یہاں گئے، چنانچہ آپ حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ کے دستِ اقدس پر زمین پر بھی ہو گئے جس کو ہمیں منظر ہے بلکہ ہم بھی اس کا دینا اپنا لیں گے، چنانچہ آپ حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ کے دستِ اقدس پر مسلمان ہو گئے۔ گھر واپس آئے اور روزہ رکھنا لیا آواز آئی تو ان کو ہے؟ تو کہنے لگے: معروف ہوں اللہ خاندان سے پوچھا کہ کونسا دین اپنا چاہتے ہو؟ آپ نے کہا دینِ حنیف چاہتا ہوں آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت حسین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ کو خواب میں دیکھا وہ وصال فرما چکے تھے میں نے پوچھا: اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ آپ نے بتایا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے میں نے کہا: عبادت گزار کی اور پرہیز گاری کی وجہ سے؟ فرمایا نہیں بلکہ اس بنا پر کہ میں نے ابنِ ہاشم کی صحبت قبول کر لی تھی، ہاتھ وہ فقیر بن گیا اور فقیروں سے محبت شروع کر دی۔

فضیل بن عیاضؒ

آپ خراسان کے باشندے تھے جو مرو کے قریب واقع ہے۔

ان کی تاریخِ حیات اور اس وقت 95ھ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اسی دوران ان سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا تو انہوں میں

”اے بیٹے ایک دروازہ تھا جسے میں پچانوے سال تک کھٹکھٹاتا رہا، وہ ابھی کھلنے کو

ہے نہیں معلوم کہ میرے لئے باعثِ سعادت ہوگا یا باعثِ بدبختی امیر میرے پاس جواب کا وقت

کہاں؟“

حضرت محمد بن حاتم بتاتے ہیں کہ حضرت احمد کے ذمہ سات سو روپے قرض تھا۔ قرض خواہ قریب ہی تھے آپ نے

تیسری صدی کے عارف

مشاہیر صوفیاء میں سے ہیں۔ یہ بھی شروع میں اہل فسق و فجور میں سے تھے بعد میں تائب ہو گئے۔ اشرافی کا وصال 226 ہجری ہوا۔

ابوالحسن حضرت احمد بن ابوالخوار رحمۃ اللہ علیہ

دشن کے رہنے والے تھے حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت پائی اور 230ھ میں وصال فرمایا۔
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن ابوالخوار رحمۃ اللہ علیہ پھولوں کے گلہ بستا طرح ہیں۔

حضرت احمد بن ابوالخوار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

”جو شخص دنیا کی طرف نظر محبت سے دیکھتا ہے اور اس سے بچا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے یقین کا نور اور ہر نکال دیتا ہے۔“

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

”جس شخص نے اجازت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی کام کیا اسے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“

ابو حامد حضرت احمد بن خضر وینی رحمۃ اللہ علیہ

یہ فرسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے اور ابو زہری کی صحبت میں رہے تھے۔ نیشاپور پہنچے تو ابو جنس کی زیارت کی اور پھر ابو یزید بطلانی رحمۃ اللہ کی زیارت کے لیے ”بسطام“ روانہ ہو گئے۔ بہادری اور فتوحات میں بہت مشہور تھے۔ حضرت ابو جنس رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن خضر وینی سے زیادہ زندگی باہمت دیکھا اور نہ ہی سے حال والا۔ حضرت یازید جب بھی ان کا ذکر کرتے تو یوں کہتے ”ہمارے استاد احمد۔“

حضرت محمد بن حامد رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں ان وقت حضرت احمد بن خضر وینی کے پاس تھا جب ان پر حالت

بشر حافی ہی میں ان کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔
”اے اللہ! تو نے مالداروں کے لیے مال دین بظور دستا پر قرار دیا ہوا ہے اور یہ مال تو نے ان سے بروز لیا ہے تو ہوا گناہ اسی پر اقرار فرمادے۔“
محمد کہتے ہیں کہ اسی وقت ایک شخص نے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں؟ اور پھر اب لا قرضہ چکا دیا۔ اسی کے ساتھ آپ کی روح پرواز کر گئی اور آپ فوت ہو گئے۔ سن وفات 240ھ تھا۔ حضرت احمد بن خضر وینی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

”غفلت سے بڑھ کر کوئی بھی نیند بھاری نہیں ہوتی، خواہش نفسانی سے بڑھ کر کوئی غلائی نہیں ہوتی اور اگر تم پر غفلت کا بوجھ نہ پڑے تو خواہشات نفسانی تم سے دور رہیں گی۔“

ابوالحسن حضرت سری بن سقطی رحمۃ اللہ علیہ

بشر حافی کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھے سری سقطی خلق خدا بہت مہربان تھے اور سب کے لیے یاد رکھتے تھے۔ حضرت ابو العباس بن سروق رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں:

”مجھے اطلاع ملی کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ بازار میں تجارت کرتے ہیں۔ ایک دن معروف کرخی ان کے پاس آئے، ان کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ کہنے لگے کہ اس بچہ کے لیے کپڑا دے دو، حضرت سری سقطی کہتے ہیں کہ میں نے اسے کپڑے دیے تو حضرت معروف کرخی بہت خوش ہوئے اور فرماتے لگے کہ ”اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں دنیا سے نفرت ڈال دے اور جس مصیبت میں مبتلا ہو اس سے تمہیں رہائی دے دے۔“

حضرت سری سقطی کہتے ہیں: ”اس بات کے بعد میں جب دکان سے نکلا تو دنیا سے زیادہ مجھے کوئی شے بری معلوم نہ ہو رہی تھی چنانچہ میری موجودہ حالت حضرت معروف کرخی کی برکت کی بنا پر ہے۔“

ابن خلکان نے ”وفیات الاعیان“ میں لکھا ہے کہ حضرت سری سقطی نے فرمایا: ایک موقع پر میں الحمد للہ کہہ بیٹھا تو تیس سال سے اس کی تلاوت کی خاطر استغفار کر رہا ہوں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ وجہ کیا ہوئی؟ آپ نے بتایا ایک مرتبہ بغداد میں آگ بھڑک اٹھی۔ اسی دوران

حضرت حارث حمادی سے لکھے اور غزوہ خلافت مشہور صوفی بزرگ حضرت سری سقطی سے حاصل کیا جو آپ کے حقیقی

جذوب و کیف کی اجماعی منزلیں طے کرنے کے باوجود حضرت جنید بغدادی ہمیشہ اعتقاد اور ہوش کی حالت میں رہے۔ آپ کی عارفانہ عظمتوں پر تمام اولیائے کرام متفق ہیں۔ اس لئے آج بھی آپ کو سید الطائفہ (صوفیوں کے سردار) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

تقریباً 40 سال کی عمر میں اپنے ماموں کی ہدایت پر حضرت جنید بغدادی مشہور فقیہ حضرت ابو ثوری خدمت میں حاضر ہوئے اور شاگردی کی درخواست کی۔ حضرت ابو ثور حضرت امام شافعی کے شاگرد و شیعہ تھے۔ اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلک کے اعتبار سے حضرت جنید بغدادی فقہ شافعی کے پیروکار تھے۔ حضرت ابو ثور نے آٹھ سال کے عرصے عرصہ میں انساں سار علم حضرت جنید بغدادی کو منتقل کر دیا۔ پھر اہل بغداد نے دیکھا کہ ایک ایسے سالو جوان بڑی اہانت کے ساتھ حق دے دیا کرتا تھا۔ بڑے بڑے صاحبان علم جن مسائل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ پاتے تھے ان مسائل تک حضرت جنید بغدادی کو رسائی حاصل تھی۔ یہ قدرت کا عظیم بھی تھا اور اس قدر گہرائی کی جستجو کا فیض بھی۔

علم حدیث اور فقہ حاصل کرنے کے بارے میں خود حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں یہ بھی میرے ماموں کی ہمت اور تلقین کا نتیجہ ہے کہ میں ان علوم کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر حضرت سری سقطی میری رہنمائی نہ فرماتے تو میں حدیث اور فقہ سے نا آشنا رہ جاتا اور مردہ تصوف کی پریچ گلیوں میں ساری زندگی بھٹکتا رہتا۔ میں ایک دن حضرت سری سقطی کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک ماموں مجھ سے مخاطب ہوئے اور نہایت جذبات کے ساتھ فرمایا:

”جنید! حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھیں ایسا محدث بنائے جو علم تصوف سے بھی آگاہ ہو۔“ آپ کے ماموں کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ دین اسلام میں علم و عمل کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے۔

آپ کا وصال مبارک 302ھ میں ہوا۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے رہنے والے تھے۔ فقہ میں مشہور فقیہ مالک بن انس کے شاگرد تھے۔ جامی ان کو رئیس صوفی کہتے تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کے مسائل کو مدرو کنا یہی اصطلاحات میں بیان کیا تاکہ جو واقف ہیں وہی سمجھ سکیں اور افسار کچھ نہ سمجھیں۔ آہستہ آہستہ یہی طریقہ رائج ہو گیا۔ مسائل تصوف غزل کی صورت میں یا مدعو کنا یہ کے پردے میں بیان ہونے لگے۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اسی میں آپ کے ہاں حضرت سالم مغربی رحمۃ اللہ اپنے کچھ اطفال حضرت ذوالنون سے پوچھا کہ آپ نے تو یہ کس کس ہا پر کی تھی؟ انہوں نے کہا یہ ایک عجیب کہانی ہے تم مانو گے نہیں! حضرت سالم نے کہا: آپ کا اپنے جنمو کی قسم ضرور بتائیں۔

مجھے ایک شخص ملا جس نے مجھے اطلاع دی کہ میری دکان خالی ہے چنانچہ میں نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر اب تیس سال ہونے کو ہیں کہ میں اس کے پھر مزار ہوں کہ مسلمانوں کے مشکل وقت میں اپنی بھلائی کا اندازہ کیوں کہا تھا۔“

سری سقطی معروف کرخی کے شاگرد و مرید اور جنید بغدادی کے پیرو ماموں تھے۔ ان سے توحید اور طہارت کے بارے میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔ انہیں کا قول ہے کہ عارف آفتاب کی طرح سارے عالم پر چمکتا ہے اور اللہ کی طرح نیک و بد کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتا ہے وہ پانی کی طرح ہوتا ہے کہ جس پر تمام دلوں کی زندگی کا مدار اور آگ کی طرح اس کی روشنی سب تک پہنچتی ہے۔

سری سقطی نے 257ھ میں 98 سال کی حیات پاک وصال فرمایا۔

ابو عبد اللہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

جنید بغدادی کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھے۔ انہیں محاسبی اس لیے کہتے ہیں وہ عراق اور اہل کربلا کا کمال درجہ اہتمام کرتے تھے۔ آپ اپنے دور میں علم پر تیز گامی معاملات اور حال کے لحاظ سے اپنا جانی نہیں رکھتے تھے اصل میں بصرہ کے تھے اور 243ھ کو بغداد میں وصال فرمایا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ سے یہ روایت ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

”ایک دن حضرت محاسبی میرے قریب سے گزرے تو میں نے چہرے پر ہلکے کے آ جا دیئے۔ میں نے عرض کی: بچا جان! کیا آپ پسند کریں گے کہ میں شریف لاکر تمہیں دکھائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، چنانچہ میں انہیں گھر لے گیا اور انہیں پیش کرنے کے لیے کچھ دھوڑنے لگا۔ مگر میں شادی سے آیا کچھ کھانا موجود تھا چنانچہ میں نے پیش کیا، آپ نے اس میں سے کچھ میرے کمرے میں لے گئے اور باقی کچھ آپ نے کھا لیا۔ پھر آپ نے کچھ کھانے کے لیے گھر پر بھیج دیا۔

میں نے کئی دن بعد دوبارہ آپ کو دیکھا تو دیکھنے کی وجہ پوچھی آپ نے کہا مجھے ہلکے گلی تھی میں جانتا تھا کہ کما کر آپ کو خوش کروں اور دیوبنی کروں لیکن کیا کروں؟ میرے اور اللہ کے درمیان یہ بات طے ہے کہ جس کما لے میں شک و شبہ ہوگا، میرے ملنے سے پہلے نہیں جائے گا چنانچہ میں وہ قدر نکل نہ سکا، یہ بتاؤ کہ یہ کھانا کہاں سے ملا تھا؟ میں نے عرض کیا اس قسمی گھر سے شادی کا کھانا آیا تھا۔ میں نے پھر درخواست کی کیا گھر پر رہنا پسند فرمائیں گے؟ فرمایا ہاں ٹھہروں گا۔ چنانچہ میں نے گھر سے روٹی کا ایک ٹکڑا کھا لیا تو آپ نے کما لے ہوئے فرمایا: جب بھی کسی کی درویشی کو کھانا پیش کرو تو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہی نام جنید بن محمد، کنیت ابوالقاسم۔ آپ نے فقہ کی تعلیم حضرت ابو ثور سے حاصل کی۔ تصوف کے مروجہ

حضرت ذوالنون نے کہا: میں مصر سے کسی بستی کا ارادہ لے لکل کھڑا ہوا جنگل میں پہنچا تو راستے ہی میں مو گیا۔ میری انگوٹھی تو دیکھا کہ ایک گھونسلے میں سے اندھی چڑیا زمین پر آگری۔ میرے دیکھنے زمین میں شکاف ہو گیا، کیا دیکھا تو دیکھوئے تھے ایک مومے کا اور دوسرا چاندی کا، ایک میں تو قتل تھے اور دوسرے میں پائی۔ چڑیا قتل کما لے ہمارے گلی میں پڑی جاتی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ اس نے زیادہ اور کیا دیکھوں چنانچہ میں نے برے ارادوں سے باز رہ کر اور کربلائی شروع کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شرف قبولت سے نوازا۔

سب سے پہلے ذوالنون مصری نے رزم و کنا یہ میں بات کی حیثیت نے آکر اس علم کو مرتب کیا اور مزید ترقی دی اور

حضرت ذوالنون نے کہا: میں مصر سے کسی بستی کا ارادہ لے لکل کھڑا ہوا جنگل میں پہنچا تو راستے ہی میں مو گیا۔ میری انگوٹھی تو دیکھا کہ ایک گھونسلے میں سے اندھی چڑیا زمین پر آگری۔ میرے دیکھنے زمین میں شکاف ہو گیا، کیا دیکھا تو دیکھوئے تھے ایک مومے کا اور دوسرا چاندی کا، ایک میں تو قتل تھے اور دوسرے میں پائی۔ چڑیا قتل کما لے ہمارے گلی میں پڑی جاتی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ اس نے زیادہ اور کیا دیکھوں چنانچہ میں نے برے ارادوں سے باز رہ کر اور کربلائی شروع کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شرف قبولت سے نوازا۔

ابو محمد حضرت سہیل بن عبد اللہ کسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفی کے ناموں میں سے ایک تھے۔ پرہیزگاری کے معاملات میں اپنی مثال آپ تھے، صاحبِ گرامی تھے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کہ آئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا وصال 273ھ کو ہوا۔

حضرت طیفور بن عیسیٰ المعروف بابزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے دادا نجی (آتش پرست) تھے پھر اسلام لے آئے۔ آپ تین بھائی تھے آدم، بطیور اور علی اور یہ سب کے سب زاہد اور عبادت گزار تھے۔ بابزید ان میں سب سے زیادہ صاحبِ عقل تھے۔ آپ کا شمار اکابر صوفی میں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صاف الفاظ میں اللہ کی بات کی۔

بابزید بسطامی نے ایک دفعہ کہا کہ میں بابزید سے اس طرح نقل کیا ہوں جس طرح سناپ کچلی سے نقل ہوا۔ بابزید کی تعلیمات کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ان کی تکفیری بھی کی ہے۔ لیکن جدید صوفیا کہتے ہیں کہ وہ اصحابِ شکر میں سے تھے۔ انہوں نے وہ باتیں جذبِ ہونے خودی کے عالم میں کہیں ہیں جن میں بظاہر خلافِ اسلام اور غلط دعوے کیے گئے ہیں۔ آپ کا وصال 261ھ میں ہوا اور دیگر حضرات نے 432ھ قرار دیا ہے۔

چوتھی صدی کے عارف

ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

جنید بغدادی کے شاگرد اور مرید تھے۔ علاج سے بھی ملاقات تھی۔ مشاہیر صوفیاء میں سے ہیں۔ اصلاً

مصر میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ جب فوت ہوئے تو انہوں نے اس علم کو میروں تک پہنچا دیا۔ سنی نے 334ھ 337ھ ہجری کی درمیانی مدت میں 87 سال کی عمر میں انتقال کیا۔

ابو رود باری

سمرانی نسل سے تھے خود کو نو شیرواں کی اولاد کہتے تھے۔ جنید بغدادی کے مرید تھے۔ ابولعاس بن شریح سے فقہ اور اشعار سے ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ ان کو شریعت، طریقت اور حقیقت کا جامع کہا جاتا ہے۔ 322ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابو نصر سراج طوسی

مشہور کتابِ قلندہ کے مصنف ہیں جو تصوف کی قدیم اور معتبر کتابوں میں سے ہے۔ 387ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ بہت سے مشائخ طریقت ان کے باواسطہ یا بالواسطہ شاگرد تھے۔

ابو الفضل سرخسی

ابو نصر سراج کے شاگرد اور مرید مشہور عارف ابو سعید ابوالخیر کے استاد اور پیرو تھے۔ 400ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابو عبد اللہ رود باری

ابو علی رود باری کے بھائے تھے شام کے مشاہیر صوفیاء میں شمار تھا۔ 396ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابو طالب سنی

ان کی بیشتر شہرت ایک کتاب کی وجہ سے ہے جو انہوں نے علم تصوف میں تالیف کی تھی۔ اس کتاب کا نام "قوت القلب" ہے اس کا شمار تصوف کی قدیم اور بہت معتبر کتابوں میں ہوتا ہے۔ ابو طالب سنی نے 357ھ یا 372ھ ہجری میں انتقال کیا۔

وز طاعت و معصیت
آئینا کہ عتابت تو باشد
ناکردہ چو کردہ
چوں ناکردہ

(ہم تو تیرے غم سے محبت کرتے اور اسی پر مجبور و سرگرداں ہیں طاعت و معصیت سے ہمیں کوئی سرزد نہیں جہاں
ابو سعید نے فوراً کہا:)

برخو سکن سکینہ کہ ہرگز
ناکردہ چو کردہ
چوں ناکردہ

(معافی کے مجھ سے پرست رہو۔ کیونکہ جو کچھ کیا ہوا ہوتا ہے اسے ناکردہ نہیں سمجھنا چاہیے اور جو کچھ ناکردہ ہو
ایسا ہوا نہیں سمجھنا چاہیے)

ابو سعید ابوالخیر کا انتقال 440ھ ہجری میں ہوا۔

ابو علی دقاق نیشاپوری

طریقت و حقیقت کے جامع تھے۔ دماغ اور مفر سے۔ چونکہ ان کی سناجاتوں میں گریہ بہت ہے اس لیے ان کا لقب شیخ کوہ کرہ ہو گیا۔ 405 یا 412ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابوالحسن حضرت علی بن عثمان بجوری

حضرت سید علی بجوری 400ھ یا 401ھ میں غزنی کے ایک محلے "بجوری" میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور شجرہ نسب بارست حضرت سیدنا امام حسین تک پہنچتا ہے۔

حضرت سید علی بجوری نے حصولِ علم کی خاطر بیوی شقیں برداشت کی ہیں۔ کئی بار ہجرت کی، کبھی فرغانہ کو اپنا مسکن بنایا کبھی خراسان یا پچھلے اور کبھی بارہ ماہ کی سکونت اختیار کی۔ جہاں بھی کسی فاضل کا پتلا، اسی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس لئے کوئی نہیں جانتا کہ حضرت سید علی بجوری کے اساتذہ کی تعداد کتنی ہے؟ پھر بھی مشہور ہے کہ مذہبی علوم میں آپ کے استاد حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی تھے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کا معروف قول ہے: "نفر کے راستے میں مرشد کی رضا جوئی سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ پس فقیر کو چاہے کہ ہر وقت مرشد کو اپنے پاس ہی سمجھے۔"

مرشد کے بارے میں حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کا یہ قول بھی شہرت رکھتا ہے۔ مرشد میں خواہشات نفسانی کے دریا کے پار کرنے کی صلاحیت موجود ہونی چاہیے۔ اگر مرشد ماہر تیراک نہ ہو تو ایک دن خود بھی ڈوبے گا اور مرید کو بھی

پانچویں صدی کے عارف

شیخ ابوالحسن خرقانی

مشہور ترین صوفیاء میں سے ہیں۔ صوفیائے حیرت انگیز داستانیں ان سے منسوب کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بابزید بسطامی کی قبر پر جا کر بابزید کی روح سے رابطہ پیدا کیا تھا اور اپنی مشکلات ان سے حل کرائی تھیں اور وہی کہتے ہیں

بولحسن بعد از وفات بابزید
از پس آن سالہ آمد پیہ
گاہ و بیکہ نیز رفتے بے فتور
بر سر گوش نفسے با حضور
تا مثال شیخ پیش آمدے
تا کہ می گفتے شکاش حل شدے

(بابزید کی وفات کے برسوں بعد ابوالحسن واقفِ فنا ان کی قبر پر جا کر بیٹھے اور متوجہ ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کی ہچکچاہٹ سے اسے آکرائی مشکلات حل کر دیں۔)

مولانا رومی نے اپنی مثنوی میں جگہ جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومی کو ابوالحسن خرقانی واقعی عقیدت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشہور فلسفی بوعلی سینا اور مشہور عارف ابو سعید ابوالخیر سے ان کی ملاقات تھی۔ 425ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابو سعید ابوالخیر

ابو سعید ابوالخیر مشہور ترین صوفیاء میں سے ہیں۔ عمدہ احوال کے حامل تھے۔ ان کی ربا اعمال بڑی شستہ ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ کہا کہ تصوف یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے سر میں ہوا سے نکال دو، جو ہاتھ میں ہو وہ دے دو اور جو دلوں کے گوشِ کرو۔ بوعلی سینا سے ملاقات تھی۔ ابو سعید عمل کی ضرورت اور اطاعت و معصیت کے بارے میں بیان کر رہے تھے۔ بوعلی نے یہ باتی پڑھی۔

ماہم بخو تو تو لا کردہ

لے ڈوبے گا۔"

ای کی نشانی ہے۔"

حضرت سید علی بجوری اپنے پیرو مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں: "میرے شیخ ری صوفیوں (دکانداروں) کا نام نہ لیں گے جس آئے تھے۔ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی شخص حقیقت ناک (پر جلال) نہیں دیکھا۔ ایک دن میں مرشد کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔ دھتا مجھے یہ خیال گزرا کہ جب سارے کام تقدیر پر منحصر ہیں تو پھر ہم لوگ غلاموں کی طرح

ایک بار حضرت سید علی بجوری اپنے استاد گرگانی حضرت ابوالقاسم گرگانی کے دیدار کو حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ طوسی کی ایک مسجد میں تھا بیٹھے تھے اور مسجد کے ستون سے ہاتھیں کر رہے تھے۔ حضرت سید علی بجوری بھی وہاں تھے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ حضرت شیخ کوئی واقعہ ستون سے بیان کر رہے تھے میں نے کچھ دیر غامض نگاہ کیا۔ جب استاد گرگانی اپنی بات مکمل کر گئے تو میں آگے بڑھا۔ حاضر۔ السلام علیہ وعلیٰ آئینہ وعلیٰ آئینہ

ٹنڈہ چلی کے نام سے مشہور ہیں۔ مشہور عارفوں اور صوفیوں میں سے ہیں۔ ان کی قبریں ان والہاں میں ہیں۔
سرحد کے نزدیک تربت جام نامی قصبہ میں ہے۔ اپنی اس دینی جہت میں خوف و رجا کا مضمون باندھا ہے:

در سنگلاخ بادیه چلا بریدہ اند
نومید ہم مہاش کہ دندان جڑھ نوش
تا کہ بیک ترانہ پہ منزل رسیدہ اند
احمد جامی 536 ہجری کے قریب فوت ہوئے۔

محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

غوث الاعظم صحیح المسب سید تھے، والد محترم کی طرف سے بارہویں پشت میں آپ کا سلسلہ حضرت سلیمان
حسن سے مل جاتا ہے۔ آپ کا خاندانی نام محمد عبدالقادر اور لقب محی الدین (مذہب کو زعمہ کرنے والا) تھا۔ آپ کی ولادت
407ھ میں ہوئی۔ آپ آباء کی طرف سے ایران کا ایک قدیم قبیلہ جیلان سے تھے۔ والد محترم حضرت ابوہاشم
آپ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو دنیا میں شریف لائے۔ اسی رات آپ کے والد محترم حضرت ابوہاشم
نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام اور اولاد کے عظام
کے ساتھ شریف لائے ہیں اور فرمایا ہے: "اے ابوصالح! تجھے اللہ تعالیٰ نے فرزند ابوصالح عطا فرمایا ہے وہ میرے بیٹے کے مانند ہے اور اولاد میں اس کا
مرتبہ بہت بلند ہے۔"

آپ کی پیدائش کی رات ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ معتمد زرخین نے لکھا ہے کہ اس رات پارہ
میں جس قدر بچے پیدا ہوئے وہ سب کے سب لڑکے تھے جو پھر چنانچہ لڑکے ہو کر ولایت کی منزل تک پہنچے۔
آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ عبدالقادر رمضان المبارک میں پیدا ہوئے اور انہوں نے پورا مہینہ دن کے
وقت دودھ نہیں پیا۔ دوسرے سال گھر سے بادل ہونے کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آ سکا اور لوگ شبہ میں پڑ گئے اور
قرب و دجرا کے چند لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر کی والدہ ماجدہ سے دریافت کیا۔
"سیدہ! کیا تمہیں رویت ہلال کی کوئی خبر ملی ہے؟"
جواب میں سیدہ نے فرمایا آج میرے عبدالقادر نے خلاف عادت دن کے وقت دودھ نہیں پیا ہے اس لیے
میں سمجھتی ہوں کہ آج پہلا روزہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے 26 سال کی عمر میں علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم لغت، علم
ادب، علم نجوم، علم عروض، علم مناظرہ، علم تاریخ کی تحصیل کی۔ جب آپ نے فتویٰ دینا شروع کر دیا تو علمائے ظاہری مفسرین
میں مل جل کر آ گئی۔

عبدالقادر جیلانی نے بے شمار اساتذہ و علم شریعت اور اس وقت کے مروجہ فہم حاصل کئے۔ آپ کا
شاگردی اختیار کرنے اور بزرگوں کی خدمت میں نیاز مندی ظاہر کرنے کا انداز بھی بڑا عجیب تھا۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت
میں چند لمحے بھی گزارنے تو اپنے اساتذہ کی فہرست میں شامل کر لیتے۔ اگر کسی اہل علم سے ایک سوال بھی کرتے تو وہ شخص
میرے لیے آپ کا استاد قرار پاتا۔ جنی وجہ سے کہ ان حضرات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے جن سے غوث الاعظم
فیض باب ہوئے۔ آپ نے طریقت کی تعلیم حماد بن مسلم سے حاصل کی۔

آخر چند روزہ غوث اور طویل عرصوں کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت ابوسعید مبارک غزنی کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ قاضی ابوسعید مبارک حضرت امام احمد بن حنبل کے کتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔
غوث الاعظم کو کچھ کہہ کر حضرت قاضی ابوسعید مبارک نے فرمایا۔ بس! اے جانے بے قرار! اب گوشہ نشین ہو جا!
شیخ ایدیل مضطرب کسی ایک جگہ بیٹھنے نہیں دیتا۔ حضرت عبدالقادر جیلانی نے عرض کیا۔
"جب حیرادل ہی قرار نہیں پڑے گا تو پھر حقوق خدا تجھ سے کس طرح فیضیاب ہوگی؟" حضرت قاضی ابوسعید
مبارک غزنی نے فرمایا۔

مرشدی! میں نجات چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی نے دوبارہ عرض کیا۔ "اللہ نے تجھے تو نجات بخش
دی۔ اب ان شائد حالوں کا خیال کر جو نجات کی تلاش میں دور دور ہو چکے۔ ہے ہیں" قاضی ابوسعید مبارک نے فرمایا:
پھر وہ ایک ساعت آنکھیں جھپکتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی "حضرت قاضی ابوسعید کے دست مبارک پر بیت
ہو گئے۔

رسم بیت ادا ہونے کے بعد پیر و مرشد نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔
اس وقت سے کاذکر کرتے ہوئے حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں۔ حضرت ابوسعید مبارک غزنی نے مجھے کھانا
تو اس وقت بھی کھلایا تھا جب میں "برج نجی" میں مقیم تھا اور فاقہ کشی کی حالت میں کئی دن گزار گئے تھے۔ مگر یہ کھانا اس
کھانے سے بہت مختلف تھا۔ پیر و مرشد کا عطا کردہ ایک ایک لقمہ غلہ میں جاتے ہی عجیب کیفیت پیدا کر دیتا تھا۔ ہر لقمے کے

انجم الدین کبریٰ

مشاہیر اکابر صوفیاء میں سے ہیں۔ صوفیاء کے بہت سے سلسلے ان سے چلتے ہیں۔ شیخ روز بہان ہنکی کے شاگرد،
راہ اور امداد تھے۔ ان کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی تعداد بہت تھی۔ انہیں میں مولانا روم کے والد بہاؤ الدین بھی
خوارزم میں رہے تھے، اسی زمانے میں خوارزم پر منگولوں نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے شیخ انجم الدین کو بیٹھا
کر آپ اور آپ کے اہل خاندان شہر سے چلے جائیں تاکہ محفوظ رہیں۔ شیخ انجم الدین نے جواب میں کھلا کہیا کہ میں امن و
امان کے ذمہ میں اہل شہر کے ساتھ رہا ہوں۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ مصیبت کے وقت انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں چنانچہ
انہیں رہائش کے لیے اہل شہر کے ہمراہ مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ 616 ہجری میں پیش آیا۔

غفرید الدین عطار

درجہ اول کے اکابر صوفیاء میں سے ہیں۔ ان کی تصانیف نظم اور نثر دونوں میں ہیں۔ صوفی کے حالات میں
بڑے کمال والی لکھی جس کا آغاز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات سے کیا اور خاتمہ حضرت امام محمد باقر
علیہ السلام کے حالات پر ختم ہوا۔ آپ کا انداز ہی ہے۔ اور اسی طرح انکی کتاب "مناظر الطیر" تصوف کا
نما ہے۔

مولانا رومی نے ان کے اور سنائی کے بارے میں کہا ہے:

عطار روح بود سنائی دو چشم او
ما از پئے سنائی و عطار می روم
(عطار روح تھے اور سنائی ان کی آنکھیں، ہم سنائی اور عطار ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں)

مولانا رومی ہی نے کہا ہے:

ہفت شہر عشق را عطار عشق
ماہوژ اندر خم یک کوچہ ایم
(عطار نے عشق کے سات شہروں کی سیر کی ہے۔ ہم اب تک ایک گلی کے موڑ پر ہی ہیں)

عشق کے سات شہروں سے مولانا رومی کی مراد ان سات وادیوں سے ہے جن کی تشریح خود عطار نے "مناظر
الطیر" میں کی ہے۔

محمود دہمتری کشن راز میں کہتے ہیں:

مرا از شاعری خود عار نایب

ساتھ مجھے محسوس ہوتا کہ میرا وطن سے گھر گیا ہے۔ وہ ایک عام سادہ سی غذا تھی کراس کی لذت بیان نہیں کی جا سکتی
کے بہترین کھانے بھی چھپے تھے۔

حضرت قاضی ابوسعید مبارک نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو خرقہ ولایت عطا کرتے ہوئے فرمایا
"عبدالقادر! یہ دو خرقہ ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ عطا فرمائی تھیں
پھر ان سے حضرت حسن بصری کو عطا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت حبیب غنی، حضرت شیخ داؤد طائی، حضرت شیخ ابراہیم
کرمی، حضرت سری عبد الواد حدادی، حضرت شیخ طرطوطی اور حضرت شیخ ابو الحسن علی نے ہوتی ہوئی یہ تقدس امانت عطا کی گئی۔
..... اور اب میں یہ امانت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ اللہ اس کی حفاظت کرے اور تمہیں اپنے پیرانہ طریقت کے لائق قرار دے
چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

حضرت قاضی ابوسعید مبارک غزنی کا لہجہ اس قدر اثر انگیز تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پر رفتہ رفتہ
ہوئی۔ ایک موقع پر حضرت غوث اعظم نے اپنی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
"رہبانستوں اور مجاہدوں کے دوران مجھ پر عجیب عجیب اسرار مختلف ہوتے تھے۔ پھر جب خرقہ ولایت عطا کیا
دل و نظری دنیا ہی ناپ گئی۔ اس قدر تجلیات الہی کا ظہور ہوا کہ ان کا شکاری ممکن نہیں تھا۔"

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت قاضی ابوسعید مبارک غزنی کے مدرسے سے عطا کا آغاز فرمایا تھا۔ آپ کے
وعظ بڑے پرتا میسر ہوتے تھے۔ ہر طرح کے لوگ اس میں شرکت کرتے تھے۔ بعض اوقات حاضرین کی تعداد سو ہزار تک
پہنچ جاتی تھی۔ 400 کا جب قلم دوات لے بیٹھے رہتے تھے اور جملہ شیخ کی زبان مبارک سے نکلتا تو فوراً لکھ لیتے۔
شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مواظہ حد سے دو گھنٹے "فہوض الغیب" اور "فتح ربانی" اب بھی دستیاب ہیں۔
آپ کی دو مشہور تصانیف "غیبہ الطالین" اور "الغیو حیات الربانیہ" ہیں۔

محبوب سبحانی سرکار کے دفتوں میں اگر ایک تاریخیں تو ان کے اخلاق میں ایک کشش۔ شیخ ابوالمظفر منصور
ابن المبارک کہا کرتے تھے کہ میری آنکھ نے کسی کو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر سے بڑھ کر خلق و بیع الصدور کریم انیس
نرم دل اور حافظہ عمدہ و بیان نہیں دیکھا۔ جلالہ قدر اور علو مراتب کے باوجود آپ ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے۔
کمزوروں کے ساتھ بیٹھے۔ فقیروں کی تواضع کرتے۔ لیکن کبھی کسی امیر کے لیے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی کسی وزیر یا سلطان
کے در پر جاتے۔

ساتویں صدی کے عارف

اس صدی میں بھی بہت سے بلند پایہ صوفی گزرے ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کا اٹکے سال و وفات کی
ترتیب کے لحاظ سے تذکرہ کرتے ہیں:

عربی زبان میں ان کے عارفانہ شعار کا فارسی میں حافظہ کے کلام سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ محی الدین ابن عربی
راہ فارسی سے کہا کہ تم خود اپنے کلام کی شرح لکھو۔ ابن فارسی نے جواب دیا کہ آپ کی کتاب "فہوض حیات مہیکہ"
شاعرانہ شریح ہے۔
ابن فارسی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے روحانی حالات غیر معمولی تھے۔ غالباً ان پر مذہب کی حالت طاری
ہوئی۔

کہ در صد قرن چوں عطار نایب
(مجھے اپنی شاعری پر اس لیے شرم نہیں آتی کہ عطار جیسے باکمال کہیں ہزاروں برس میں پیدا ہوتے ہیں)
عطار، محمد الدین بغدادی کے شاگرد اور مرید تھے۔ محمد الدین، شیخ نجم الدین کبریٰ کے تلمیذ میں سے تھے۔
قلب الدین حیدر کی صحبت سے بھی متاثر تھے جو اس زمانے کے مشائخ میں سے تھے اور تربت حیدر کی تالیف شریعہ و فہم
ہیں۔ یہ شہر انہیں کے نام سے منسوب ہے۔

عطا رنگول فقہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

تصوف کی مشہور اور بانیہ پایہ کتاب "معارف المعارف" کے مصنف ہیں۔ سہروردیؒ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہر سال کھارہ مدینہ کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملاقات تھی اور ان کے ہم نشین تھے۔
شیخ سعدی شیرازی اور مشہور شاعر کمال الدین اسفہانی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ سعدی ان کے تلامذہ کہتے ہیں:

مرا شیخ دانائے خورشید و سرفراز شاہ و سرفراز
دو اندرز فرمود: "برائے آپ
یکما ایک در نفس خود میں مہاش
وگر آنکہ در حق بدیں مہاش
(مجھے میرے دانائے راز مرشد شیخ شہاب الدینؒ نے منشی میں سفر کرتے ہوئے دو نصیحتیں کیں۔ ایک تو یہ کہ اور
بہت مت خود، دوسرے یہ کہ اوروں کے محبوب مت دیکھو)۔

یہ سہروردیؒ مشہور فلسفی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے مختلف ہیں جو شیخ اشراقی کے لقب سے مشہور ہیں اور 581
اور 590 ہجری کی درمیان میں مدت میں حلب میں قتل کر دیے گئے تھے۔
عارف باللہ سہروردیؒ نے 632 ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔

ابن الفارض مصریؒ

ان کا شمار درجہ اول کے صوفیوں میں ہوتا ہے۔ ان کے صوفیانہ اشعار عربی زبان میں نہایت اعلیٰ پایے کے
ہیں۔ دیوان متعدد بار مہمچ چکا ہے فضاء نے اس کی شخصیت لکھی ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے دیوان کی شرح کی ہے ان
میں سے ایک عبدالرحمن جامی ہیں جو نویں صدی کے مشہور صوفی ہیں۔

ابن فارض نے 632 ہجری میں آخرت کا سفر کیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نسلی اعتبار سے صحیح منسوب سید تھے۔ آپ کا شمار عالیہ بارہ واسطوں سے مولانا
راکب گنجؒ کا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ 14 ربیع 536 ھ کو جنوبی ایران کے علاقے سیندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے
ادراکری خواجہ فیاض الدین حسن بہت دولت مند تاجر اور بااثر شخص تھے۔ کثرت مال کو قرآن حکیم میں سب سے بڑا نقص
قرار دیا گیا ہے مگر خواجہ فیاضؒ صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عابد زہاد انسان بھی تھے۔ حضرت خواجہ معین
الدین چشتیؒ نے ایک دولت مند گھرانے میں بڑے ناز و نعم کے ساتھ پرورش پائی مگر کنبے والے کہتے ہیں کہ بیش و عشرت کی
راہی کے باوجود خواجہ معین الدین چشتیؒ میں بچپن ہی سے ایک عجیب انداز کی قناعت تھی۔

آپ کے والد بزرگوار نے 551 ھ میں وفات پائی اس وقت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی عمر پندرہ سال تھی۔
بچپن ایک سال گزرا ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی نور بھی خالق حقیقی سے جاملی۔ تنہائی کی داستان مکمل ہو گئی۔
اب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اس دنیا میں اکیلے تھے۔ آپ کے روحانی سفر کا آغاز حضرت ابراہیم قندوزیؒ سے
ملاقات کے بعد شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم قندوزیؒ سے ملاقات کے بعد آپ نے اپنا سارا مال و متاع اللہ کی راہ میں خرچ
کر دیا اور تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے خراسان سے نکل کر سب سے پہلے مشرق کا سفر اختیار کیا۔ ان دنوں
قزق اور بخارا اسلامی علوم و فنون کے اہم مراکز سمجھے جاتے تھے۔ یہاں حضرت خواجہ نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ
کیا، پھر تفسیر فقہ، حدیث اور دوسرے علوم ظاہری میں مہارت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں کون کون بزرگ شامل
تھے اس کا صحیح علم تو کسی کو نہیں مگر بعض روایتوں سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ آپ کے استادوں میں مولانا حسان بخاری بھی
تھے جن سے حضرت خواجہ نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ
کے قدم بے اختیار کے عالم میں خانقاہ چشتیہ کی طرف متوجہ چلے گئے۔ "چشت" خراسان کے اطراف میں ایک چھوٹا سا
قبضہ تھا۔ اس خانقاہ میں آکر آپ حضرت عثمان ہروزیؒ کے ہاتھ پر دست بچت ہوئے۔
اپنے مرشد کے زیر سایہ جب آپ اپنی روحانی منازل مکمل کر چکے تو حضرت عثمان ہروزیؒ حضرت خواجہ معین

نازل پر فارغ ہوئے۔

ایک بار حضرت بابا فرید اور شیخ بہاء الدین ذکر پا پائے بغداد کی مسجد کعبہ میں تشریف فرما تھے اور چند بزرگ
محل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے کہا:
"عشق ایک سلطنت ہے جس کا دار الحکومت "شوق" ہے تخت کے اوپر "رضا" کے ہاتھ میں "نور" وصال کی
لہجہ شاعری ہے جس پر "حق جہر" اور "مختصر فراق" کا پیرہ ہے۔ اگر کوئی عاشق ادھر کا رخ کرتا ہے تو اس پر خبر اور تلواریں کے دار
ارواح ہوتا ہے۔ اگر کسی کو ایک لمحہ بھی وصال کا سیر آجائے تو ان تلواریں اور تیروں سے سیکڑوں اور سار کاٹفت ہوتے
ہیں۔ پس اسے دوستو! جسے دولت و عشق حاصل ہے ہزار ہا اس کی گردن کاٹ جائے وہاں تک نہیں کرے گا۔"
یہ سنتے ہی حضرت شیخ بہاء الدین ذکر پا نے ایک آہر کی پٹی اور نہایت رقت آمیز لکھ میں ید با می پڑھی۔

دیا تو اے دوست چنان مدہوشم
صد حق اگر زنی سر نہ خروشم!!
آپے کہ دہم بیاد تو وقت سحر
گر ہر دو جہاں بند واللہ نہ فروشم!

ترجمہ: (اے دوست! میں تیری یاد میں اس قدر مدہوش ہوں..... اگر مجھ پر سیکڑوں تلواریں بھیجیں جائیں
بھی میں سر نہ اٹھاؤں..... میں حق کے وقت تیری یاد میں جوا بھرتا ہوں..... اگر اس کے بدلے میں مجھے دونوں جہاں
بھی دے دیے جائیں تو میں اسے فروخت نہ کروں)

یہ اشعار سننے ہی حاضرین مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ بعض صاحبان دل کسی نسل کی طرح تڑپنے لگے
ایسے تاہم شہر عشق نے ان کے سمسوں کو خوشوں سے بھر دیا ہے۔
آپ کا وصال 7 صفر 661 ھ ہوا۔

شیخ الاکبر محمدی الدین ابن عربی طائی اندلیؒ

حاتم طائی کی اولاد میں سے ہیں۔ اصل میں اندلس کے رہنے والے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مگر کا بڑا اہل حد کہ
اور شام میں گزرا۔ چھٹی صدی کے صوفی شیخ ابودین مغربی اندلسی کے شاگرد تھے۔ ان کا سلسلہ طریقت ایک واسطے سے
محبوب جانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔

محمدی الدین جن کو اکثر ابن عربی بھی کہا جاتا ہے بلاشبہ اسلام میں سب سے بڑے عارف باللہ گزرے ہیں۔ نہ
ان سے پہلے کوئی ان کے پائے کو پہنچا اور نہ ان کے بعد۔ اسی وجہ سے ان کا لقب "شیخ اکبر" ہے۔
اسلامی تصوف نے صدی بہ صدی ترقی کی ہے اور ہر صدی میں ایسے بزرگ اہل عرفان پیدا ہوئے جنہوں نے
عرفان و تصوف کو ترقی دی اور اس کے سرمایہ میں اضافہ کیا۔ یہ تدریجی ترقی تھی لیکن ساتویں صدی میں ہی الدین عربی کے

الدین چشتیؒ کو لے کر مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ خان کعبہ کا طواف کرنے کے بعد شیخ نے بلند آواز میں فرمایا تھا: اے اللہ! میری
الدین حاضر ہے۔ اپنے اس عاجز بندے کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

جواب میں خدا نے بھی سنائی دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ بے شک! ایہ معین الدین ہے۔
مکہ معظمہ کے قیام کے بعد شیخ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ پھر ہجرت کر کے
کونین کی قربت حاصل ہوئی عثمان ہروزیؒ نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کو حکم دیا۔ معین الدین 571 ھ کے کائنات کے حضور
سلام پیش کر دے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے کداز لقب کے ساتھ رزنی ہوئی آواز میں کہا۔ السلام علیکم یا سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وہاں موجود تمام لوگوں نے جانا۔ روشن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب آیا۔ ولیکم السلام یا سلطان
الہند۔ اس کے بعد شیخ نے حضرت خواجہ کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا۔ معین الدین! تم خوش نصیب ہو کہ ہمیں رسولوں
مقامات پر قبولیت کی سند عطا ہوئی۔ آئندہ امت خانہ بند تہجدی سرگرمیوں کا مرکز ہوگا۔ اگرچہ وہاں کفر کی گہری تاریکی
پھیلی ہوئی ہے لیکن بلاخرم وہاں اسلام کی شمع روشن کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اس طویل و عریض ملک میں ہم قیام
سلطان کھلاؤ گے۔

چنانچہ مرشد کریم کے حکم پر آپ نے سرزمین ہند کا رخ کیا اور اس کفرستان میں اسلام کی شمع روشن کی۔ آپ کے
دست مبارک پر لا کھوں لوگ شرف باسلام ہوئے۔ آپ کا وصال مبارک 633 ھ میں مصر میں ہوا۔
حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا ملانیؒ

حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا ملانیؒ 565 ھ میں پیدا ہوئے۔ ارضی ملان کو آپ کا مقام ولادت ہونے کا شرف
حاصل ہے۔ حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا قریشی الاصل تھے۔ آپ کے خلیفہ سید جلال الدین سرخ بخاریؒ اس بات پر فخر
اکتہا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے پیر مرشد کے آباؤ اجداد عرب کے امرا اور شرفا میں سے تھے اور قریش کے ممتاز قبیلے سے تعلق رکھتے
تھے۔ کیونکہ میرے شیخ کا یہ نسب نامہ قس کے حوالے سے رسالت بننا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا
ہے۔ قس کے دو فرزند تھے۔ ایک معاویہ بن جسر کا دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد ہیں..... اور دوسرے عبدالعزی
جو میرے شیخ کے مورخہ اعلیٰ ہیں۔

مقامی علماء نے کتاب علم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا ملانیؒ نے خراسان کا سفر اختیار کیا
ان دنوں خراسان کا شمار علوم شرقیہ کے بڑے مراکز میں ہوتا تھا۔

خراسان اور بخارا کی تمام درس گاہوں سے فیضیاب ہونے کے بعد حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا ملانیؒ
تذکیہ نفس اور باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے مسلسل بیس سال تک سخت عبادت کے اور اعلیٰ

قونویؒ کو مشہور کتابیں ملاح و الغیب، نصوص اور کلاک ہیں۔ قونویؒ 672 یا 673 ہجری میں فوت ہوئے۔
671 ہجری میں مولانا نوری اور خواجہ نصیر الدین طوسی کی وفات کا سال ہے۔

مولانا جلال الدین محمد بن رومیؒ

مولوی کے لقب سے مشہور ہیں۔ عالمی شہرت کی مشہور ہیں۔ مصنف ہیں۔ مسلمان عارفوں میں بہت ہی غیر

ہاتھوں تو انقلاب آگیا اور ایک ہی جست میں عرفان و تصوف اور کمال تک پہنچ گیا۔

شیخ الدین نے عرفان کو ایک نئی منزل سے روشناس کرایا جس کی سابق میں کوئی نظیر نہیں تھی۔ تصوف کے علمی
اور فلسفی پہلو کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی۔ بعد کے اہل عرفان عموماً انہیں کے دست خوان کے ذلہ رہے ہیں۔ علاوہ اس کے کہ
انہوں نے تصوف کو ایک نئی منزل میں داخل کیا۔ ان کی شخصیت بھی عجیب زمانہ میں سے تھی۔ ان کی حیرت انگیز شخصیت اعلیٰ
کی وجہ سے ان کے بارے میں متفاد اور کمال کا ہر کلام برکتی گئی ہیں۔

حجی الدین کی تصانیف کی تعداد دوسو سے زیادہ ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں اور شاید وہ سب کتابیں جن کے نسخے موجود ہیں چھپ چکی ہیں۔ ان طبوعات کی تعداد تقریباً بیس ہیں۔ ان کی سب سے اہم کتاب ”فتوحات کبیر“ ہے۔ بہت بڑی کتاب ہے اور حقیقت میں تصوف کی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ایک اور کتاب ”فصوص الحکم“ ہے جو اگرچہ چھوٹی ہے لیکن تصوف کی بڑی دقیق اور عین کتاب ہے۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں اور شاید کسی زمانے میں بھی دو تین آدمیوں سے زیادہ ایسے نہیں ہوئے جو اس کا متن کچھ نہیں۔

حجی الدین نے 637 ہجری میں دمشق میں رحلت کی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی قبر ملک شام میں اب بھی منظر ہے۔

خوش جیوے سرفراز شہناہوج مانچسٹر

صدر الدین محمد قونوی

حجی الدین ابن عربی کے شاگرد مرید اور سوتیلے بیٹے تھے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی اور مولانا روم کے معاصر تھے۔ ان میں اور خواجہ طوسی میں خط و کتابت رہتی تھی اور خواجہ نصیر الدین ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا رومی کے ساتھ بھی ان کے خفاصان تعلقات تھے قونوی امامت کرتے تھے اور مولانا رومی ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولانا رومی ان کے شاگرد تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن مولانا روم قونوی کی مجلس میں آئے قونوی اپنی مسند سے اٹھے اور مولانا روم کو اس پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ مولانا روم نے کہا کہ اگر آپ کی مسند پر بیٹھا تو خدا کو کیا جواب دوں گا؟ قونوی نے مسند اٹھا کر دو روپیہ تک اور کہا کہ اگر یہ تمہارے لئے کئی نہیں تو تمہارے لئے بھی مناسب نہیں۔

حجی الدین ابن عربی کے انکار کے بہترین شارح قونوی ہیں۔ شاید اگر قونوی نہ ہوتے تو ابن عربی کا کھانا ممکن تھا۔ مولانا رومی بھی قونوی ہی کے توسط سے ابن عربی کے در سے گھرے آشنا ہوئے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ مولانا رومی قونوی کے شاگرد تھے۔ بظاہر اس کا تعلق بھی حجی الدین ابن عربی کے انکار و خیالات سے ہے۔ حجی الدین کے خیالات کا پرتو مولانا رومی کی مثنوی اور ان کے دیوان میں شمس تبریز میں موجود ہے۔ کچھ جگہ پر صدیوں سے قونوی کی کتابیں اسلامی فلسفہ اور تصوف کی تدریس کے مرکزوں میں بطور نصاب میں شامل رہی ہیں۔

آٹھویں صدی کے عارف

ملاء الدین سمنانی

پہلے دیوانی کا شغل رکھتے تھے بعد میں اس سے کنارہ کش ہو کر عارفوں کے گروہ میں شامل ہو گئے اور اپنی تمام دولت راہِ خدا میں لٹا دی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ نظری عرفان میں ان کا ایک خاص مسلک ہے جس سے عرفان کی کتابوں میں بحث کی گئی ہے 736 ہجری میں فوت ہوئے۔ مشہور شاعر خواجہ کرمانی ان کے مریدوں میں سے تھے انہوں نے ان کی مدح لکھی ہے۔

عبدالرزاق کاشانی

اس صدی کے محقق عارفوں میں سے تھے۔ حجی الدین عربی کی نصوص اور خواجہ عبداللہ کی منازل السائرین کی شرح لکھی ہے۔ دونوں شرحیں چھپ چکی ہیں اور اہل تحقیق ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق افغانی کے حالات

میں صاحبِ روایات البیہات نے لکھا ہے کہ شہید ثانی نے عبدالرزاق کاشانی کی بہت تعریف کی ہے۔ نظری عرفان میں مسائن حجی الدین ابن عربی نے پیش کیے ہیں ان کے بارے میں کاشانی اور علاء الدولہ سمنانی کے درمیان بڑی بحث ہوئی ہے۔ عبدالمزاق کاشانی نے 735 ہجری میں دنیا سے کوچ کیا۔

خواجہ حافظ شیرازی

اگرچہ عالمی شہرت کے مالک ہیں لیکن انکی زندگی کے حالات کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ اتنا مسلم ہے کہ عالم عارف، حافظ اور مفسر قرآن تھے۔ خود انہوں نے کئی جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے۔

ندیم خوشتر از شعر قونوی حافظ
ہم قرآن کے اندر سینہ داری

زحانظان جہاں کس چو بندہ جمع کمر
لطف حکمی یا ثبات قرآنی

اس کے باوجود کہ اپنے اشعار میں اکثر جگہ انہوں نے یہ طریقیت اور روش کی بات کی ہے، یہ معلوم نہیں کہ ان کے مرشد کون تھے۔ حافظ کے اشعار صرف کی انتہائی بلند یوں پر ہیں اور ان کے تصانیف کو بہت کم لوگ کام نہیں۔ ان تمام عارفوں نے جو ان کے بعد ہوئے اس کا اعتراف کیا ہے کہ حافظ نے معرفت کے مقام تک حال خود عملاً طے کیے تھے۔

کچھ بزرگوں نے حافظ کے بعض اشعار کی شرح لکھی ہے مثلاً نویں صدی ہجری کے مشہور فلسفی محقق جلال الدین دوانی نے اس شعر کی شرح میں پورا ایک رسالہ لکھا ہے:

بدر مالقت خطا بر قلم صنم زلف
آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

خواجہ حافظ نے 791 ہجری میں وفات پائی۔

شیخ محمود شبستری

انہوں نے معرفت میں ایک نہایت بلند پایہ مثنوی لکھی ہے جس کا نام ”گلشن راز“ ہے۔ اس کا شمار تصوف کی نہایت ہی بلند پایہ کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس کتاب نے محمود شبستری کے نام کو بڑے دوام بخش دیا ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ شاید سب سے بہتر شرح شیخ محمد لایچکی کی ہے جو چھپ گئی ہے اور مل سکتی ہے۔ شبستری کی وفات 720 ہجری کے گنگ بھگ ہوئی۔

نویں صدی کے عارف

ثاہرت اللہ ولی

ان کا نسب آلِ نبی کو لادائی سے ملتا ہے۔ شاہیر عرفاء و صوفیاء میں سے ہیں۔ عصر حاضر میں نعمت اللہ سلمہ، عارف کا مشہور ترین سلسلہ ہے۔ شاہت اللہ کی قبر کربلا کے علاقہ امان میں صوفیوں کی زیارت گاہ ہے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے 95 سال کی عمر پائی اور 820 یا 827 یا 837ء میں وفات پائی۔ معرفت کے بہت سے مسائن ان کی یادگار ہیں۔

مسائن الدین علی سرکہ اصغہانی

محقق عارفوں میں سے ہیں۔ نظری عرفان کے حجی الدین مکتب میں یہ طوطی رکھتے تھے۔ ان کی کتاب تمہید النواع جو چھپ گئی ہے علم عرفان میں ان کے تحریر کی گواہ ہے۔ ان کے بعد سے محققین اس کتاب سے برابر استفادہ کرتے اور اسے سند سمجھتے رہے ہیں۔

محمد بن حمزہ قناری رومی

عثمانی سلطنت کے عہد میں سے ہیں، متعدد علوم میں مدرس رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں لکھی ہیں عرفان و تصوف میں ان کی شہرت ان کی کتاب ”مصباح الانس“ کی وجہ سے ہے جو صدر الدین قونوی کی کتاب ”مناہج الغیب“ کی شرح ہے۔

حجی الدین ابن عربی یا صدر الدین قونوی کی کتابوں کی شرح لکھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔ قناری نے یہ کام کیا ہے اور بعد میں آنے والے محقق عارفوں نے ان کے اس کام کو درست قرار دیا ہے۔ یہ کتاب تہران میں پھر کے پاپا پر موجود آقا میر زار شفی کے عواشی کے ساتھ چھپی ہے۔ میر زار شفی چھٹی صدی کے محقق عارف تھے۔ بدقسمتی سے اربابِ پچائی کی وجہ سے عواشی کا کچھ حصہ صاف پڑھا نہیں جاتا۔

نابھ کی شرح بدلول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں تصدیق کردہ کی شرح فرزدق نے جو تصدیق کردہ حضرت امام علی بن ابی طالب زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا اس کی شرح بلوانج، بہارستان جس میں گھٹان سعدی کے طرز کی بیرونی کی ہے اور صوفیوں کے حالات میں گھٹان الانس وغیرہ شامل ہیں۔

شمس الدین محمد لایچکی نور بخش

محمود شبستری کی گلشن راز کے شارح ہیں۔ میر صدر الدین دہلوی اور علامہ دوانی کے ہم عصر تھے۔ شیراز میں رہتے تھے۔ قاضی نور اللہ نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ صدر الدین دہلوی اور علامہ دوانی جو دونوں اپنے زمانے کے بہت ممتاز فلسفی تھے محمد لایچکی کی بہت عزت کرتے تھے۔

حضرت شیخ کے ہم پل تھے۔ اس کے کل آپ کے سلسلہ عالیہ کی دو شاخیں ہوئیں۔ سلسلہ فردوسیہ اور سلسلہ کروریہ۔

سلسلہ قادریہ غوثیہ

یہ سلسلہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منسوب ہے آپ مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ ابوسعید خدری کے آپ حضرت شیخ ابوالحسن علی اعظمی کے آپ حضرت شیخ ابوفریح طرطوسی کے آپ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد عسکری کے آپ شیخ ابوبکر شکی کے اور آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی کو ایک خرقہ خلافت گیارہ واسطوں سے اپنے آپ کو اجداد یعنی آدم علیہ السلام سے بھی حاصل ہوا کیونکہ آپ جسمی و عقلی سادات تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی قدس سرہ کا شمار امت کے اکابرین اولیاء اللہ میں ہوتا ہے آپ غوث الوقت تھے۔ آپ کا ایک لقب محبوب بھائی بھی ہے۔ آپ امت محمدیہ کے افراد میں شامل ہیں۔ (مذکورہ کا مرید امام ابوالیاء اللہ) سے زیادہ بلند شمار کیا جاتا ہے۔ افراد فریدی جمع ہے۔ فردوہ ہوتا ہے جو پانچویں کو کرڈ استحقاق میں ایک ہو جائے۔ یہ عالم زندگی کے بالکل آخری مراحل میں آتی ہے۔

سلسلہ یوسیفیہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ احمد یوسفی سے شروع ہوا جو شیخ ترکستان کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ خواجہ یوسف اہل آل کے خلیفہ تھے خواجہ علی قادری کے آپ خواجہ ابوالقاسم کورگانی کے آپ شیخ ابومعنی مغربی کے آپ ابوبکات کے آپ شیخ ابوبکر روبردی کے آپ سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی کے اور آپ کی واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ احمد یوسفی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک اور واسطے سے بھی خلافت ملی تھی یعنی حضرت محمد حنفی کے ذریعے سے جو فرزند ارجمند ہیں حضرت علی کے۔

سلسلہ نقشبندیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے نام سے منسوب ہے۔ آپ مرید و خلیفہ تھے حضرت امیر سیدنا ابوالکلام کے آپ خواجہ محمد ماسی کے آپ خواجہ علی راضی کے آپ خواجہ محمود ابوالخیر فہمی کے آپ خواجہ عارف ربویری کے آپ خواجہ

یہ سلسلہ حضرت ابوالحسن نورانی سے منسوب ہے آپ قہر بغداد کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مدینہ کے درمیان واقع ہے آپ حضرت خواجہ میری سقینی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور شیخ ابوالحسن نورانی، شیخ محمد علی نقشب کے ہم عصر اور دوست تھے جو زمانہ مصر کے نام سے مشہور ہیں۔

سلسلہ خسرویہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ احمد خسروی سے شروع ہوا جو خواجہ حاتم رحمہ کے خلیفہ تھے آپ شیخ شافعی طبعی کے مرید و خلیفہ تھے اور آپ خواجہ ابراہیم بن ابراہیم کے خلیفہ تھے اور آپ حضرت خواجہ فیصل ابن عیاض اور سیدنا امام ہاتم کے خلیفہ تھے۔

از سلسلہ شطاریہ شیخیا انچسٹر

یہ سلسلہ عبداللہ شطاری سے منسوب ہے جو خلیفہ تھے خواجہ محمد عارف کے آپ خلیفہ تھے شیخ محمد علی اسماعیل کے آپ شیخ خدائے عالمی کے آپ ابوالحسن اصفہانی کے آپ ابی مظفر مولانا ترک طوسی کے آپ بایزید اصفہانی کے آپ محمد مغربی کے آپ شیخ بایزید بسطامی کے حتیٰ کہ باقی تمام سلسلوں کی طرح یہ سلسلہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ شیخ عبداللہ شطاری اپنے سلسلہ کے پہلے بزرگ ہیں جو اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان آئے اور جس جگہ جاتے تھے شاہانہ فاطمہ سے بچ پکارتے تھے باوردی رہتے تھے اور ہر جگہ کچھ کرڈنے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتے تھے۔ اگر کسی کو خدا سے ملنے کی خواہش ہے تو آئے میں اسے خدا سے ملا دوں گا۔

سلسلہ سادات کرام

یہ سلسلہ حضرت شیخ جلال الدین بخاری گل سرخ کے پوتے سید جلال الدین خدوم جہانیاں جہاں گشت سے شروع ہوا۔ آپ کو خرقہ خلافت اپنے آباؤ اجداد یعنی آغا اہل بیت سے حاصل ہوا۔ آپ کے اور سیدنا مولانا علی سرکار کے درمیان چند واسطے ہیں۔ آپ کو ایک خرقہ خلافت حضرت شیخ رکن الدین سہروردی سے حاصل ہوا جو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے اور آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ حضرت خدوم جہانیاں کو ایک خرقہ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے حاصل ہوا جو حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کے خلیفہ تھے آپ

سلسلہ قلندریہ

اس سلسلے میں کئی سلاسل طریقت کے مشائخ شامل ہیں۔ اس سلسلہ کا نام قلندریہ اس لیے مشہور ہوا ہے کہ اس کے اندر قلندر مشرب کے مشائخ شامل ہیں۔ جو اکثر سکرو استغراق میں مست رہتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے حال میں مست ہوتے ہیں اور خدمت و رشود و ہدایت انجام نہیں دے سکتے۔ قلندروں میں سے بعض یہ ہیں:

شیخ محمد قلندر، شاہ حیدر قلندر، شاہ حسین علی، شاہ شمس تبریزی، شیخ فخر الدین عراقی، خواجہ اسحاق مغربی، خواجہ حافظ فیاضی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان میں سب سے بڑے قلندر حضرت شاہ خسرو دہلوی ہیں جو سلطان حسن الدین اتش کے امیر تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب نے ان کو خرقہ خلافت تو عطا کر دیا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ قلندر نہ لہاس نہ ترک نہ کرنا۔ شاہ نجم الدین قلندر بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ قلندر نہ لہاس نہ ترک نہ کرنے کا حکم حکمت سے خالی نہیں۔ دراصل مشرب قلندری ہی سب سے زیادہ قوی مشرب ہے جس نے اپنی ہستی ساز و سامان گھر یا رہس گھر کے محبوب حقیقی پر قربان کیا جاتا ہے لیکن اسلام میں رشود و ہدایت کا سلسلہ ہادی رکھنے کے لئے قلندری چھوڑ کر عبدیت اختیار کرنی پڑتی ہے، اس میں بھی حکمت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

برصغیر کے ایک اور معروف قلندر شاہ شرف الدین بھلی قلندر پانی پتی ہیں جنہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے بھائی ابی یحییٰ سے فیضان حاصل ہوا۔ خواجہ بھلی قلندر ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں۔ آپ کا ایک شعر مشہور یہ ہے۔

گر عشق بنوے و غم عشق بنوے
چندیں سخن نغز کہ گھٹے کہ شنیے

برصغیر کے ایک اور بڑے قلندر شہباز قلندر ہیں جن کا مزار سندھ کے قصبہ سہون شریف میں زیارت گاہ و محل ہے۔



حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے اور آپ سلطان الہند خواجہ خواجگان خواجہ نصیر الدین حسن مخمری پٹنشی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت خدوم جہانیاں کو بابا قلندر ایک سو پانچ سلاسل مشائخ سے خرقہ خلافت حاصل ہوا۔ آپ نے سارے عالم اسلام کا دورہ کیا۔ آپ کا مزار مبارک ساہیہ ریاست بہاول پور کے قصبہ اوج شریف میں واقع ہے۔

سلسلہ زاہدیہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ بدر الدین زاہد کے نام سے منسوب ہے جو مرید و خلیفہ تھے خواجہ صدر الدین سرحدی کے، آپ خواجہ ابوالقاسم کے، آپ خواجہ قطب الدین عبدالماجد کے، آپ خواجہ ابوالقاسم کا ذروٹی کے، آپ خواجہ حسین بازدار ہراتی کے، آپ خواجہ محمد رویم کے اور سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی کے تاسید ناظمی المرتضیٰ۔

سلسلہ انصاریہ

یہ سلسلہ شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری سے منسوب ہے جو برصغیر انصاریہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار ہرات میں ہے۔ آپ خواجہ ابوالحسن خرقانی کے خلیفہ ہیں اور آپ خواجہ بایزید بسطامی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ ایک خرقہ خلافت آپ کو شیخ ابوالحسن نقشب کے بھی ملا جو خلیفہ ہیں شیخ ابومحمد عبداللہ طبری کے اور آپ ابومحمد جریری کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ غوث الوقت تھے اور سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی کے خلفا میں سے تھے۔ خواجہ عبداللہ انصاری بھی غوث الوقت تھے۔

سلسلہ صوفیا

یہ سلسلہ حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلی سے منسوب ہے جو شیخ زاہد گیلانی کے خلیفہ تھے آپ میر سید جمال الدین تبریزی کے آپ شیخ شہاب الدین ابی بھری کے آپ شیخ رکن الدین کجازی کے آپ شیخ قطب الدین ابی بھری کے آپ شیخ ابونجیب سہروردی کے جن کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے جاملتا ہے۔

سلسلہ اوروسیہ

جو عبداللہ الہی اوروسی سے منسوب ہے۔ آپ شیخ ابوبکر کے خلیفہ تھے۔ آپ شیخ عبدالرحمن کے آپ شیخ علی کے آپ شیخ علوی کے آپ شیخ محمد بن علی المدم کے اور آپ شیخ محمد مغربی کے اور آپ کی واسطوں سے حضرت جنید بغدادی کے خلیفہ اور مرید تھے۔ شیخ کو ایک خرقہ خلافت سلسلہ سہروردیہ سے بھی حاصل ہوا ہے۔ آپ کا سلسلہ زیادہ عرب اور ہندوستان میں پھیلا ہے۔

درویش کے لئے بہتر یہ ہے کہ جب وہ اپنے نفس سے کسی چیز کا مطالبہ کرے تو میر جیل کا مطالبہ کرے۔ مخلص انسان کا نفس اس کا کہنا مان لیتا ہے (اگر میر جیل چاہے گا تو اس کو میر آ جائے گا)۔

صاحب عوارف العارف شیخ حضرت شہاب الدین سہروردی اپنے استاد بزرگوار حضرت ابوالنجیب سہروردی سے مروی یہ حکایت منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک روز میر سے پاس میرا فرزند آیا اور مجھ سے کہا کہ مجھے ایک دانگ مانتے ہیں اس سے کہہ کہ مٹا دانگ کو کیا کرو گے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے فلاں چیز خریدوں گا یا کچھ کہہ کر اسے

باب ششم

فقیر کی اصل شان

پس فقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی حاجتیں پیش کرے تو اللہ تعالیٰ یا تو وہ چیزیں اس کو عطا فرما دے گا یا ان کی خواہش اس کے دل سے دور کر دے گا یا اس کو ان خواہشوں پر صبر عطا فرما دے گا۔ خداوند بزرگ و بڑی کے لیے حکمت و قدرت کے بہت سے دروازے ہیں وہ ان دروازوں میں سے حکمت و تدبیر کا دروازہ کھول دے گا قدرت کی راہ سے صیاب فرما دے گا اور بطور قریح عادت اس کے پاس کچھ نہ کچھ پہنچ جائے گا۔ جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آذوق پہنچ جاتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَلَكُمَا دَخَلُ عَلَيْهَا زُحَيْرًا جب بھی (حضرت) ذکر یا (علیہ السلام) ان کے پاس آتے تھے اَلْمَصْرَابُ ط وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ط محراب (عبادت خانہ) میں تو ان کے پاس رزق موجود پاتے تھے۔ قَالَ يَرْزُقُهُمُ اَللّٰهُ هَذَا ط قَالَتْ (چنانچہ انہوں نے ایک بار) پوچھا اے مریم یہ رزق تمہارے پاس ہُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہ کبھی سے پہنچا تو انہوں نے کہا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فقیر پر قدرت و حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے

ایک درویش اپنا والد (اس سلسلہ) میں بیان کرتے ہیں ایک دفعہ بہت جھوک تھا اور میرے حال کا قاضی تھا کہ میں کسی سے کچھ مانگوں، میں بغداد کے کچھ گھروں کے سامنے سے گزرا کہ شاید کسی گھر سے مجھے کچھ مل جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ہاتھ سے مجھے کچھ دوا دے لیکن کچھ بھی تو کہیں نہ ملا اور میں اسی طرح بھوکا سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہ جگہ مجھے خواب میں دکھادی اور کہا کہ جا ایک ٹیلے کپڑے میں روٹی کے کچھ کڑے ہیں ان کو اپنے خرچ میں لا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

پس جو شخص حقوق سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور صرف اللہ کا ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ ایسے ہی نیاز سے وابستہ ہو جاتا ہے جس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اس پر حکمت و قدرت کے دروازے کھلے جیسے چاہے کھل جاتے ہیں۔

ایمانت دین تو میں کسی سے قرض لے لوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ ہاں جاؤاں گے پس قرض لے لو کہ اس سے قرض لینا دوسروں سے قرض لینے سے بہتر ہے۔

پس اس حقیقت کو یاد رکھیے گا کہ فقیر صحیح معنوں انسان بنائی اس وقت ہے جب اس کا نفس اس کے قابو میں ہو کسی دانشور کا قول ہے کہ:

”جو کون کو کھ کرے وہ فاجعہ ہوتا ہے لیکن جو اپنے نفس کو کھ کرے وہ عظیم ہوتا ہے۔ چونکہ فقیر کا نفس ان کے قابو میں ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فقیر پر قدرت اور حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

عراقی و مغربی نفس کے لیے کسی قدر مستعد رہتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

کتنے کتنے ہیں کہ ایک دن حضرت بایزید بھٹائی نے اپنے غفلت کو دیکھا کہ اس کا تمام جسم ضعیف، نحیف اور دبلا ہوا ہے لیکن اس کا سر بہت بڑا ہے۔ حضرت بایزید نے اپنے نفس سے پوچھا کہ اے نفس! تیرا تمام جسم بہت دبلا چلا ہے لیکن تیرا سر اتنا موٹا کیوں ہے۔ نفس نے کہا یہ بات تانے کی نہیں۔ بایزید نے کہا یہ بات تجھے ضرور بتانی پڑے گی۔ نفس نے کہا بات یہ ہے کہ میرے وجود کو آپ نے مجاہدوں، ریاضتوں اور بھوک بچاس سے بہت کمزور اور ناتواں کر دیا ہے لیکن لوگوں میں یہ حد درجہ عبادت، تقویٰ و تکریم اور قریح و توقیف سے میرے سر کا ایک خمار اور شہ چلتا ہے جس سے میرا سر پھولتا اور موٹا ہوتا ہے۔ سر کے اس قدر موٹا ہونے کی وجہ یہی ہے۔ بایزید نے دل میں کہا کہ اس باطنی کفر اور انانیت کا علاج چاہیے چنانچہ رمضان کا مہینہ تھا۔ دل کے اس باطنی مرض کے سبب روزے کی نیت نہ کی اور ایک روٹی اپنے ساتھ لے کر مریدوں اور بابوں کے مجمع کے ہمراہ بازار میں چلے گئے۔ جب بازار میں داخل ہوئے تو روٹی کا ایک ٹولہ ڈر کر کھاتے جاتے تھے بایزید کے اس غیر شرعی فعل کو دیکھ کر تمام لوگ ان سے بھر پھرے اور چاہا ان کی شکایت ہونے لگی۔ اس کے بعد بایزید نے اپنے نفس کو حاضر کر کے اس کی طرف دیکھا تو اب کی دفعہ مریدوں کی طرح بہت چھوٹا اور کمزور تھا۔ نفس نے بایزید سے کہا کہ میں نے اپنے سر کے موٹے اور بڑے ہونے کا سبب تجھ پر ظاہر کر کے اپنا سہارا بنایا ہے۔ بایزید نے کہا اے نفس! اٹھ بے تیرا کھڑا میرے لیے دفغان کے ایک روزے کا کارہ اور کرنا آسان ہے لیکن تیری انانیت کا توڑنا بہت مشکل اور دشوار کام تھا۔ الحمد للہ اس کی تدبیر ہو گئی۔

یہ ایک روز روشن کی طرح تین حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو تسلیم کر لیتا ہے کائنات اس کے سامنے سرخس ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آسمان معرفت کے بدرستہ، شاہ ولایت حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بھی معرفت رب کو

معرفت نفس کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمانِ ذیشان ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

فرمانِ آپ کے اس فرمانِ ذیشان کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ چونکہ انسان انسانی آلائشوں کی وجہ سے اپنی روح کو غارِ دار کر لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ معرفت رب سے دور ہوتا ہے۔ قانونِ منطق یہ ہے کہ:

تَعْرِفُ الْاَشْيَاءَ بِاَضْدَادِهَا

کہ چیزوں کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ پس احکاماتِ نفس احکاماتِ الہیہ کے بالکل برعکس اور مخالف ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے وہ احکاماتِ نفس کی مخالفت کرتا جائے گا ویسے ویسے معرفت رب حاصل کرتا جائے گا۔

دین اسلام میں روحانیت کا محور معرفت رب ہے اور ہماری مذکورہ بالا گفتگو اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ معرفت رب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان معرفت نفس حاصل نہ کرے۔

معرفت نفس

عمومی طور پر جب خلقت انسان کے حوالے سے بات ہو تو جو بات جمہور عوام الناس کے ذہنوں میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ”جسم“ اور ”روح“ لیکن جب علمِ عقاید اور تصوف کے مناظر میں ہم خلقت انسان کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں تو حقیقت بالکل اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم جسم اور روح کی حقیقت اصلیہ دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ پتا ہے کہ بدن فانی شخص ہے اور روح بقا شخص۔ انسان کا بدن سراسر پستی ہے جو اس دنیا کی مادی چیزوں سے مل کر بنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ بدن بن رہا ہوتا ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں دوا نہیں کی گئی ہے، کیمسٹری کی ہو گئی ہے، آئرن کم ہو گیا ہے وغیرہ۔ تو جو چیز بدن میں کم ہوئی چونکہ اس کی خلقت دنیا کی مادی چیزوں سے مل کر ہوئی ہے اس لیے ڈاکٹر، مہیا، مصلح، خدایں سے وہ چیز لے کر جسم میں داخل کر دیتے ہیں اور اس طرح بدن ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس روح سراسر بلندی ہے کیونکہ اس کا تعلق عالمِ امر سے ہے تو ہماری اس گفتگو سے پتا چلا کہ بدن اور روح آپس میں ضد ہیں اور قانون۔ عقل یہ ہے کہ اجتماعِ ضدین محال ہوتا ہے۔ جس طرح آگ اور پانی یکجا نہیں ہو سکتے اسی طرح ان کا آپس میں تعلق پیدا ہونا ناممکن ہے۔ جیسے پانی آگ سے بلا واسطہ استفادہ حرارت کرنے سے قاصر ہے اسی طرح ان کا ایک دوسرے سے استفادہ بلا واسطہ وسیلہ محال ہے۔ اگر درمیان میں ایک واسطہ ہو تو پھر ممکن ہے۔ مگر واسطہ اور وسیلہ کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک طرف بلندی سے استفادہ کرے اور دوسری تک استفادہ پہنچائے۔ جیسے آگ پر ایک لہجے کا برتن رکھ دیں تو یہ واسطہ بن جائے گا۔ آگ سے حرارت لے گا اور پانی کو تسخیر کر دے گا۔ جس ہماری اس مثال سے بھی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بلا واسطہ اجتماعِ ضدین محال ہوتا ہے۔ اگر آپس میں ملنا نہ ہو تو ایک تیسری چیز کی ضرورت پڑے گی جو ان کے مابین رابطہ بنے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جسم اور روح یہ آپس میں

نہیں ہیں، ایک میں پستی ہے اور دوسرا میں بلندی ہے۔ اب اس خوار و بالا کے مابین ایک چیز کی ضرورت ہے جو دونوں کی طاقت اپنانے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہو یعنی جو بلندی سے متصل ہو تو میں بلندی نظر آئے اور جو پستی متصل ہو تو میں پستی نظر آئے۔ پس خلقت انسان کا وہ تیسرا عنصر جو دونوں کے جذب و وصول کی استعداد کا حامل ہو اس چیز کا نام ہے ”نفس“۔ گو نفس ایک ایسا ”لوچین“ (2 Chain) ہے جس کا ایک سر بلندی سے متصل ہے اور دوسرا پستی سے جڑا ہوا ہے۔

اب آپ اس پر غور کریں کہ انسان کی موت کیا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ جسم مرتا ہے نہ روح کیونکہ روح حیاتِ اصل ہے جس پر موت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جسم فانی ہے جس کا موت کسی کو آگ ہے؟ روح پر موت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور انسانی جسم فانی ہوتا ہے۔ تو اس حقیقت کو رد کرنے کیلئے جب ہر قرآن مجید قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کہیں بھی نہیں ملتا کہ ”مُتَلِّیْ رُوحٌ ذَاتُفَہُ الْمَوْتُ“ یا ”مُتَلِّیْ جِسْمِ ذَاتُفَہُ الْمَوْتُ“ بلکہ جہاں بھی آیا ہے ان پر ہے ”مُتَلِّیْ نَفْسِ ذَاتُفَہُ الْمَوْتُ“ کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت کا اطلاق صرف نفس پر ہوتا ہے۔ ہاں تو بہت دن ٹوٹ جاتا ہے جسم بلام و کاست موجود رہتا ہے۔ روح پرواز کر جاتی ہے جسم میں سے کوئی مادی چیز کم نہیں ہوتی نہ روح میں کی وافی واقع ہوتی ہے بلکہ نفس مایا بنا ہو جاتا ہے۔

دو مقامات اور مختلف الاماں میں چیزیں بلا واسطہ ایک دوسرے سے استفادہ نہیں کر سکتیں۔ اس کے لیے ایک اور مادی واسطہ یا جس کا وہ دونوں میں ملتا ہو ضروری ہے۔ اس میں اس کا رنگ سوڈا اور پانی ملا کر آگ پر چڑھا دیں۔ اب آگ اور پانی دو مختلف چیزیں ہیں، پانی بلا واسطہ آگ سے استفادہ نہیں کر سکتا، یہ درمیان میں ایک برتن ہے جو آگ سے حرارت وصول کر کے پانی میں منتقل کر رہا ہے۔ چونکہ آگ تنگ سوڈے نے برتن کو سوراخ لگا دیا تو پانی سیدھا آگ پر گرنا اور اب پانی چاہے کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو گر آگ کی موت ہے، اب یہ بلا واسطہ حرارت لینے آیا تو بی بی آگ رخصت ہو گئی یعنی واسطے کا ٹوٹنا ہی موجب فنا ہوا ہے یہی قانونِ خالق و قانونِ فطرت ہے کہ دو مختلف چیزوں کو مربوط کرنے کے لیے ایک وسیلہ یا رابطہ بنانا ہے جو دونوں سے مناسبت رکھتا ہو جیسے مندرجہ بالا مثال میں سلور کا برتن، اسی طرح خالق نے نفس کو روح و بدن کے مابین رابطہ بنایا ہے خود انسان کے جسم میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ آپ دیکھیں انسان کا بدن مادی مادی طور پر تین چیزوں سے مرکب ہے یعنی گوشت، اعصاب اور ہڈیاں گوشت کیا ہے؟ پہلا ہڈی نری ہی نری اور ہڈیاں کیا ہیں؟ ایک صلابت اور جھٹی۔ اب ان دونوں سے کام لینے کے لیے ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو دونوں سے مناسبت رکھتی ہو جھٹی سے طے تو اس کی صفات اپنا تفسیر نری سے لے کر اس کی صفات اوڑھ لے کر اس مقصد کے لیے خالق نے درمیان میں اعصاب کو رکھا ہے تاکہ جسم فعال بن سکے۔

یہ اعصاب (جیسے) اگر جسم سے نکال دیں تو جسم بیکار شخص ہو جائے بلکہ ان کو نکالنا تو علیحدہ بات ہے صرف اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں یا ان کی اگر گرفت کم ہو جائے تو جسم لکڑھا بنا شروع ہو جاتا ہے، جسم میں گوشت کی کھینچا ہٹ جاتی ہے اور انسان ہاتھ ہانے کی بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اعصاب باوجود کمزوری کے سر تھاتے تو ہیں مگر پھر بھی کاٹنے کا

ترجمہ: کہو کہ دو کھیرے رب کا امر ہے۔
تو اب جس کا تعلق امر اللہ سے ہو اس کی اصل غذا بھی رضائے الہی کو ہونا چاہیے۔ چونکہ انسان کے خاکی جسم (جسم) کے اسبابِ حیات خاک سے جم لینے ہیں اور خاک ہی کی طرف اس کی رجعت ہے روح کے بیکار مادی کا تعلق امر رب سے ہے تو اس کے اسبابِ حیات بھی امر رب سے ہی آتے ہیں پھر مادی کی طرف اس کی رجعت ہونا چاہیے کیونکہ سلسلہ ہے کہ

عمل جاری رہتا ہے پس اسی نظام کی طرح نفس کو روح و بدن کے مابین وسیلہ اور رابطہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ جب بدن اتصال کرتا ہے تو مابین صفاتِ عناصر کی جھلکیاں دیتا ہے اور جب روح سے متصل ہوتا ہے تو عالمِ امر کی حقوق نظر آتا ہے۔ دونوں کی صفات کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے، دونوں کا ترجمان ہے، دونوں کا مشترکہ مظہر ہے، اسی کو نفس کا مظہر کہتے ہیں۔ تو ہماری اب تک کی گفتگو ہمارے اس باب میں قائم کردہ موضوع معرفت نفس کا مقدمہ تھی جس میں ہم نے بات ثابت کی انسان تین چیزوں کا مرکب ہے، بدن، نفس اور روح۔ انہیں ارکانِ ثلاث کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی

گوہر اور جوہر موت نہیں ہے مگر خدا کی ضرورت تو اسے بھی ہے بقول شخصے موسیقی روح کی غذا ہے دراصل یہ قول ان مذاہب کا ہے کہ موسیقی جن کے مذہب میں شامل ہے۔ جیسے ہندو دھرم، عیسائیت وغیرہ ان کی عبادت آلات غنا سے مرتب ہیں۔ موسیقی روح کی غذا ہوتی تو بڑے بڑے پنڈت اور خان صاحبان، ماہرین موسیقی علماء رہائی ہوتے اور علم موسیقی سے نااہل ہوجا جیتے خالی ہوتے۔ اسی لیے مانتا پڑا کہ روح کی غذا اطماعت امر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ہی عالم امر سے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے ارکان حلاوت شائے معاملے میں خود غرض ہوتے ہیں اس لیے وہ بھی باطنیت رکھ کر خود غرض ہوتی ہے اور اپنی اغراض سے دستبردار نہیں ہوسکتی۔ یہ کہتی ہے کہ مسلمانان میری خواہشات پر بدین اور نفس کی خواہشات کو قربان کر دو، جسم پر مجھے بھروسہ نہ کرنا، بدین اور نفس کی خواہشات پر کھانے کے حق انسان تو ہر چیز میرے لئے قربان کر دے، بل مالک روز جزا کے سامنے تمہاری طرف سے مجھے جواب دینا ہوگا۔ تمہاری نماندہ بن کر ”مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ“ کے حضور مجھے پیش ہونا ہے اور جب جہاد میں ہوں تو اختیار بھی مجھے ہونا چاہیے۔ بات تو محض ہے مگر خود غرض انسان کی کچھ میں یہ بات آسانی سے نہیں آتی ہے، کیونکہ جس طرح سے روح کی خواہشات ہیں اسی طرح نفس کی بھی خواہشات ہیں۔ چونکہ انسان کی ہر چیز خود غرض ہے اس لیے یہ ارکان بھی خود غرض ہیں۔ خود غرض کیا ہے؟ خود غرض ہوتی ہے اپنی خواہشات کو ترجیح دینا اپنی ذات پر دوسروں کو قربان کرنا، اپنی ہر خواہش کی تکمیل چاہنا۔ اب صورت حال یہ ہوئی ہے کہ بدن اور روح کی ضروریات کی ترجمانی میاں نفس کرتے ہیں کیونکہ یہ جسم اور روح کے درمیان رابطہ ہیں اور چونکہ اس کا دونوں سے رابطہ ہے یہ دونوں کا ترجمان ہے اس لیے یہ دونوں کی ضروریات میں ٹانگ اڑانے کا عادی ہے۔ یہ ضروریات بدن میں بھی اپنے مفادات داخل کر دیتا ہے اور ضروریات روح میں بھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ارکان حلاوت بذات خود اندھے گئے بہرے ہیں، یہ کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ان کے ادراک کے وسائل یہی حواس خمسہ و عشر ہیں جو تینوں کے مشترک ہیں۔ مثلاً آنکھ سے تو روح و بدن اور نفس تینوں نے دیکھنے کا کام ہی سے ہی لینا ہے۔ کان سے تو سننے کا کام تینوں نے اسی سے لینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی جب تک ان پر مکمل قبضہ نہ ہو۔ اگر روح کا قبضہ ہوا تو اس نے اعضاء و جوارح کو امر اپنی کا پابند کر دیا۔ بدن کا قبضہ ہوا تو کھانے پینے کا کام لیا، نفس کا قبضہ ہوا تو اس نے اپنی لذات کے لیے استعمال کیا۔ گویا یہ حواس و اعضاء ایک لکڑی کی طرح ہیں۔ بدن کا

اپنی ضروریات ہیں۔ جب ہم ان ضروریات کے متاثر میں آتے ہیں کہ جان بوجھ کر اللہ و جہد کا فراموشی کچھ نہ آجائے گا کہ کس طرح صرف نفس صرفت دہک کا زینہ ہے۔

ضروریات ارکان کا مثلاً

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ارکان حلاوت بدن، نفس اور روح کی اپنی اپنی ضروریات ہوتی ہیں کچھ بدن کی ضروریات ہوتی ہیں کچھ روح کی مگر ان دونوں کے مابین پیغام رسانی یہ نفس ہی ہوتا ہے۔ اب بدن کی ضروریات کو دیکھا ہے کہ اس کی ضروریات صرف یہ ہیں رنگ، روغن اور صرف جسمانی ہڈی کی ضروریات پر مبنی ہے اسے صرف اپنی غذا غرض ہے اور اس کی غذا دھان (جائین)، اور دھیر (ہمایت)، کیلچرین (حرارت) وغیرہ ہیں۔ اسے یہ سونے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام اسے اپنی غذا جہاں سے بھی میسر آئے گی وہ حاصل کر لے گا۔ اسے حواس و عطر کی لذات سے کوئی تعلق نہیں ہے مثلاً اسے گوشت کی ضرورت ہے کہ اس میں سے وہ اپنی غذا کا سامان اخذ کر سکے اور اس کا مدعا ہے کہ گوشت معدے میں پیچھے چاہے وہ کتنے اور خنزیر ہی کا کیوں نہ ہو۔ اسے دودھ کی ضرورت ہے چاہے وہ مکی جانور ہی کا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسے مذہب داخل کا کھینچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ اسے تو اچھائی اور برائی یا اپنے نفع و نقصان تک کا شعور نہیں ہے۔ جسم خاکی شعور سے عاری ہے مثلاً اگر معدے میں زہر پہنچا دیا جائے تو وہ کوشش کرے گا کہ اس سے بھی کوئی قوت ضرور حاصل کرے چاہے وہ خود اسے ہی کیوں نہ کر دے۔ انسان کا بدن ایک تو زائیدہ معصوم ہے کی طرح ہے جسے چسنے کی خواہش ہوتی ہے چاہے وہ نیک ہو یا بھینس کا تن یا کوئی دوسری چیز۔ وہ ہر وہ چیز جو اسے میسر آئے گی اسے دودھ سے معمور کچھ کر چسنے لگے گا، چاہے سانپ کا سری اسے متھادیں وہ فوراً ہی منہ میں ڈال کر اسے چوسنا شروع کر دے گا کیونکہ وہ حرقان سے عاری ہے۔

دوسرا کن ہے روح جو انسان کے ارکان میں سے سب سے بلند رکن ہے، اس کی بھی اپنی خواہشات ہیں اسے بھی غذا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ مادی رکن نہیں ہے بلکہ لطیف ترین رکن ہے اس لیے اس کی غذا مادی نہیں ہے بلکہ اس کی غذا ذرات کرے۔ اور دوسرا اس کی غذا علم اخلاقی حسن ہے کیونکہ جب اس کے بارے میں سوال ہوا تو خالق لم یزل نے ارشاد فرمایا۔

فَلِی التَّوْبَةُ مِنْ أَثَرِ ذُنُوبٍ

چاہتے ہیں یعنی یہی انسان کے حواس خمسہ و عشر ہیں جو ان تینوں کے وسائل حصول وصول ہیں۔ کیونکہ لطیف ارکان مادی کی قید میں رہ کر بالذات کچھ حاصل نہیں کر سکتے اور ان حواس کے اوپر ایک ”حسن مشترک“ ہے جو ان حواس کی گہرائی اعلیٰ ہوتی ہے اور یہی جس سب سے پہلے نفس تک مدد کرتا پہنچاتی ہے، پھر نفس روح اور بدن تک پہنچاتا ہے یعنی حسن مشترک بھی ایک وسیلہ اور رابطہ ہے اور انہیں وسائل و وسائل و رابطہ سے ارکان حلاوت شائے لئے سنتے اور افعال کے مرکب ہوتے ہیں یعنی آنکھ نے دیکھا ہے، رویت نے پرکھا ہے، پھر حسن مشترک کے ذریعہ تصویر نفس تک پہنچتی ہے، پھر اس پر ارکان حلاوت کی ہماری فیصلہ صادر کرتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے مثال دی ہے کہ جسم کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ جسم کی ضرورت کا نام ہے ”احتیاج“ یعنی جہاں انسان کا جسم نباتات کی طرح غذا بیت کی کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے وہاں اس میں نباتاتی اشتراک کی وجہ سے احتیاج پیدا ہوتی ہے اور احتیاج میں رتجان اور قایت دونوں لاشعور میں ہوتے ہیں تو وہاں جسم نباتات کی طرح ضرورت کو رتجان میں لاتا ہے اور جسم کو ایک خواہش ہوتی ہے جسے ”اشتبہا“ کہا جاتا ہے۔ تو بدن کو جب پانی کی کمی محسوس ہوئی تو اس نے احتیاج اور اشتہا کو محسوس کیا تو نفس کو اشارہ دیا کہ جسم کو پانی کی ضرورت ہے۔ اب اس نے اپنی ہوس کی تسکین کو جس اس میں شامل کر دیا اعضاء کو حکم دیا کہ بدن کو پانی کی ضرورت ہے فوراً پانی لاؤ یہ تو نفسی بدن کی ضرورت۔ مگر اس شربت لاؤ اور فوراً کھا لیا بھی ہو تو زیادہ اچھا ہے اور ہاں برف ڈالنا ہرگز نہ بھولنا۔

قارئین! ایک خود دیکھیں کہ کیا شے کے گلاس میں پانی کی افادہ بیت میں کوئی اضافہ ہو سکتا ہے کیا سبز رنگ کے گلاس میں جسم کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوئی اضافی صلاحیت موجود ہے؟ کیا سونے چاندی کے گلاسوں میں پانی کی قوت بڑھ جاتی ہے؟

سوچیں گے تو جواب نفی میں ملے گا کیونکہ مٹی کے پیالے اور اوک سے پانی پینا اتنی مفید ہے جتنا شے پیسونا چاندی کے گلاسوں میں پانی پینا۔ بس جسم کو صرف پانی کی ضرورت تھی بتایا تمام کاروائی صرف اور صرف حضرت نفس کی تسکین کے لیے تھی۔

حالانکہ انبیاء علیہم السلام نے رشتوں کے پے کھا کر زندگی گزار دی ہے، رسولوں کی جھوٹی بیویوں میں رہے، پیٹ پر جگر باندھ کر گزارا کیا، ہاتھوں کا پیالہ بنا کر اوک سے پانی پیا تو صاف ظہار ہے کہ اس طرح سے بھی زندگی گزار سکتی ہے۔ پھر یہ مختلف قسم کے وراثیت، ملی سیت کو کھانیا، کاربن، روم، کولر، آئس، فیسٹریز، مائیکرو ویو، میٹریز، بیسٹیل مشینز کے سامان و اسباب کس کے پیدا کر دہ ہیں؟ تو لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ صرف خواہشات نفس کی تسکین کے سامان ہیں اور ان کی لذت فانی صرف تسکین ہوں ہے یعنی جملہ فسادات و زہر اور زہن کے جھٹلے حضرت نفس کی کارستانی ہیں۔

ایک اور مثال بھی عرض کر دوں تاکہ میری بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جائے نسل کے لیے اختلاط و زہن کی لذت و رویت کی گئی ہے کہ ہر ذی روح اس لذت کے لیے اختلاط کرے نہ اور

ہاتھ قبضہ پر پڑ گیا تو تڑپو کاٹ کر کھانے کا اہتمام کر لیا۔ روح کی گرفت قبضہ پر پڑی تو اطماعت خدا میں لگا کر افروں پہ چلا نا شروع کر دی۔ اور اگر شرب نفس کا ہاتھ لگ گیا تو موشن پر چلا دی۔ گویا اعضا کا کام ہی چلتا ہے۔ اصل قوت وہی ہے جس کی گرفت میں ہیں۔ چونکہ نفس، دھار اور عمار ہے اس لیے حواس و اعضاء کو یہ اکثر اپنے قبضہ میں رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ روح اور بدن کے مفادات میں اپنی لذات کو داخل کر دیتا ہے۔ کیونکہ ہر ضرورت کو پورا تو انہیں کے توسط سے ہوتا ہے اس لیے نفس و اعضاء کو قبضہ میں رکھنے کو مصلحت وقت سمجھتا ہے۔ یہ اتنا ناک چڑھا ہے کہ اپنی خواہشات کی تکمیل نہ ہونے میں موت سمجھتا ہے اور یہ اپنی موت سے بچنے کے لیے ہر داؤ استعمال کرتا ہے۔ گویا مملکت جسم کا پیکار میزبان سیاستدان نفس ہے۔ یہ پیچیدہ خاں کی طرح اپنے ہر حکم کی تعمیل چاہتا ہے، یہ ہر راستہ اور داؤ چاہتا ہے اور انسان کی کمزوریوں کو بھی خوب سمجھتا ہے اس لیے یہ اپنے دونوں ہاتھوں میں رکھتا ہے۔ جسم کی خواہشات میں اپنی خواہشات کی تکمیل رکھتا ہے اور روح کی ضروریات میں بھی اپنی ہوس کو داخل کرتا رہتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر عموماً انسانی زندگی اکثر غفلت حیات کا شکار ہو جاتی ہے نفس کے دھوکے میں آ کر انسان اپنی زندگی کو ان راستوں کا مسافر بنا لیتا جہاں اسے سوائے کرنا کیوں کے کچھ نہیں ملتا۔

ضروریات بدن میں مداخلت

نفس جسم کی خواہشات اور ضروریات میں اپنی خواہشات کو کیسے داخل کرتا ہے مثال دیتا ہوں مثلاً جسم کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اس نے پانی طلب کیا اس نے فوراً اپنی خواہشات کو شامل کر دیا۔ اعضا کو حکم دیا مسٹر بدن کو پانی کی ضرورت ہے فوراً پانی لا دو۔ دیکھو مٹی کے پیالے کے بجائے شے کے گلاس میں لاؤ دیکھو جو گلاس جو پڑا ہے وہ نہیں وہ ہر سامنے سبز رنگ کا خوبصورت گلاس ہے اس میں لاؤ۔ اب آپ خود سوچیں جسم کو صرف پانی کی ضرورت ہے جو ہاتھ کی اوک سے بھی پیا جاسکتا ہے یا مٹی کے پیالے سے بھی پیا جاسکتا ہے کیا شے کے خوبصورت گلاس میں پانی کی افادہ بیت بڑھ جاتی ہے۔ کیا سفید گلاس میں پینا سبز اور سبزی گلاس میں پینا جسم کے لیے زیادہ مفید و فائدہ مند ہے؟ نفس کی انہیں کارستانیوں کی وجہ سے اسے برا کہا گیا ہے۔ اور یہاں تک فرمایا گیا ہے

أَخَذَ عَذَابُكَ نَفْسَكَ الْبَیِّنَ حَبِیْبُکَ

تمہارا سب سے بڑا دشمن یہی نفس ہے۔ جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

کیونکہ یہی نفس ہی بھوائے اٹھیں ہوتا ہے اور ملک بدن پر مکمل تصرف چاہتا ہے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ بدن اور روح کے مابین وسیلہ ہے اور بحیثیت وسیلے کے یہ اکثر اوقات ان دونوں کی ترجمانی میں خیانت کرتا ہے اور بہت کچھ اپنی طرف سے داخل کرتا رہتا ہے۔ جو روح و بدن کی ضرورت ہوں ان میں اپنی خواہشات کو داخل کرتا رہتا ہے یعنی یہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے کا عادی ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس و بدن و روح جب تک قید حاضر میں مقید رہے ہیں اندھے بہرے اور گئے ہوتے ہیں ”بالذات“ کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتے، یہ تینوں ارکان صرف بدن کے وسائل کو استعمال کر کے کام

ایک شخص نصف شب کے بعد عبادت کے لیے خراب میں پہنچا۔ بالکل تنہائی میں انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت شروع کر دی، آنکھ مٹی برسائے گی، اعضاء و جوارح روح کے تصرف میں کام کرتے رہے اور مسٹر نفس سوئے رہے یعنی سن کے کسی گوشے میں دھکے پر قیام شاد بکھتے رہے کہ چاک چاک قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی بس حضرت نفس فوراً بولنے ہو گئے فوراً جسم کو تنبیہ کی کہ تمہیں معلوم ہے کہ دیکھنے والا آگیا ہے، اب ذرا سنبھل کر عبادت کرو، یہ دیکھنے والا لوگوں میں کیا کچھ پھرے گا، بس اب جی لگا کر بہترین عبادت کا مظاہرہ کرو۔ اسی کے ساتھ جسم کا چارہ نفس نے سنبھال لیا اور

لا شعوری طور پر سلسلہ تولید و تامل چلا رہے گا یہ لذت قوت لامرہ کے ماتحت ہے۔ خالق نے یہ لذت ان ویران و Unvisionable جراثیم سے کر بڑے بڑے جانور کو کھانا فرمائی ہے حتیٰ کہ کتے اور خنزیر کو بھی اختلاط و زہن کے لذت محسوس ہوتی ہے۔ بدن کے لیے لامرہ کے لحاظ سے ایک خوبصورت اور جوان سالہ دھیرہ اور بد صورت چالور مراد ہیں یعنی ان دونوں کا جسمانی لحاظ سے ٹیسٹ TASTE ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بد بخت لوگ جانوروں سے پھر فطری فعل کے مرکب ہوتے ہیں کیونکہ جسم جانور اور انسان میں فیزکس کے علاوہ جیت سے محروم ہے۔

جامل ہے کہ اولاد آدم علیہ السلام کو ہم کا ذوق نہیں ہے، وہ تو دل جانتے ہیں اور ابھیں لمبی سوچیں دلاتا ہے۔
کے فقر و فاقے سے ڈراتا ہے اور دولت جمع کرنے کے احکام صادر کرتا ہے اور جب روح کہتی ہے کہ راویں
کرو تو یہ اپنی چال چلتا ہے، اَلْشَّيْطٰنُ يَغْتَوِي فِتْنٰهُ الْفَقْرُ شیطان فقر سے ڈراتا ہے اور ذخیرہ اندوزی بھی،
برائی کا مرتکب کرتا ہے۔ لوگو! کار، زمین، جائیداد، دولت وغیرہ پر اس کا ستا ہے تو خالق کائنات نے اپنی کتاب قرآن
مجید میں ارشاد فرمایا:

حوس جیوے سرفراز شاہ وچ مانچسٹر مہلکات

تکبر

”الكبر والتكبر والا استكبار التقارب فالكبر الحالة التي يتخصص بها الانسان اعجابه بنفسه وذلك ان يرى الانسان نفسه اكبر من غيره“

روحانیات کا طالب علم کے لئے لازمی ہے کہ وہ تکبر سے چہاں تک ہو سکے بچے بعض اوقات تکبر کرنے والے دراصل احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔ لوگوں پر جتنا کر کہہ دوں ہے بہتر ہیں اپنی اس حس کی تسلی کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ شک گھسا ہوتا ہے کہ لوگ انہیں بخیر و برکت یاد دینی سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ اسے جتنا کر اپنا شک دور کرنے میں لگتے ہیں۔ لوگوں میں عاجزی و انکساری سے ہیں روحانی ماسک کو کسی کا حکم ہے۔

سب سے اول عورتوں کی محبت اور بیٹوں کی محبت کو حبِ شہوت کے ماتحت بیان فرمایا گیا ہے، پھر سونے چاندی کے سکوں کو حبِ شہوت قرار دیا گیا ہے۔ پھر سواروں کا تذکرہ ہے۔ پہلے زمانے میں گھوڑے کو سواروں کی خواہش کی شہوت قرار دیا جاسکتا ہے۔ پھر باقی جانوروں کے سکوں کو معراج تصور کیا جاتا تھا۔ شیل کو موجودہ دور کی سواروں کے علاقی طور پر تصور کریں۔ تو اس طرح بہرینِ بختی یا زنی اور جانیدار کو شہوت کی محبت میں لایا گیا ہے اور آخر میں لڑا کہیں تھیں یہیں جھگڑاؤں کی متاعِ حیات وکل کائنات ہیں۔

عزیز اور بچوں کو فطری دھاتے نسل کے حیوانی تقاضوں کے پیش نظر طبیعتاً فرمایا ہے، ہوسنے چامدے کے سواں
خوداک کی فطری ذمائیہ کے امتداد سے تجارہ کرنے کی صورت میں لایا گیا ہے۔ وہ زمین و جانے لاکو خوداک کی طلب میں
شدت کے متقی میں بیان فرمایا ہے۔ دنیا کا لفظ ”دو“ کے مشتق ہے یعنی ٹھٹھا تو یہ ٹھٹھا زمین کی منظر کشی ہے اگر یہی کا کا
حق انسان کی مہربان سعادت ہے تو کچھ کچھ کر کیا ہے؟

دوست! ہوائے نفس کو اللہ جل جلالہ نے ایک معبود باطل قرار دیا اور معبود کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جس کے احکام کی پاباسو ہے کچھ عقل کی جائے اور انسان اپنی خواہشات نفس کی تکمیل بیش باسو ہے کچھ کرتا ہے اس لیے اس کی معبود قرار دیا۔ واللہ العالی عارفی غلط ہے کہ خواہش نفس کی معبود نہیں اور جہاں کوئی خواہش غم علیٰ معصود ہوئی وہاں اس کی کوئی حیثیت باقی نہ رہتی۔ حسب دنیا میں جو چیزیں شامل ہیں وہ ساری کی ساری ہوائے نفس

”انا وعلی و فاطمة والحسن والحسين“
عالمین سے مراد میں علی، فاطمہ، حسن، حسین ہیں

”قَالَ يَا إِبْرَاهِيمَ مَا مَنَعَكَ أَنَّ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِإِيدِيَّ ۚ اعْبُدْكَ إِلَٰهَ الْغَالِبِينَ“
 اے ابراہیم! تیرے لئے کیا مانع ہوئی..... یا تو واقعاً بندگانِ لوگوں میں سے ہے۔ یعنی تم بھی ان لوگوں
 کا طرح ہو (کہ جن کے نام پر اوق عرفش پر رکھا ہے)۔

”وَلَا يُجِنَّا إِلَّا مَنْ طَابَ مَوْلِدُهُ“
ہمیں دوست نہیں رکھتا مگر وہ کہ جس کی ولادت پاکیزہ ہو۔

فرعون اور اس کے ساتھی، موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں۔

“فَقَالُوا إِنَّمَا اتَّخَذُوا لَنَا نَمَثَرًا بَشَرًا كَمَا تَجْعَلُ لِمَنْ تَشَاءُ نَمَثَرًا”

جنگجو ہندوین مسلمانوں کی طرف سے عمرو بن جحوم اور کنارہ کی طرف سے ایڑھیل میدان میں لکے، دونوں کا میدان ایک جنگ میں آمناسا منایا۔ عمرو نے ایڑھیل کی ران پر ایک ضرب لگائی کہ اوڑھیل نے عمرو کا ہاتھ پر ضرب لگائی کہ مرن کی وجہ سے عمرو کا ہاتھ جدا ہو کر پوست سے آویزاں ہوا۔ عبداللہ بن مسعودی منظرہ ذکر کہ اوڑھیل کی طرف بڑے اور ایڑھیل اس وقت خون سے غوطہ کھا رہا تھا۔ اوڑھیل کے قریب آکر کہا ”خدا کا شکر ہے کہ جس نے تجھے ذلیل کیا۔ اوڑھیل یہ سن

سب سے بھری ہے کہ گلوں کی رائے کی انھیں پروا نہ کرے۔ خود کسی نے زیادتی نہ کرے بلکہ وہ چاہے اسے کہیں نہیں اچھا اس کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی چاہے انسان کا نفس ہزار طریقے سے روحانی طالب علموں کا راستہ ہوتا ہے کسی تعریف طلب انداز پر خوش نہ ہو بڑا مشکل ہے لیکن پھر بھی چاہیے کہ اس کی پروا نہ کرے ورنہ پھر گلوں کی خوشی یا غمی کے جکھریں ہی بڑھ جائیں گے۔

بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں۔ اگر ساری خلقت کو دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبر بن جاؤ۔
تکبر دشمنی قسموں پر مشتمل ہوتا ہے۔

تکبر خدا کے مد مقابل

خدا کی عبادت اور اطاعت سے تکبر کرنا یعنی خدا کے سامنے جھکنے سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنا، یہ تکبر موجب کفر بنتا ہے سورہ بقرہ کی آیات مجیدہ اس حوالے سے قابل غور ہے۔

"أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ" (بقرہ: 34)

اس نے انکار اور غرور سے کام لیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

ایلیس ایک سجدہ کے انکار سے کافر ہو گیا تو مستقل سجدہ کو ترک

صاحبِ شعور کو غور کرنا چاہیے۔

خدا نے ابلیس سے ”انکار“ کی وجہ پوچھی۔

قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَیْ ۚ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ (سورة 75: 3)

تو خدا نے کہا کہ اے ابلیس تیرے لئے کیا شے مانع ہوئی کہ تو نے اسے سجدہ کرنے سے انکار کیا جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے۔ تو نے غرور اختیار کیا تو عاملین میں سے ہو گیا ہے۔

شیطان کی 6 ہزار سالہ عبادت ایک غرور میں فنا ہو گئی۔

اس آیت میں عالین آیا ہے اس سے مراد کیا ہے؟

لفظ عالیہ کی تفسیر

لفظ عامیاتی سر

ایک روایت میں ابوسعید الخدری بیان کرتے ہیں: ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں ایک شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آیا اور عرض کی، مجھے اس آیت سے حقائق بتا دیجئے کہ جس میں خداوند عالم نے ایمان سے فرمایا:

مَنْ كَبُرَتْ أَمَّ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ

ترجمہ: اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

سورہ نساء نے آواز دی:

“فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا” (سورة نساء: 173)

ترجمہ: ”اور جن لوگوں نے تکبر سے کام لیا ہے ان پر دردناک عذاب مگرے گا۔“

آگے اسی سورہ میں پھر متکبرین کے بارے میں خالق نے یہ الفاظ استعمال کیے

”وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا“ (سورة نساء: 173)

مکملوں انشا خدا ہے ذیل کرے۔ ابن مسعود کہتے ہیں:

اس وقت میں اس کے سینہ پر چڑھا ہوا جہل یہ دیکھ کر بول اٹھا۔ افسوس اے کاش ابو طالب کا کوئی

سے جدا کر دنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے اصحاب کی نظروں میں بہت طاری کر سکوں۔ عبداللہ بن مسعود

ہوئے ہیں کہ ”اگر یہی بات ہے تو پھر میں خبر سے متاثر ہوں گا کہ تو پست اور ذلیل نظر آئے اور حقیر سمجھ لیں گے۔“

جیسے: يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَغْفَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا اَنْفَعُ لَكُمُ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ سبا: 31)
اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا لیا گیا ہے وہ ان کو بچے بن جانے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم درمیان میں نہ آ گئے
تو ہم صاحبِ ایمان ہو گئے ہوتے۔

ترجمہ: اور انھوں نے خدا کے علاوہ کوئی سرپرست نہ ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔
آخرت میں منکبرین کے انجام کا قرآن نے ان انظوں میں بیان کیا ہے۔
”لَا تَفْعَلْ لَهُمُ الْوَبْأُ السَّمَاءِ“ (سورۃ اعراف: 40)
ترجمہ: ان کے لیے نہ آسمان کے دوڑے کو بھولے جائیں گے۔
ان آیات مجیدہ سے یہ عطا ہوا لگایا جا سکتا ہے کہ منکبرین خدا کی بارگاہ میں کس

اب یہاں ایک جہر تھاکہ واقعہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آیا تھا کہ ابوسہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ سو بار مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

الْحَسَدُ تَمَنَّى زَوَالِ نِعْمَةٍ عَنْ مُسْتَحَقِّهَا
مستحق نعت سے نعت کے زائل ہونے کی آرزو کر کے کو حسد کہتے ہیں۔
خداوند عالم نے اپنے حبیب احمدؑ بنی امیہؑ کو اسلام کو حسد سے اور

ترجمہ: ”اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب بھی وہ حسد کرے۔“

الْحَسَدُ يَا كُلُّ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (مشكوة الأنوار، ص 310)

ایک اور جگہ سرکارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ“ (سورة مؤمن: 60)

لیونکہ شیطان نے تکبر کی وجہ سے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اور خدا نے اس پر لعنت کی اور درگاہ الہی سے نکال دیا ہر

’کیونکہ اللہ ہی نے آدم کو درختِ ممنوعہ کا پھل کھانے پر مجبور کیا۔‘

’کیونکہ قابیل نے حسد ہی کی وجہ سے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا‘

مخلص موعودؑ مجھے ہیں کہ خدا کرے اور اخلص دراصل انکار کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا۔

کہتے ہیں کہ حسد کرنے والا کبھی سہرا داری نہیں لے سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ فُلِّ اِنْشَاءً حَرَمٌ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (امراف: 33) (فرما دیجئے میرے رب نے تو بہ کیا کیا حرام فرمائی ہیں، جو ان میں ظاہر ہیں اور جو چھپی) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ”ما بطن“ سے مراد ”حسد“ ہے۔

اک (آسمانی) کتاب میں ہے کہ "حاسد" میری نعمتوں کا دشمن ہوتا ہے۔

حضرت اسمعیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو میں سال کی عمر کا ایک بدو دیکھا تو پوچھا: کتنی لمبی عمر ہے تمہاری؟
 اُس نے کہا: چونکہ میں نے حد چھوڑ رکھا اس لئے میں بچا ہوں۔

حضرت امین مبارکؑ نے فرمایا: اس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے امیر کے دل میں وہ بات ڈالی جو مجھ سے حسد کرنے والے کے دل میں ڈال رکھی ہے۔

ایک حدیث میں آئے کہ پانچویں آسمان میں ایک فرشتہ ہے کہ بندے کے ”مورخ کی روشنی“ جیسے اعمال اس کے قرب سے گزرتے ہیں تو وہ کہتا ہے، ٹھہر جاؤ کیونکہ میں فرشتہ امجد ہوں لہذا میں اسے حامد کے منہ پر اراں گا۔ کیونکہ یہ حامد ہے۔

جتنا یہ قوف انسان ہوگا اتنا ہی حاسد ہو سکتا ہے۔ لیکن عقلمند بھی اس کمزوری سے مرہٹیں، یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔

بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ:

اگر آسودگی چاہتے ہو تو حسد مت کرو۔

حسد کے بارے میں ایک بات آپ کو یہ بھی معلوم ہونی چاہیے کہ حسد کرنا تو فحشاء اور گناہ ہے لیکن اگر حسد کرنا بھی اس سے کم نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی مالی طور پر بہت ترقی کر گیا ہے اور وہ اپنے اہل خانہ اور اولاد اور ساتھیوں کو یہ بتاتا رہے کہ وہ بہت مالدار ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھی عموماً اپنی روزی و بیکش کما رہے ہوں گے۔ ان کو اس بات کی خوشی کم اور حسد زیادہ ہوگا اور وہی طور پر ان کی خواہشیں بے ہوگی کہ یہ بھی وہ اپنی ہماری طرف سے جانے۔

ای چیز کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تم اچھا اور بڑا کھانا کھا رہے ہو تو اچھا غریب پڑوسیوں کے سامنے منت کھاؤ" ہم میں سے اکثر لوگ حسد کرنے سے بچا جاتے ہیں مگر اس دوسری طرف کم از کم تو چرچتے ہیں۔ حسد کا علاج درحک میں ہے جس کی اسلام میں اجازت ہے۔ درحک یہ ہے کہ جب بھی آپ کی طرف کامیاب آدمی کو دیکھیں تو اللہ سے کہیں کہ اسے دو دیا ہے تو مجھے بھی دو (جس اس سے زیادہ دے لیں)۔ حاسد کی صحیح مثال اس آدمی سے دی جا سکتی ہے جو کسی آگے بڑھ جانے والے دوسرے آدمی کو دیکھ کر یہ نہیں کہتا کہ وہ دوسرا آگے بڑھ گیا ہے بلکہ اپنے منہ پر ایک زور کا تھپہ مار کر کہتا ہے کہ میں تو پیچھے رہ گیا ہوں۔ وہ تجھ پر سے ایک بار نہیں دن میں کی بار پڑتا ہے (مثالی) جتنی بار دن میں وہ حسد کرے گا (پھر یہ آدمی لازمی پیچھے رہتا شروع ہو جائے گا چونکہ فنی Pessimistic موقف کا اس پر غلبہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

مسئلہ خیرِ حقیقت یہ ہے کہ حامد ایسا آدمی ہے جو کسی دوسرے فتنہ کو آگے بڑھنے کی بجائے خدائے
 کریمؐ بھی یہ کام نمایاں دے (یعنی رنگِ جس کی اسلام میں اجازت ہے) کیے یا نکلتے ہے کہ اللہ اس آگے جانے والے
 بھی جیسے کھینچ کر ہیرے برابر کر دے۔ اور جو اس جہاد میں سوچ سوچتا ہے اس کے ذریعے جتنے بھی اس کی اپنی امری
 دوسرے کو آگے بڑھنے میں مزید مدد کرتی ہے۔ (یہ توانائی اور انرجی کا اصول ہے کہ اسے دبا نہیں یا کسی چیز سے اور کامیاب
 یہ انشا کا شروع کرتی ہے۔)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حسد سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے:

”إِنَّا كُمْ فَلَا تَخْصَالُ“ (ارشاد القلوب، ج ۱ ص ۲۵۵)

ترجمہ: ”تین خصلتوں سے بچو کیونکہ یہ تین خصلتیں گناہوں کی جڑ ہیں۔“

لبیت کی تعریف

“الْعَلَّةُ أَنْ تَذْكُرَ أَخَاكَ مَرَّةً، أَنَّهُ بِمَا فِيهِ مِنْ عُيُوبٍ يَسْتُهَا وَيَسْتَوْفُو ذِكْرَهَا”

☆ کہا جاتا ہے کہ حسد کرنے والا شخص ایسا ظالم اور خائب ہوتا ہے جو نہ تو کسی چیز کو بچھے دیتا ہے اور نہ ہی دیتا ہے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ میں نے آج تک ایسا ظالم نہیں دیکھا جو حاسد سے بڑھ کر ظالم اور مشابہت رکھتا ہو، کیونکہ حاسد ہمیشہ غمیں رہتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حاسد کی علامات میں سے ہے کہ وہ سامنے آنے پر چال بازی شروع کر دیتا ہے۔ انسان چلا جائے تو پھر چٹلی شروع کر دیتا ہے اور جس سے حسد رکھتا ہے اُس پر مشکلات آتیں۔

خوشی مانتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی میں تمہیں سات چیزوں کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے ایک بندوں کی غیبت کبھی نہ کرنا اور نہ ہی میرے ایک بندوں سے کبھی حسد کرنا، تاکہ جتنے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی کہ اسے میرے پروردگار اچھے کی نصیحتیں کافی ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض الہی کے قریب ایک شخص کو دیکھا تو رشک کیا اور پھر پوچھا کہ اس میں کیا مکت پائی جاتی ہے؟ چنانچہ کہا گیا کہ یہ ان لوگوں پر حسد نہیں کرتا جتنیں اللہ نے اپنے فضل و مہربانی سے نوازا تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ حاسد کسی میں غیبت کو دیکھتے ہی مہموت و پریشان ہو جاتا ہے لیکن جس کبھی میں غلطی دیکھتا ہوں اسے خوشی ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اگر حاسد سے بچنا چاہتے ہو تو ایسے کام کرو جن میں شبہ نہ پڑ جائے۔

☆ کہتے ہیں کہ جس شخص میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، حاسد اس پر غیبت نہ کرے گا اور اس کی چیزوں میں بھی اہل دکھانے لگتا ہے، جن کا وہ مالک بھی نہیں ہوتا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ جو شخص تم پر حسد کرتا ہے اس سے دوستی میں تھکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہاری کسی بات کو اچھا نہیں مانتا گا۔

☆ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی پر بے رحم دشمن مسلط کر دے تو اس پر حاسد کو مسلط کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ شعرا موقع پر پڑھتے ہیں۔

”میں بھی شخص کے لئے یہ بات ایک حادثہ سے کم نہیں کہ اس کے حاسد بھی اس پر رحم کھاتے لگیں۔“

☆ یہ شعر بھی کہتے ہیں۔

”بر دشمنی کے بارے میں یہ امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ ختم کر دی جائے گی لیکن حسد کی بنا پر تم سے دشمنی رکھنے والے کی دشمنی ختم نہ ہو سکے گی۔“

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کی بیٹیہ پیچھے آن عیوب کو کہ جنہیں وہ پوشیدہ رکھتا ہے اور ان کے ناش ہونے کو پسند نہیں کرتا اسے تو بیان کرے۔

غیبت احادیث کی روشنی میں

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”إِنَّمَا كُنْتُ وَالْغَيْبَةِ فَإِنَّ الْغَيْبَةَ أَقْدَمُ مِنَ الْوَفَاءِ، فَمَنْ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ يَزْنِي فَمَنْ يَتُوبُ، فَتُتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ، إِنَّ صَاحِبَ الْغَيْبَةِ لَا يَغْفِرُ لَهُ حَتَّى يَغْفِرَ لَهُ صَاحِبُهُ“

”میں غیبت سے بچنے والا ہوں، کیونکہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ پھر فرمایا: آری زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اور خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے لیکن جو شخص غیبت کرتا ہے خدا بھی اسے معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ شخص کہ جس کی غیبت ہوئی ہے اسے معاف نہ کرے۔“

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”الْمَغْتَابُ وَالْمُسْتَعْمَعُ شَوِيحَانِ فِي الْإِلْمِ“

”غیبت کرنے والا اور غیبت کے سننے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔“

☆ ایک اور جگہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تُخَوِّمُ النَّجَّةَ عَلَى فَلَانَةٍ عَلَى الْمُنَّانِ وَعَلَى الْمَغْتَابِ وَعَلَى مَذْنِ الْخَطَرِ“

جنت جہنم گروہوں پر حرام ہے۔

1۔ احسان جتانے والا 2۔ غیبت کرنے والا 3۔ شراب پینے والا

☆ اسی طرح ایک جگہ اور سرکار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”عَذَابُ الْقَبْرِ مِنَ التَّيْبَةِ وَالْغَيْبَةِ وَالْكَذِبِ“

چٹل خوری، غیبت اور بیعت عذاب قبر کا باعث بنتے ہیں۔

☆ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”الْغَيْبَةُ أَسْوَفُ فِي دِينِ الرَّجُلِ مِنَ الْكَلْبَةِ فِي جَوْفِهِ“

کرموں کے حصے تین فصلتیں آتی جا نہیں:

(1) تجھے اس کی تعریف اچھی نہیں لگتی تو برائی بھی نہ دو

(2) اگر اسے خوش نہیں کر سکتے تو تکلیف بھی نہ کر۔

(3) اگر اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہ دو۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ نے بتایا کہ میں مسجد شریفہ میں بیٹھا ایک جنازے کا انتظار کر رہا تھا کہ نماز جنازہ پڑھ سکوں۔ ادھر اہل بغداد بھی اپنے اپنے مقام پر بیٹھے انتظار میں تھے، اسی دوران میں نے ایک فقیر دیکھا اس پر عبادت کی علامات تھیں اور وہ لوگوں سے الگ رہتا تھا۔ میں نے دل میں کہا کاش یہ شخص کاروبار کرتا اور ان لوگوں سے اپنے آپ کو بچاتا۔

☆ فارغ ہو کر میں گھر پہنچا۔ رات کو نوٹ کیا کہ اتنا سنی روزانہ کا کام اور داخل وغیرہ مگر یہ بھول معلوم ہوئے۔ میں نے وہیں بیٹھ بیٹھ کر دی۔ ادھر مجھے نیند آگئی تو خواب میں وہ فقیر دیکھا تھا ایک لمبے خوان پر لایا گیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ اس کا گوشت کھا لو کیونکہ تم نے اس کی غیبت کی تھی۔ اب مجھ پر حال کھلا تو میں نے کہا میں نے زبانی غیبت تو کی تھی صرف دل ہی میں تو خیال کیا تھا۔ اس پر مجھے کہا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے تو شمار نہیں ہوتے جن کی ایسی باتیں بھی پسند کر لی جائیں، جاؤ اور اس سے معافی مانگو۔

☆ صبح ہو چکی تھی۔ مسلسل اسے تلاش کرتا رہا تھا حتیٰ کہ اسے اس مقام پر دیکھا جہاں پانی کی زیادتی کے سبب بہتری کرنے والے چوں کو چن رہا تھا جو دھو کر دے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے کہا۔ اے ابوالقاسم! اب پھر دوبارہ ایسا کرو گے؟ میں نے کہا نہیں کروں گا۔ اس پر اس نے کہا: اللہ ہامزی اور تمہاری بخشش فرمائے۔

☆ حضرت ابو جعفر ثقی نے فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں تلخ کا ایک جوان تھا، وہ عابد اور عبادت کیا کرتا تھا لیکن عادت تھی کہ لوگوں کا گھر کرتا رہتا اور کہتا تھا غیبت ایسا ہے، فلاں ایسا ہے، ایک دن میں نے اسے دیکھا کہ کپڑے دھونے والے کپڑوں کے پاس سے نکلا ہے، میں نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ سزا لوگوں کی برائی کی وجہ سے ملی ہے کہ جس نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے، میں ان میں سے ایک شخص پر عاشق ہو گیا ہوں اور اسی کی وجہ سے ان سب کی خدمت کر رہا ہوں۔ میرے سب (بچیوں کے) احوال ختم ہو گئے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو غیبت کیا کرتا ہے، اس شخص جیسا عمارت ہے جس نے تحقیق گھبرا کر رکھی ہو اور اس سے اپنی نیکیوں کو نشانہ لگا رہا ہو۔ کبھی کسی خراسانی کی غیبت کرتا ہو اور کبھی کسی ترک کی اور یوں وہ اپنی نیکیاں تکبیر رہا ہو اور جب اٹھے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔

☆ صوفی کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کا نام دعا اعمال دیا جائے گا وہ اس میں ایسی نیکیاں لکھی دیکھے گا جو اس کے علم

غیبت کرنا جسم انسانی کے اندر کوڑھ کی بیماری سے زیادہ تیزی سے ایک شخص کے دین پر اثر انداز ہوتا ہے۔

☆ حضرت سعید بن جبیر سے مروی سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی قابل غور ہے۔

☆ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رو تو قیامت ایک شخص کو حساب و کتاب کے مقام پر لایا گیا اور اس کا نام دعا اعمال سے دیں گے اور وہ اس میں اپنے نیک اعمال نہیں پائے گا تو کہے گا: اے میرے خدا یہ نام دعا اعمال میرا نہیں ہے کیونکہ میں اس میں اپنے نیک اعمال نہیں دیکھتا تب اس سے کہا جائے گا تیرا پروردگار نہ مگروا دیتا ہے اور نہ میں ہے۔ تیرے اعمال لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ پھر دوسرے شخص کو لایا جائے گا اور اس کا نام دعا اعمال سے دیں گے وہ اس میں بہت زیادہ نیک اعمال دیکھے گا تو کہے گا: اے میرے خدا یہ میرا نام دعا اعمال نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنے نیک اعمال انجام نہیں دیئے تو اس سے کہا جائے گا: فلاں شخص نے میری غیبت کی تھی جس کی وجہ سے اس کے نیک اعمال تیرے نام دعا اعمال میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

☆ پیغمبر اکرم سے روایت ہے کہ آپ نے معراج کی رات جہنم میں ایک ایسا گروہ بھی دیکھا کہ جو مردار کھا رہا تھا۔

☆ آپ نے جبریل سے پوچھا یہ لوگ ہیں؟ جبریل نے جواب دیا:

☆ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی دنیا میں غیبت کرتے ہیں۔

غیبت کے بارے میں اقوال صوفیا

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم کو ایک دعوت پر بلایا گیا تو آپ پہنچ گئے۔ لوگوں نے نہ آنے والے ایک شخص کا ذکر چھیڑتے ہوئے کہا کہ یہ زیادہ بوجھل ہے؟ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے کہا: یہ معاملہ (غیبت سننے کا کام) میرے نفس کی وجہ سے سرزد ہو گیا ہے کہ میں ایسے مقام پر آیا ہوں جہاں لوگ غیبت کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے نکل گئے اور تین دن تک کھانا نہیں کھایا۔

☆ حضرت سفیان ثوری سے قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”اللہ تعالیٰ اس گھرانے کے مومنانے تازے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے“ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”یہ فرمان ان کے بارے میں ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔“

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس غیبت کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا:

☆ ”اگر میں کسی بھی شخص کی غیبت کرتا چاہوں تو اپنے والدین کی کردن گا کیونکہ میری نیکیوں کے سب سے زیادہ حقدار وہی ہیں۔“

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا:

انجیل شریف میں ہے۔

”اے میرے بندے! تجھے خصماً جایا کرے تو مجھے یاد کیا کر، کیونکہ پھر میں بھی تمہیں اپنے فضل کی حالت میں یاد کروں گا۔“

☆ ایک عورت نے حضرت مالک بن دینار سے کہہ دیا کہ اے ریاکار! آپ نے فرمایا اے فلاں عورت! تم کو تو ہر آدم نام معلوم ہو گیا ہے جو بصرہ میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔

غصہ

☆ میں بھی نہ ہوں گی۔ چنانچہ کہا جائے گا یہ وہ نیکیاں ہیں جو اس وجہ سے لکھی گئی ہیں کہ لوگوں کی تمہاری غیبت کی تھی اور تمہیں پہنچ بھی نہ پہنچ سکا تھا۔

☆ روحانی طہانیت، مذہبی سکون اور خوش رہنے کے لئے فتنے سے بچنے کے لئے بڑی ضرورت ہے۔

زکوٰۃ کی درخواست کی۔ غلبہ کچھ دیر چتر بار پھر لکھا: جزیہ ہے یا شہر جزیہ ہے (جو کفار اسلامی ملک میں زندگی بسر کریں اسلام ان سے جزیہ لینے کا حکم دیتا ہے) مئی الحال چلے جاؤ۔ دوسروں سے لینے کے بعد دوبارہ آنا۔

یہ لوگ بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس گئے جب وہ حالات سے باخبر ہوا تو بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے زکوٰۃ میں دے دیے۔ اسے کہا گیا تھے بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے دینے کا حکم نہیں دیا تھا؟ اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے کیا ہے۔ اور لوگوں سے بھی زکوٰۃ لی۔ پھر دوبارہ غلبہ کے پاس پلٹ کر گئے۔ غلبہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط نکال کر پڑھنے کے بعد پھر وہی جواب دہرایا کہ ابھی جاؤ میں سوچوں گا۔ یہ جزیہ ہے یا شہر جزیہ ہے۔

یہ لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سارا قصہ نقل کرنے سے پہلے ہی فرما دیا۔ انھوں اور حنیف ہے غلبہ پر۔ اور بنی سلیم کے شخص کے حق میں دعا کی۔ مامورین زکوٰۃ نے سارا قصہ آپ کو سنا یا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰثَرَ اللّٰهَ الْكَثِيْرَ اَتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنُضِلَّنَّهُمْ وَلِنُكُوْنَنَّ مِنَ الضّٰلِيْنَ فَلَمَّا ءَنفَحْنٰمْ مِنْ فُضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ (سورہ قہ: 75)

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر وہ اپنے فضل و کرم سے عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو کھل سے کام لیا۔ یہ آیت غلبہ کے لیے نازل ہوئی۔ (اسد الغابہ ج 1 ص 237-238)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ”بندہ مومن کے دل میں ایمان اور نیک دونوں ہیں نہیں ہو سکتے۔“

لاج

روحانیت میں لاج کو ختم کرنے پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

مہاتما بدھ کے الفاظ ہیں کہ ”جب نفرت لاج اور کینہ کی آگ بجھ جاتی ہے تو انسان کو نروان (داعی سکون) مل

ضرورت ہے لیکن طبع کسی چیز میں شمت کریں۔ روحانیت میں بڑا خطرہ لوگوں کی تعریف و تکریم سننے کا ہوتا ہے، یہ بھی ایک لالچ ہوتا ہے جب آپ کو کوئی مادی چیز ملتی ہے تب یا تو انسان کو اس کے کھونے کا خوف رہتا ہے یا اس کا لالچ بڑھ جاتا ہے کہ مزید ملے۔ اس لیے دوسرے مذاہب کے روحانیت والوں نے اس کی جڑ ہی کاٹ دی کہ کچھ پاس مت رکھو۔ کوئی خواہش ہی نہ رکھو تاکہ انسان ان لالچوں سے آزاد رہے۔

لیکن اسلام کی روحانیت میں شمت یہ ہے کہ مال کو چاہے کسی چیز سے اتنا چاہی نہ کرے کہ اس کے کھونے کا انھوں ہو۔ جب بھی کسی چیز کا لالچ ہوتا ہے تو اگر وہ مل جائے تو کسی وجہ سے اسے کھونے کا زور رہتا ہے اور جس چیز سے ڈر رہی ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں لاج کے لیے بلوغ کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ خالق نے سورہ معارج میں ارشاد فرمایا

”وَ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَخٰلِقٌ خَلُوْعًا“ (سورہ معارج: 19)

ترجمہ: ”بلوغ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی بہت زیادہ لالچی ہونے کے ہیں۔“

”بلوغ“ لفظ کا معنی ہے اور اس کے معنی بہت زیادہ لالچی ہونے کے ہیں۔“

لالچ انسان کو غلام بناتا ہے اور یہ انسان کو دونوں جہان میں رسوا کرتا ہے۔ اس حقیقت کو اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

ایک روز چنانچہ بن یوسف ثقفی بازار میں گھٹ کر رہا تھا۔ ایک دودھ فروش کو دیکھا کہ جو خود ہی سے کچھ بادل رہا تھا۔ چنانچہ ایک طرف کھڑا کھڑا اور اس کی باتیں چپکے سے سننے لگا جو یہ کہہ رہا تھا ”اس دودھ کو بیچوں گا، اس کی قیمت اس قدر ملے گی اور اس طرح آئندہ جو کاروبار کروں گا یعنی دودھ بیچوں گا اس کی قیمت اور اس کے پیسے سے ایک بھیڑ خرید لوں گا، پھر اس کے دودھ سے بھی ناکدہ اٹھاؤں گا باقی بچہ جمع کر کے ایک دن سرمایہ دار بن جاؤں گا۔ یہاں تک کہ ایک صاحب زمینیں کر کے یہاں تک پہنچا کہ کچھ سالوں کے بعد ایک بڑا سرمایہ دار بن جاؤں گا اور بہت سارے بھیڑ، بکری اور گاؤں کا مالک بنوں گا۔ اس وقت چنانچہ بن یوسف سے بیٹی کی خواستگاری کروں گا۔ چنانچہ بیٹی سے شادی کے بعد ایک بادقار آدمی بن جاؤں گا۔ اگر کسی دن چنانچہ کی بیٹی نے میرا کہنا نہ مانا تو اس کو پاؤں کے ساتھ ایسی ٹھوک ماروں گا کہ اس کے دانت گرا دیں گا۔ یہ کہہ کر پاؤں اٹھایا اور پاؤں دودھ کے برتن سے چاگ لگا جس کی وجہ سے سارا دودھ زمین پر بہہ گیا۔“

ترجمہ: وہ بچہ جو صدمہ اور کج کے مقابل میں ہو۔

جھوٹ کی اقسام

- 1۔ گفتار میں جھوٹ:

جس کی نشاندہی خالق نے سورہ آل عمران میں کی ہے۔

”وَيَقُولُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكَلْبُ“

ترجمہ: یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں
- 2۔ کردار میں جھوٹ:

مورخین میں اس جھوٹ کا ذکر خالق نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

”كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنُضِلَّنَّهُ بِالنَّٰفِثَةِ نَاصِيَةٍ كَافِيَةٍ خَاطِفَةٍ“ (سورہ صافات: 15)

ترجمہ: یاد رکھو اگر وہ روکنے سے باز نہ آئے تو ہم پشیمانی کے ہل پکڑ کر ٹھیسیں گے جھوٹے اور دغا کار کو پشیمانی کے بل۔
- 3۔ مادی امور میں جھوٹ:

سورہ یوسف میں اس جھوٹ کا بیان اس طرح کیا ہے۔

”جَاهُ وَاَعْلٰی فَيُضَيِّقُہٗ بِذَمِّ خَدِيْجٍ“ (سورہ یوسف: 18)

ترجمہ: اور یوسف کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر آئے۔
- 4۔ معنوی امور میں جھوٹ:

سورہ نجم میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

”مَّا مَخْدُوْبٌ الْفَوَاحِشُ اَزٰی“ (سورہ نجم: 11)

ترجمہ: دل نے اس بات کو چھوڑا نہیں جس کو سمجھوں نے دیکھا
- 5۔ مطلقاً جھوٹ:

سورہ عبیدت میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے

”فَلْيَلْمِیْنِ اللّٰهُ الْاٰدِیْنَ ضَلُّوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْاَلْبٰیْنِ“

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ یہ جانتا چاہتا ہے کہ ان میں کون لوگ سچے ہیں اور کون لوگ جھوٹے ہیں۔

جھوٹ کی مذمت میں ارشاد خداوندی

سورہ زمر میں ارشاد ہوا:

وَيَوْمَ الْفٰیضِ تَوٰی الْاٰدِیْنَ کَذٰبُوْا عَلٰی اللّٰهِ وَجُوْہُہُمْ مُّسْوَدَّةٌ (سورہ زمر: 60)

قرآن کی نظر میں ظلم کے معنی

قرآن مجید میں ظلم کے تین معنی ہیں:

- 1۔ تاریکی اور غلطی:

سورہ انعام میں:

”وَجَعَلْنَا الظُّلُمٰتِ وَالْغُورَ“ (سورہ انعام: 1)

ترجمہ: اور تم دروز قیامت دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر بہتان باندھا ہے ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہیں۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

”وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ“ لَمَّا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (سورہ بقرہ: 10)

ترجمہ: اب اس جھوٹ کے نتیجہ میں انھیں دردناک عذاب ملے گا۔

”كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَّبَعَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ خِثْلٍ لَا يَشْعُرُونَ“ (سورہ زمر: 25)

ترجمہ: اور ان کفار سے پہلے والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر اس طرح سے عذاب وارد ہو گیا کہ انہیں اس کا شعور بھی نہیں تھا۔

سورہ زمر میں ایک اور جگہ اس طرح ارشاد ہوا:

”فَإِذَا هُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ“ (سورہ

زمر: 26)

ترجمہ: پھر خدا نے انہیں دنیاوی زندگی میں دنیا میں ذات کامرہ دکھایا اور آخرت میں جہنم کا حال بہتر حال سے بہتر فرمایا۔

سورہ اعراف میں ارشاد ہوا:

”وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أُشْجَارُهُمْ“ (سورہ اعراف: 147)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ جہرے گوشتے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

ظلم

ظلم کی تعریف

”وَضَعُ الشَّيْءُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ الْمَخْتَصُّ بِهِ“

کسی چیز کا اپنے مخصوص مقام سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ قرار پانا ظلم کہلاتا ہے۔

”اضَاعَةُ الْحَقِّ وَ عَذْمُ قَائِدِيَةِ مَا هُوَ الْحَقُّ“

ترجمہ: حق کا ضائع کرنا اور اس چیز کا جو حق ہے اسے ادا نہ کرنا ظلم کہلاتا ہے۔

ترجمہ: اور تاریکیوں اور نور کو مقرر کیا ہے۔ اس آیت میں ظلم تاریکی کے معنی میں آیا ہے۔

2- کی

سورہ کہف میں:

”وَلَمْ نَنْظِمْ لَهُمْ هَبْطًا“ (سورہ کہف: 33)

ترجمہ: اور کی طرح کی کی نہیں کی۔

3- مگر اسی مطلقاً

سورہ بقرہ میں ظلم کی اس طرح تعریف ہے:

”يُنْجُو جُودُهُمْ مِنَ النَّوْرِ“ (سورہ بقرہ: 257)

ترجمہ: جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لے جاتے ہیں

قرآن کی نظر میں ظلم کی اقسام

قرآن میں ظلم کی تین قسمیں بتائی گئیں ہیں:

1- خدا پر ظلم کرنا

سورہ انعام میں یوں آیا ہے:

”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا“ (سورہ انعام: 21)

ترجمہ: اس سے زیادہ ظالم ہو کون سکتا ہے جو خدا پر بہتان باندھے۔

2- لوگوں پر ظلم کرنا

”إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ“ (سورہ شوری: 42)

ترجمہ: الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

3- اپنے آپ پر ظلم کرنا

”فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ“ (سورہ فاطر: 32)

ترجمہ: اور اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا جس کے پاس خدا کی طرف سے گواہی (موجود) ہو اور پھر وہ چھپائے

7- مساجد کو آلودہ کرنے سے روکنا

”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ وَ سُمِّيَ فِيهَا خَوَافِيًا“ (سورہ بقرہ: 114)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا جو مساجد خدا میں اس کا نام لینے سے منع کرے اور ان کی برابادی کی کوشش

کرے۔

عجلت پسندی

عجلت پسندی بھی ایک ایسا نفسانی مرض ہے جو انسان کی روح کو داغ دار کر کے اس کی روحانی پرواز میں مانع

ہوتا ہے۔

جلد بازی سے قرآن منع کرتا ہے اور اسے پسندیدہ دنگا ہوں سے شیں دیکھنا خود بخیر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

جلد بازی سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ مریم میں خالق نے ارشاد فرمایا:

”فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ حَتَّىٰ نَمُكِّدَ لَهُمْ عَذَابًا“ (سورہ مریم: 84)

ترجمہ: آپ ان کے بارے میں عذاب کی جلدی نہ کریں ہم دن خود ہی شمار کر رہے ہیں۔

اور پھر سورہ طہ میں ارشاد ہوا

”وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ“ (طہ: 114)

ترجمہ: اور آپ وحی کے قیام ہونے سے پہلے قرآن کے بارے میں عجلت سے کام نہ لیں۔

قرآن مجید جلد بازی کی مذمت بھی کرتا ہے اور انسان کو اس سے منع بھی کرتا ہے کیونکہ یہ راہِ وصال میں رکاوٹ

ہے۔

جلد بازی کے حوالے سے یہ داستان قابلِ غور ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے گھر میں کتاب پال رکھا تھا، ایک دن کئے کا مالک خریداری کے لیے گھر سے باہر جاتا

ہے۔ گھر میں ایک شیر خوار بچہ ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ جلد ہی واپس لوٹے گا، وہ کئے کو گھر میں کھلا چھوڑ کر چلا گیا۔

جب وہ خریداری کر کے گھر کی طرف لوٹا تو سخت خون آلود بچوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے دوڑتا ہے۔ جوں ہی

اس کی نظر کئے پر پڑی، سوچا ضرور کئے نے بچے پر حملہ کر کے اسے بچر اہوگا۔ فحشے کے عالم میں اس نے جب سے پتھوں

نکال کر کئے پر گولی چلا دی اور جلدی سے گھر کے اندر داخل ہوا لیکن گھر کے اندر کا احوال کچھ اور ہی تھا۔ قصہ یہ کہ بچہ یوں تھا کہ

ایک بیض یا اس گھر میں جو شہر سے باہر واقع تھا اور دروازہ کھلا تھا، داخل ہو جاتا ہے اور کئے سے گھر میں کئے پر حملہ آور

ہوتا ہے۔ کئے کی مدد کو دوڑتا ہے اور بھیڑے کودتا تو اس اور بچوں کے سہارے باہر نکلتا ہے اور اسے زخمی کر کے بھاگتا ہے

ترجمہ: ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں

ان تینوں مقام پر ظلم درحقیقت اپنے آپ پر کرتا ہے کیونکہ ابتدائی سے جب انسان ظلم کی طرف بڑھتا ہے اور

کفر، شرک اور فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے یا دوسروں کے حقوق پر تجاوز کرتا ہے تو درحقیقت انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور

داعی عذاب اپنے لئے خریدتا ہے لہذا قرآن مجید بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے:

”وَمَا ظَلَمْنَاهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ“ (سورہ نمل: 33)

ترجمہ: اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے جو خود ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

ظلم کے مصداق قرآن میں

1- کفر

”وَالْمُكْفِرُونَ هُمْ الظَّالِمُونَ“ (سورہ بقرہ: 254)

ترجمہ: اور کافرین اصل میں ظالمین ہیں۔

2- شرک

”إِنَّ الْبُزُونَ لَظَالِمٌ عَظِيمٌ“ (سورہ لقمان: 13)

ترجمہ: شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

3- تکذیب رسالت

”وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ“ (سورہ نمل: 114)

ترجمہ: اور یقیناً ان کے پاس رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کر دی تو پھر ان تک عذاب آپہنچا کہ یہ سب

ظلم کرنے والے تھے۔

4- خدا پر بہتان باندھنا

”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا“ (انعام: 21)

ترجمہ: اس سے زیادہ ظالم کون کر سکتا ہے جو خدا پر بہتان باندھے۔

5- حق بات کی تکذیب

”فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْحَقِّ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَنُورٌ لِّلْكَافِرِينَ“

(سورہ زمر: 32)

ترجمہ: تو اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا..... اور جب اس کے پاس حقیقی بات آئے تو اس کو جھٹلا دے۔

6- گواہی مخفی رکھنا

”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ“ (سورہ بقرہ: 140)

لیکن صاحبِ غاند کی جلد بازی باعث بنی کہ کئے کی قدر دانی کے بجائے اسے مار ڈالا۔

صاحبِ غاند نے فحش پر نام نہاد ہوتا اور کئے کی طرف دوڑ پڑتا ہے تاکہ اسے موت سے نجات دے سکے لیکن اس

کے آنے سے پہلے ہی کتا مر چکا تھا۔ صاحبِ غاند کہتا ہے کہ میں نے کئے کی آنکھوں پر جو کھلی تھی نظری اور اس فریاد کو دل

کے کانوں سے سنا کہ اسے انسان تو کتنا جلد باز ہے تو نے کیڑا اندر گئے بغیر مجھے مار ڈالا! صاحبِ غاند بعد میں اسی ماہر

سے متعلق ایک مضمون اس عنوان سے لکھتا ہے: ”(اے انسان تو کتنی جلدی میں فیصلہ کرتا ہے)“

ایک مشہور حدیث میں آتا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ”کہا اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اے میرا ایک راہ ہے جسے میں اس کے دل میں رکھتا ہوں جس سے مجھے محبت ہوتی ہے۔“

وضاحت اخلاص میں حدیث قدسی

یہ اے حضرت شیخ ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے سوال کیا کہ ”اخلاص“ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت

منجیات

اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو روحانی ترقی کا سبب بنتی ہیں۔

اخلاص

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”إِنَّمَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ“ (سورہ زمر: 3)

ترجمہ: یا دیکھو کہ دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے

تین باتوں میں خلوص دل کی شدید ضرورت

حضرت انس بن مالکؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تین ایسی چیزیں ہیں کہ مسلمان کے دل میں ان کے بارے میں شکوک نہیں ہونا چاہیے:

1- اللہ کے لئے کوئی کام کرنا ہو،

2- والیان حکومت سے خلوص نیت،

3- مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دینا۔“

حضرت استاد ابوبلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ اگر انسان طور پر صرف حق تعالیٰ کی عبادت کا نام ”اخلاص“ ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عبادت گزار کی وقت صرف اللہ تعالیٰ سے قرب کا ارادہ رکھے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز پیش نظر نہ ہو جیسے حقوق کو دکھانا، لوگوں سے اپنی تعریف کی خواہش کرنا، لوگوں کی تعریف کرنا اور اللہ کے قرب کے علاوہ کوئی مقصد سامنے رکھنا۔

علاوہ ازیں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کے لئے اپنے اعمال کو صاف رکھنے کا نام ”اخلاص“ ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کی نگاہوں سے بچ جانے کا نام ”اخلاص“ ہے۔

خوش جیوے سرفراز شاہ ولیچ مانچسٹر

امام بن سیدنا اور احمد بن محمد بن زکریا سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت محمد بن جعفر اساف سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت ابو یوسف شریعتی سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت احمد بن حنبل سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت عبد الواحد بن زید سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے رب العزت سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو اس نے فرمایا:

”یہ میرا ایک راز ہے جسے میں اس بندے کے دل میں رکھتا ہوں جس سے مجھے محبت ہوتی ہے۔“

علامات اخلاص

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص کا پتہ تین علامات سے چلتا ہے:

1- لوگوں کا تعریف کرنا یا نہ کہنا بندے کے سامنے ایک جیسا ہو جائے۔

2- عمل کے دوران اپنے اعمال کو قبول جائے۔

3- آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب کو قبول جائے۔

اخلاص اور اقوال صوفی

حضرت ابو یوسفؒ سوئے فرماتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اخلاص میں خلوص کا مشاہدہ کرتے ہوں تو ان کا ”اخلاص“ اخلاص پر منتج ہوتا ہے۔

حضرت ابنؒ فرماتے ہیں کہ صرف کلام ہی کی کچھان کر سکتا ہے۔

صدق اور کذاب کون؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”بندہ جب مسلسل سچ بولتا اور سچائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ کے ہاں ”صدق“ نام دیا جاتا ہے۔ یونہی

مسلسل آوی جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔“

استاد ابوبلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی دینی کام کا ستون ”صدق“ ہوتا ہے اور دین اسی سے تسک

ہوتا ہے۔ اسی سے اس کا نظام ہے اور نبوت کے بعد دوسرا مرتبہ ہی کا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّالِّينَ (سورہ نساء: 69)

ترجمہ: تو یہی لوگ انعام پانے والے نبیوں اور صدیقین کے ساتھ ہوں گے

صدق اور اقوال صوفی

حضرت ذوالنونؒ مصریؒ نے فرمایا: ”صدق“ ایک ایسی الہی التوا کا کام کرتی ہے کہ جس پر چلنے کا ثبوت کر رکھ

دے گی۔

حضرت ابراہیم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو لنگے تو ابراہیم بن محمدؒ نے کہا نہ تو چیزیں پیچک

دور دیکھتے ہیں کہ میں نے ایک دینار کے علاوہ ہر شے پیچک دی، انہوں نے پھر کہا، میرا دل مشغول نہ رکھو اور ہر دنیوی چیز

پیچک دو چنانچہ میں نے دینار بھی دور پیچک دیا۔ پھر فرمایا:

اے ابراہیم! باقی چیزیں بھی پیچک دو! مجھے یاد آیا کہ جو تھے تھے موجود ہیں چنانچہ وہ بھی نکال

پھینکے۔ راستہ بھر میری حالت یہ رہا کہ جب مجھے تھے کی ضرورت پڑتی تو لی ہی جاتا اس پر حضرت ابراہیم بن محمدؒ نے فرمایا

کہ صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا یونہی ہوتا ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: کیا پٹیا یا پھول (مت) تک حرام کہہ جانے دینا ”صدق“ کہلاتا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں: کہ عمل کے ذریعے حقوق الہی کی ادائیگی ”صدق“ ہوتا ہے۔

حضرت واسطیؒ نے فرمایا: کہ توحید کے سچ ہونے کا اقرار ہی ”صدق“ ہے۔

زہد فی الدنیا

حضرت ابوخلاد صہبائیؒ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب ایسا شخص دیکھو جو دنیا میں زہد کر رہا ہے اور

دنیا سے منہ پھیر لینے کی ہدایت کر رہا ہے تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ وہ دانائی سمجھتا ہوگا۔“

مفہوم زہد میں اقوال صوفی

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: دنیا سے منہ موڑ لینا (زہد) یہ ہے کہ انسان ایسی ہی امیدیں نہ لگا کر

مفہم نہیں کہ انسان نیکل روزی کھا کر رہا ہو یا پتھر لیا کرے۔

حضرت سمریؒ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے دنیا چھین رکھی ہے۔ اپنے اصحاب کو اس سے

رکھا ہے اور اہل محبت کے دلوں سے نکال دیا ہے کیونکہ اللہ اسے ان کے لئے پسند نہیں فرماتا۔

سچے زاہد کے پاس مال دنیا کھینچا جاتا ہے اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اگر آسمان سے ٹوٹی گرے گی تو اس پر جو اسے

لیکن جو غوثی آخرت سے متعلق رکھتی ہے۔ یعنی انبساط اخروی ہے وہ خود و پسندیدہ ہے (اس سے نیک روح)

1- راجع

ایک شکر عالموں کا ہوتا ہے جو ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَنْ يَشْكُرَكُمْ لَا يُذَكِّرْكُمْ" (سورہ ابراہیم: 7)
ترجمہ: اگر تم شکر ادا کرو گے میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

حقیقت شکر کیا ہے؟

حضرت استاد اذیلی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ اہل تحقیق کے ہاں حقیقت شکر یہ ہے "نہایت یا بڑی واکھاں اور اس سے انعام کرنے والے کا اعتراف کر لینا" اسی لحاظ سے معنی شکر میں سہا پھ پھرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شکر کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شکر کی جزا دیتا ہے چونکہ شکر کی جزا شکر ہی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَيَجْزِيهِمْ سِتْرَةً مِّنْ ثَمَرِهِمْ يَسْتَلْبِذُونَ" (شوری: 40)

ترجمہ: برائی کی جزا اسی برائی کی طرح ہوتی ہے۔

اللہ کے شکر کا یہ بھی معنی ہے کہ خود اپنے عمل پر زیادہ انعام دے دینا، لغت میں ہے "وَلَا يَشْكُرُ" جب چارہ کی نسبت وہ جانور بھی زیادہ کھائی دینے لگے تو یہ الفاظ بولتے ہیں۔

یہ احتمال بھی ہے کہ حقیقت شکر احسان کرنے والے کے احسان پر اس کی تعریف کرنا ہو۔ لہذا بندے کی طرف سے اللہ کا شکر یہ ہوگا کہ بندہ اللہ کے انعامات پر اس کا شکر گزار ہو جائے اور بندے کا "حقیقی شکر" یہ ہے کہ زبان سے اللہ کی تعریف کرے اور دل سے اس کے انعامات کا اقرار کرے۔ بندے کی طرف سے تعریف یہ ہوگی کہ یہ اس کی عبادت کرے اور اللہ کے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنا شکر کرنے کی توفیق دینے کا انعام فرمائے۔

اقسام شکر

شکر کی طرح سے ہوتا ہے:

1۔ زبان سے

اسرار و احادیث

سنائی، انہوں نے کہا "تمہارا پروردگار فرماتا ہے:

"اے میرے بندے! جب تک تو میری عبادت کرتا اور مجھ سے امید لگائے ہوئے ہے اور میرا شریک نہیں بناتا تو تم سے جو برائے ہو جائے گا میں معاف کر دوں گا۔ اگر تو زمین کی وسعت جتنے گناہ اور لغزشیں لے کر بھی میرے پاس آئے گا تو میں تمہیں اپنی بخشش سے نوازاؤں گا اور تمہیں بخش دوں گا کیونکہ مجھے کسی سے ڈرتیوں۔"

رجا کا مطلب

مستقبل میں جلد حاصل ہو جانے والی چیز سے دل کے تعلق کو "رجا" کہتے ہیں اور جیسے خوف، مستقبل کے زمانے میں ہونے والے کام سے تعلق رکھتا ہے ویسے ہی "رجا" اس چیز سے تعلق رکھتی اور اس سے حاصل ہوتی ہے جس کی زمانہ آنکھ میں امید ہو اور اسی "رجا" سے دلوں میں زندگی کی رشتہ موجود ہے اور انہیں اشتغال حاصل ہے۔

رجا اور تمنا میں فرق

یہ "تمنا یا آرزو" آرزو مند کے دل میں سستی پیدا کر دیتی ہے اور وہ کسی سخت راستے میں نہیں پرستگاہی اس کے لئے کوشش کرتا ہے۔ لیکن "امید" والا بالکل اس کے برعکس ہے، اس لئے "رجا" ایک بہتر عمل ہے جبکہ "تمنا" ایک ناقص فعل ہے۔

صوفی کے "رجا" کے بارے میں بہت سے ارشادات ہیں، چنانچہ حضرت شاہ کرمانیؒ فرماتے ہیں:

"اچھی عبادت اس بات کا پختہ رہنا ہے جس شخص میں "رجا" موجود ہے۔"

رجا کی اقسام

حضرت ابن عربینؒ فرماتے ہیں کہ

"رجا" تین قسم کی ہوتی ہے۔

- 1۔ "رجا" اس آدمی میں پائی جاتی ہے جو تنگ کام کرے اور ان کی قبولیت سے نرا امید ہو۔
- 2۔ اس آدمی میں ہوتی ہے جو برائی کرے۔ پھر توبہ کرے اور بخشش کی امید رکھے۔
- 3۔ وہ جو آدھی جو سلسلہ گناہ کرتا رہے اور مشق کی امید رکھے (یعنی بھی تو "رجا" ہے)

جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس نے برے کام کئے ہیں اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ درجہ کے مقابلے میں دل کے اندر خوف خدا زادہ رکھے۔

کہتے ہیں کہ فرماتے والے اور محبت رکھنے والے کی طرف سے امید خواہ "رجا" کہلاتی ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام "رجا" ہے۔

اسرار و احادیث

☆ حضرت عبدالعزیز بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

برہمنوں کی ایک قسم چالیس دن تک بھوکے رہی پھر مومن اڑ گئی جب چند دن بعد واپس آئے تو ان کی خوشبختی تھی۔

☆ حضرت بکر بن عبد اللہؓ جب بھوکے رہے تو قویٰ نظر آئے اور جب کھالیتے تو کمزور ہو جاتے۔

انہیں سے پوچھا گیا اس آدمی کے بارے میں بتائیں جو دن میں ایک بار کھانا کھاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ صدیقین کا طریقہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ جو روزہ کھائے تو؟ انہوں نے بتایا کہ مومنین کا طریقہ ہے۔

- 2۔ ایک عبادت گزاروں کی صفت ہما ہے جو ان سے سولے جا ہر ہوا کرتا ہے۔
- 3۔ ایک عارفوں کا شکر ہے جو اپنے عام حالات میں اللہ کی نعمتیں دیکھتے ہیں اور ان پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

حضرت حمزہؓ فرماتے ہیں کہ:

شکر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تم اپنے نفس کو عارضی سمجھو اور ایک طفلی خیال کرو۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ شکر میں ایک سبب موجود ہوتا ہے کیونکہ شکر کی ادائیگی کرتے وقت انسان اپنے نفس کے لیے زیادہ مانگ رہا ہوتا ہے تو گویا وہ اللہ کے سامنے اپنے نفس کے لالچی کی خاطر کھڑا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ:

شکر میں پچاس کو کہتے ہیں جو شکر سے عاجز کی بنا پر حاصل ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ شکر کرنے پر شکر ادا کرنا، عام شکر سے افضل ہوتا اور وہ یوں کہ تم اپنے شکر کو اللہ کی توفیق سمجھو جس کا سبب یہ ہوگا کہ تم پر انعام کرنا چاہتا ہے تو گویا تم شکر پر شکر کر رہے ہو تو یوں دوبارہ شکر پر شکر دوس کی انتہا نہ ہو۔

☆ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے آپ کو نعمتوں کا اہل نہ سمجھے

☆ حضرت روح بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شکر کا مفہوم یہ ہے کہ تو پوری قوت سے انعام کرنے والے کی اطاعت کرے۔

رجا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ" (سورہ عنکبوت: 5)

ترجمہ: جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو پھر اللہ کی طرف سے موت آتی رہی ہے۔

☆ حضرت علامہ ابن زیدؒ بیان کرتے ہیں کہ:

میں مالک بن دینار کے ہاں گیا تو شہر میں حوش کو دہاں دیکھا م وہاں سے نکلے تو میں نے حوش سے کہا کہ اللہ تمہیں سلامتی دے، مجھے کچھ سناؤ! حضرت مالکؒ نے کہا ہاں! سناؤ ہوں، مجھے میری پچوبی ام الدرداءؓ نے حدیث

کچھ صوفی فرماتے ہیں کہ دلوں کے اللہ کی مہربانی سے قرب کو "رجا" کہتے ہیں۔

☆ کچھ صوفی کا قول ہے کہ اچھے انجام (حسن خاتمہ) پر دلوں کو خوش ہونے کو کہتے ہیں۔

☆ صوفی کہتے ہیں کہ: "سما اللہ کی وسیع رحمت کو دیکھنے کا نام "رجا" ہے۔"

☆ النجوع ونور الشفوة (بھوک اور ترک خواہش)

☆ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَلْيَتْلُوهُمْ بَشِيرٌ وَزَعِيرٌ" (سورہ بقرہ: 155)

ترجمہ: ہم کچھ خوش اور بھوک کے ذریعے تمہاری آزمائش کریں گے۔

☆ پھر آیت کے آخر میں فرمایا:

"وَلْيَبْشِرُوا بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ" یعنی آپ انہیں خوشخبری دے دیں کہ تمہاری بھوک کے امتداد سے مطابقت ممبر کرنے

پر تمہیں اچھا ثواب ملے گا۔

☆ پھر آگے چل کر سورہ ہشر میں خالق نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ لَّيْسَ بِي غَوْلٌ وَلَا نَجَسٌ وَلَا يَكُنْ لَهُمْ خَصَاصَةٌ" (سورہ ہشر: 9)

ترجمہ: اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیں گے اگرچہ خود ضرورت مند ہوں۔

☆ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی تو آپ نے پوچھا فاطمہ (سلام اللہ علیہا) اکیسوا کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی میں نے ایک روٹی پکائی تھی تو میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اکیسوا کھا جاؤں

چنانچہ یہ ٹکڑا آپ کے لیے لائی ہوں۔

☆ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ پیلا کھاتا ہے کہ تین دن کے بعد میرے باپ کے پیٹ میں جا رہا ہے۔ اسی سنت

☆ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھوپڑی کا رخ کر کے بھوک صوفی کی صفات میں شمار ہوتی ہے اور مجاہد کے ایک کام رکھ ہے۔

☆ کیونکہ اہل سلوک نے آہستہ آہستہ بھوکا رہنے کی عادت ڈالی اور کھانے سے رکتے گئے۔ پھر انہیں اس بھوک کے نتیجے میں

☆ حکمت کے چشمے ملے۔

☆ اس بارے میں صوفی کی بہت سی حکایتیں ملتی ہیں۔

☆

☆ حضرت سعد بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ:

☆ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تو حکم میری میں سے نافرمانی کو رکھا اور بھوک میں علم و حکمت کو رکھا۔

☆

☆ حضرت عیسیٰ بن ماریاؓ نے فرمایا:

☆ بھوک مریدین کے لئے ایک ریاضت ہے، توبہ کرنے والوں کے لیے تجربہ، زاہدوں کے لیے سیاست اور عارفوں کے لیے ایک بزرگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆ دوسرے لوگوں کے نزدیک مشکلات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جانے کا نام مہر ہے۔

☆ کچھ لوگوں کے نزدیک "ناکامی یا شکست" ہو جانے کے بعد دوبارہ تیار کرنے اور کامیابی کے موقع کی

☆ ان میں رہنے کو مہر کہتے ہیں۔

☆ ایک مغربی دانشور بیژن کہتا ہے کہ "مہر ایسی ہی کہ وہ قسم سے جسے خودی کا نام دے دیا گیا ہے۔"

☆ لیکن اس کے برعکس قرآن میں جگہ جگہ مہر کی تعین کی گئی ہے اور ساتھ ہی کہا گیا ہے کہ "اللہ سے امید رکھو، مہر کا

☆ ایک مطلب یہ بھی ہے، دل نہ چھوڑنا اور نہ امید رہنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود کو تواؤ اچھے کے بجائے امید اور موقع کے

ان میں بارگاہی تو آپ نے کہا اس کے گھروالوں سے کہہ دو اس کے لیے تھان (جسے پجائی میں صرف ہیں) تیار کروں۔

☆ حضرت سلیمان دورانیؑ فرماتے ہیں کہ:

دنیا کی چالیس قسم میری ہو کر کھاتا ہے اور آخرت کے اجر کی چالیس بھوک ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابوالقاسم حضرت بن احمد راضیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوخیثمہ عقیلیؒ کو سال بھر بھجلی کھانے کی خواہش رہی انہیں حلال طریقے سے کھانے کا موقع ملا۔ جب انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو بھجلی کا ایک کالہ انگلی میں چبھ گیا جس سے ان کا ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔ انہوں نے عرض کی، اسے اب اس شخص کا مال جس نے حلال طریقے سے کھانے کی طرف خواہش سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس شخص کا مال کیا ہوگا جو حلال سے حرام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔

قرآن میں صبر کا مطلب مجھے رہنا ہے۔

صبر کا مکمل مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو سکون کی حالت میں رکھیں حالات جیسے بھی ہوں۔ ”پر امید رہیں“۔ بے ہوش ہو کر خود حالات سے نہ لڑیں۔ اپنے آپ کو وقت کے بہاؤ کے ساتھ چلنے دیں۔ تھوڑے وقت کے بعد مواقع خود آکر آپ کے سامنے آجائیں گے وقت کے بہاؤ کے ساتھ چلتے چلتے ہر چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی سے بڑی اچھی یا بری ہر چیز اللہ کی طرف سے کوئی بہتری لکھی چاہیے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے آپ نہر میں تیر رہے ہیں۔ اب اگر آپ بہاؤ کے ساتھ آسانی سے تیرتے چلے جائیں، بغیر کسی مشکل کے پر امید اور خوش رہیں۔ زمانے کی اسی نہر کے اندر ہر چیز تیرتی جا رہی ہے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد آپ کو خود بخود نئے مواقع ملنے شروع ہو جائیں گے۔

اقسام صبر

صبر کی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ صبر جو انسان اپنے کئے پر کرتا ہے اور دوسرا وہ جس میں اس کا اپنا دخل نہیں ہوتا۔ پھر اپنے صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اولاً وہ کام جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے اور ثانیاً ایسے کاموں سے رکنا جن کو سرایضاً ہم دینے سے اللہ نے منع کیا ہوا ہے۔ جس صبر میں انسان کا اپنا دخل نہیں اس میں صبر یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والی مصیبت کی تکلیف پر صبر کرے۔

مشکل صبر

حضرت حمید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ:

مومن کے لیے دنیا سے آخرت کو جانا آسان ہے لیکن اللہ کی خاطر مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہوتا ہے۔ پھر خواہشات چھوڑ کر اللہ کی طرف توجہ اس سے بھی مشکل ہے، اور ہر وقت اللہ پر نظر رکھ کر صبر کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔ ایک اور موقع پر حمید بغدادیؒ سے صبر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

صبر

اللہ تعالیٰ سورۃ نحل میں ارشاد فرماتا ہے:

”وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ“ (نحل: 127)

ترجمہ: صبر کیجئے اور یہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہ ہے۔

روحانیت میں صبر ایک اہم ترین چیز ہے۔ اگر صبر کی صفت نہ ہو تو کوئی انسان یقیناً کامل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کی ہر کامیابی میں چاہے وہ مادی ہو یا روحانی، صبر بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جس نے اسے سمجھ اور سیکھ لیا اس کے آدھے سے زیادہ مسائل حل ہو گئے اور آدمی کا ملبا مل گئی۔ بے صبر انسان وادنی روحانیت میں ناکام رہتا ہے۔

سب سے پہلے یہ دیکھنے کی بات ہے کہ ”صبر“ کیا ہوتا ہے۔

کچھ لوگ صبر کے معنی ”مشکلات یا ظلم کے وقت“ ”اف“ تک نہ کرتے کہتے ہیں۔

”جانے بغیر کڑی چیزوں کا ٹھونٹ پی لینا صبر کہلاتا ہے۔“

حضرت علیؑ کا یہ قول بھی یاد رکھنا چاہیے کہ:

اللہ کے ”صبر“ فرماتے ہیں عبادت کا حکم ہو رہا ہے اور ”مَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ“ میں آپ کی عبادت کی طرف اشارہ ہے، اور جو شخص ”لَفْ“ سے ”لَفْ“ کی طرف ترقی کر جاتا ہے وہ درجہ عبادت سے بڑھ کر درجہ عبادت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

قناعت

قناعت روحانیت کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔

اگر یہ انسان میں موجود نہ ہو تو انسان کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتا، کیونکہ لالچ کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور لالچ ہر وقت کی نشاندہی میں سے ایک ہے۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ اگر وہ ہزاروں روپے کما رہا ہے تو لاکھوں کے چکر میں رہتا ہے اور جب لاکھوں کما لے شروع کر دیتا ہے تو پھر کروڑوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

”اگر مالدار بننا چاہے ہو تو سوائے قناعت کے کچھ مطلب نہ کر کہ یہی سب سے عمدہ دولت ہے۔“

قناعت اور احادیث نبویؐ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

”قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔“

حضرت ابو ہریرہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”پرہیزگار بن جا کہ اس کے ذریعے سب سے زیادہ عبادت گزار شمار ہوگا، قناعت کر کہ اس سے شکر گزار بن جائے گا، لوگوں کے لئے کبھی وہی چیز پسند نہ کر جو اپنے لئے پسند ہے کہ اس کے ذریعے مومن بن جائے گا، پڑوسی سے ہجر نہ کر کہ مسلمان بن جائے گا۔ تم سے کہیں، کیونکہ زیادہ ہند دل کو مار دیتا ہے۔“

قناعت اور اقوال صوفیاء

حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا کہ:

”قناعت ایک فرشتہ ہے جس کا ٹھکانہ مومن کے دل کے سوا کہیں نہیں ہوتا۔“

حضرت سلیمان دورانیؑ فرماتے ہیں کہ:

”قناعت“ ”رضا“ ہی سے شمار ہوتی ہے جیسے درجہ کوڑہ سے گنتے ہیں۔ قناعت گویا رضا کی ابتدا ہے اور درجہ زیادہ کی۔“

کہتے ہیں کہ فقیر لوگ مردہ ہوتے ہیں۔ ہاں ایسے فقیر مردہ نہیں ہوتے جنہیں اللہ تعالیٰ قناعت کی عزت دے کر زندہ رکھے۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ انسان کو پیاری لگنے والی چیزوں کے نہ ہونے پر اطمینان و سکون ہونے کو ”قناعت“ کہتے ہیں۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا کہ:

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے رزق پر دل راضی ہو جائے۔

حضرت دہبہؒ فرماتے ہیں کہ:

عزت اور امیری دونوں پھرتی رہیں کہ کوئی دوست مل جائے چنانچہ ”قناعت“ سے ملاقات ہوگی تو دونوں کو قرار آجیگا۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزیں پانچ مقامات پر رکھی ہیں۔

- 1- عزت کو فرمانبرداری میں رکھا۔
- 2- دولت کو قربانی میں رکھا۔
- 3- رعب کو رات کے قیام میں رکھا ہے۔
- 4- دانائی کو خالی پیٹ میں رکھا ہے۔
- 5- بے پروائی کو قناعت میں رکھا ہے۔

حضرت سنانیؒ فرماتے ہیں کہ:

جس نے قناعت کرتے ہوئے حرص چھوڑنے کا سودا کر لیا تو عزت اور مردت پا گیا۔

زبور شریف میں لکھا ہے کہ قناعت پسندی ہوتا ہے اگرچہ بھوکا ہو۔



دیکھ لیا میں اطمینان اور جب آپ نے اس چیز کو پرکھ کر بتول کر استعمال کر کے دیکھ لیا اور جب ہر قسم کا شک دور ہو گیا تو اسے حق اطمینان سمجھ لیں۔

یقیناً کاسب سے بڑا دشمن شک و شبہ ہے جہاں شک و شبہ آیا وہاں یقین کا قتل فتم ہونے لگ جاتا ہے۔ دراصل الہ و شبہ سے لڑنے سے ہی یقین بڑھتا ہے۔

عام زندگی میں اس کو حاصل کرنے کے تین قدم (درجے) ہیں جن سے گزر کر آدمی اس کو حاصل کر لیتا ہے:

- 1- کامیابی
- 2- اعتماد

باب ہفتم

۱- کامیابی

یقین حاصل کرنے میں یہ پہلا قدم ہے۔ آپ جب بھی کوئی کام کرتے ہیں اور اس میں آپ کو کامیابی ہوتی ہے تو یہ خود اعتمادی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ چند بار کامیابی سے آپ کو اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

خوش جیوے سرفرازیت کا راز چھ ماہیچہ

چند بار کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب آپ کو خود اعتمادی ملتی ہے، پھر کچھ اور کامیابیوں کے بعد یہ اعتماد اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

۳- یقین

اعتماد کے ذمہ میں چند جانے کو یقین کہتے ہیں۔ جب آپ کامیابیاں حاصل کرنے لگتے ہیں تو پھر آپ کے اندر یقین گہرا ہوتا جاتا ہے۔

یقین کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک دن حضرت عیسیٰ اپنے حواریوں کے ساتھ سفر پر تھے۔ راستے میں ایک پہاڑ نظر آیا جس کے چھپے ایک جھیل تھی۔ آپ اپنے حواریوں سے کہنے لگے کہ یہ پہاڑ جو تم دیکھ رہے ہو اگرچہ ہوتا ہے چھپے جھیل میں خرق ہو جائے۔ حواریوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ حضرت عیسیٰ نے کہا کہ صرف تمہیں یقین ہونا چاہیے، مکمل یقین، پھر یہ ہو جائے گا۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

Faith can move the mountains

ترجمہ: یقین کامل پہاڑوں کو ہٹا سکتا ہے۔

یقین کامل

قرآن مجید میں سورہ بقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے۔

”اَلَمْ يَكُنْ لَكَ وِثْيٌ قَبْلُ“

ترجمہ: اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

اسلام کی روحانیت میں یقین کے تین درجے ہیں:

۱- علم یقین

۲- عین یقین

۳- حق یقین

علم یقین عام یقین کو عین یقین درمیان درجے کے یقین کو اور حق یقین سب سے اوپر والے درجے کے یقین کو کہتے ہیں جس کی اونچائی کی کوئی حد نہیں۔ بات کو واضح کرنے کے لیے ہم یہاں ایک مثال کا سہارا لیتے ہیں۔

پانی مثال ہی مگر یہی مناسب ترین اور عام فہم ہے۔

اگر آپ کہیں گئے کوئی خاص کواس کو باہر سے کچھ لکھا دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں پانی موجود ہے۔ اس کو آپ یقین کہیں گے۔ پھر آپ قریب گئے تو آپ نے پانی آنکھوں سے دیکھا آپ کو کوئی شک و شبہ نہیں رہا کہ پانی ہے یا نہیں، پھر آپ نے پانی کو جسم میں محسوس بھی کر لیا۔ اس کو آپ حق یقین کہیں گے۔ دیکھنے کے بعد بھی شک ہو سکتا ہے کہ آنکھیں دھوکا خاستہ ہیں لیکن پانی پینے اور اپنے جسم کے اندر محسوس کرنے کے بعد کوئی شک نہ رہا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے اور پانی کی حقیقت کیا ہے؟ یقین کے ان تین درجوں کے درمیان روحانیت کی پوری کہانی گھومتی ہے۔

اسلام کی روحانیت میں اس کا مزید ذکر کیا گیا ہے۔

سادہ طور پر آپ یقین کو یہ سمجھیں کہ آپ کا سنا کوئی چیز ہے علم یقین، جب آپ نے اس چیز کو تجرب

یقین کامل کی کسی حد تک ہر انسان میں موجود ہوتا ہے۔

ادنیٰ روحانیت میں انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں سے ایک بہت بڑی مشکل اور اندر پائی جانے والی ہے یعنی۔

مرشد کامل اسی بے یقینی کی افشا کو ختم کرتا ہے اور سالک کے اندر اعتماد دلاتا ہے۔ وہ اعتماد جس کے بارے میں فلاسفر کہتے ہیں کہ انسان کی وہ کیفیت کہ:

جس سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے، انسان کا اپنی ذات پر مجبور نہ کرنا ہے۔

یقین کامل آپ کو ہر ممکن باندی تک لے جاسکتا ہے، ہر طرح کی دنیاوی اور روحانی کامیابی دے سکتا ہے۔ انسان پھر بھی انسان رہتا ہے اللہ نہیں بن سکتا۔

یہاں پر قصداً اور قدر (جبر و اختیار) کا مسئلہ آ جاتا ہے۔

قدر انسان کی کوششوں کو کہتے ہیں۔

قصداً اللہ کی مرضی کو کہتے ہیں۔

انسان اپنی کوششوں سے بہت اوپر چک جاسکتا ہے لیکن ایک حد کے بعد اس کا بس ختم ہو جاتا ہے پھر اللہ کی مرضی چلتی ہے۔

یہی وہ مقام ہے کہ جس کی تھاب کشائی مولا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے کہ میں نے اللہ اپنے ارادوں کو ٹوٹ جانے سے بچا کر۔

ایک حد کے بعد انسان کا بس ختم ہو جاتا ہے ورنہ انسان شاید خدا کی پاک و عظیمیہ رہنمائی کی۔ لیکن انسان کی حد بہت آگے تک ہے جس کا تعین آپ کا یقین کامل اور توکل علی اللہ ہی کرتا ہے۔ سامنے کہتے ہیں خدا کی بانی ہوئی دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں، ناممکن صرف یہ ہے کہ ممکن چیز کو ناممکن طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

در اصل سب روحانیت اور طاعت ہمارے اندر ہی موجود ہے بات صرف اس پر یقین کرنے کی ہے۔ جتنا ملد یقین آگیا اتنا جلدی سب کچھ مل جائے گا۔

توکل علی اللہ

اکثر اہلین روحانیت کہتے ہیں کہ پہلے خدا کو پہچاننا ضروری ہے تاکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کوگی طرح سے مانو پھر ہی باقی کام ہو سکتے ہیں۔

یقین کے سب سے اوپر درجوں پر لے جانے والی چیز توکل پر خدا ہے اس کے بغیر یقین، یقین کامل میں نہیں تبدیل ہو سکتا۔ مادی دنیا میں یقین کی اہمیت زیادہ ہے جبکہ روحانیت میں توکل علی اللہ کا مقام اہم ہے۔ اسلام کی روحانیت

سب سے اہم پہلو توکل علی اللہ ہے لہذا اس کے بغیر اسلام کی روحانیت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔

”سالک روحانیت میں اتنا ہی اوپر جاسکتا ہے جتنا زیادہ اس کا اللہ پر توکل ہے۔“

اللہ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام اللہ ہی سے کرنا ہے اور انسان کو اس پر اعتماد یقین ہونا چاہیے۔ اس میں

لگنے کی بات یہ ہے کہ اللہ ظاہری اسباب کے بغیر بھی کام کرتا ہے۔

انسان جب ظاہری اسباب کی طرف ہی دیکھتا رہتا ہے تو پھر اس کا یقین، یقین کامل میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔

اس میں کسی بھی کام کے ہونے پر سالک کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ بفضلِ خدا یہ کام ضرور ہوگا۔ کیسے ہوگا؟ یہ اللہ کا مسئلہ ہے

اور انہیں لیکن کام ضرور ہوگا۔

اللہ کے پاس کسی بھی کام کو کرنے کے لیے ہزار ہا تہ ہیں گو ہماری نظر ایک آدھ راستے تک ہی محدود ہے۔ اس

میں ایک چیز آپ نے ہمیشہ ذہن میں رکھنی ہے کہ اگر آپ کا کوئی کام وقت پر نہیں بھی ہو رہا تو اس میں بھی آپ کی بہتری

ہے آپ کی آسانی کے لیے مثال دے دوں۔

مثلاً آپ کو بیویوں کی ضرورت پڑ گئی اب یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ آس پاس کے لوگوں کی مدد کی تلاش کرتا

رہتا ہے کہ ہر حال میں دوست ہی اس مسئلے میں مدد کر سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس ہی زیادہ پیسے موجود ہیں۔

یہاں پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ پر چھوڑ دوں توکل ہو جائے گا، پھر آپ کی

مادی آدنیٰ اگر ضرور مدد کر جائے گا، چاہے آپ کا یہی دوست یا شریعہ دار کرے یا کوئی ایسا واقف یا واقف آدمی کام

آ جائے جو عام طور پر آپ کے خیال میں نہ آ سکتا ہو۔

یقین کی طاعت ہر چیز کو سمجھ کر خود ہی آپ کے پاس لے آتی ہے۔

موسم کی جتنی ضرورت کریں مگر اللہ پر توکل مضبوط رکھیں۔

اسی بارے میں مشہور صوفی حسن بصریؒ اور ان کے شاگرد حبیبؒ کی کا واقعہ قابلِ غور ہے۔ حبیبؒ بھی پہلے دوپہ

لوگوں کو پیسے دیا کرتے تھے۔ پھر ایک دن اس سے تو پر کر لی۔ اپنا سارا پیسہ اور گھر باہر باقی تمام پیسے کر کے وہ اپنی بیوی کے

ساتھ دوپہ کے کنارے ایک چھوٹی سی بنا کر رہنے لگے ایک دن حسن بصریؒ ان کے مہمان تھے۔ کسانے کا وقت ہو گیا

حبیبؒ بھی کھانے میں اس وقت صرف ایک روٹی اور تھوڑا سا ساں موجود تھا۔ انہوں نے وہی تھاب حسن کے سامنے رکھ

دیا۔ ابھی حسن بصریؒ نے کھانا شروع کیا تھا کہ باہر ایک بھوکے ساکن نے صدا لگائی۔ حبیبؒ بھی نے وہی روٹی ان کے

سامنے سے اٹھا کر اس ساکن کو دے دی۔

حسن بصریؒ کو یہ یوں آجیب ہوا اور غصہ بھی آیا وہ حبیب سے کہنے لگے ”تم مہمان داری کے آداب سے واقف نہیں

ہو، اگر سالک کو دنیا ہی تھا تو اس روٹی میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر دے دیتے یا آدھی روٹی دے دیتے تو تم نے سب روٹی دے

دی اور اپنے مہمان کو بھوکا رکھا“ حبیبؒ یہ بات سن کر خاموش رہے۔

تھوڑی ہی دیر میں دروازے پر دنگ ہوئی۔ حبیبؒ نے دروازہ کھولا تو باہر ایک خادم دھوت کے بہت سے

توریت میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں رونے دھونے کا جذبہ

اگر آتا ہے۔ اور جب کسی پر تیرا بھی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں خوش ہونے کا جذبہ پیدا فرماتا ہے۔

حضرت بشر بن عمارؒ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرن ایک فرشتہ ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں گھر کر لیتا

ہوگا کسی اور کا وہاں بھرتا پند نہیں کرتا۔

کہتے ہیں کہ جس دل میں جرن نہ ہو وہ ویران ہو جاتا ہے جیسے کسی گھر میں کوئی بھرتا نہ والا نہ ہو وہ ویران ہو

جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؒ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ حالت جرن میں رونے کا ارادہ کرنا ہے اور شوق میں رونے کا ضرور

لوازمات سے بھرپور تہی لے کر کھڑا تھا، کسی امیر آدمی نے اس کو حبیب کی طرف بھیجا تھا۔ حبیبؒ بولے کہ میں نے

کے عالم اور ایک آدمی ضرور ہیں لیکن کاش توکل کا پورہ بھیجی آپ کو حاصل ہوتا۔ حسن بصریؒ بڑے شرمندہ

جواب حبیبؒ کو یہ پورا توکل تھا کہ اگر اللہ نے مسائل بھیجے تو پھر ان کی مدد بھی وہ ضرور کرے گا۔ اس کی

توکل رکھنا چاہیے۔

وہ اس طرح ہے کہ ایک طالبِ خدا تھا، کچھ روحانی مسائل تھے جو اسے سمجھ نہیں آ رہے تھے۔ وہ اپنے

لوگوں سے ملا۔ جہاں کسی بھی کاپہ چلانے کے پاس حاضر ہوا مگر تسلی نہ ہوئی۔ تھک باکر آ کر ایک دن جنگل میں آ گیا

بیٹھ گیا کہ اب اللہ ہی اس مسئلے کو حل کرے گا۔

کہا ہے لیکن اندھا نہیں کرتا جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْبَصَرُ غِثَةٌ مِّنَ الْغُثَىٰ فَلَهُوَ كَافٍ (سورہ یوسف: 84)

ترجمہ: غم کی بنا پر آنکھ کی چٹائی چلی گئی اور وہ غموم ہے

حضرت ابن خیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبھی کبھی غم کے لیے آنکھ سے روکنے کا نام ہے۔

حضرت رابعہ عدویہؓ نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ ”وا حزننا“ تو فرمایا کہ میں کوہِ اقلہ حزننا، اگر تو غمناک

ہو گا تو غمناک نہ ہو سکتا

موصوفیہ کرام نے غم کے بارے میں گفتگو کی ہے تو سب نے کہا ہے کہ غم آخرت ابھی چیز ہے لیکن غم دنیا

پسندیدہ چیز شمار نہیں ہوتی۔ البتہ ایسا نہیں ہے ان کے اس قول کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ جزا ہر لحاظ سے ایک مرتبہ

ہے، اور موت کے درجہ میں زیادتی کا سبب ہے جب تک گناہ کی وجہ سے نہ وہ موتی کے لیے زیادتی مراہب کا باعث ہے،

کیونکہ اگر بالفرض یہ درجات انسانی بلند نہیں کرتا تو گناہ یقیناً صاف کرتا ہے۔

اگر دل میں درد و غم پیدا ہو جائے تو یہ ایک ایسا شرباب ہے جو دل کے جلد زنگ اکھاڑ کر اپنے آپ میں حطین

کردیتا ہے۔ درد ایک ایسی آگ ہے جو دل کی گیلی گلی کے گیلے پین کو ایک ٹل میں جلا کر خالص کر دیتی ہے۔ جب اس

آگ کا کارواہہ کرتا ہے تو وہ خالص حرارت ہوتی ہے، پانی کا اس میں نام و نشان نہیں ہوتا۔ اسی طرح درد دل کی آتش سے

نہ دھکنے والے نفس میں داہیت کی نمی کا نشان تک نہیں رہتا۔ درد بہت تلخ ہے، اس کا ذائقہ بہت کڑوا ہے، مگر اس کا سرور شہد

سے بھی چٹھا ہے، اس کا شاد شرباب سے بھی دیر پا ہے۔

شراب کا ذائقہ کتنا تلخ ہوتا ہے مگر پینے والے ہزاروں لذیذ مشروبات کو اس کی تخی پر قربان کر دیتے ہیں صرف

اس لئے کہ اس میں نشہ ہے جو رگوں میں ایک بیٹھا سار سرد درد ڈالتا ہے۔ یہ درد بھی ایک انتہائی تلخ شرباب ہے مگر اس

کے سرور کا لئے کا تو ہی بتا سکتا ہے جو اس سے کسی لطف اندوز ہو چکا ہو۔

ٹیکسیز کہتا ہے کہ جب انسان درد و غم سے لطف اندوز ہوتا شروع ہو جاتا ہے تو وہ دلی بین جاتا ہے یعنی

خوشی کا رنگ پا پیدا نہیں ہے۔ درد ایک ساتھی ہے، خوشی ایک ہرجائی محبوبہ ہے، درد ایک وفادار دوست ہے۔

اور چند بغدادی اپنی گھڑی کو پانی پلانے لگے، گھڑی نے بجائے پانی کی طرف جانے کے بجائے گھڑی کی داہ

چند متوجہ ہوئے کہ یہ کیا کر رہی ہے۔ ہجران کو خیال آ گیا کہ اس میں بھی اللہ کا کوئی راز ہے۔ گھڑی کی شکل میں کھانا

ملنے کرنے کے بعد ایک جگہ پر رک گئی وہاں پاس ہی وہ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

چند نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ تم کوں ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے اپنی کہانی سنا دی۔ جب اس نے اپنا

مسائل بیان کئے تو چند نے اسے تمام مسائل کا جواب دیا اور اسے ان کی پوری تفہیم بھی دے دی۔ پھر فارغ ہو کر وہ

واپس چلے گئے تو اس آدمی سے کہنے لگے کہ اگر آئندہ کوئی مشکل پڑے یا کوئی مسئلہ ہو تو مجھے یاد کرنا کہ وہاں میں

دیا ”اللہ خود ہی کسی کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے گا جیسے وہ آپ کو لے آیا ہے۔ آپ مجھے اس بڑے دروازے سے آگے

پھوٹے دروازے کی راہ بتا رہے ہیں۔“

چند بولے ہر صوفی کا توکل ایسا ہی ہونا چاہیے، سب کو تم سے سبق سیکھنا چاہیے۔ جب انسان کا توکل ایسا ہو

اللہ خود ہی سب بھاتا جاتا ہے۔

مشہور صوفی غلیظ بن موتی عمر بھلی کا فرمان ہے کہ: زاپہ دل کا آخری قدم موتیوں کا پہلا قدم ہوتا ہے۔

درد و غم

غم کے لئے عربی میں حزن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حزن ایک ایسی حالت کا نام ہے جو دل کو غفلت کی داویوں میں پریشان پھرنے سے روکتی ہے اور یہ اہل سلوک

کی ایک صفت ہوتی ہے۔

حضرت اسحاق ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ صاحب حزن اللہ تعالیٰ کے راستے کو ماہِ بحر کے اندر تارے کر

جاتا ہے جتنا غم کے بغیر شخص کی سال میں بھی ملے نہیں کر سکتا، اسی حد تک پاک میں آتا ہے کہ:

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ ہر غم و حزن والے دل سے محبت فرماتا ہے۔“

اسرار و روحانیت

اب خود فیصلہ کریں کہ اسے اپنا نا چاہیے؟

تجربہ

اس دنیا میں بڑا بننے کے لیے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ جو انسان اپنے بچوں کے مستقبل کو بہار دیکھتا ہے

ہے وہ بچپن سے انہیں اعلیٰ اداروں میں داخل کرواتا ہے، انکس میڈیم اپنی سن کا بچہ وغیرہ میں داخل کرواتا ہے اور اس کی

خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ ایک بڑا افسر بنے۔ اسی طرح جب وہ بچہ Competition کی تیاری کر رہا ہو تو اس دوران

وہ اگر باپ سے کہے آپ میری شادی کر دو تو باپ بالکل راضی نہیں ہوگا اور کہے گا کہ جب تک تم کچھ نہیں جانتے

شادی کا نام نہ لو۔ کیونکہ اس بات کو ہر آدمی سمجھتا ہے کہ اہل وعیال ترقی کے راستوں میں ایک طرح کی رکاوٹ ہوتے ہیں۔

اسی طرح جب پہلوان اپنے بچے شاکر تیار کرتے ہیں تو ان پر سب سے اولین شرط تجرہ کی رکھتے ہیں کیونکہ

انہیں معلوم ہے کہ تجرہ کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔

اسی طرح دینی امور میں اگر کوئی اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہو تو جب تک منزل کا حصول نہ ہو تو اس کے لیے ہر روز

بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ دیگر پریشانیوں سے بچ کر کسی کوئی کام سمجھ کر کر سکتا ہے۔ ہاں جب وہ منزل پر پہنچ جائے تو پھر

کر لیتا مسرت ہے۔

اگر ترقی کے نفس کے مراحل میں کہیں گناہ کا خطرہ لاحق ہو جائے تو پھر گناہ سے بچنے کے لیے فوراً شادی کرے کیونکہ

اس مقام پر شادی واجب ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اکیلا ہوتا ہے وہ آزاد ہوتا ہے اور جس کے کندھوں پر اہل وعیال کا بوجھ ہوتا ہے

وہ آزادی کے ساتھ ترقی کے راستوں پر گامزن نہیں رہ سکتا کیونکہ اس پر گھر کی ذمہ داریاں آ جاتی ہیں تو عبادات کے لیے وقت

نکاحا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کافی کا ایسا یہ کرام نے پوری زندگی شادی نہیں کی گویا انہوں نے لذت دنیا کے ساتھ اہل

اولاد کی بھی قربانی دے دی اور خود کو مالک کے لیے وقت رکھا مگر یہ باتیں عام آدمی کے بس کا رنگ نہیں ہوتیں۔ اس لیے ہر

انسان کو کسی نہ کسی وقت شادی کر لینا چاہیے خصوصاً گناہ سے بچنے کے لیے اور نسل کے جاری رکھنے کے لیے۔

یہ بھی ہے کہ ہر آدمی کو کچھ وقت سکون کی سے اعمال خیر بجالانے کے لیے اور ترقی کے نفس کے لیے بھی نکاحا

چاہیے اور وہ شادی سے عمل کا دور سہری دور ہوتا ہے۔ اس لئے شادی میں غفلت نہیں کرنا چاہیے تاکہ کچھ نہ کچھ بچنے کے

بعد اس میں قدم کر سکے۔

عزالت

انسان ترقی کی خواہ جس منزل پر پہنچ جائے اسے پھر بھی تنہائی میں کچھ وقت رہ کر کسی کوئی اور عبادات اور مراقبے

لے روحانی مالک کو چاہیے کہ وہ اپنی سوچ ہمیشہ مثبت رکھے۔ کوئی بھی انسان مثبت سوچ کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا

سوچ سوچنے والا ابتداء داغ خواہ خواہ ہی خراب کرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں کے بارے میں مثبت سوچیں

سے آپ بہت ہی روحانی پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔ آپ کے روحانی مدارج میں ترقی ہوگی اور آپ کی زندگی

آسان ہو جائے گی۔

دنیا جنت ہے یا دوزخ یہ آپ کی سوچ ہی پر انحصار کرتا ہے۔ انسان کی انشیت ہی میں یہ بات شامل ہے کہ

اگر ایک بری یا خلی بات سوچنا ہے تو پھر بری اور خلی سوچوں کی ایک قطار لگ جاتی ہے۔ ایک کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی

ایسی ہی سوچ آتی جاتی جاتی ہے ایسا سوچنے سے انسان کی روحانی قوت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

ی ضرورت اسی طرح رہتی ہے جس طرح ابتدا میں رہتی تھی اس لئے ہر حال میں تنہائی کو معمول میں شامل رکھنا چاہیے کیونکہ

ایمان تمام قرب تک نہیں جا سکتا جب تک تنہائی کو شعار نہ بنائے۔

اگر انسان میں اچھائی کا جذبہ ہو تو تنہائی ایک بہترین معاون ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر انسان میں خفاہت کا مادہ

باد ہو یا گناہ اور ذہنیت ہو تو پھر تنہائی زہر قاتل بھی ہے کیونکہ اس طرح انسان تنہائی میں بُرے بُرے خیالات کی پلغار

میں آ جاتا ہے اور اس صورت میں اچھے لوگوں کی صحبت سے دوری اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

خاموشی

فرمان ہے توین کی سلامتی کہ دس حصے ہیں، اس میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں۔

انبیائے ماسلف علیہم السلام کے زمانے میں ایک روزہ خاموشی کا بھی ہوا کرتا تھا۔ اس دور میں جب کوئی عبادت

کی طرف راغب ہوتا تھا تو خاموشی سمجھتا تھا اور کی لوگ اس کے لئے میں کٹر بھی رکھ لیتے تھے، اور بارہ ماہ سال تک

خاموشی سمجھتے تھے۔ جب اس پر کمال عبور حاصل ہو جاتا تھا تو پھر عبادات کے باقی مراحل کی طرف سفر کرتے تھے۔ اور جو

فصل نامی نہیں سمجھتا تھا وہ عبادت کے میدان سے باہر آ جاتا تھا کہ اب عبادت انمول ہیں کیونکہ جو کچھ بھی میں

عبادت سے حاصل کروں گا وہ تو زبان کے ذریعے بر باد ہو جائے گا اس لئے یہ محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

فرمان ہے آخر مخلوق زبان کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہے۔ خراب کیا کہ ہر جہج سارے اعصابے بدن زبان سے کہتے

ہیں کہ خدا کے لیے کوئی ایسی سچی بات نہ کر دینا کیونکہ جرم کرے گی اور سزا میں جگشتا پڑے گی۔

ایک دینی ہے بدگامی یہ تو حرام ہے ہی۔ ایک ہے بے فائدہ کام یہ بھی مذموم ہے ایک ہے با ضرورت کام کہ اس

سے بھی اعتنا کرنا لازم ہے۔ جس آدمی کو یقین ہو گیا کہ میرا کام میری بر باتوں سے رہا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

مثبت سوچنا

روحانی مدارج بڑھانے میں مثبت سوچ کا کردار بہت اہم ہے۔ ایمان مثبت سوچ کا ہی نام ہے۔ ہر حال میں

پرامید رہنے کو آپ مثبت سوچ کہہ سکتے ہیں۔ ہر حال میں پرامید رہنے کی کیفیت اسی وقت ہوتی ہے جب انسان کی روح

میں توکل علی اللہ اور یقین کامل رائج ہو۔

اسلام کے بنیادی پیغام میں پرامید رہنا شامل ہے۔ امید یا ایمان ہونے کو گھر کہا گیا ہے۔ انسان کے اندر خلی

سوچ نامیدی کی وجہ سے آتی ہے جبکہ ہر حالت میں پرامید رہنا بہتری اور کامیابی کی امید رکھنا مثبت سوچ کہلاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلی سوچ کی کوئی حد نہیں، آپ اپنے لئے ہر قسم کی پریشانی خود ہی کھڑی کرتے ہیں۔ وادنی

روحانیت میں انسان جب خلی سوچ اختیار کرتا ہے تو پھر اکثر اس کے سیدھے کام بھی اٹلے ہوتا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس

”بے ایمانی سب سے بڑا دکھ ہے، اور ایمان سب سے بڑا سکھ ہے۔“

روحانیت میں ترقی کے لیے انسان کے اندر کوئی مضامین بڑی اہم چیز ہے۔ اور یہی دقت آتی ہے جب انسان

میں نہ رہے۔

پرسکون رہنا ایک ایسی چیز ہے جس کے ہزاروں فائدے ہیں انھیں ایک بھی نہیں۔

ساری دنیا کے مذاہب اور روحانیت کے سکولوں کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ انسان کو پرسکون اور خوش رکھیں۔

معاذوں پر پانچ دقت نمازیوں کی فرض کی گئی؟ اس کی بڑی وجہ انسان کے پریشان اور سوزن کو سکون کی حالت میں لانا

ہے۔ پرسکون نہ رہنے والا بڑھمت ہوتا ہے۔ آپ اسے بیوقوف بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذہن سکون کی حالت میں نہ ہو تو ہم اپنی

اس لیے چاہیے کہ کتنی سوچ ذہن میں آتی ہے اسے شروع میں ہی جھجک دیں اور مثبت چیزوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیں۔ مثبت باتوں کو سوچنے سے انسان کو سکون اور توانائی ملتی ہے۔

احساس کستری، باطنی کی کوتاہیاں، غلطیاں، چادو وغیرہ سب سوچوں کے پیچھے چھپی اصول کام کرتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ منفی سوچ تو غلط ہے ہی مگر اس کا دہرا نا بہت خطرناک ہوتا ہے۔ اس زہر کو ذہن سے نکالنا بہت ضروری ہے ورنہ یہ سوچ آپ کو پیچھے ہی پیچھے لے جاتی ہے۔

اصل بصیرت کا اور بھی کی چیزیں اس پیغام میں مل سکتی ہیں۔ اور اسی طرح اچھی سوچوں کو دہرائی روایات بنیاد ہے۔ مگر اس میں بھی بڑی چیزوں کو ہی دہرائیں۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے پاس ہی نہ گھومتے رہیں۔ زیادہ مثلی سوچ والا آہستہ آہستہ دنیا کو منفی سوچ کی عینک لگا کر دیکھنا شروع کر دیتا ہے اور پھر اس کے نزدیک دنیا ایک بڑی جگہ بن جاتی ہے۔ اور پھر وہ بڑی جگہ کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کرنا تو خود غرض اور نہ اہمیت چاہتا ہے۔

دنیا کو دیکھنے والا خود نہ ہوتا ہے۔ اچھا کہنے والا خود اچھا ہوتا ہے۔ اس میں گھٹنے والی بات یہ ہے۔ ایک دو دشمنوں کو نہ کہنے والا عام آدمی نہ کہتا ہے۔ وہ تو گمراہ تر لوگوں کو نہ کہنے والا نہ ہوتا ہے یا نہ جانتا ہے۔ بہر حال اس چیز کو یہ تو فائدہ طریقے سے کرنے کے بجائے عقائد طریقے سے کریں۔

اعتدال کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ اتنے شے نہ دیکھ کر کوئی کھا جائے نہ اتنے کڑے ہو جاؤ کہ ہر کوئی حق ہو کرے۔ شروع میں انسان کو مثبت سوچنے کی عادت ڈالنی پڑتی ہے اور اس میں کوشش اور تواتر ارادی کا استعمال ہوتا ہے۔ مگر کچھ عرصہ ایسا کرنے اور کچھ کامیابیوں کے بعد انسان کا ذہن خود ہی اس کو دگر پر چل پڑتا ہے۔ پھر آپ کو کوئی کوشش کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر یہ چیزیں انسان کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد مثبت سوچ انسان کی شخصیت سے نکل رہی ہوتی ہے، کامیابیاں اس کے قدم چومتی ہیں۔ ایک روحانی اور مردوس کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

مطمئن اور پرسکون رہنا

مہاتما بدھ کا قول ہے:

باب ہشتم

روحانیت اور ذکر الہی

روحانیت میں ذکر الہی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ذکر الہی کی کثرت سے ذکر میں مذکور کلمات بڑھ جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ خیال ترقی کر کے محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ باطنی قوی بیدار ہو جاتے ہیں جس سے قلب صاف ہو کر منور ہو جاتا ہے۔ باطنی پوشیدہ کاریاں نظر آتی ہیں۔ ان کے علاج میں ذکر الہی سے بڑی مدد ملتی ہے اور اس کی طرف رغبت بڑھتی ہے اور گمراہیوں سے انسان کو رہا کرتے ہوئے لگتی ہے۔ طالبِ روحانیت اپنے اندر انکسار کرتا ہے۔

چونکہ خدا کو بکریم الہی مخلوق پر سہا ہمارا ہے اس کی منشا بھی ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ روحانی ماحول طے کرے، اس لیے اس نے انسان کو اپنے ذکر پاک کی مدد سے رہا کر کے لیے بذریعہ تربیت و تہذیب و تہذیب و تہذیب پر مامور کیا ہے۔ اور واضح روایت احکام صادر فرما کر بھی بحال میں اپنے ذکر پاک کو ترک کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس حوالے سے یہ ارشادِ ربانی قابلِ غور ہیں۔

وَمَنْ يَفْضَحْ عَنْ ذِكْرِ الْوَحْمَنِ نَفِضْ لَهُ فَنُظْطَ فَهُوَ لَهُ قَرْيُونُ (سورہ زمر: 36)

ترجمہ: اور جو کوئی کلمہ کی یاد سے غفلت کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ جس وہ اس کا مالک نہیں رہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (سورہ احزاب: 41)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

اے مسلمانو! تمہارا مال اللہ کی یاد سے غافل کریں اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد تمہارے دل سے فراموش کرے۔

وَمَنْ أَغْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا (سورہ طہ: 124)

ترجمہ: اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کے لیے زندگی کی گلی بھی ہے۔

باطنی اور جسمانی توانائی خواہ مخواہ ضائع کرتے رہتے ہیں۔ پرسکون حالت میں ہی ہماری جسمانی اور ذہنی توانائی اچھی ہوتی اور بڑھتی ہے۔ روحانی علاج و کشف و کرامات سب ایک پرسکون رہنے والے ذہن کا کام ہے۔ بہر حال میں پرسکون Relax رہنے والا انسان چاہے تو اپنی صرف ذہنی طاقت سے ہی بہت سے اظہارِ مافوق الفطرت کام کر سکتا ہے۔ خود کو مکمل Relax کرنے کے لیے انسان کو اپنے جسم کو مکمل ڈھیل دینا اور بغیر تھکاوٹ کے رہنا، پھر اپنے دماغ کو بالکل آرام کی حالت میں لانا اور اسے بغیر سوچ یا بہت کم سوچ کے ساتھ رکھنا ہوتا ہے، اور اس طرح انسان اپنے محسوسات Feelings کو آرام اور کمزور پاؤں کو دودھ کر سکتا ہے۔ Relax کرنا لوگ کے اصولوں میں بھی شامل ہے۔

پرسکون رہنے والا ہماری تیار ہوتا ہے۔ اس کی ذہنی اور روحانی طاقت پوری طرح کام کرتی ہے۔ جب کہ گھبرایا ہوا ذہن صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا پرسکون انسان کی جسمانی طاقت بھی زیادہ بہتر کام کرتی ہے۔

اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی حالت میں نہیں گھبراتے مگر بہت سے کام کرتے وقت وہ اندرونی طور پر ڈر رہے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس کام میں اکثر ناکام رہتے ہیں مگر اس اندرونی گھبراہٹ کا انہیں بھی کم ہی علم ہوتا ہے۔

اگر اس باپ پرسکون رہتے ہوں تو عموماً مجھے بھی پرسکون اور خوش باش ہوتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ طرہیت کا تعلق محبت سے بھی ہے۔ ایک سچے اور سچے مرشد کا دل کی یہ نشانی ہے کہ لوگ اس کے پاس بیٹھ کر خود کو خوش باش اور پرسکون محسوس کرتے ہیں۔ وہ شخص روحانیت میں کوئی ترقی نہیں کر سکتا جو Relax رہتا نہ سکھ لے۔



لَوْ لَيْلُ لَلْغَيْبَةِ فَلَوْ بَهْمُ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ زمر: 22)

ترجمہ: ان لوگوں کے دل پر جن کے دل ڈرنا کے لیے سخت ہو گئے ہیں۔

وَأَمَّا ظَنًّا أَن لَّنْ تَعْبُرَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ تَعْبُرَ هَرَبًا (سورہ جن: 12)

ترجمہ: جو بھی اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا اسے سخت عذاب کے راستے پر چلنا پڑے گا۔

الہامی احادیث نبوی کی روشنی میں

ترجمہ: عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ مجھ پر اسلام کے بہت سے احکام واجب ہو گئے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی چیز قلم یا عبادت بتا دیں کہ میں اسکو ہمیشہ کیا کروں (اگر کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیں کہ باعثِ ثواب کثیر، جامع اور آسان ہو) آپ نے جواب فرمایا: "تیری زبان سے ہر وقت الہامی کا ورد جاری رہے" اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے بوقتِ رخصت عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل اور عبادت زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مرتبہ وقت تیری زبان اللہ کے ذکر سے شاداب ہو۔

ذکر الہی کی فضیلت میں احادیث اس قدر کثرت سے آئے ہیں الفاظ میں وارد ہوئی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے ہر صاحبِ ایمان مددور ہو کر فرمے کہ یہ عمل اللہ کے ذکر کے برابر ہے۔

أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ ذِكْرُ اللَّهِ الذِّكْرُ

ترجمہ: اللہ کے افضل بندے اس کا ذکر کرنے والے بندے ہیں۔

ذکر الہی کے لیے زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔ انسان خدا کو یاد کر سکتا ہے۔ لیکن بعض روایتوں میں آیا ہے کہ خدا کو مخصوص اوقات میں یاد کرنا چاہیے۔ یہاں بات پر دلیل ہے کہ خدا کو مخصوص اوقات میں یاد کرنا خاص اہمیت کا مال ہے جیسے:

- 1- اذکرونی بطاعنی اذکرکم بطعننی
تم مجھے اطاعت کے ذکر پر یاد کرو، میں تمہیں اپنی مدد کے ساتھ یاد کروں گا۔
- 2- اذکرونی بطاعنی اذکرکم برحمتی
تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو۔ میں تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ یاد کروں گا۔
- 3- اذکرونی علی ظہور الارض اذکرکم فی بطنہا
تم مجھے زمین کے اوپر یاد کرو۔ میں تمہیں زمین کے اندر (قبر میں) یاد کروں گا۔
- 4- اذکرونی فی العمة والرحاء اذکرکم فی الشدة والیلاء
میں تمہیں اعمام و خالوں کے ساتھ یاد کروں گا۔ میں تمہیں دشمنوں کے ساتھ یاد کروں گا۔

مشہور ہے۔ پس وہ انسان جو حواسِ ظاہری میں اسیر ہے اور جو ان کی رہبری سے ہر چیز کو سمجھنا اور حاصل کرنا چاہتا ہے وہ عمل تصوف اور اس کے حال سے واقف نہیں ہو سکتا۔ وہ شریعتِ اسلامی کی روح کو نہیں پاسکتا۔ کیونکہ بارگاہِ قدس میں مادی عقل جو اس کا گزرتھیں۔ جو اقوال، افعال، اعمال اور اذکار حواسِ ظاہری سے تعلق رکھتے ہیں وہ عالمِ جسمانی یعنی دنیا سے آگے نہیں پاسکتے۔ جسمانی آنکھ سے کیفیاتِ قلب نہیں دیکھی جاسکتیں۔ البتہ حواسِ باطنی سے جو اعمال کیے جائیں ان کے بارگاہِ قدس میں پہنچنے اور قبول ہونے کی امید ہے جانتیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں قلب کا اعتبار ہے جسم کا نہیں۔

از نیاز و بندگی و اضطراب اندرین حضرت نادر و اعتبار

تو پس جو انسان کثرتِ ذکر الہی سے باطنی حواس کو بیدار کر کے ان کی سواری پر حق تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا سفر

تم مجھے نعت و آسائش کے وقت یاد کرو میں تمہیں نعت اور مصیبت کے وقت یاد کروں گا۔

5- اذکرونی فی الدنیا اذکرکم فی العقبی
تم مجھے دنیا میں یاد کرو میں تمہیں آخرت میں یاد کروں گا۔

6- اذکرونی بالعداء اذکرکم بالاجابة
تم مجھے دے دے وقت اور دعا کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں اسکی قبولیت کے ساتھ یاد کروں گا۔

7- یا بن آدم اذکرونی حین تغضب اذکرکم حین الغضب
اے ابنِ آدم تم مجھے غضب کی حالت میں یاد کرو میں تجھے اپنے غضب کے وقت یاد کروں گا۔

ذکر الہی اور روحانی طاقت

جس طرح موتی حاصل کرنے کے لیے سمندر میں غوطہ کھانا پڑتا ہے اسی طرح روحانی توانائی کے لامحدود ذخائر تک رسائی کے لیے ذکر الہی اور فکر و غلوٹ کے طویل دورے گزرنا ہوتا ہے۔ ذکر الہی میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے بعض لوگ غاروں میں جا بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر دیریں دیر جاتے ہیں۔ اور جو اچس آتے ہیں وہ طاقت کا اتنا بڑا خزانہ ساتھ لاتے ہیں کہ چند سرنگاہ اٹھاتے ہیں دلوں میں آسمانی محبت کی مقدس آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ جیسا کہ ان کے سامنے محدود ہونے کیلئے بے تاب ہو جاتی ہیں۔ وہ چاہیں تو آگ سے حرارت چھین لیں اور دریاؤں سے روانی، وہ اشارہ کریں تو کھجور گلیں میں چانچ چائے اور چائے کے دھگرے ہو جائیں۔ یہ سب طاقت دل کی گہرائیوں میں نہیں اور صرف ذکر و فکر سے عیاں ہوتی ہے۔ یہ طاقت انبیاء کے بعد اولیاء کبھی بظہر مراتب ملتی ہے۔

ذکر الہی کی کثرت سے طالب حق میں حق سے لگا پیدا ہوتا ہے۔ وہ جس کا ذکر کرتا ہے اس کی جتنی حاجت و شوق اس کو اپنے اندر کر دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسے نفسانیت سے جو اس کے مقصود جتنو کو چھپانے والی ہے نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو دل حب دنیا اور ہوا ہوس سے غالی نہ ہو اس میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ذکر خدا داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک دل میں ایک ہی وقت میں دو خیال کبھی نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جب دنیا کو دل میں چلے کر بند کر دیں تو دنیا ہو جائے تو جو خدا سے غفلت کا باعث ہے اور انسان کے لیے اس کے مہربان کی طرف ترقی کرنے میں حائل ہے اور دوزخ کا دعوت نامہ کہا جائے تو بے جا نہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

ترجمہ: جس نے دنیا کا یہاں بہتر سمجھا ہوا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

طالب حق ذکر الہی کے پورے مصلوں سے نفس اور شیطان کو شکست دے کر دل سے باہر نکال کر ڈالتا ہے اور اخلاقی ذمیہ کو دفع کر کے غلی صفات کو اختیار کر لیتا ہے۔

ذکر الخیر ذکر خداوندی کے ایک لمحہ نہیں گزرتا۔ ذکر کی قدر و منزلت و ذکر ہی کے دل میں جا گزرنے ہوتی ہے۔ اس امر صرف اسی پر ہوا ہے جس نے جو زبان ظاہر اور باطن دونوں سے سراپا اخلاص ہو کر ہر حال اور ہر وقت ذکر الہی میں

لٹنی اسے حافظہ و بیخ مفاد ہی حصول دولت کی جگہ ہے۔ اس دروازے کی خاک چھونے سے ہرگز باز نہ آؤں گا۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی اور بالخصوص روحانی ترقی کے لیے ذکر الہی کی فریشت اور اہمیت کو سمجھیں اور اس اہم فرض کی بجا آوری کے لیے صدق اور مخلص سے کوشش کریں۔ اسانے حسی میں سے کوئی بھی اسم اس ذات مقدس کا ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں کثرت سے اپنے روز و زبان رکھو۔ اس راز سے بہت کم انسان واقف ہیں کہ ہر اسم الہی اسم اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی مرد کا دل سے باجائز نہ ہو۔

ایک لوگ طالب روحانی کو کھانا اسانے حسی میں سے کوئی اسم اعظم تعلیم فرماتے ہیں اور ہدایت یہ کہ جانی ہے کہ دل و آسمان پر درود شریف کے ساتھ اس اسم اعظم کو ساڑھے بارہ ہزار مرتبہ پڑھ دیا جائے ہمارے پاس ایسے ہزاروں کہیں بطور حوالہ موجود ہیں کہ جب لوگوں نے میرے بتائے ہوئے اسم اعظم کو مذکورہ بالا ہدایت کے مطابق پڑھ دیا تو ان کے دل و دماغ کے جن میں پریشان خیالات اور ٹھکرات کا بھجور پھٹا تھا وہ رفتہ رفتہ پھر سے میں سکوت کا خداوندی کی برکت سے اس طرح دور ہو گئے جس طرح موسم گرما کے سورج کی چٹس سے برف پگھلنے شروع ہو جاتی ہے۔ مسائل حیات سلجھنے لگے اور کچھ ہی عرصے میں زندگی کے خزاں وسیعہ کھٹن پر بہا رہا لگی۔

اگر ہم عصر حاضر کے انسان کے جسمانی اور روحانی مسائل کا جائزہ لیں تو ہمیں چاہیے کہ ان کو سوائے ذات پروردگار کے اور کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اگر ہم ظاہری اور باطنی کام چاہیں تو صرف اسی کے فضل و کرم سے ممکن ہے۔

ہمارے اس دعوے کی دلیل ہمارے اولیائے کرام ہیں۔ آپ کی ذات بابرکت کے طفیل بے شمار جسمانی بیماریاں اور روحانی پریشانیوں میں مبتلا لوگوں نے جب ذکر الہی کا در شروع کیا تو چند ہی دنوں میں اس ذکر کی برکت سے وہ لوگ اپنے مسائل کے گرداب سے باہر نکل گئے۔ اس لیے ہماری فلاح اسی میں ہے کہ اسی کے در رحمت کی طرف عاجزی اور انکسار سے رجوع کریں۔ ہمیں یہ بات دل پر نقش کر لینی چاہیے کہ اگر ہم ظاہری اور باطنی کام چاہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ صرف اسی کے فضل و کرم سے ممکن ہے۔

اس کے علاوہ کوئی شخص جو ہماری حاجتوں کو پورا کر سکے۔ اس لیے ہماری فلاح اسی میں ہے کہ اسی کے در رحمت کی طرف عاجزی اور انکسار سے رجوع کریں۔ اس کے ذکر پاک کو اپنے اوپر لازم کر لیں اور کوشش کریں کہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہوں۔ عقلمند انسان وہ ہے جو باہتمام ادب و اخلاص اس سے اسی کو طلب کرنا چاہے۔ نفسانیت کے جذبات کے غلبہ کی وجہ سے اپنی عبادت کے سلسلے میں بارگاہ خداوندی سے فانی چیزوں کے لیے دعا کرنا حوصلہ مند نہیں ہے۔ پس ہمیں عبادت کے سلسلے میں غلبہ کا یہ ملنے اور کامیابی یا ناکامی کے خیال سے اپنے اخلاص و یکسوئی کو قربان نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں کہ.....

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکین

کو نجات دیتے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ فضل ربی کے نتیجہ میں جب حضرت نے چھٹی کو غم دیا تو اس نے دریا کے کنارے آپ کو اگلے دن اور اس طرح آپ کو رنج و غم سے نجات ملی۔ یہ ایک مثال ہے کہ خالق کس طرح اپنے مقرر بندوں کو نجات عطا فرماتا ہے۔ لیکن یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ بھی ضروری ہے کہ اس کی ہر مت خصوصیت کے ساتھ ان عقلمندوں کے لیے ہے جو اپنی زندگی کا ہر لمحہ الہی بادشہ گزاریں۔ اور اگر ان سے ہمتھما طبعیت کوئی نگاہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ فوراً اس کا احساس ہوتے ہی اللہ کی طرف رجوع کر کے اس کا ذکر پاک کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

شروع کر دیتا ہے تو اسے چاہیے کہ ظاہری حواس کی زنجیروں کو دھوا دھپا کر محبت سے مضبوط نہ کرے۔ دنیوی محبت و مہمات، امید و یاس، فتنہ و نقصان، عروج و زوال کے خیالات روح کیلئے مستقل پردہ بن کر عالم ملکوت سے اس کا تعلق منقطع کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ غیر صالح خواہشات اور نفسانی لذت کی خواہشوں کو گردناراج عالیہ پر قابض ہونے سے محروم ہو جاتی ہے۔

جو بھی روحانی اسرار کا طالب ہو اسے چاہیے کہ اس سفر عظیم کو طے کرنے کے لیے کسی سادہ عشق و اقتب راہ کے ساتھ چلے جائے تاکہ غول بیابانی اسے گمراہ اور تباہ نہ کر سکے۔

روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دنیا میں کسی ایسے بندے کو دیکھو جو گھٹک و کم کرتا ہو اور اس نے دنیا اختیار کر لیا ہو تو اس کی محبت میں رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف اور دانی تعلیم کرتا ہے۔ جب ہم اولیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے یہ پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عشاق کے دلوں میں بے شمار لاہوتی اسرار اور رحمت و عرفان کی باتیں اظہار فرمایا کرتا ہے جو بے انتہا مؤثر ہوتی ہیں۔ اسی حقیقت کا اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

نہ تحت و تاج نہ فکر و سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

ہمیں اس بات سے خبردار رہنا چاہیے کہ کسی ذلیل و خفک سے بھگانے سے بزرگان دین کی کنش برداری ترک نہ کر لیں۔ کیونکہ بے پروائی مردودی کا چل دیتی ہے۔

حضرت بوعلی دق قفرماتے ہیں کہ جو مشرک کامل کی مخالفت کرتا ہے وہ طریقت سے غافل ہو جاتا ہے اگرچہ

ایک ہی جگہ پیر کے ساتھ کیوں نہ رہتا ہو۔

حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

حافظ جناب پیر مقال مامن وفاست

من ترک خاک پستی این در نمی کنم

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

(عبادت سالکوں کی طرح مزدوری کی شرط پر مت کرو۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ اپنے غلاموں کی سرپرستی کا طریقہ خود بخود ہی جانتا ہے)

داتا گھڑی جو اپنی روح کو نقوش ماسواہ اللہ سے پاک کرے۔ ہمت بلند کر کے محبت کی روشنی میں راہ حق دیکھے۔ ذات حق کی طلب میں اپنی ہستی نکودے کے کہی زندگی کی شاندار فتح ہے۔ تسکین خواہشات اور جسمانی کی محبت کی وجہ سے اضطراب اور بے چینی میں نہ رہے کیونکہ روح کی مسرت اور حقیقی سکون قلب تو ذکر الہی میں ہے۔

قارئین کرام! یہ بات ہرگز نہ بھولی چاہیے کہ ذکر الہی وہ نعمت ہے جو دنیا بھر کے مصائب سے انسان کی گلو خاص کر اس قدر ہے۔ یہ وہ خدا کی بخشش ہے جس کے حصول سے انسان کے دین و دنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔ یہ وہ عطیہ کبریائی ہے جس سے انسان کے قلب کو دنیاوی میں آسانی اور رازداری مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کی روح مست و رستخود ہو جاتی ہے اور وہ جیتے جی نجات ابدی تک پہنچ جاتا ہے۔

موا کر ہم کثرت سے ذکر الہی کی مشق شروع کر دیں تو ہماری گلی ذاتی آرزوئیں برائیں گے اور گلی مشکلات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سب مجڑ سے معاملات درست ہو جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ذکر الہی سے کسی صورت بھی غافل نہ ہوں۔

حضرت خواجہ صاحب علیہ السلام کا ایک خط نامک مرض میں مبتلا ہونے کا واقعہ مشہور ہے۔ اسے خطرناک حالات میں حضرت کا اللہ تبارک تعالیٰ کو یاد کرنا ہی کام آیا۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام جب اٹھارے غلامت اہی کی پریشانیوں میں گھر گئے، جب بے چینی زیادہ بڑھی تو آجانب پارسی حالت طاری ہو گئی تو نہایت پر جوش عالم میں پروردگار کا نکات کو اس طرح پکارنے لگے۔ ان کی اس صدا کو قرآن مجید فرقان عید نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (سورۃ انبیاء: 83)

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو پاک ہے میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔

تاریخ امر پر مشاہد ہے کہ ایسے مشکل وقت میں جب حضرت نے خالق کا اس انداز میں ذکر کیا تو یہ ذکر الہی کا انداز بارگاہ رب العزت میں اتنا محبوب قرار پایا کہ اس کی برکت سے آپ کو اس مصیبت سے نجات ملی۔

اگر ہم تاریخ کے پھر کوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں چاہیے کہ صرف ان ذات مقدسہ پر ہی بارگاہ احدیت سے لطف و کرم نہیں ہوا بلکہ ہر ستارہ حق جس دور میں بھی ذات واجب سے لٹتی ہوئے ہیں تو اللہ نے انکو ظاہری و باطنی رنج و غم سے نجات اور امداد حسب طلب پہنچائی ہے، چنانچہ اسی حوالے سے قرآن میں ارشاد باری ہوا ہے۔

فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: ہم نے (یونس علیہ السلام) کی دعا قبول کی اور اس کو غم و غم دہ سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

اور ظاہری عبادات کی چاشنی پکھا کر باطنی استعداد کے لیے تیار کرتا ہے۔ تاکہ ان میں بتدریج عقل کی صفائی اور ترقی سے باطن توانائی اور قابلیت پیدا ہو جائے تو ان اور اسرار الہی کے پردے اٹھا کر حرم کبریا کا دروازہ ان پر کھول دیا جائے۔ اب جو بھی طالب حق ہوا ہے دنیا کے نام و نمود اور مال و دولت کی طلب میں اپنی عمر عزیز کو تلف نہیں کرنا چاہیے۔ مال و دولت کا لاٹاگ ہے اس کے ساتھ رہ کر اس سے بچنا نہایت مشکل ہے اس کے کالے کاغذ ہر ایک کو نہیں آتا۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں گیا، آپ کہہ کرے کہ میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے۔

”رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت ہی نقصان میں ہیں۔“

اور وہ لوگ جب کوئی شخص کا مکر پھیلنے میں اپنے نفسوں پر غلبہ کرتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے لگتے ہیں۔

کیونکہ کائناتوں کے مقرب ترین ہونے کا مقام ذکر باری تعالیٰ اور کچھ ایسے کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کی مشیت کے آج تک کسی کو یہ اپنی درجہ نہیں ملا۔ جس طالبِ سبقت کو چاہیے کہ اپنے خیالات کو دنیا کی طرف سے روکے اور افزودنی مال و عزت و دنیاوی کے لیے کبھی عداوت نہ لگے۔ خدا سے خدا کو طلب کرے کیونکہ اس کی روگاہ عالیٰ میں نفسانیت کی تحریک پر ناجائز اور فانی اشیاء کی درخواست کرتا ہے اپنے آپ کو حقیر بنانا، اپنی قدر و منزلت کو ہار دینا اور دعائیہ حقیر کو خراب وقت حال کرنے کے مترادف ہے۔ مرد بن کر خدا کیلئے اپنی خواہشات کی قربانی دے۔ اگر دعا مانگے تو اپنی نکال دہو جانے کی قربانی دے۔

ذکر الہی کا مقصد صحبت و معرفت الہی کی راہ دریافت کرنا اور اسکی حقیقت سے خبر پانے کے خود سے فانی ہو کر جانا ہے۔ دوام اور درجہ تو حید حاصل کرتا ہے۔ اعمال جسمانی کا خلاصہ ذکر اور ذکر کا خلاصہ مذکور میں فرق ہوتا ہے۔ اس بات کو یاد رکھو کثرت ذکر کے بغیر وصال حق ناممکن ہے۔

لیک بایہ کار فرمائی
درد خون خورون دلم بچہ کار

پس سالک کو چاہیے کہ عقل و حواس سے کام لے کر عملی روشنی کے اجالے میں جاوے راہ عمل پر ہوشیار رہا جائے۔

عبادت کے عادت اور ذمہ کی حیثیت سے ادا کرے اور کبھی صدق کو باخود سے نہ چاندے۔ جسمانی عبادات سے اعلیٰ و ارفع عبادات قلبی و روحانی کی طرف متوجہ ہو کر ان کو پوری طاقت اور ذوق و شوق سے ادا کرے، ان کا اثر دل و دماغ پر امید افزا ہوگا۔ اور روح کو مست حاصل ہوگی۔ جس کا فیصلہ غفلت لافانی تہیج و وصول الی اللہ ہے۔

ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ سالک شریعت پر کچھ تو تھوڑا تھوڑا اوروں سے کمال محبت یا کر تھوڑا فتنہ کھانے پینے کا سبق دیتی ہے تاکہ وہ عادی ہو کر آئندہ زیادہ خدا کی راہ اور طاقت ور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو صوم و صلوٰۃ

اور جڑتے ہیں جس سے پوچھا حضور آپ کا مکر ہمارے ہر روز ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ لوگ جن کو اللہ نے زیادہ مال دیا ہے اور وہ اس کو صرف مادی آسائشات پر خرچ کرتے ہیں۔“ (بخاری)

باقی کے مقابلہ میں فانی کی طلب میں فانی نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے لیے اللہ کا ذکر پاک کی کثرت سے سالک کا دل اللہ کی محبت سے معمور ہوگا اور اس کا نام مقرر بن جائے گا۔ جو لوگ اس کے دیدار اور صحبت پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں وہ اس کی بارگاہ سے دور رہیں گے۔

خود کرنا چاہیے کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر غیر کو کیوں پسند کرتا ہے؟ نفس کی پیروی اسے فانی کی محبت میں مبتلا کر کے جاتی ہے اس غار میں ڈال دے گی جہاں سے نکلتا اس کے لیے کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔ انسان کی روحانی نیازوں کا علاج اور ترقیوں کا راستہ سچائی سے ذکر الہی کرنے میں ہے جو اس کے لیے خود لافانی خستوں کے مالک نے تجویز فرمایا ہے اسے جو چاہا چاہیے کہ کیوں اس کی ہدایت پاک پر عمل نہیں کرتا؟

”مطلق سے قطع تعلیق کر کے باطنی لفظ دیکھ جو دنیا و مافیہا سے قطع تعلیق کر کے اس کی طرف رجوع کرے اور اس کا بن جائے اور جو اس کے اسامہ میں سے کسی ایک اسم کا ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں کثرت سے ذکر کرے۔ اس کا ہی ہو کر ہے تو وہ اس کا ہو جائے گا“ اسے اللہ کے ڈھونڈنے والے اسکی طرف دوڑا۔ اگر تو اس کی طرف دوڑ کر جائے گا وہ بڑھ کر اپنی رحمت سے تیرا استقبال کرے گا۔

جب ”طالب روحانی“ آسمان معرفت پر پہنچنے کیلئے اپنی نفسانی خواہشات اور ماسواۃ اللہ کے خیالات کو خیر باد کہہ کر اپنے اندر صفات الہیہ پیدا کرے اور اپنے آپ کو ربانی رنگ میں رنگ لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اسے ربانی رنگ میں رنگ دیا جائے۔ اسی روش پر چلتے ہوئے جب طالبِ صداقت کثرت سے ذکر الہی میں مشغول رہے اور اس کے فکر میں مشغول رہتا ہے تو سب سے بڑھ کر تعلقات کر کے عقل الہی سے معمور ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ ریاضت و مجاہدہ کے منازل معرفت طے کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ذات کو ترک کر دیتا ہے۔ اسکی خودی باقی نہیں رہتی وہ بے خود ہو جاتا ہے۔ اس کے دماغ پر ”سکر“ اور ہونٹوں پر مہر سکوت ثبت ہو جاتی ہے۔

اگر وہ روحانیت

اللہ حقیقت کو اپنے خیال پر ہر وقت چھایا ہوا دل کی گہرائیوں میں غلی طور سے موجود نہیں اس کی ہستی کو حاضر اور قوت مالاہل اس کو محفوظ رکھتا ہے تو رحمت حق کو بخش ہوتی ہے اور اس کو خیر فرائض سے نکال کر ہر عام عروج پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ طے کیونکہ ان منازل الفت ہمیشہ اللہ اور رسول کی اہم ترین تعلیم یعنی ذکر خداوندی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ اس راہ کی خوشنودی سے آراستہ ہیں۔ ان کی راحت تو ذکر الہی میں ہے۔ وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور دن کو خیر ضروری کاموں سے علیحدہ اللہ کی یاد میں مصروف نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ ہم مسلسل اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تمام عبادتوں کا مقصد نفسانی کمزوریوں کو مٹا دینا اور کبھی صفات سے دل کو پاک صاف کر کے ذکر الہی کو اس خالص سے خالص تر حیثیت میں حاصل کرنا ہے اور اللہ غیر اللہ کے تمام راہوں سے پاک اور ہم ماسواۃ اللہ سے علیحدہ صاف ہو۔ چونکہ حق تعالیٰ سے غافل رہ کر انسان اپنی زندگی کا عقلی اور حقیقی مقصد سے دور جا پڑتا ہے اس لیے ہر عبادت و عمل جو بظاہر برکتناہی عمدہ معلوم ہوتا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی یاد پاک کو اپنے دامن میں نہ لیے ہوئے ہو تو وہ اپنے ہی ہے جیسے جسم بے روح ایسی عبادت ایک خوبصورت ڈھانچہ تو کی جا سکتی ہے لیکن بے جان ہونے کی وجہ سے بارگاہ الہی میں پہنچنے کے قابل نہیں ہوتی۔

ذکر الہی کی کثرت انسان کو اس مقام توحید پر لے جاتی ہے جہاں ہر قسم کی ظاہری اور باطنی تقویٰ حق کا نام و نشان نہ رہتا۔ وہ عظم ظاہری حاصل کرنے کے بعد باطن کی طرف مشغول ہوتے تھے۔ اس زمانے میں اکثر علماء و شریعت کا علم حاصل کر کے وادی روحانیت میں قدم رکھ کر آگے گام نہ نہنی کرتے تھے۔ اور آخر کار ایک روز باطل پر پہنچ کر اور دل کو کبھی اوپر سمجھنے لیتے تھے۔ خواجہ حسین الدین چشتیؒ جیسے مرد صالح اور دوسرے اولیائے کرام کے سلسلہ اس حقیقت کا گواہ ہیں۔ اولیاء اللہ کے گرد وہ مہار کئے اپنے آقاؐ نے نامہ اور رسول کریمؐ کی اتباع میں ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و فکر کا بار بخوشی برداشت کیا اور فیصلہ تعالیٰ لا فانی عروج پر پہنچے۔

اسم سے شکی کی طرف راستہ مل سکتا ہے۔ اسم سے شکی کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ اور خالص اعطاعت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ بغیر معرفت الہی صحیح اعطاعت کا ہونا مشکل ہے کیونکہ پہلے معرفت ہے اس کے بعد اعطاعت سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے۔

ذکر الہی کی کثرت سے اعتدال و مطلوب ہوتا ہے اور اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں رہتا۔ بدعاتی سے سب اعمال راہیگان ہو جاتے ہیں۔ اسم شکی کو خیال و مصطلح میں موجود شعور میں عقلی اور فکری میں جہاں کرتا ہے۔ گویا اسم ظاہر اور مسمیٰ باطن ہے۔ اسم ذات کا تقاضا کرتا ہے اور فکری کو اس کی طرف رجوع کروا دیتا ہے۔ اسم اور صفت سے الگ کر اللہ کی معرفت کا کوئی راستہ نہیں۔ اسے حقیقی سے ذکر الہی کا مقصد ہے کہ سالک اسم الہی کا رد کر کے ان کے معنی اور کیفیات کا عالم ظاہر میں اپنی قوت فکر سے مشاہدہ کرے اور اس کے بعد ان کو اپنی ذات میں تلاش کرے تاکہ اسے اس

ہمارے روشن ضمیر اسلاف خداوند تعالیٰ کے ذکر پاک کے بے اندازہ فوائد سے واقف تھے۔ وہ لوگ اللہ کی طلب میں ذکر و فکر پر ریاضت و مجاہدہ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس نصیب غیر متزید سے مستفیض فرماتے تھے۔ ان کے کرام اور مشائخ عظام کی تمام تر ساری جہلہ کا مقصد انسان کو مادی حصار سے نکال کر ذکر الہی کی راہ پر لگانا تھا۔ ان کے تبلیغ میں زیادہ سے زیادہ عامتہ الناس کو ذکر الہی کی مٹھاس اور شیرینی سے آگاہی دلانے اور ذکر الہی کے فروع کے روحانی فائزین کے پروردگار پر ایک منظم و جدید کے لیے ادارہ ترقیات روحانیت کا آغاز کیا گیا ہے۔

یہ ادارہ اسلامی تصوف کے حوالے سے اسلاف کی قائم کردہ اس درخشندہ روایت کو تادمہ کرنے کے لیے خدمات سر انجام دے گا کہ جس کے تحت خدا کی توحید کے حوالے سے اپنے اعلیٰ خیالات، لطیف کلمات اور حیران کن اسرار خداوندی سے طالبانِ حق کو روشناس کرایا جائے گا کہ عامتہ الناس باہوم اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بالخصوص اس حقیقت سے آگاہی حاصل کر کے جان پائے کہ تصوف کی رہنمائی میں انسان کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔

اس ادارہ کا اصل ہدف انسان کو اس کے مقصد حیات سے آگاہ کرنا ہے۔ کیونکہ مادیت کی دلدل میں دھنسا ہوا انسان جس کو زندگی بھر بے ہوشیہ و غفلتہ زندگی نہیں ہے۔ کسی مرد کو اس کی سرپرستی میں جب انسان اللہ کا ذکر کثرت سے کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ زندگی کیا ہے۔۔۔؟ اس حقیقت کی نقاب کشائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ۔۔۔

ترجمہ: ”جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرے اور جو نہ کرے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہوتی ہے۔ ایسی عبادت کسی کام کی نہیں جس کے ذریعے نفسانیت کی جھیل کا ارادہ ہو اور جو انسان میں روحانیت اور کھیر پیدا کرے، جو اسے خود اپنی نظر میں بڑا دکھائے۔ اس سے تو وہ گناہ بہتر ہیں جس سے انسان میں تواضع اور نیستی پیدا ہو اور وہ دل کی عاجزی سے مغفرت کا طلب گار ہو۔“ حکیم سنائی فرماتے ہیں۔

بیزارم از ان طاعت کہ مرا عجب آرد
آن معصیت مبارک کہ مرا بعد آرد

حدیث قدسی میں وارد ہے ”جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا متفقین ہوں گا۔ جو میرا شکر کرے اور مجھ سے محبت کرے میں اس کا حبیب ہوں۔“

لا یصل أخذ الی اللہ الا بخلوہ

کوئی عمل اللہ تک نہیں پہنچتا صرف اس کا ذکر یا کامیابی کا بوازیہ ہے۔ اسم کو شکی سے ایسی نسبت ہے جیسے جسم کا تعلق روح سے۔ اسم سالک کو شکی سے شفاف کرتا ہے۔ اور اس کے دماغ سے شس و خشاک ماسواۃ اللہ کا اختصار کر کے یہاں تک پاکیزہ نظر اور بلند فکر کرتا ہے کہ اس کو کشتن عالم میں ہی ازل کی جلوہ گری کا دریا میں مارتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ وہ اپنے ذہن کا جذب میں سلب نور اور حسن و کمال کی دوڑتی ہوئی فضاء پائش لہروں کا سمیر سے مطالعہ کرتا ہے۔ اس کا حسن ہم اس مخزن لطف و کرم کی طرف خود بخود کھینچا جاتا ہے۔ جب شوق میں ڈوبتی ہوئی دکھوں سے ثابت

اسرار و روحانیت

حقیقت کا حسین اضمین حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنانے سے پہلے اسکو اپنی صفت سے موصوف فرمایا۔ یہی منشاء ہے ذکر ہے مگر اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے فکر کی خاص ضرورت ہے۔ اگر ذکر و فکر کی برکات سے بہرہ ور نہ ہوا جائے تو ذکر کا عمل بن جاتا ہے اور کشف و کھیر حاصل کر کے کوئی دوسرے جہاں میں پھنس جاتا ہے۔ لیکن حال ذکر و فکر کا کھیا کیا جائے تو رفتہ رفتہ وہ اپنا سفر ادا کرتے ہوئے درجہ بدرجہ ایک دن عرفان پر فائز ہو کر عارف بن جاتا ہے۔

ساقی بخور بادہ بر افروز جام ما
مطرب بگوئے کار جہاں شد بکام ما

ذکر الہی وہ ملکوتی عبادت ہے جس کیلئے کوئی زمانی و مکانی قید نہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ جس کا ذکر کثرت اور

اد الہی کو نہ چھوڑے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک کثرت سے جاری رہے گا تو یہ حالت نہ رہے گی بلکہ جب انوار و تجلیات ربانی دل کو منور کر دیں گی تو نفس و شیطان کا کربناہ ہو جائے گا۔

اگر کچھ عرصہ توجہ کے ساتھ ذکر الہی اور اساتے حق کا ورد کیا جائے تو قلب میں جذبات خضوع و خشوع ابھر تے اور محبت حق پیدا ہوتی ہے۔ جب ذکر الہی کی کثرت سے محبت کا درجہ بلند ہو جاتا ہے تو محبوب کے علاوہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اس کو محبت مناد پڑتی ہے۔ ابتدا سالک نے اپنے نفس کو دوزخ کے خوف اور روتھو کے لالچ سے روک کر خالص اللہ کے لیے جو عبادت کرنے میں دشواری محسوس کی تھی، جذبہ محبت نے اس کو زائل کر لیا۔ اب اس کو اللہ کے علاوہ کسی اجڑی آرزو رہی اور نہ کسی جزا کی طلب جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اس راستہ میں چند قدم تو عقل کی روٹنی سماتھ دیتی

$$^{(1)}(19) \int_{\delta_{\text{eff}}}^{\delta_{\text{eff}}^*} \frac{1}{\delta} d\delta$$

ہمارے خزانوں اور سامانِ حرب پر آسانی سے قبضہ کر سکتا ہے۔

ک ل م ن س ف م ق ر ش ت
50 40 30 20 90 80 70 60 400 300 200 100

ت غ ذ ض ظ غ
700 600 500 1000 900 800

خوش جیوے سرفراز شاہ وچ مانچسٹر

اسمائے حسنیٰ

اللہ	66	اللہ کا ذاتی نام ہے	جمالی
الرحمن	298	بے حد رحم کرنے والا	جمالی
الرحیم	285	بڑا مہربان	جمالی
الملک	90	حقیقی بادشاہ	جمالی
القدوس	170	عیبوں سے پاک ذات	جمالی
السلام	131	سلامتی دینے والا	جمالی
المؤمن	136	امین و ایمان دینے والا	جمالی
المہین	145	نگہبان	جمالی
الغیر	94	سب پر غالب	جمالی
الجلیل	206	سب سے زبردست	جمالی

ترجمہ: "ان مصاحبوں میں سے ایک حضرت نامی جن سردار تھا اس نے کہا جیتر اس کے کہ آپ اپنی حالت
نکست سے اٹھ کر کھڑے ہوں میں وہ تخت لا کر حاضر کروں گا اور مجھے اس قدر طاقت حاصل ہے اور میں اس بات کا
خاص ہوں کہ میں اس تخت کے زور و جبر میں کسی چیز کی خیانت نہ کروں گا۔"
"قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ إِلَيْكَ طَرَفُكَ" (آئینہ 40)
ترجمہ: "اس کے بعد آپ کے ایک مصاحب (آصف برہنہ) جس کے پاس آسمانی کتاب کی صحت کا علم تھا
کہا کہ میں طریقہ ایمن یعنی آنکھ جھپکنے کے اندر دو تخت حاضر کروں گا۔"

جب حضرت سلیمان نے آصف بن برخیا کو حکم دیا تو آصف بن برخیا نے پاک جھپکنے سے پہلے میلوں دور پڑے
ہوئے کئی سو من وزنی تخت بلیقے کو حاضر کر دیا قرآن مجید فرقان حید میں منقول اس واقع کی تمام تر تفصیلات کو اپنے قارئین
کی خدمت میں پیش کرنے کا مقصد اس حقیقت کو عیاں کرنا تھا جو ہم آپ کے سامنے بیان کرنے جا رہے ہیں کہ وہ
عارفان حق نے پوچھا کہ آصف بن برخیا کے پاس وہ کئی طاقت تھی جس کے ساتھ انہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا تو ہم
اس بات کا جواب ارشاد یہ دیتے ہیں کہ آصف بن برخیا کے پاس اسم اعظم کا علم تھا۔ اسم اعظم اکابر صوفی اور مشائخ عظام کے
درمیان بڑا معرکہ آراء موضوع رہا ہے۔

یہاں ہم سیدنا امام جعفر صادق سے منقول اسم اعظم کے حصول کا ایک طریقہ درج کر رہے ہیں۔

مثال کے طور پر میرا نام محمد عبداللہ ہے اب میں نے "محمد عبداللہ" کے حروف ابجد نکالے

محمد 92

عبداللہ 142

کل میرا نام 234

اب ہم اس ماہیہ میں سے کسی ایسے اسم کا انتخاب کریں گے کہ جس کا عدد بھی 234 ہو اگر ہمیں ایک اسم نہ ملے
پھر ہم دو یا تین ایسے اسم کا انتخاب کریں گے جن کے اعداد کا مجموعہ 234 ہو۔ اللہ کے اسماء میں یا علی یا معبود ایسے

الکبیر	232	بہت بڑا	جمالی
الحفیظ	998	سب کا محافظ	جمالی
الحق	550	صاحب اقتدار	جمالی
الحسب	80	سب کے لیے کافی	جمالی
الجلیل	73	صاحب قدرت و جلال	جمالی
الکریم	270	سخاوت و بخشش کرنے والا	جمالی
الکریم	312	مہربان و مہربان	جمالی
المحب	55	دعائیں قبول کرنے والا	جمالی
الواسع	137	فراخی دینے والا	جمالی
الحکیم	78	حکمت والا	جمالی
الودود	20	بڑی محبت کرنے والا	جمالی
المجید	57	کرم و بخشش کرنے والا	جمالی
الباغ	573	جزا و سزا دینے والا، زندہ کرنے والا	جمالی
الشیہ	319	جس سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو	جمالی
الحق	108	برحق و برقرار رہنے والا	جمالی
الوکیل	66	بڑا کارساز	جمالی
القدیر	116	وہ طاقتور ذات جس پر کبھی بھی ضعف طاری نہ ہو	جمالی
المتین	500	شدید قوت والا	جمالی
الولی	46	مددگار اور حمایتی حاکم مطلق	جمالی
الحجید	62	لا احق تعریف	جمالی
المعصی	148	احاطہ کرنے والا	جمالی
المبدی	56	پہلی بار پیدا کرنے والا	جمالی
المعید	124	پلانے والا دوبارہ پیدا کرنے والا	جمالی
المحی	58	زندگی دینے والا	جمالی
الممیت	490	موت دینے والا	جمالی
الحی	18	ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا	جمالی
القیوم	156	سب کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا	جمالی

المتکبر	262	بڑائی اور بزرگی والا	جمالی
الخالق	731	پیدا کرنے والا	جمالی
البارئ	213	جان ڈالنے والا	جمالی
المصور	336	صورت گری کرنے والا	جمالی
الغفار	1281	درگزر کرنے والا	جمالی
الغفار	306	سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا	جمالی
الغائب	14	بے حساب عطا کرنے والا	جمالی
الرزاق	308	روزی و رسانی میں کافر و مومن کا فرق نہ رکھتی ہو۔	جمالی
الفتاح	489	ہر غلہ (بندش) کو کھولنے والا	جمالی
العلیم	150	چرخ بات سے باخبر	جمالی
القابض	903	سخت گرفت والا	جمالی
الباسط	72	روزی فراخ کرنے والا	جمالی
الغافل	1481	پست کر دینے والا	جمالی
الرافع	351	بلند کرنے والا	جمالی
المجبر	117	عزت دینے والا	جمالی
المذل	770	ذلت دینے والا	جمالی
السمیع	180	سب کچھ سننے والا	جمالی
البصیر	302	سب کچھ دیکھنے والا	جمالی
الحکم	68	حاکم مطلق	جمالی
العدل	104	عدل و انصاف کرنے والا	جمالی
اللطیف	129	لطف و کرم کرنے والا	جمالی
الخبیر	812	باخبر۔ آگاہ	جمالی
الخبیر	88	بڑا بہادر	جمالی
العظیم	1020	صاحب عظمت	جمالی
الغفور	1282-6	بہت زیادہ بخشنے والا	جمالی
الشکور	526	شکر قبول کرنے والا	جمالی
العلی	110	بلند تر	جمالی

الضار	1001	ضرر پہنچانے والا خسارہ دینے والا	جمالی
النافع	201	نفع پہنچانے والا	جمالی
النور	256	روشنی، ہدایت و بصارت دینے والا	جمالی
الهادی	20	مخلوق کو ہدایت دینے والا	جمالی
البدیع	86	بغیر اسباب کے بنانے والا	جمالی
الباقی	113	ہمیشہ باقی رہنے والا	جمالی
الوارث	707	چیز کا حقیقی وارث	جمالی
الاشد	514	سخت راہ پر چلانے والا	جمالی

الواجب	14	ہر چیز کو پانے والا	جمالی
الواجب	48	بزرگی اور بڑائی والا	جمالی
الواجب	19	ایک	جمالی
الاحد	13	ایک اکیلا	جمالی
الضمد	134	بے نیاز	جمالی
القادر	305	قدرت والا	جمالی
المقتدر	644	قوت ظاہر کرنے والا	جمالی
المقدم	184	سے پہلے (موجودہ)	جمالی

خوش جیوے سرفراز شاہ وچ مانچسٹر

جلالی	846	سب سے آخر رہنے والا
جلالی	37	برخلاق سے پہلے
جلالی	801	ہر وجود کے فنا ہونے کے بعد بھی رہنے والا
جلالی	1106	ظاہر و آشکارا (اپنی قدرت کی علامتوں سے)
جمال	62	فکر و نظر کی گرت سے پوشیدہ و پنهان
جمال	47	مالک و کارساز
جلالی	551	سب سے بلند و برتر
جمال	202	نیکی دینے والا
جمال	409	بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا
جلالی	630	بدلہ لینے والا
	156	معاف کرنے والا
جمال	286	لطف و کرم کرنے والا
جلالی	212	کائنات کا مالک
جلالی	1100	جلال اور کرامت والا
جلالی	209	عدل و انصاف قائم کرنے والا
جلالی	114	سب کو جمع کرنے والا
جمال	1060	غنی کرنے والا
جمال	1100	بے نیاز و غنی بنانے والا
جلالی	161	روک دینے والا

الْمَوْجُزُ
الْأَوَّلُ
الْآخِرُ
الظَّاهِرُ
الْبَاطِنُ
الْوَالِي
الْمُعَالِي
الْبَرُّ
الْقَوَامُ
الْمُسْتَقِيمُ
الْعَفْوُ
الزُّوْفُ
مَالِكُ الْمُلْكِ
ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
الْمُقْبِطُ
الْجَامِعُ
الْعَنِي
الْمُعْنِي
الْمَانِعُ

باب نہم

روحانیت اور عشق الہی

روحانی بیداری اور باطنی لطافت جس کے زیر اثر انسان انوار الہیہ کے فیض و برکات سے کالملا بہرہ مند ہوتا ہے اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اسے عشق الہی کا سافرغ نسیب نہ ہو۔
عشق الہی کا معنی یہ ہے کہ انسان کی زندگی سب کچھ پر آجائے اور ہال و پھر پکارنے لگے:
إِنْ صَلَّاهُ وَنَسِئْتُكَ وَمَتَّعْنِي لِلْذِّبِ الْعَالَمِينَ
ترجمہ: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اسی ایک عالمین کے لیے ہے۔

صوفیاء کا کہنا ہے کہ عشق الہی ہی راز حیات ہے۔ اگر اس کی آگ دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا ایک بے ہال انسان ہے اور اگر اس میں الہی حرارت ہو تو انوار الہیہ کا کل۔

سلاطینِ دل عشاغ از محبت تست
وگرنہ این دل پر خون چر جائے منزل تست
وادی عشق کے سب سفر کی قلمی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اسے ایک لمحہ بھی اللہ کے بغیر چھین نہیں ملتا۔
شبلی رحمت اللہ علیہ کا بقول اس امر کی تائید کرتا ہے۔

الفقير من لا يستغنى بشيء من ذلّ الله
ترجمہ: فقیر سوائے ذلّ اللہ کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا۔

عارفانِ اسرار حق کا کہنا ہے کہ عشق الہی کے سبب ہی انسان اپنی وہی ہستی کو فراموش کرتا ہے۔ محبت الہی کی حرارت اس کی اعتباری ہستی کو جلا کر انانیت حقیقی سے فیض یاب کرتی ہے محبت محبت کے دل سے ماسوائے محبوب کے ہر شے کو محبت کر دیتی ہے۔

محبت کا ہر سانس محبوب حقیقی کی یاد میں گزرتا ہے۔ جس دل میں خداوند تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے وہ اسرار معرفت کا

خزینہ اور وحدانیت کا دفینہ ہوتا ہے۔

سوچنا عشق الہی پر آتشِ بہم حرام ہے۔ جس دل میں محبت الہی نہیں رہی دوزخ میں جلے گا اور طلاقِ الہیانی سے بے بہرہ رہے گا جیسا کہ حدیثِ پیغمبرؐ اس پر شاہد ہے۔

لَا يُصَافِقُ لَبَنٌ لَا مَخِيَّةَ لَهُ

ترجمہ: خیر و ارجح کو محبت نہیں اس کا ایمان بھی نہیں۔

اعمالِ جوارح بغیر محبت الہی بھی ادا کیے جاسکتے ہیں مگر اعمالِ قاب جو نتیجہ ایمان سے ہیں بلا محبت نہیں ہو سکتے کیونکہ محبت قلب سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ جوارح سے۔ ایمان محبت کے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔

علا کے شریعت کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کو بندہ کے ساتھ یہ الفت ہے کہ اس کو زندگی میں نیک اعمال اچھے افعال کی ہدایت اور عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں اس کو جزائے خیر عطا کرے۔ اور بقول ان کے بندہ کی محبت خدا کے ساتھ اس صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے جسم فانی کو اللہ کے مقررہ فرائض و اعمال یعنی عبادت الہی کی ادائیگی میں ہر وقت مصروف رکھے اور اپنی راحت و آسائش کے لیے کوشاں نہ رہے۔

اہلِ طریقت کے نزدیک خداوند تعالیٰ کو بندہ سے یہ اس ہے کہ اپنے بندہ مجبور و لاچار ہر اس سیمہ و پیریشان حال، یکدم تھا اور بے بار و بوجہ کو اپنی رحمت سے نواز کر اپنی درگاہ بے نیاز سے قربت عطا کرے، اور بندہ کو ذاتِ واجب کے ساتھ ایسی محبت کوئی چاہیے کہ اپنی نظر کو غیر اللہ سے ہٹائے تاکہ اس کے دل میں ماسوائے اللہ کے مختلف دل فریب اور رنگین خیالات نہ آئے پائیں۔ دل کو محبوبِ حقیقی کے لیے پاک و صاف رکھے اور دائرہ محبت کو وسیع کرتا رہے۔ ہر دم اس کی یاد سے دل کو تازہ رکھے۔ اپنی ہستی عشق کے لیے وقف کر دے۔ یا محبوب میں ایسا بے خود ہو جائے کہ اپنی ہستی مطلق خیر نہ رہے۔ جس طرح کسی لبریز تالاب کا بند ٹھٹھکے ہونے پر اس کا پانی زور و شور سے بہہ نکلتا ہے اور شرف و خفاش کا کوہ اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے اسی طرح جس دل میں عشق کا چند پرہیزگار ہو جائے تو پھر یہ روکنے سے نہیں رکنا اور بوجہ شگفتگی دل کا روکا ہوا سیلاب جب بہہ نکلتا ہے تو خواہشاتِ ماسوائے اللہ دل سے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دنیوی دولت و آرام سے بے پروا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

عشق الہی اور ذکر الہی

اربابِ معرفت یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت اور ذکر لازم و ملزوم ہیں اپنے قول پر وہ حضور کریمؐ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

مَنْ أَحَبَّ حَسْبًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ

ترجمہ: جو شخص جس چیز کو زیادہ دوست رکھتا ہے وہ زیادہ تر اسی کا ذکر کیا کرتا ہے۔

حبِ محبت محبوب، طلب، طالب، مطلوب، عشق، عاشق، معشوق یہ تین حالتیں ہیں۔ حب و طلب اور عشق کا

نام و کرتار ہے۔

فوری محبت عداوت و عشاغ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے رہا کر کے اور روحانی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ اس کا نام ذکر کا نام بندہ محبت ہے۔

حضرت شبلی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

محبت کے لالچ عقدے کو محبت اس لیے کہتے ہیں کہ سچ و فادار اور محبت صادق کے دل سے جوش محبت میں محبوب کے سوا ہر معدوم ہونے والی شے یہاں تک ٹھوہو جاتی ہے کہ اس کو اپنی ہستی مطلق خیر نہیں رہتی۔

محبت اس کو کہتے ہیں کہ حامل محبت کی کل صفات بشری جو ہو کر محبوب کے کل صفات محبت کے وجود میں رونما ہو جائیں۔

رازِ مالک پر ظاہر ہوتا ہے تو وہ محبت محبوب، طالب، مطلوب اور عاشق و معشوق کی حقیقت سے باخبر ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ مقام آتا ہے جس کے بارے میں ذاتِ واجب کا فرمان ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

ترجمہ: تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

اس لحاظ سے محبت کے لیے ضروری ہے کہ دل کا آئینہ ماسوائے اللہ سے پاک اور نفسانی کمزوریوں سے صاف ہو یہ محبت مادی عشق سے مشابہ نہیں ہوتی بلکہ ذوق و شوق اور فکر کی آنکھ سے اس سے مطلع ہو جاسکتا ہے۔

جب عاشق باوجود غارِ محقق الہی پیتا ہے تو اس کے جذبات و کیفیات کا عجیب عالم ہو جاتا ہے۔ اس کے ظاہر اور باطن سے حقیقی مسرت کی ایسی دلکش موجیں اٹھتی نظر آتی ہیں کہ دوسرے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

فقط

یہ محبت عوام کی ہے جو خدا تعالیٰ کے احسانات کے سبب وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

صفحات

یہ محبت خواص کی ہے جن کا مطمح نظر جمال اور جلال الہی ہے۔ وہ بلا امید و معاوضہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

३१३

یہ محبت الخصاص و مقربین کی ہے کہ وہ بمختصائی و فی انفسکم افلا تبصرون اپنی ذات میں بس

دیکھتے اور خود سراپا محبوب بن جاتے ہیں۔

عشق الہی، قرب خدا کا تیز ترین ذریعہ

روحانیت میں منزلِ اکمال حاصل اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک سالک اس حقِ عین الہی سے اپنی انایتِ شخصی کو پھوپھو کر دے۔ جب اس حقِ عین الہی سالک کے دل میں موجود وہ اشاعت کے اصنام و بامدادی آلام کو فاکسٹر بنا دالتو ہے تو پھر مشکل سے مشکل تجاہدوں میں عدم مشغول رہنے کی وجہ سے اس پر تجاہداتِ الہی کی جھلجھلوت و جریاں ہوتی رہتی ہیں اور کسی وقت مارتا ہے چنانچہ سالک کو مشغول، عاشق و موشغول کی حقیقت سے آگاہی ملتی ہے۔ مولانا رام رائے ہیں۔

جب عشقِ حقیقی کو بخش ہو جاتی ہے تو فوراً جلوةِ محبت کی ایک بجلی اس کے رگ و پے میں پوری طاقت سے دوڑا کر جاگزیں ہو جاتی ہیں۔ سوائے مطلوب کے کل موجودات اس کے لیے معدوم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اپنا عزیز ترین وجود بھی لاش اور پتھ معلوم ہوتا ہے۔ بادۂ عشق کا مصفا جام اور اس کا لطیف نقشہ لفظوں میں نہیں آ سکتا ہے۔ محبت حقیقی ایک بے لطف اور ایم جذبہ قلبی ہے جو انسان کے دل میں حق تعالیٰ کے سماج چلی کا بخشت ذکر کر کے ان کے معانی میں گھر کرنے اور اس کی صفات پاک میں غور کرنے یا ان کا ذکر صرف کرنا بھی اس کی صورت میں پیدا ہوتی ہے اور رفیقہ رفیقہ طلب صادق کو کھڑک اٹھتی ہے اور باقی تمام حق پر چڑھتے اور وصالی محبوب کے لیے رہبر بن جاتی ہے۔ یہاں متخاروں کا حصہ ہے جن کے خیالات کی بلندی اور اعلیٰ تصورات و حقیقی کا مقصد سوائے ذرات حق کو پانے کے اور کچھ نہیں۔ خیالات کا اثر انسانی زندگی پر بہت چکھو ہوتا ہے۔ اگر کسی کے تصورات اعلیٰ وارفیع ہیں تو اس کے افعال بھی پاکیزہ اور اعلیٰ وادنیٰ ہیں تو اس کے اعمال بھی بہت ہوں گے۔

جیسا کہ محبان صادق اور عاشقان الہی کو قرآن مجید میں ہدایت فرمائی گئی ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (سورة آل عمران: 31)

اے نبی کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری ظاہری و باطنی پہروی کرو تا کہ اللہ تم کو دوست رکھے۔

آج کل پیش رو صفوں اور دنیاوی ملاؤں نے اس لایعنی گروہ کو یہ یاکاری کے عوض فروخت کر دیا ہے اور لوگوں پر اپنا جھوٹا خدا، رب و مال بنا کر کے دنیا کا مار ہے ہیں۔ وہ اپنے پرگزیہ مخالف کے سوز و گمنا ز اور ریاضت و ہجامہ کا مطالعہ کر کے اس کی ملامت اجاگر کرتے۔

حضرت امام قیصرؒ فرماتے ہیں کہ:

اپنی ہر چیز پر اس مالک حسن بے مثال و محبوب الامانی کو برتری دینا شیوہ محبت ہے اور وہ اعلیٰ محبت حق میں اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اپنی صفاتِ گہم کر کے دل کو غیر اللہ سے صاف کرے۔ اس میں محبوب و مغرب کو رکھ کر اور اس کے جلوہ کا

جذب 2- علم حق 3- حیات جاوید

عظمت 5۔ سرورِ دائم

ایک عمومی بات ہے کہ جب ہم کو کسی سے کامل محبت ہو جاتی ہے تو ہم اس پر عزیز و اقارب غرض کہ سب سے زیادہ اگرا کر ہی کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح عاشق ذات حقیقی کی زندگی اس لیے ہو جاتی ہے اور اس کو اسوا باللہ کا نام لے کر رہتا ہے اس کے دل میں عشق کا قدم آتے ہی تمام آزمائشوں میں خوش و خاشاک کی طرح بہہ جاتی ہیں۔

ماہ عشق الہی کی کیفیات

جوسا لک مشق الہی ہوتا ہے تو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل و دماغ پر مشق، اچھی چھٹا کیا اور وہ اس کی اپنی کہ انہوں میں ڈوب گیا۔ وہ ہوش و خرد و قلب و روح سب یکجہاں سے محبوب پر قربان کر کے محبت کا فرخشاں ادا کرنے میں لاپ تاب ہوا۔ محبت کے پر کیف ہاتھوں نے اس کی ہستی کو خوشم کر کے اس کو مکمل اور بلند ترین انسان بنادیا۔ اس باب کی ہر بات کی آدھورفت سے نغمہ محبوب کی دل کش آواز آتی ہے۔ محبت ذات حق نے اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس پاک و رافت کے جذبات کی خوشی سے الفاظ قاصر ہیں۔ تحصیل محبت کے باعث وہ اس بلند مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں عوام کی ہر ایک رہائی ممکن نہیں۔

اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ جنت کا شہر یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی بات میں ایسا سرور حاصل ہو کہ وہ خود سے خبر ہو کہ اس قدر اشتیاق پیدا کرے کہ ایک لمحہ اس کی یاد سے غافل نہ رہے اور زندگی کے ان لمحوں کو اپنی حیات کا بہترین سرمایہ سمجھے جس میں اس کو کبھی اور اصل روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتا ہے ہر شے اس کو دوست رکھتی ہے، اس کو بہشت کا خیال بھی نہیں ہوتا لیکن بہشت کے اہل طاقت کی متمنی رہتی ہے۔

محبت کی وسعت اور حقیقت کا اندازہ ممکن نہیں۔ ہر چیز کی ابتدا اور انتہا محبت ہے، تمام کائنات تعلقات
 محبت میں جکڑی ہوئی ہے، منجبر محبت آج بھی زنجیر سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ صرف لفظوں کا پردہ ہے ورنہ محبت کی
 نسبت خدا ہے۔

عاقبت آپ کی بارگاہِ حقیقت میں ایسا کم اور حیرت زدہ ہوا ہے کہ اس کو اپنا اور دنیا کی کسی چیز کا مطلق احساس نہیں رہتا۔ اس منزل میں خیالات، اسوائے اللہ اس کے عاجز و شعور سے نکل گئے۔ اس کی زندگی نے دوسری کروٹ لی، یعنی خواب و بیداری، حقیقت و آفتاب گھبراہٹ، حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے سرشارِ محبت، پوری مشائخ و حکمت سے جلوہ گرہ۔ روح فرادانی لذت سے سرشار اور عجب تازگی محسوس کر رہی ہے۔

عاشق با وفا کا دل کباب کی طرح بھرن کر بوائے لطیف دے رہا ہے جس کی لطافت سے اس کی قوت شگفتہ انہی
تاثر ہے کہ اس کی پرکھت حالت بعید از قیاس و افزوں از بیان ہے۔ اس کی زندگی میں نیا انقلاب رونما ہوا ہے، طبیعت میں

جب عاشق کی منزل ختم ہو جاتی ہے تو عاشق ہی معشوق ہو جاتا ہے۔ پھر ایک دو مقام آتا۔

معشوقیت بھی اختتام پر پہنچتا ہے تو بجز عشق کے اور کچھ نہیں رہتا۔ پس ساک اس مقام پر آ جاتا ہے جس حد بیٹ تقدس میں یہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شَيْئًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ يَدًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي يَدًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ رُكْبَةً

ترجمہ: جو ایک داشت مجھ سے قریب ہوتا ہے میں اس سے گھر گھر قریب ہو جاتا ہوں۔ جو میری طرف سے
دوست ہے میں دوڑ کر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں۔ جو میری طرف خراماں خراماں آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔
وادی محبت میں محبت کو قرا نہیں ہوتا۔ محبت الہی کے سمندر کی امواج کبھی عاشق کو نیچے لے جاتی ہیں اور کبھی
لاٹی ہیں۔ بندہ عشق دیکھنے میں حاضر مگر شاپر حقیقی کے خیال میں اپنی ہستی سے غائب اور جو بہت بے حشمت عشق میں ادا ہوا
دلوں جہاں سے خبر نہ سوائے خیال محبوب کے نہ کسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ کسی کی بات سنتا ہے۔ جب وہ خدا کی
محبت اختیار کر کے الفت کے رنگ میں سرنا پاؤ بھ جاتا ہے تو اس پر عشق الہی غالب آ جاتا ہے۔ زیادتی محبت اور سر
روحانی سے دل بند زہر نہ رہتا ہے بلکہ اس مضمون عشق کے قلب پر حقائق و معارف کا انکشاف ہوتا ہے اور دل کے گوشہ گہر
میں شیخ الفتح خداوندی کی روشنی چھا جاتی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق کو شیخ گلبرگہ کا بیتا بننا ہو گیا ہے کہ وہ خدا کی
وینا پر چھایا ہوا ہے جسے خدا کی طلب نے عاشق کو سامنے ہی سے فارغ اور اس کی محبت کے استغراق نے اسے بے
پے پروا کر دیا ہے۔

اے شاہد ازل تیرے حسن کا بھکارا ہوا ہر خاہری نعمتوں کی کچھ پروا نہیں رکھتا۔ تیرے عشق کے سلسلہ میں وہ جملہ نعمتوں کا ماسواۃ اللہ سے دست بردار اور بالاعتقل ہے۔ وہ جتنے سے تعلق رکھتا ہے اور تیری یاد میں مستغرق رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس دل پر محبت کا ناز گاہے ہوا ہے اغیار سے کیا کام۔۔۔؟ جو اللہ کا طالب ہو۔ اسے ماسواۃ اللہ کا رابطہ۔۔۔۔؟

لیکن غلبہ محبت زبانی دعوے سے کسی کو نہیں ملتا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، جس کو چاہے عطا فرمائے، اس کی پانچ علامتیں ہیں:

1- ذکر خدا کثرت سے کرنا اور اس سے ہمیشہ خوش رہنا

2- مراقبہ میں صدق و اخلاص سے مشغول رہنا

3- حالت ذوق و شوق میں آہ و زاری اور مناجات کرنا

4۔ دنا سے حق تعالیٰ کے لئے ترک تعلق کرنا

5- با دق میں منہمک ہو کر اس کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنا

اس کے بعد سائل کو یہ پانچ باتیں عطا کی جاتی ہیں:

اور البتہ ہم تم کو کسی تدبیر خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان کے نقصان سے آزمائیں گے۔ کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہم ایمان لے آئے کہہ کر چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کا استحکام نہ لیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا کے ہاں کسی بندے کے لیے ایسا مرتبہ مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اعمال صالح سے اس کو حاصل نہیں کر سکتا ہے تو خدا اس کو جہنمی والی امتداد و معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے یعنی یا تو وہ بار بار جہنم جاتا ہے یا اس کا مال ضائع ہوتا ہے یا لادار کو نقصان پہنچاتا ہے، اور پھر خدا کو صبر عطا فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو ترک نہ کر پکڑا دیا جاتا ہے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

نیز حدیث میں وارد ہے کہ

سب لوگوں سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام امتحانات میں مبتلا ہوتے ہیں، پھر جوان سے نزدیک تر ہیں، پھر جوان

بہت کاہنہ ورموج زن ہے اور اس کے انوار خاموشی کے ساتھ عاشق کے دل میں اثر کرتے چلے جاتے ہیں۔
 وہ خود بھی طرح طرح سمجھ رہا ہے اس کی روح میں انبساطِ حقیقی کی ہر این دوڑ رہی ہیں۔ سرگوشا رحمت کو کسی سے لعل
 نہ دہرتی کی رحمت کی خوشگوار چاشنی کچھ لیتا ہے وہ ماسوا کو قابلِ جذب نہیں سمجھتا۔

کرامت و محبت بھی کا حامل اور بڑے تعلیم و روحانی چلنی عزیز ترین کوٹا بھی کہنے کے بعد مہکات اور

شیریں خوشخوابی ہوتا ہے۔ اور وہ حافظہ اور اسرار کو باندھتا ہے۔ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر

بے پناہ فضل بھیج رہا ہے۔ ذات عالی مرتبت کے سوا کسی کو بھیج نہیں سکتا۔ جو حسین و صاحب جمال ہوتا ہے وہ اکثر آنکھ سے

دیکھتا ہے اس کا آنکھ سے محبت رکھتا آنکھیں کی ذات کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ آنکھیں وہ انجان حسن و خوبی دیکھنے کے لیے

بست رکھتا ہے۔ اس کو آنکھ سے محبت نہیں بلکہ روحانی محبت کی جار اس نے خود کو اپنا ارادہ محبوب سمجھ کر ہر کار

- ٤ -

ہوگا۔ جب تک باب لفظ دنیا و آخرت سے نڈر رہا۔ باب الرحمان و رحمت حق سبحانہ تعالیٰ کو ہرگز نہ چلے گا۔ اگر تو خالق کے ساتھ ہے تو اس کا بندہ اگر تیرا دل حقوق کے ساتھ ہے تو حقوق کا بندہ کہلانے گا۔ طالب مولیٰ جب کل مخلوقات سے تجرد اختیار کرتا ہے تو وہ خاص بندہ ہو جاتا ہے کیونکہ ”خیال غیر بندہ اور خدا کے درمیان حجاب ہے۔“

♦♦♦♦♦

خوش بختیوں کے سرور از شاہ وچ مانچسٹر

و انھیں وہ ہے جو اپنے کل افعال و اعمال جو قابل جزا ہیں ان کو آتش عشق میں جلا دے۔ یہ تصور کرے کہ اللہ نہیں ہوں اور جب میں نہیں ہوں تو میں نے کوئی عمل بھی نہیں کیا اور نہ کوئی عبادت کی۔ سالک کو غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی ذات ذات الہی میں فنا ہے۔

جب محبت الہی کسی کے دل میں آگ لگادی، جب عشق الہی نے بندہ کو گرم کر دیا تو وہ آگ دم بدم لافلی اور بندہ کی گری میں لکھ لکھ زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ عشق کا شعلہ اور محبت کی آگ اس کے وجود عارضی کو جلا کر خاک ہری اعمال سے فارغ کر کے بظاہر جاکر اللہ جاننا دیتی ہے۔

اولیاء کا وہ مبارک وجود جس کو ہم آسمان حضرت اور محبت الہی کا درخشاں آفتاب کہہ سکتے ہیں ایسا پیدا ہوا اور وہ ہے جس کو اعمال ظاہری کی حاجت نہیں رہتی کیونکہ عشق کے دل میں آفتاب محبت اپنی پوری روشنی سے روشن ہے۔ لیکن اسرار و معارف عوام تو کیا ان کی سمجھ سے بھی باہر ہیں جو خود کو عالم اور عابد کہتے ہیں۔

عالم عابد اور صوفی یہ سب مہندی راہ حق ہیں۔ مجر عالم ربانی و اولیائے کرام کے کوئی مرد راہ حق نہیں۔ زاہد الہی خشک اور محبت کے وہ عیدار برادرانِ یوسف کی طرح ہیں جنہوں نے اس جناب کی قدر نہ کی اور جب تک چتر کھولنے سکون کے عوض سچ ڈالا۔ زاہدان خشک کا دل خدا اور اس کے بندگان خاص کی محبت اور جذبہ عشق سے خالی ہوتا ہے۔ زاہد خشک کی کوئی قدر و منزلت نہیں گو وہ اپنے خیال باطل سے اپنے آپ کو قاتلِ قدر و اور مقبول سمجھے۔

زاہد خشک، واصلانِ حق کی خاک پا

پس سالک کو چاہیے کہ اہل ریا اور نفسانی عبادت گاہوں کو چھوڑ کر وہ اصلانِ حق کی خاک پائے۔ ان کے علاوہ ارادت میں شامل ہو کر خدا کی طلب میں نہایت خلوص و محبت سے اپنی جان و دل اور دنیاوی عزت و آمد کی بازی لگا دے۔ کیونکہ اور بھی اختیار کرے کہ عشق کے قرار خاندان میں وہ کی اور روشنی چاہیں کام نہیں آتیں۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یکداند

باب دہم

مرشدِ کامل

روحانیت اور مرشدِ کامل

اسلامی تقوف، ہندو جی اور بدھ ازم کے سب سکول یہ بات کہتے ہیں کہ:

”مگر وہ ان گمان نہیں ملتا۔“

اسلام کے نظام روحانیت میں مرشد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی کو صحیح مرشد مل جائے تو پھر اس کے سزے سلوک کی منزل میں بہت آسان ہو جاتی ہیں۔ مرشد خود سے درجہ بدرجہ کی گراما اور ہنرمائی کرتا چلا جاتا ہے۔ مرید کو مزید کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر مرشد کی اپنی روحانی طاقت ہوتی ہے۔ کامل مرشد اسے کا جائز جو مرید کو کچھ وقت کے بعد اپنے جیسا بنا لیتا ہے۔ اور مرید میں بھی یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی کہ وہ دوسرے خاص مریدوں کو اپنے جیسا بنائے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب یقین کسی شخص کے اندر چل جاتا ہے اور وہ شخص جو بڑے یقین کا مالک، سچا، اعلیٰ سے پاک، کھرا، اور Pure ہو جاتا ہے تو پھر وہ جس سے بھی ملتا ہے اور جس پر بھی اپنی نگاہ خاص ڈالتا ہے وہ اسے اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ ایسا شخص ہی مرشدِ کامل کہلانے کا حق دار ہے۔

یہ آنگ بات ہے کہ مرشدِ کامل کا ملنا ایک بہت بڑی خوش نصیبی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ

”اس سعادت بزرگ پا زو نیست“

مرشدِ کامل سے صحیح معنوں میں فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مرید کا یقین مضبوط ہو۔ کمزور یقین اور چھوٹی سوچ رکھنے والے کسی مرشدِ کریم سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حکما اور عرفاء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

”یقین کامل ہی مرشدِ کامل ہوتا ہے۔“

اس لیے ضروری ہے کہ انسان مرشدِ کامل کو تلاش کرنے سے پہلے اپنے یقین کو مضبوط کرے۔ اگر کوئی مرشدِ کامل کا متلاشی ہوگا اس کا ذہن خشک و شہوات آلود ہونا چاہیے کہ پھر اسے مرشدِ کامل میں نفسِ نظر آ جائیں گے یا کچھ بھی نظر نہیں آئے

کا مرشد کو کہنے کے لیے خاص نظر اور خاص یقین چاہیے۔ جیسا یقین دل میں لے کر جائیں گے ویسا مرشد ملے گا۔

جیسا کہ عرف عام میں مشہور ہے

”جیسی نیت ہوگی ویسی ہی مراد ملے گی“

کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ ہر چیز اپنی ہی قسم کی چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ چور کو چور، جوار بے کو جوار یا اور ایک کو ایک اپنی طرف کھینچتی ہے۔

مولانا رام نے اپنی مشقی میں اس کی مثال دی ہے کہ جس میں کہا گیا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو روحانیت کے بھولے دعوے کر دیتے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ نبوت اور اللہ ہونے کا بھی دعوئی کر جاتے ہیں اور تیرائی کی بات یہ ہے کہ ایسے ہر دعوئی کرنے والے کو اچھے خاصے پیروکار بھی مل جاتے ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ جیسا مرشد ہوتا ہے ایسے ہی خیالات کے مرید اسے مل جاتے ہیں کیونکہ ہر چیز اپنی قسم کی طرف کشش کرتی ہے۔

مرشدِ کامل کو ملے ہوگا اور وہ کون سی چیز ہے کہ جس سے ہم کسی شخص کی روحانی پادری کا پتہ چلا سکیں۔ ہم نے برسوں اس امر پر کوشش کی کہ ایسا کوئی پناہ شمع ہو جائے کہ جس سے ہم کسی شخص کی روحانی پادری کا پتہ چلا سکیں۔ اس حوالے سے جو ہمارے مشاہدے اور مطالعے میں طریقہ آیا ہے وہ یہ ہے۔

جب بھی آپ کسی روحانی شخص کے پاس خلوص دل کے ساتھ جائیں گے تو اس کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے بعد آپ کو ایک عجیب سا روحانی جذبہ محسوس ہو شروع ہو جائے گا۔ روحانی شخص کی قربت میں جانے کے بعد مسائل حیات سلجھنے لگتے ہیں اور شہزادہ حیات پر خاروں کی جگہ گل بھرنے لگتے ہیں۔ انسان بدیہی طور پر محسوس کرتا ہے کہ اس کی زندگی آسانوں سے مسکرا ہوا شروع ہو گئی ہے۔ بہر حال ہر بندہ کی اپنی ایک اندرونی کیفیت ہے جس سے وہ کسی کی روحانی پادری کا اندازہ کر سکتا ہے۔

جب ہم اسلام کے نظام روحانیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ اسلام کے روحانی نظام میں مرشدِ کامل کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی عرفاء کا کہنا ہے کہ جس کو مرشد مل لیں اس کو دل سے مانیں، اپنے پائے خیالات اور علم کا مقابلہ اس سے نہ کریں ورنہ آپ کو خاص فائدہ نہ ہوگا۔ زیادہ علم پڑھے ہوئے لوگ اس لئے روحانیت میں ناکام رہتے ہیں کہ وہ اپنے مرشد سے پوری طرح متاثر (Inspire) نہیں ہو پاتے۔ اس کا اصول یہ ہوتا ہے کہ انسان جس کو مرشد مانے تو پھر اس مرشد کا خیال (Reflection) دل میں رکھ لینا ہوتا ہے۔ دل میں وہی Reflection بیٹھتا ہے جس سے ہم متاثر (Inspire) ہوں۔ اپنے خیالات علم یا روحانیت کا مقابلہ کرنے والا دوسرے سے کیا متاثر ہو سکتا ہے اور کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ صحیح طور پر متاثر نہ ہونے کی وجہ سے مرید اپنے مرشد سے فیض یاب ہونے میں ناکام رہتے ہیں۔

قانون یہ ہے کہ جب کسی کا تصور (Impression) اور (Reflection) دل میں بیٹھ جاتا ہے تو دل نہ صرف اس کو ذمہ دہ رکھتا ہے بلکہ اس کو مزید طاقتور کر کے مضبوط بناتا ہے۔ اس طرح انسان کی اندرونی شخصیت اپنے مرشد

کی سے چھریاں کوڑا مارا ہوا میں اڑنا استاد سے بچنے جائیں تو یہ زیادہ یقین اور آسان راستہ ہے۔ دراصل یہ چیزیں متعدی ہوتی ہیں یعنی ایک انسان سے دوسرے میں آتی ہیں۔ یقین کامل بھی متعدی ہوتا ہے، اسی چیز کو ”جاگ“ لگانا بھی کہتے ہیں۔ صحیح روحانیت سے دوسروں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ یہی چیز اسلام کے خانقاہی نظام کی بنیاد ہے۔

ایک دلچسپ وضاحتی مثال

ہندوستان کے کسی بزرگ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت مہا نے اللہ کی محبت بڑی پر لطف دلی ہے۔ مجھے بھی اللہ کی محبت میں کامل کر دیں تاکہ ہر شے کی محبت سے بے نیاز ہو کر اور رحمت سے روشہ ہو کر میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے لگوں اور اسی کا ذکر کرتا رہوں۔ وہ بزرگ آنے والے کی طلب صادق پر اس سے پوچھنے لگے کہ تجھے

کے سامنے شی صلی جاتی ہے اور پھر بالآخر بیرونی شخصیت بھی تبدیل ہونے لگ جاتی ہے۔

مولانا رام اس چیز کی مثال اپنی شاعری میں دیتے ہوئے فرماتے ہیں: میں یہ قسم نہیں ہو لوگوں کی نظر سے مقبول نظر آتا ہے بلکہ میں وہ ذوق شوق ہوں جو مریدین کے کعبہ میں میرے کلام اور میرے نام سے جوں جوں آتا ہے کے بارے میں کوئی شک نہ رکھتا، اس سے Impress ہوتا اور اپنے علم سے اس کا مقابلہ نہ کرتا، یہ چیزیں اصلانِ کامل روحانیت کا جزو ہیں۔

خود سے اور ذکر و فکر کر کے روحانیت کو پانے کے بجائے کسی مرشد کے لڑ گھٹنے کا ”شارت کٹ“ زیادہ آسان اور فائدہ مند رہتا ہے کیونکہ زندہ مثال سامنے ہو تو انسان جلدی سیکھتا ہے اور جو سہلے میں بھی رہتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر روحانیت لفظی علموں یا سائنسی اور نفسیاتی علموں میں موجود ہوتی تو مغرب کے ملکوں میں سب لوگ کامل ہو جاتے۔ لفظ علم

سارے کسی مریف وہاں سے چاہتے ہیں۔ ہندوؤں اور بدھ مت والوں کا سارا کسی مریف وہاں سے چاہتے ہیں۔ ہندوؤں اور بدھ مت والوں کا سارا کسی مریف وہاں سے چاہتے ہیں۔ ہندوؤں اور بدھ مت والوں کا سارا کسی مریف وہاں سے چاہتے ہیں۔

مگر روحانیت یقیناً کامل Faith کا نام ہے جس میں توکل یا خدا ماب سے ہم سے جو ان کے پاس نہیں ہے اور ان کو کچھ بھی نہیں آ رہا۔ اس لیے آپ بھی جیروں میں لفظی علموں کو زیادہ تلاش نہ کریں، گوانہیں اس میں بھی کچھ نہ معلوم ضرور ہوں گی۔ میری مریف میں یہ سمجھنے والی بات ہے کہ مریف اگر حوصلے والا ہے تو میرے بعض اوقات مریف اور پچھا جاتا ہے۔ اس کی سیدھی مثال اسلامی تعریف میں جناب شیخ عبداللہ اور جیانی شیخ ابوالخیر شرفی ہیں مگر اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

تصور متاثر ہو کر اندر گھسنے کے بعد پوچھنے کی طرح کام کرتا ہے لیکن خیال رکھیں کہ کسی مجذوب کا تصور اندر گھسنے سے آپ بھی مجذوب بنتے چلے جائیں گے اور لاپٹی اور جھوٹے پیر کا تصور آپ کو بھی لاپٹی اور جھوٹا بنائے گا۔ اور بھی کچھ ہو سکتا ہے، مجلسِ مہند کے لیے اشارہ کافی ہے۔

انسان خصوصاً سالک کی اندرونی شخصیت بڑی لطیف ہوتی ہے جس سے متاثر ہو، وہی رنگ اختیار کر جاتی ہے استاد سے سیکھنا بہتر اور آسان بھی ہوتا ہے خصوصاً صحیح استاد مل جائے تو بات بڑی آسان ہو جاتی ہے کیونکہ پھر شاگردوں (مریدوں) کے سامنے ایک عملی مثال ہوتی ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کئی وفدِ پریمی ہوتی ہیں کہ انسانی بھول جاتا ہے مگر استاد سے کسی ہوتی بات پکی یا درہ جاتی ہے۔ استاد سے سیکھنے میں یہ بھی یاد رکھیں کہ اس کے سکھانے کے طریقے اور نظام پر بھی آپ کا اعتقاد رہو تو نتیجہ جلد ملے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی تمہارا بہتر پیر مل جاتا ہے تو اس پر پورا بھروسہ کریں۔ عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ اگر آپ اس پر پورا بھروسہ کرتے اور اسے بڑا روحانی سمجھتے ہیں تو وہ آپ کے اعتقاد کی طاقت کی مدد سے اور کچھ اپنی روحانیت سے واقعی ای قابل بن جاتا ہے۔ پھر وہ آپ کو پورا فائدہ دے گا، چاہے آپ کے دوسرے ساتھیوں کو تو دے سکے۔

روحانی معاملوں میں استاد کی بڑی اہمیت کی ایک وجہ یہ (جیسے غلطی پر چیزیں دیکھنا، دوسری جگہ موجود ہونا، جسم

لوگوں نے پوچھا حضرت! کیا معاملہ ہے؟ ایک سال تو آپ اس کو ہمیں کی محبت میں فنا کرتے رہے۔
اسے اللہ تعالیٰ کی محبت میں گم کر دیا۔ انہوں نے فرمایا ”پہلے ضروری تھا کہ اس کا تعلق ہمیں کسی کے ساتھ ہو،
کیونکہ اسے اس وقت اسی سے محبت تھی۔ میں نے چاہا کہ اسے اسی محبت میں پکا دوں، پھر اتنا پکا کیا کہ محبت کامل اور
جب تمام تقاضا ہائے محبت پورے کر دیئے تو اسے محبت کے شمعائے کمال تک پہنچانا تھا سو پہنچا دیا۔ فرق صرف یہی
تبدیلی کا تھا۔ پہلے ہمیں کی محبت میں فنا ہو چکا تھا۔ اب محبت کی ڈوری کو ادھر سے کاٹ کر ادھر لگا دیا تو وہ خدا کی محبت
کامل ہو گیا۔ میں نے تو صرف ڈوری بدل دی ہے باقی محبت و ریاضت تو اس کی اپنی تھی۔

♦♦♦♦♦

باب یازدہم

روحانیت اور ارتکاز

دنیا کے جتنے مذاہب ہیں ان میں روحانیت کے حصول کا ذریعہ ارتکاز ہی رہا ہے مگر یہ بات انہوں نے راز کی طرح مخفی رکھی تاکہ کسی نااہل کے ہاتھوں میں یہ ٹکڑا نہ آئے تاکہ کوئی بگناہ نہ مارا جائے یعنی کسی نااہل کو دین کے طور پر ہلاک نہ کر دے۔

یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اس ارتکاز کو سب سے پہلے کس نے مذہب کی دنیا میں دریافت کیا تاکہ ہم

خوش جیوے سرفراز شلوچہ ہمارے

ارتکاز کو اس مذہب کی پراپرٹی سمجھیں؟
اس کا جواب یہ ہے کہ کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ کچھ کو سب سے پہلے دین کا حصہ کس نے قرار دیا تھا؟ اسی طرح ہزاروں سچائی ہیں جو جملہ مذاہب کا حصہ ہیں مگر کسی مذہب کی پراپرٹی بھی تصور نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح یہ بھی ایک سچائی ہے جو حقیقت کی حامل ہے جس پر کوئی خاص مذہب اپنا اختیاق نہیں جتلا سکتا۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچائی جناب آدم علیہ السلام اپنے ساتھ لائے تھے اور ان سے وراثت میں اولاد کو یہ ارتکاز ملا کیونکہ ہم ماضی قدیم میں سماج گرد دیکھتے ہیں تو ہمیں جناب نوح سے ارتکاز کے شواہد ملتے ہیں مگر اس کی واضح تصویر جناب ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں نظر آتی ہے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد تو سارے مذاہب کی تبلیغ کا مرکز ہی لفظ یہی ارتکاز رہا ہے۔ اس لئے اولیٰ علیہ السلام (Old Testament) میں جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد ارتکاز کے واضح شواہد ملتے ہیں۔

اسی طرح دنیا کے دیگر مذاہب جیسے ہندو ازم ہے، زرتشت ہے، بدھا ازم ہے، جین ازم ہے، ان میں ارتکاز کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ اس زمانے کی مقدس کتابوں میں یوگ دیا (آسانی تو توں کی ملاقات کا علم، پراپتیا م حصول روح) گیمان دھیان جی اصطلاحات کو برپہ جاتا ہے۔ آگ پراپتکاز (جس پر شمع جینی کی بنیاد ہے) زرتشت کے ہاں واضح نظر آتی ہے۔ سوچ پراپتکاز (جس پر شمع جینی کی بنیاد ہے) ہندو دھرم میں واضح نظر آتا ہے۔ کیسوی اور مراقبہ (جسے منسو رقبہ کہتے ہیں) بدھا ازم کا آج بھی حصہ ہے۔ ”ارتکاز“ کے اس قدر اہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روح کی قوتوں

توت مل جاتی ہے۔ کیونکہ نفس کی موت ارتکاز ہے اور نفس سے مقبوضہ قوتوں کو واپس لینے کا واحد ذریعہ بھی ارتکاز ہے یعنی ارتکاز جس منصوبے پر بھی متعلق ہوگا اس کی قوت واپس مل جائے گی۔
اس علم کا غذا کیا ہے اس پر بعد میں روشنی ڈالی جائے گی۔

جملہ روحانی علوم کی بنیاد اس ارتکاز کے رکھے پر استوار ہے۔ قدیم حاصل اور ماہرین روحانیت اس بات کو بہت پہلے سمجھ گئے تھے کہ نفس کو تخریر کرنے کا واحد ذریعہ ارتکاز ہے اور باقی ہنر مشق ہیں اس ارتکاز کے حصول کے لیے ہیں۔
اب دیکھیں ہمارا اسلامی علم اسماء بھی اسی رکھے پر بننا ہے۔

علم العملیات

کا انھما نفس کی تخریر ہے اور نفس کی تخریر کے حوالے سے ارتکاز سب سے زیادہ ذراثر چیز ہے۔
نفس ”ارتکاز“ کو ذراثر قائل سمجھتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ زبان کچھ کہتی رہے، دماغ کچھ اور سوچے، کان اس کے علاوہ سے اور کچھ دوسری چیز دیکھے۔
مثلاً ایک شخص مصروف نماز ہے، زبان الحمد للہ چڑھ رہی ہے اور دماغ اندر کی میں مڑگشت کر رہا ہے مکان باہر بچنے والے ریکارڈ کون رہے ہیں اور آگے بڑھا رہے، کبھی بند ہو جاتی ہے، کبھی سامنے والی دیوار پر دوڑتی ہے۔ جسم بے توقیر قیام بقوہ کی ایکسٹرنل کر رہا ہے اور شعور کو اس وقت چپ چپتا ہے جب نفس اختتام نماز کا اعلان کرتا ہے اور پھر مسجد سے مجھے کا حکم دیتا ہے۔
اب اس نفس صاحب کی شرارت دیکھیں کہ اس نے کس طرح ایک پتیلے سے دس کاج کر لیے ہیں، ایک تیرے

ارتقا

اگر کسی منتشر فیجیہ پر ارجحاً ذکر کیا جائے تو نفع بخش وہ بھی ہے یعنی قوت کا حصول اس سے بھی ممکن ہے مگر بے گناہ کیونکہ لغویات پر ارجحاً ذکر ہوا ہے۔ مگر اگر ان کی قوت سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس طرح ارجحاً ذکر کا ایک اور شعبہ ہے جو

اس بات سے یہ یقین مٹا ہے کہ کسی کے بکھرے عقل کا راسے دیکھ کر اسے الہی یا نبی نہیں کہا لینا چاہیے۔ تو اس کی اپنی قومیں ہیں جو کارے دکھائی رہیں۔ یہ طبع و ہوت ہے کہ یہ کام سارے لوگ نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں نے اپنی قوم کو بے نظر مفسد کو بہرہ رسانی ہے۔ جب کوئی انسان کسی متبذوقہ قوم کو اپنا لینا ہے تو قوت بھی آجاتی ہے۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علم دنیاؤں میں جس کی بنیاد ارتقا کا ہے تو اب دنیاؤں کو کھیل جاتے سے اس سر پر جیل میں ان تک مدحت دی گئی ہے اور راجہ جی میں ایک شخص نے جیک سے چیک کش کروانے والے کو دنیاؤں پر Hypnotise کر کے لوٹ لیا۔ انہی وجوہات کی بنا پر آج برطانیہ میں مسمریزم Mismyrism پر قانونی طور پر پابندی عائد ہے۔ یہ سب امور بتا رہے ہیں کہ ارتقا کا نظریہ انسان کو ایک بہت بڑی

علم التعویذات

CRYSTALLO MANCY بلور بینی

TASSO GRAPHY تقي بنی

پراسرار علوم

نفس کی پہلی اور آخری خواہش ہوتی ہے کہ ان قوتوں پر مکمل قبضہ اسی کا ہو اور ان قوتوں کے استعمال کی اسے مکمل آزادی حاصل رہے۔

ماورائے نفسیات (پیراسائیکالوجی)

تیسری آنکھ (Third Eye)

خوش حیوے سرفراز بیلے تھوچ مانچسٹر

میں سمجھتا ہوں کہ اگر انسان اپنے کاغذی حاصل کر لے اور نفس کی مقبوضہ قوتیں اس سے مکمل طور پر جھین لے تو پھر وہ کائنات پر متصرف ہو سکتا ہے۔

[illegible]

قیام ارٹھکا حاصل بنیاد ہے جس پر آپ روحانیت کی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ نماز کتنی اونچائی پر لے جانا چاہتے ہیں اب یہ خود موجود سچا ہے۔ مگر یہ نہیں بھولنا کہ آپ عمارت کی اونچائی جتنی بڑھاتے جائیں گے بنیاد کو اتنا زیادہ مضبوط کرنا پڑے گا۔ اور اگر بنیاد موجود نہ ہوگی تو عمارت کے کھڑے ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ عالم اسرار کے چاہے کتنے ہی چھوٹے علم کے لیے اس کے لیے قیام ارٹھکا لازم ہوگا اور روحانیت کی آمیزشوں تک۔ اسی ارٹھکا کی مشق چلی کے مطابق چائیں گے۔

انچلو اور کیمبرلیم اسلام قبول فرمادے ہیں، ان کی ذات کی بات یہ نہیں کر دیا بلکہ میں ایک عام انسانی کی ہا ہ کر رہا ہوں کہ اس میں بھی اتنی صلاحیت موجود ہے کہ انسان نفس کو قابو میں لاکر تصرف کی بلند فہمیوں پر کندہیں ڈال سکتا ہے۔ بشری ارتقا کو اعلیٰ انسانیت کے دائرے سے باہر نہیں لے سکتا۔ کیونکہ ہاتھ کے ارتقا کے دست تصرف سے کوئی چیز نہیں ہے۔ ارتقا انسان کو جسمانی عطا کرتا ہے، ارتقا زبان و ذہن، عالم اور دھڑلے، غلبے، سکتا ہے۔ جو بھی کارناموں سے انسانیت کو درپہر جھرت میں ڈال سکتا ہے، اسی طرح اگر جملہ اعضاء و اجسام میں ارتقا پیدا کر دیا جائے تو انسان کو کیا ممکن مل سکتا؟ اگرچہ جسم سے بے حیثیت کو نکال باہر کرنا آسان نہیں ہے مگر باہن ممکن نہیں ہے، اللہ جل جلالہ کے کرم سے جس کی پر یہ مشکل آسان ہو جائے گی تو وہ مصنف باخلاق اللہ ہو سکتا ہے، یعنی وہ صفات الہی کا جیتا جا مکتا مظہر بن جائے گا اور اوصاف و اخلاق الہی کا مرقع بن جائے گا۔

دوستو! ہم اس کتاب کے عملی حصے میں داخل ہو رہے ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ ”اِنَّمَا اَعْمَالُ“

دوستو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب آدمی قیام ارکان کا متفقین کرتا ہے تو اسے سب سے بڑی مشکل بھری درپیش ہوتی ہے کہ وہ جو جم خیالات کا دغا خوار ہے وہ جن میں بد مذہبوں کو سکن اور اس پر ایک مٹھی ٹھنکھن کا اس جو جم خیالات سے مکمل نجات حاصل کرنے کے لیے تین ماہ لگ جاتے ہیں مگر یہ تین ماہ آئندہ کے کئی برسوں کا وقت بچاتے ہیں۔

-2 مخمّر

◆◆◆◆◆

(1) نظر

(3) تنفس (RESPIRATION)

514

کیونکہ ہر فرد میں تصورِ اسم ذات نے زندگی پر بڑے فیصلہ کن اثرات ڈالے ہیں۔ مراقبہ میں جب سالک خدا

روحانیت اور مراقبہ

محترم قارئین! یہاں پر میں روحانیت اور تصوف کے اہم ترین نقطہ کی وضاحت کرنے کی کوشش کرنے لگا ہوں۔ وہ تمام روحانی طالب علم جو روحانیت کی اس پراسرار روادی میں مفرک نہ چاہتے ہیں وہ اس نقطہ کو بھی طرح طرح میں بھٹائی کر آ کر آپ روحانی ترقی کرنا چاہتے ہیں مگر آپ عرصہ دراز سے کبھی روحانی مسئلے سے منسلک نہیں یا آپ خود ہی روحانیت کے شوقین ہیں اور روحانی اشتغال کر رہے ہیں تو جب تک آپ یہ بات نہیں سمجھیں گے اس وقت تک آپ روحانی سفر نہ جاری رہے گا اور نہ ہی آپ کے من کا اندھیرا دور ہوگا۔ میرے پاس بے شمار روحانی طالب علم اور مساکین آچکے ہیں اور ایک ہی رونا رو تے ہیں کہ میں سال یا تیس سال ہو گئے ہیں فلاں روحانی مسئلے کے ساتھ وابستہ ہوئے یا فلاں گدی ٹیٹھن کی خدمت کرتے ہوئے لیکن زندگی کی مشاہدہ نہ کی کوئی خواب اور نہ ہی کوئی روحانی تہذیبی یا ترقی ہوئی ہے۔ بے شمار کافراؤ کا رچے بچے دیکھنے کرنے کے بعد بھی افسوس کے اندھے اور پرو پر کھڑے ہیں۔

اب جو لوگ بھی روحانیت کے اصل مفکر سمجھنا چاہتے ہیں یا روحانی طالب علم روحانی ترقی اور انوارات الہی کی تجلیات اور مشاہدات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں وہ اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور سراپا کو اپنی زندگی اور روحانی سفر کا لازمی جز بنالیں۔

مراقبہ لفظ رقیب سے ماخوذ ہے اور رقیب اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے ایک نام ہے۔ میرے محترم قارئین اس اسم سے بخوبی واقف ہوئے کیونکہ میرا پہلا روحانی وظیفہ اور مرشد بھی اسم پاک تھا۔

مراقبہ کے معنی ہیں نگہبان، بڑا نگہبان اور پاسبان۔ انگریزی میں مراقبہ کے معنی Meditation کے ہیں۔ مسکرت میں ہزاروں سال سے اس کو دھیان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بدھ ازم میں جھانا کا نام دیا جاتا ہے۔ جین میں جھانا۔ جاپان میں زن کہتے ہیں۔ کوریا میں زن سیون نام لیا گیا اورویت نام میں تھین Thien لیا گیا۔ یہاں پر ایک بات واضح ہوتی ہے کہ کثرت کی مماثلت میں یہ دھیانا، جاپان، زن سیون، جھانا مختلف ناموں سے پکارا گیا۔ اردو میں بھی دھیان کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا ماخذ بھی لفظ ہوتا ہے۔ اسی دھیان سے ہی گیان جنم لیتا ہے جس کو انگریزی میں Wisdom کہتے

آپ خود ہی دور بین ہیں اور خود ہی خود بین ہیں، یہ مراقبہ ہے۔ مراقبہ ایک سیزگی یا زینہ ہے۔ خود اپنے اندر مہر کی لہریں گہرائی میں اترنا اور دیکھنا اور خود کو پھر اندر اتر آ کر آسمانوں کی وسعتوں کی طرف چڑھنا اور دیکھنا یہ مراقبہ ہے۔ زمین و آسمان کی وسعتوں اور نظیہ گوشوں کو دیکھنا، عالم برزخ کو دیکھنا مراقبہ ہے۔ لوح محفوظ کو دیکھنا، اپنے باطن کو دیکھنا اور باطنی قوتوں کا اظہار اور عروج دیکھنا مراقبہ ہے۔ باطن کو ظاہر ہوتے دیکھنا مراقبہ ہے۔ باطن کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے۔ باطن کا اظہار اللہ کا اظہار ہے۔

تاجدار ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں (ترجمہ) کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو کائنات کا ایک چھوٹا سا ذرہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اندر ایک بہت بڑا جہاں آباد کیا ہوا ہے۔

جب مراقبہ کے ذریعے انسان کی روح بیدار ہو جائے تو نہ صرف وہ اپنے اندر کی کائنات کی وسعتوں سے آشنا ہوتا ہے بلکہ ایسے انسان کے سامنے خارجی کائنات کی حقیقت بھی کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہے یہی وہ مقام اور ہے جہاں کائنات کی مادرانی اور مصلیٰ قوتیں اس کے ہر کباب اور ہمو آئین جاتی ہیں۔ اس حقیقت کو ہی تو اقبال نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

بیسے شاہ:

جس سمیت پایا قلندر دا او سمیت ہو یا اندر دا

سلطان باہر:

اے تن حیرا رب سچے دا جہرا
اچھے پا فقیرا۔ چاہتی ہو
تیرے اندر آب حیاتی ہو

ایک سالک جب اپنی فطری خواہش یا مرشد کے کہنے پر جب مراقبہ شروع کرتا ہے تو اس کے سامنے اندھیرے کی سیاہ تاریک چادر مٹی ہوتی ہے لیکن اُسے پتہ ہوتا ہے کہ اس تاریک چادر کے دوسری طرف مظاہرات موجود ہیں اور ایسی قوتیں پر جب وہ متسلل کے ساتھ مراقبہ کرتا ہے تو آہستہ آہستہ باطنی دنیا کے مظاہرات اُس کے سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں اور ایک مقام تک پھر ایسا بھی آتا ہے جب اہل مراقبہ دنیا کے نظاروں کو ظاہر ہی دنیا کی طرح دیکھتے ہے۔

مراقبہ کے روحانی فوائد کو ظاہر ہوتے ہیں ہی، اس کے نفسیاتی اور فنی خواص بھی بے شمار ہیں جس کی وجہ سے آج اہل یورپ بھی تیزی سے مراقبہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ اسلامی مراقبہ کی تاریخ غارِ جبرائیل سے شروع ہوتی ہے، جبکہ اہل یورپ آج مراقبہ کی افادیت سے آگاہ ہو رہے ہیں۔

اسلامی مراقبہ کے ذریعہ کسی بھی انسان پر باطنی دنیا کے وسیع راز کھلے گئے ہیں اور اپنی نفسی بنیاد اور قوتوں

ہے۔ لیکن چند دہائیوں کی کوشش سے یہی خیالات میں یکسانیت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور لاشعری احترام آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہو جاتی اور ذہنی خیالات میں کی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جسم و روح پر سرت اور سرشاری کا احساس غالب ہونے لگتا ہے۔ اور یہی مراقبہ ذہنی سکون، سرشاری، ہار کا وقت اور دنیاوی کاموں کو خوش اسلوبی سے کرنے کا موجب بھی بن جاتا ہے۔

مراقبہ کی تسلسل سے کسی بھی فرد کی شخصیت میں ایسی مقناطیسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ جو بھی اُس کے قریب آتا ہے وہ اُس کے حشر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب لوگ ایسے شخص کی قربت میں سرشاری اور ذہنی سکون کی دولت پاتے ہیں تو خود وہ فرد روحانی سکون اور سرشاری کے کس مقام پر فائز ہوگا کیونکہ اہل مراقبہ اعلیٰ لمبائیت Enjoy کرتے ہیں، دوسرے اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ روحانی قوتوں اور حواس کو بیدار کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ مراقبہ ہے۔

انسان کے اندر پانچ حواس، دیکھنا، سننا، بولنا، چھوننا اور لمس کا کام کرتے ہیں۔ ہر حس ایک مخصوص حد تک کام کرتی ہے مثلاً ہم نظر سے چند کو میٹر تک ہی دیکھ سکتے ہیں، اور ایک خاص طول موج سے کم یا زیادہ آواز ہم نہیں سن سکتے، اور نہ ہی کسی چیز کے قریب جائے بغیر اسے چھو سکتے ہیں۔ انسان کو یہ پانچ حواس محدود و محدود تک ہی کام کرتے ہیں جبکہ روحانی دائرے میں ان کی Range محدود ہو جاتی ہے۔

روحانی دنیا میں فاصلوں کی پابندی یاں ختم ہو جاتی ہیں اور کان پر طول اور موج کی آواز بھی آسانی سے سن سکتے ہیں۔ دنیا میں کام کرنے کے لیے ہمیں مختلف زبانوں کی سمجھنی ہوتی ہے۔ اگر آپ زبان نہیں جانتے تو دوسرے سے بات یا معلومات کا تبادلہ نہیں کر سکتے جبکہ روحانیت میں شوقیت یاں الفاظ کی محتاج نہیں ہے اور آپ آسانی کے ساتھ بغیر گفتگو کے بھی ایک دوسرے کے خیالات سے واقف ہو سکتے ہیں اور اپنے خیالات دوسروں تک بغیر کسی لفظ کے پہنچا سکتے ہیں۔

مراقبہ بہت دور کی چیزوں کو قریب سے دیکھا جاتا ہے یا دور بین کا خود بین بن جانا مراقبہ ہے۔ یعنی

کے مکر و فریب سے آشنائی ہونے لگتی ہے اور نفس کو مہذب بنانے کا آرت بھی آتا ہے۔ اور اسلامی شریعت کی پابندی، اخلاقی حسن کا حال ہونا، اللہ سے محبت، اللہ کے بندوں سے محبت اور اللہ کی مخلوق کی خدمت، اور حقوق کو اللہ کے کتبہ کی حیثیت دینا اور دل کی گہرائیوں سے دنیا کی پجارت اور اپنی خود مود و غش کا نکل جانا، اور اللہ سے ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے دعا میں کرنا، ممبر شکر، قناعت و زہد توکل جیسے اوصاف سے بہرہ ور ہونا، ایمان و یقین و اخلاص کی کیفیت میں مسلسل اضافہ ہوتے رہنا، فخر کی طاقتوں سے متاثر ہونے کے بجائے انہیں ناکارہ، مستحق افراد کی مدد کرنا بھی صلاحیتیں اہل مراقبہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار فنی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جو لوگ مختلف ذہنی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جب وہ تسلسل سے مراقبہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں تو وہ بہت ساری انسانی اور جہانی کھینچوں پر قابو پا لیتے ہیں۔ بہت سارے فنی رجحانات اور خیالات جن کی وجہ سے فرد بہت پریشان رہتا ہے ان سے ہمیشہ ہمیش کے لیے چھٹکارا پا لیتا ہے اور ہر وقت سکون اور اطمینان قلب کی لذت پانے کے ساتھ ساتھ سرور و مسرت اور سرشاری کی وہ کیفیت پا لیتا ہے جس کی قدر و قیمت کا حساب لگانا بہت ہی مشکل ہے۔

یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے پہلے مکہ کے قریب ہاجرہ میں عبادت کے لیے جایا کرتے تھے۔ نام نہاد علماء اور دانشوروں سے اگر پوچھا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نبوت نہیں ملی تھی، کوئی نماز وغیرہ بھی نہیں تھی تو وہ ہاجرہ میں کیا کرنے جاتے تھے تو بہت ناگواری سے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پورا چارے کی چھائی میں مراقبہ کرتے جاتے تھے۔ شدید حیرت والی بات یہ ہے کہ جس مراقبہ کے دوران جبرائیل الامین تشریف لائے اور نبی ولی نازل ہوئی اور پیارے آقا نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اُس کا ذکر کرتے ہوئے بے شمار محدثین، مفسرین اور فقہا کو کیا مسئلہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں مراقبہ کا ذکر کرتے نہیں کرتے اور اگر بھی مراقبہ میں روحانیت کرتے ہیں تو طرح طرح کے الزامات لگاتے جاتے ہیں؟ ان بے ہمتی اندھوں سے کوئی پوچھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاجرہ میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر، حضرت مریم علیہا السلام جہانمی میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صحرا میں کیوں دنیا سے کٹ کر غور و فکر یا مراقبہ کرتے تھے تو ادھر ادھر کی فضول باتیں اور اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

یہاں پر ایک اور نقطہ بھی قابل توجہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے پیشے کے ساتھ خشک ہو گئے تھے۔ آپ کے اخلاق اور کردار سے متاثر ہو کر مکہ کی ایک مالدار خاتون نے آپ سے شادی کر لی اور یہ شادی انتہائی کامیاب شادی قرار دی جاسکتی ہے۔ اب یہ بات سب جانتے ہیں کہ شادی کے وقت حضرت خدیجہ زہری اللہ تعالیٰ نے مکہ کی امیر ترین خاتون تھیں۔ شادی کے بعد وہ ساری دولت کو گھر کی؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب و روز کس کام میں گزارتے تھے؟ تاریخ یہاں خاموش دکھائی دیتی ہے۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غور و فکر اور مراقبہ کے لیے ہاجرہ میں جایا کرتے تھے۔ یہاں پر لوگ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے بجائے کاغذ حق کے لیے ہاجرہ جانا یا زیادہ مقدم سمجھا اور یہ بات تاریخ میں ثبوت کے طور پر

انسانی جسم روح اور گوشت کا مجموعہ ہے۔ روح اس جسم کا اصل ہے۔ انسانی روح کو اگر بیدار کر لیا جائے تو یہ روح جسم کے بغیر بھی حرکت کر سکتی ہے۔ اگر اس مراقبہ کے ذریعے ہی اس روح کو بیدار کر کے حرکت اور سفر کے قابل بنائے۔ انسان جہد کے عالم میں خواب دیکھتا ہے یا یہی روح زمین و آسمان کے دور دراز گوشوں کی سیر کرتی ہے۔ انسان مرگ میں اپنی مرضی سے پرواز نہیں کر سکتا۔ وہ بے بسی سے خود متاثر ہوتا ہے لیکن اسی مراقبہ کی بدولت ہی انسان یہ ملکہ حاصل کر لیتا ہے کہ وہ شعور بیداری کے ساتھ حالت خواب میں چلا جاتا ہے یا انسان بیدار ہوتے ہوئے خواب کی دنیا میں سفر کرتا ہے۔ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ مراقبہ کی تسلسل سے روحانی ترقی اس مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ خواب اور بیداری کے حواس برابری کی سطح پر آ جاتے ہیں اور انسانی شعور بیداری اور خواب کے معاملات یا صلاحیت کو اپنی مرضی سے حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کی بیداری اور اعتبار کے لیے مراقبہ کیا جاتا ہے۔ انسانی دل میں کائنات کے لائحہ دور اور رموز چھپے ہیں لیکن انسان کی بد قسمتی کے وہ اس تک رسائی پانے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ کوشش مراقبہ کے ذریعے ہوتی

موجود ہے کہ آپ کئی کئی دن بلکہ بعض اوقات مہینوں تک ہاجرہ میں قیام فرماتے اور اپنے ساتھ بھگوریں، بانی اور ملازمین لے جاتے اور مراقبہ کرتے۔ کیونکہ آپ ایک عظیم شخص نے کردہ نبیائیں آئے تھے اس لیے وہ ساری دولت کو گھر کی؟ کیونکہ وہی تاریخ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک امیر اور دولت مند تاجر کے روپ میں نظر نہیں آتے۔ ہمیں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ساری دولت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت خلق اور دوسروں کی مدد یا خدمت میں خرچ کر دی اور اس کام میں آپ کی عزت و ہیوی آپ کی آپ کو مکمل حمایت حاصل تھی۔ جب بھی کوئی دی کا ذکر ہوتا ہے تو انہی مفسرین کا بیان ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت عبادت میں مصروف تھے۔ یہاں پر اگر ان سے پوچھا جائے کہ کوئی عبادت کر رہے تھے تو لفظ مراقبہ کی ادائیگی میں ان کو شدید مشکل آتی ہے۔ جب بار بار صراحت کیا جائے تو بڑی مشکل سے مان جاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حالت مراقبہ میں تھے اور یہی مراقبہ آپ کی عبادت تھی۔

محترم قارئین! دین کی ہر تہذیب میں مظاہر قدرت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اس طرح کے غور و فکر کا

اس طرح حاکم بولا میری مہربانی اور توجہ اسی لیے اس پر زیادہ ہوتی ہے کہ باقی لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں لیکن یہ میری فکر کا دودھ پیتا ہے اور میرے حالات پر نظر رکھتا ہے۔

مراقبہ کی اہمیت کو سید الفیہ حیدر بغدادی واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ جو شخص مراقبہ کے وقت ثابت قدم رہے اسے صرف اللہ کے ہاتھ میں ہر شے چھوڑ دینی چاہیے۔

مراقبہ اور باقی مذاہب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مراقبہ کے بارے میں فرمان ہے: خدا کی بادشاہت تمہارے اندر موجود ہے اسے اندر تلاش کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صحرا میں 40 دن مراقبہ اور غور و فکر میں ہی گزارے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس راتیں کو طور پر گزاریں، غور و فکر اور مراقبہ کیا۔ ہندوؤں کی کتاب بھگوت گیتا میں راجا یوجن نے ذکر میں کہا آپ ذہن پر قابو حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں جو کوئی پہچاننے کی بات کرتے ہیں لیکن میں اپنے ذہن کو منتشر پاتا ہوں تو کرشن جی نے کہا: جو تم کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے لیکن مسلسل کوشش کر کے مراقبہ کے ذریعے منتشر ذہن کو قابو یا یکسو کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح جب مہاتما بدھ اپنی بادشاہت کو چھوڑ کر معرفت اور حقیقت کی تلاش میں بھگل درجنگی تقریباً چھ سال گھومتے رہے، اپنے جسم کو روحانی عملوں اور باضتوں سے گزارا اور آخر ”نیرما“ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور مسلسل 40 دن مراقبہ اور غور و فکر کیا۔ شیطانی قوتوں نے بہت جلدیے اور دوسرے کی کوشش بھی کی لیکن مہاتما بدھ

جن پر عمل پیرا ہو کر مشائشان حق اپنی منزل تک آسانی سے پہنچ سکیں لیکن مختصر مراقبہ کے فوائد درج ذیل ہیں:

مراقبہ کے فوائد کا آغاز میں مولانا رومی کے اس شعر سے کر دوں گے۔

بجی اندر علوم انجیا
مراقبہ و بے کتاب داوتا
(انجیا کے علوم کا اپنے اندر میں مشاہدہ کرو بغیر ہر ہما، بغیر کتاب اور بغیر استاد کے)

لیکن یہاں پر ایک وضاحت کروں کہ قرآن و سنت کی پیروی لازمی ہے۔

مراقبہ بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے۔

☆ جب فرد کے اندر مثبت تبدیلی آئے گی تو وہ ظاہر ہی مثبت اظہار کرے گا۔

☆ مراقبہ فرد کو اسفل السفلین سے نکال کر کلکونی دنیا میں لے جاتا ہے۔

☆ فرد کے اندر احرام انسانیت اور دروازہ انسانیت پیدا کرتا ہے۔

☆ فرد کو حسی انسان بناتا ہے اور حسی انسان پھر مثالی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

☆ فرد کو روحانی اور جسمانی لغت اور سرشاری عطا کرتا ہے۔

☆ قوت حیات کو طاقتور بناتا ہے۔

☆ بلند پریشی کے باوجود خوش کرتا ہے۔

☆ بصارت اور سرعت کی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ خون کی روانی کو بہتر اور چمکانی کو کنٹرول کرتا ہے۔

☆ ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔

☆ خوف، وہم اور ڈرچہ بٹھان سے نجات مل جاتی ہے۔

باب سیزدہم

لطائف بدن و جس دم

علوم روحانیت میں دس درجے رکھنے والے صاحبان کا کہنا ہے کہ بدن انسانی میں کچھ مقامات نہایت ہی فیوض و برکات کے حامل ہیں۔ ان مقامات کو وہ لطائف کا نام دیتے ہیں۔ سائل کہ جسے جیسے روحانی درج طے کرتا جاتا ہے یہ لطائف کھلے جاتے ہیں۔

بعض عرفاء کے نزدیک ان کی تعداد پانچ اور بعض نے سات بتائی ہے۔ لیکن قول مشہور یہ ہے کہ ان کی تعداد

لطائف ستہ

اول: لطیفہ قلب

مقام اس کا دو انگشت نیچے پستان چپ کے ہے۔ اور نور اس کا سرخ ہے۔

دوم: لطیفہ ریحی

جگہ اس کی دو انگشت نیچے پستان راست کے ہے۔ اور نور اس کا سفید ہے۔

سوم: لطیفہ نفس

مقام اس کا زیر ناف ہے۔ اور نور اس کا زرد ہے۔

چہارم: لطیفہ سہری

مقام اس کا درمیان سینہ کے ہے۔ اور نور اس کا سبز ہے۔

پنجم: لطیفہ شفی

مقام اس کا بیچ پانی یا دونوں ہنڈوں کے درمیان ہے۔ اور نور اس کا نیلا ہے۔

ششم: لطیفہ زہلی

مقام اس کا اتم الدماغ بین دماغ کے وسط میں ہے۔ اور نور اس کا سیاہ یا سفید ہے۔

ہوتی ہے:

ان کے کہنے کے مطابق یہی پیکرا انسان کی ہر قسم کی توانائی اور صلاحیتوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اگر یہ پیکرا اور ان سے متعلق توانائی پوری طرح کام کرتی ہے۔ اگر یہ صحیح کام نہ کرتے ہوں یا بالکل بند ہوں تو ان سے متعلق توانائی اور صلاحیتیں...

سب سے پہلے سر پر ہونے والے چھ ساتھیوں کے ذریعے طاقت (Energy) جاتی ہے ان میں سر کے اوپر والے Crown Chakra پکڑا کھینچے ہیں اس کا تعلق سب دوسری توانائی کو کنٹرول کرنے سے بتایا جاتا ہے۔ یہ پکڑا سب سے طاقتور کہا جاتا ہے۔ دونوں ہنڈوں کے درمیان پیشانی میں موجود پکڑا Third-eye Chakra کہتے ہیں اس کا تعلق چھٹی حس سے بتایا جاتا ہے۔ گلے کے نیچے سرے میں موجود پکڑا Throat Chakra کہتے ہیں اس کا تعلق بات چیت اور اس کی حفاظت وغیرہ سے ہے۔ چھاتی کے درمیان موجود پکڑا کوہارت پکڑا کہتے ہیں اس کا تعلق دل اور روح سے ہے اور یہ صدمہ وغیرہ سے ہے۔ ناف کے نیچے موجود پکڑا Chakra Navel کہتے ہیں، یہ جسمانی صحت سے متعلق ہے۔ دونوں اعضائے ناسل کے نیچے بھی ہندو دو اور پکڑا کا قاتنا ہے ان میں درجہ کی ہڈی کے نیچے حصے موجود پکڑا کو کنٹرول پکڑا کہتے ہیں۔

یوگا میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کی کنٹرولنگی بیدار ہو جائے تو آپ افاقہ اضطراب طاقتوں کے مالک بن جائے ہیں ان کے نیچے کے مطابق کنٹرولنگی میں ایسی طاقت چھپی ہے کہ انسان اس کی مدد سے وہاں اڑ سکتا ہے، پہاڑوں کو اڑا سکتا ہے یعنی ہر طرح کے کام کر سکتا ہے۔

طبی نقطہ نظر سے اگر بدن انسانی کو دیکھا جائے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہڈی کی ہڈی کے نیچے سرے پر ہر طرح کے اعصاب ہوتے ہیں۔ جو کہ جسم کے بہت سے حصوں سے منسلک ہوتے ہیں اور ان کو طاقت دینے اور کنٹرول کرتے ہیں۔

ہندو یوگیوں کے کہنے اور یوگا کے اصولوں کے مطابق اگر آپ کے پکڑا پوری طرح صحیح ہو تو آپ کی سب روحانی صلاحیتیں پوری Develop ہو جاتی ہیں۔

مثلاً اگر آپ کی پیشانی والا پکڑا صحیح کام کر رہا ہو تو آپ کی چھٹی حس پوری طرح کام کرے گی۔ اور ہر چیز

دار و مدار سانس پر ہے۔ اگر ہم سانس نہ لیں تو چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر پرسکون ہوں تو آپ کے سانس بھی گہرے اور پرسکون ہونگے۔ گھبرانے کی حالت میں آپ کے سانس بھی آدھے اور جلد جلد آنے لگتے ہیں۔ دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کو شش سے گہرے اور لمبے سانس لیا کریں تو آپ خود کو پرسکون اور آرام میں محسوس کریں گے۔ اس لیے سانس پر سکون اور ریلیکس (Relax) ہوں تو آپ کا ذہن اپنی پوری طاقت میں ہوتا ہے۔ آپ کی توجہ فیصلح ہوتی ہے اور آپ جو بھی کام اس وقت کرتے ہیں وہ بہت بہتر طریقہ سے ہوتا ہے۔ بہت سے کھیلوں کے مقابلے میں بھی دیکھا گیا کہ اگر دونوں کھلاڑی ایک ہی جسمانی قابلیت کے ہوں تو ان کے مقابلے کی صورت میں وہی جیتے گا جو زیادہ ریلیکس Relax اور پرسکون ہوگا۔ نروس ہونے والے بار جایا کرتے ہیں۔

دوسری طرف ذہنی مقابلوں میں گھبرانے والے کے جیتنے کا چانس نہ ہونے کے برابر ہے۔ کچھ ماہر کھیلنے والے اپنے مخالف کھلاڑی کو بڑے پلان سے نروس کرتے ہیں اور اس سے جیت جاتے ہیں۔ آپ اپنے سے بہتر کھلاڑی سے جیت جائیں گے اگر آپ اس کو نروس کر دیں۔ روحانیت کے کسی بھی کام میں ترقی کے لیے بہت ضروری ہے کہ انسان اس میں نروس نہ ہو بلکہ پرسکون رہے۔

سانس لینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ پیٹ تک سانس لیں یعنی آپ ہوا کو چھاتی سے نہ کنٹرول کریں بلکہ اسے پیٹ تک جانے دیں۔ جب آپ سوتے ہیں تو آپ کا ذہن سکون کی حالت میں آ جاتا ہے۔ اس وقت آپ پیٹ تک گہرے سانس لے رہے ہوتے ہیں جبکہ عموماً جاگتے وقت آپ صرف چھاتی سے سانس لیتے ہیں۔

بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو پیٹ تک سانس لیتا ہے جو سانس کا صحیح اور مکمل طریقہ ہے۔ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو صرف چھاتی سے یعنی آدھا سانس لیتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح سانس وہ ہوتا ہے جس میں شش کے ہر عضو میں آکسیجن پہنچے۔ پیٹ تک سانس لینے کا خصوصاً ہماری صحت پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ بدھ مت کی روحانیت میں بیان ہے انسان کے جسم میں ایک خاص توانائی (Energy) ہوتی ہے جسے وہ چینی انرجی CHI کہتے ہیں۔ اگر انسان کی کئی ٹھیک ہو تو وہ صحت مند

باب چہارم

روحانی پرواز

نعرہ ظلمانی

دوستو جب انسان روحانیت کے حصول کے لیے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے تو جو کچھ سب سے پہلے اس کے سامنے آتا ہے اسے نعرہ ظلمانی کہتے ہیں۔ یہ الفاظ دیگر نعرے مثلاً بھی کہتے ہیں یعنی جو لوگ منزل توحید کی طرف بھڑ پڑا ہوتے ہیں انھیں جس پہلے دن سے گزرتا ہے وہ یہ سٹی ظلمانی کرہ ہے۔

جب آدمی آئیں کرہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے ظلمانی مخلوق نظر آنا شروع ہو جاتی ہے جسے کوئی شخص افریقہ کے جنگل میں داخل ہوتا ہے تو اسے وہاں جانور نظر آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ اس انسان کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں کہ یہ یہاں کسی کے شکار کے لیے آیا ہے اس لیے وہ اس سے دور بھاگتے ہیں اور انھیں خود معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس جانور کا شکار کرنا چاہتا ہے اس لیے اس سے سارے جانور ڈرتے ہیں۔

جب انھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس کے پیچھے بھاگ رہا ہے تو باقی جانور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان مخلوق ظلمانی میں داخل ہوتا ہے تو وہ مخلوق ظلمانی یہ سمجھتی ہے کہ یہ بشر یہاں ان کے شکار کو نکالا ہے اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شاید ہم میں سے کسی کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ مخلوق پہلے تو اسے صرف نظر کرتی ہے جب وہ انسان کو اس وادی میں اس گروے میں مسلسل دیکھتی ہے تو وہ یقین کر لیتی ہے کہ اس کے ارادے ٹیک نہیں، یہ ہم میں سے کسی کو ضرور شکار کر کے جائے گا۔ اس لیے وہ مخلوق اسے اپنی حدود سے بھاگنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کے پاس ایک ہی ہتھیار ہوتا ہے یعنی ڈرانا۔ اس لیے وہ مخلوق اسے ڈراتی ہے اور جو انسان ڈر جاتا ہے تو پھر اسے مار بھاگتی ہے۔

جب انسان اس کرہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کی مخلوق کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی منزل کوئی بڑی چیز نہیں تو وہ اسے بالکل نظر انداز نہیں کرتی بلکہ وہ کوئی چھوٹا سا کھلوکا سے بڑی سعادت مندی سے دے دیتی ہے یعنی اس کرہ کے کھلوکے اس قسم کے ہوتے ہیں سمریزم ہے، ہینڈلزم ہے، ٹیلی پتھیسی ہے، ٹھنڈا آئی ہے۔

اس کرہ کی بڑی چیز ہزاروں ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہزاروں طرح کے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو

- ☆ بے موسم کے پھل وغیرہ منگوانا
- ☆ انسانی بیمار یوں کا علاج کرنا
- ☆ نیکروں میں سے قاتل سے بچ کر نیکروں میں منگوانا
- ☆ مادی چیزوں کو بند کر کے میں منگوانا
- ☆ ذہنی باتوں کو بند کر لینا
- ☆ سیرالارض کر لینا
- ☆ پانی چٹانا
- ☆ آگ میں داخل ہونا اور آگ کا اس پر بے اثر ہونا
- ☆ ہزاروں میل دور پہنچے ہوئے شخص سے - کلمات و سکناات کے بارے میں آگاہ کرنا
- ☆ ہزاروں میل دور پہنچے ہوئے شخص سے - کلمات و سکناات کے بارے میں آگاہ کرنا

اعمال ظلمانی

انسان کا اپنا ہزار ہوتا ہے دوسرا ایسے مردہ شخص کے ہزار کو خیر کیا جا سکتا ہے کہ جو کسی حادثے میں مر چکا ہو۔ خیر تو ہو جاتا ہے مگر کام لینے والوں کے لیے وہ کسی بڑے کام کا نہیں ہوتا۔ اس ہزار کو لطیفہ فنی یا لطیفہ نفسی بھی کہتے ہیں اور اس کے چار اقسام ہوتے ہیں یعنی انسان کے ہزار ہوتے ہیں ان کے چار اقسام ہوتے ہیں جنہیں ان کی خصوصیات کے اختلاف کی وجہ سے آتش وادی والی اور مادی ہزار کہا جاتا ہے۔

علم الہزارہ کے ماہرین جانتے ہیں کہ اپنے ہزار کی تعمیر کے لیے کئی طرح کے اعمال کیے جاتے ہیں۔ اس میں اولین وہ اعمال ہوتے ہیں جو تاجکے یعنی کے ہوتے ہیں یعنی ایک بڑا آئینہ لے کر جس میں انسان کا چہرہ گراں گراں نظر آئے۔ اس کے بعد اس کے ہزار کو خیر کیا جا سکتا ہے کہ جو کسی حادثے میں مر چکا ہو۔

اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس میں جہاں جاتی ہے اور اسے اس میں رہا جاتا ہے۔
آئینے میں نظر نہ آئے مگر روشنی انسان کے چہرے پر پڑ رہی ہو۔ اس کے بعد انسان اس آئینہ میں اپنی آنکھوں کے
درمیان مقام متوجہ نور پہ لگا ہوں گا اور اس کا رنگا رنگ ہے۔ آنکھوں کو چھپکے بغیر ایک گھنٹہ ریاضت کرنا پڑتی ہے اور اس
دوران دھوکہ خیز اور پڑھی جاتی ہے۔

تو چاہیں تو ان دنوں تک وہ جسم ہو کر انسان کے سامنے آ جاتا ہے اور اس کی دن انسان کو ایک صاف نظر سے دیکھتا ہے۔
ہوتی ہے اور مزاد انسان کے سامنے آ کر پوچھتا ہے کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس وقت اسے حکم دیا جاتا ہے کہ تم اس ہل میں
پلے جاؤ جب وہ اس میں چلا جاتا ہے تو اس پر کارنگ لگا دیا جاتا ہے اور اس سے عہد و پیمان ہوتے ہیں اور اطاعت کا وعدہ کیا
جاتا ہے اور بلائے کا طریقہ پوچھ کر اسے رہا کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح طاقتور و کمزور وہ ہوتا ہے جو سورج بنی یا سورج کو پشت دے کر بیٹھنے سے جو سایہ بنتا ہے اس پر نظر
جما کر دعوت کے ذریعے لایا جاتا ہے اور سزا جاتا ہے۔ اگر اس کے حصول میں جلدی ہو تو پھر دن کو سایہ بنی کی جاتی
ہے اور رات کو شمع پشت پر رکھ کر سایہ بنی کی جاتی ہے اس طرح روزانہ دو گھنٹے کی محنت ہو جاتی ہے تو لطیفہ نفس جلدی
بیدار ہو جاتا ہے۔

مغربی دنیا کا جو پیر چرچل انزم (spiritualism) ہے یا اپوسٹس (apostasy) ہے یہ اسی کامربون منت ہے
اور ماضی کا علم کبھی بھی سبکی چڑھا تھا اور اس کی ابتدا دائرہ بھرنے سے ہوتی ہے اور مغربی فرقہ آئی (third eye) (تیسری
آنکھ) بھی بطریقہ نفس کی بیداری کا نام ہے۔ لطیفہ نفس بیدار ہو کر کسی قسم کے کام کر سکتا ہے مثلاً

☆ دور دراز کی خبریں لانا

☆ مستقبل کے بارے میں درست پیش گوئیاں کرنا

☆ چوری شدہ اشیاء کے بارے میں بتانا

انزم (spiritualism) کے کارنامے آج ساری دنیا جانتی ہے۔
یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مہراو کے یہ افعال ایک خاص مقدار تک محدود ہوتے ہیں وہ بھی طور پر با اختیار نہیں

ہوتے۔
مگر یہاں ایک لمحہ بھی قیام جائز نہیں سمجھتے۔

گرکہ نار

جب انسان ایک اعلیٰ منزل کی طرف بھڑ پڑا ہوتا ہے اور اس کا مرکز رکھ لگاتی ہے ہوتا ہے اور یہاں کی مخلوق کو
فتح کرتا ہے اور وہ مخلوق اس کی اطاعت کے لیے حاضر ہوتی ہے۔ وہ تو جس انسان سے مرعوب تو راتی ہیں اور اس کے
مقابلے میں کسی اعلان جنگ نہیں کرتیں مگر ایک طرح سے اس سے آغوش بھی ہو جاتی ہیں جب انسان اس کرہ کو عبور کر کے
کرہ نار میں داخل ہوتا ہے تو عالم نار میں مل جاتی ہے جاتی ہے کہ یہ آدم زادہ یہاں کیسے ٹھہرے آیا ہے اس کا آغا چھانگنوں نہیں
مانا جاتا اس لیے وہ مخلوق اسے دیکھنے آتی ہے تو انسان بھی اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

یہاں بھی وہی آدمی مارکھا جاتا ہے جو رات جاتا ہے کیونکہ دھار چھوڑ بیٹھتا ہے اور جب وہ دھار سے لگتا ہے تو وہ
اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اس کی ایسی حالت بناتے ہیں کہ پھر بھی یہاں آنے کا نام نہ لے۔

کرہ نار کی فتح کے بہت سے اعمال ہیں جو اعمال تسخیر جنات کے نام سے مشہور ہیں۔ میں انہیں یہاں نہیں
لکھتا چاہتا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ تاری مخلوق بھی وہی کام کرتی ہے جو سطحی مخلوق کرتی تھی مگر اس کا دائرہ اختیار اور

وہ اسے ذرا قی بھی ہیں مگر بعد میں اس پر فرمائش کرنا شروع کر دیتی ہیں اور بعض اوقات انسان کو پوری پوری رات اپنی
ذات میں گزار دیتی ہیں۔

اس مقام پر حقیقی کشف قیور حاصل ہوتا ہے کیونکہ کشف قیور قیور حاصل ہوتا ہے، ایک جزو قیور دوسرا حقیقی۔ پس
یہاں حقیقی کشف قیور حاصل ہوتا ہے اور یہاں اولیائے کرام کی رو میں صفا کی رو میں اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔
کچھ لوگ اس عالم میں بیٹھ کر اس کا نظارہ کرتے ہیں تو یہاں کے ہو کر رہ جاتے ہیں اور آگے جانا بھول
جاتے ہیں۔ اس عالم میں بیٹھنے کے بعد انسان کو اور اوج مومنین اور اولیائے کرام کی صحت بصر آتی ہے کیونکہ یہ گرہ بادی
ہوتا ہے اس لیے اس میں آدمی خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس میں انسان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے دیوان عام میں داخلے کی اجازت بھی مل جاتی ہے اور وہاں بھی کسی ان کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔
اور انسان اسی کو اپنے لئے معراج تصور کر لیتا ہے مگر یہ تو ایک ابتلا ہے کیونکہ وہ ہشتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح
اعلان نبوت کے وقت موجود تھے اسی طرح آج بھی موجود ہیں۔ جس طرح اس دور میں کفار و مشرکین بھی ان کی زیارت
کر سکتے تھے اسی طرح آج بھی کر سکتے ہیں مگر جس طرح ان کی موجودگی کے ظاہری زمانے میں کسی غیر عارف کو روحانی
فیض نہیں ملتا تھا اسی طرح آج کے مشرکین و منافقین بھی زیارت تو کر لیتے ہیں مگر اسرار معنوی و روحانی سے ہمیشہ محروم ہی
رہتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو کیسے پتہ چلے کہ اس نے جو زیارت کی ہے وہ معنوی فیض بخش ہے یا نہیں،
یا یہ کہ اس نے کسی قسم کی زیارت کی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب بھی انسان اعمال زیارت کرتا ہے یا روحانی سفر میں مصروف ہوتا ہے تو اسے در طرح
کی زیارت ہوتی ہے، نمبر 1: زیارت عامہ ہوتی ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ انسان جب ان کی زیارت کرتا ہے تو یا تو ان کی
صورت نورانی کے خدو خال کو نہیں دیکھتا، یا ایک غیر واضح تصور دیکھتا ہے یا پھر وہ کسی کی شکل میں خود کو ظاہر فرماتے ہیں، یا
ان کی زیارت غیر متشعر صورت میں ہوتی ہے۔ یہ اسی بات کی علامت ہے کہ اس نے ان کے باطن نورانی کی زیارت
نہیں کی بلکہ ماضی کے غیر عارفین کی طرح اس نے زیارت کی ہے۔

نمبر 2: زیارت خاصہ ہوتی ہے جو عرفاء و اولیاء کی روحانی فیض پہنچانے کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں ایک تو
آجینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور نورانی صورت میں ہوتا ہے اور ان کے خدو خال واضح ہوتے ہیں۔ زیادہ تر وہ تنہا ہی
ظاہر ہوتے ہیں، کبھی کبھی میں انہیں نہیں دیکھا جاتا تینوں دو کسی اجتماع میں نظر نہیں آتے اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا شخص نظر
نہیں آتا، بلکہ وہ صرف ای شخص کے لیے ظاہر ہوتے ہیں جسے فیض روحانی پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

ایک اور بات بھی یاد رہے کہ زیارت عمومی و عامہ گرہ رومی میں جائے بنا بھی ہو جاتی ہے مگر زیارت خاصہ گرہ
رومی میں جائے بنا نہیں ہو سکتی اور وہاں بھی اس کی بجائے دوسروں میں باقی رقی ہیں اور اگلے گھر میں بھی صورت حال
باقی رقی ہے یعنی زیارت عامہ بھی ہوتی ہے اور زیارت خاصہ بھی۔

وقت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جب وقت تاریہ سے قوت مطلق کا تصادم ہوتا ہو تو قوت تاریہ غالب رہتی ہے۔ یوں کہ ان کی
اگر کوئی قوت مطلقہ کا حامل کسی قوت تاریہ کے حامل کے مقابلے میں آجائے تو قوت تاریہ کا حامل اسے ایک منہ مٹا کر
آؤٹ کر دیتا ہے۔

یہاں میں یہ بات بھردہ راؤں کا قوت تاریہ کو ایک مان مسلم بھی حاصل کر سکتا ہے بلکہ ایک لائے بھی یہاں
تک جا سکتا ہے، اس لیے ایک عارف کے لیے یہ مقام کوئی قائل نہیں ہے۔ مگر کئی لوگ اس مقام پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں
جاتے ہیں اور اس قوت کے شعبوں سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور لوگوں کی تعظیم و تکریم دیکھ کر اپنی اوقات
بھول جاتے ہیں اور انہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور ایسا عامل یا غیر کامل مرشد جو اس منزل کا سامان ہوتا ہے اور وہ اچھا
طالب علم کو نہیں سمجھتا بلکہ لاکھ چھوڑ دیتا ہے اور اسے یہ یاد کر دے کہ یہی آخری منزل ہے۔ کیونکہ وہ خود
اگلی منزل سے آشنا ہوتا ہے وہ اپنے طالب علم کو آگے کیلے جا سکتا ہے۔ اور ان درمیانی منزلوں کے سامنے کسی کو اس
اوقات اگلی منزل والوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ اگلی منزل کا سامان اس سے اس کی ساری محنت سبھی چھ کر لیتا ہے اور
ساری زندگی بھٹکتے گزر جاتی ہے۔

جبکہ مرشد یا لائے ایسا آگاہ فرما دیتے ہیں کہ اس راستے میں کیا کیا ملنے والا ہے مگر ختم آنہ منزل
دیکھ کر کھٹا ہے اور انہیں مثالوں سے سمجھا دیتے ہیں کہ قیوم ترانے کی داد میں ہیں جنہیں آخری منزل نہیں سمجھنا چاہیے اور
جمیں ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جائے جو انہیں وادیوں میں خیمہ زن ہو جاتے ہیں اور کشف و کرامات میں مشغول ہو کر
لوگوں کے درمیان اپنے بیٹھتے ہیں کہ زندگی بھر اس سے نہیں نکل سکتے۔ اس لئے مرشد کامل کشف و کرامات میں کسی طالب علم کو
داخل ہونے کی اجازت نہیں فرماتا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ ان مسلم کا آخری سناپ ہے اس سے آگے کوئی غیر مسلم نہیں جا
سکتا کیوں کہ ہمیں اس سے آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور ان کے کرم کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا ہے۔

گرکہ رومی

جب انسان اس روحانی سفر میں پرواز کرتے کرتے مخلوق نار سے گزرتا ہے تو وہ اسے ایک مقام پر فائز مان لیتی
ہے اور اس کی اطاعت میں آنے کے لیے عہد و پیمان کے لیے حاضر ہوتی ہے تو اس مقام پر طائران قدس بغیر عہد و پیمان
لئے انہیں رخصت دے دیتے ہیں کہ ہم تو مسافر ہیں یہاں بھی انہیں نہیں رکھنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں آپ سے کوئی سروکار
نہیں ہے اس لئے آپ جائیں۔

اس طرح جب اس کرہ نار سے انسان اوپر جاتا ہے تو وہاں کرہ رومی شروع ہو جاتا ہے جب انسان اس میں
داخل ہوتا ہے تو عالم ارواح میں موجود روحیں حیران ہوتی ہیں کہ یہاں ایک بیتا جانتا انسان کیسے داخل ہو گیا ہے؟
یہ غیر تمام عالم ارواح میں پہنچنے سے تو اسے دیکھنے کے لیے ارواح مفلح بائندہ کرنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اسی
طرح وہ اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہیں مگر ایک منزل پہ انہیں بھی احساس ہوتا ہے کہ یہ یہاں کسی کے تعاقب میں آیا ہے تو

آخذ

نام کتاب	مصنف
کتاب الزماریہ	شیخ مارت الماحسی
کتاب الصدیق	شیخ ابو سعید خزاز
کتاب اللع	شیخ ابو نصر سراج

کرکہ نوروی

جب انسان اس سفر میں کرہ نور میں داخل ہوتا ہے تو عالم نور کی مخلوق اسے جبرت سے دیکھتی ہے اور اسے
دیکھنے کے لیے حاضر ہوتی ہے اور انسان بھی اس سے مورودہ کے موکلین (مکوت) کو دیکھتا ہے اور وہ بھی ساتھ گمراہ کی
مخلوق کی طرح (ڈورائے کے بعد پاؤں رائے بغیر) جب اس کی Faith مان لیتے ہیں تو اس کی اطاعت کے لیے حاضر ہوتے
ہیں اور عہد و پیمان کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر عرفاء انہیں رخصت دے دیتے ہیں اور اسے بڑھ جاتے ہیں۔ مگر کئی ناقص
الحوالہ لوگ وہاں ساکن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عالم حلال ہوتا ہے اور یہاں انہیں تصرف فی الموجود حاصل ہوتا ہے، یہاں
کشف و کرامات کے مظاہر بہت معمولی بات ہوتے ہیں اور یہاں بیٹھ کر لوگ اپنی ساری محنت کا اجر دنیا میں لے
سکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں مگر عرفاء یہاں قیام نہ رکھنا چاہتے تھے کیونکہ ان کی منزل تو اس سے بہت بلند ہوتی ہے۔

یہ عالم جلال تو عالم جمال سے بھی ادنیٰ عالم ہے اور عرفاء کے لیے تو عالم جمال بھی ناکافی ہوتا ہے۔

شکراتِ اسرار

جب ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو اس پر وہ اسرار کے بارے میں کچھ کہنا مناسب نہ ہوگا کیونکہ جو شخص اسرار کے بارے میں کچھ جانتا ہے اس کے بارے میں خود بخود معلوم ہو جائے گا۔

♦♦♦♦♦

خوش جیوے سرفراز شاہ وح ماجسٹر

خوش جیوے سرفراز شاہ وح ماجسٹر

قوت القلوب
اتحرف لہذہ باب اہل التصوف
رسالہ تفسیری
کتب المجتہدین
اسرار العبدیات
اللہ کے سفیر
احیاء العلوم
کیا ہے سعادت
منہاج العابدین
فتوح الغیب
آداب المریدین
عوارف الحارث
سیر الاولیاء
فوائد النور
مقالات دینی و علمی
تذکرہ مشائخ قادریہ
معارف اللہ ہے

شیخ ابوبکر بن ابی اسحاق کلاباذنی
شیخ ابوالقاسم القشیری
شیخ سید علی الجویزی
شیخ عبداللہ انصاری الہروی
محمد وسید جعفر زمان نقوی
خان آصف
امام محمد غزالی
امام محمد غزالی
امام محمد غزالی
شیخ عبدالقادر جیلانی
شیخ فیہ الدین سہروردی
شیخ شہاب الدین سہروردی
مولانا ابوالحسن علی ندوی
خواجہ نظام الدین اولیاء
پروفیسر محمد شفیع
محمد دین کلیم
مولانا محمد رفیع الرحمن

اسرار روحانیت

اسرار روحانیت

حامد بن فضل اللہ جمالی
خلیق احمد نظامی
ذکر محمد اکرام
سید عبداللہ بشر (دارالکتب الاسلامیہ)
عبدالحمن جلال الدین السیوطی
محمد فخر الدین الرازی
ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری
ابن ابی اللہ

سید العارفین
تاریخ مشائخ پشت
آپ کوثر
"الاخلاقیہ"
تفسیر الدرامہ
تفسیر الکبیر
صحیح البخاری
شرح فتح البلاء

پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب سے ملاقات

کب اور کیسے؟

- ☆ پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ سے رات بارہ بجے تک اپنی رہائش گاہ بمقام 234- پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور میں ملاقاتیوں سے ملتے ہیں۔
- ☆ مرد حضرات باقی ایام (اتوار کے بغیر) ان کے دفتر میں بھی ملاقات کر سکتے ہیں۔
- ☆ کیونکہ پروفیسر صاحب سے بے شمار لوگ دن رات ملتے ہیں اس لیے دوران ملاقات ان کے نمبر بند رہتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے شہروں سے فون کرنے والوں کو مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہذا ان سے درخواست ہے کہ وہ ان کے نمبر پر message کریں۔
- ☆ پروفیسر صاحب فارغ ہونے پر ان سے رابطہ کر لیں گے۔
- ☆ پروفیسر صاحب کی تمام تصانیف براہ راست "ادارہ ترقیات روحانیت" ان کی رہائش گاہ سے بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔
- ☆ دوسرے شہروں والے بذریعہ ڈاک یا message کر کے منگوا سکتے ہیں۔

ادارہ ترقیات روحانیت 234- پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 0300-4352956
0333-9999156
ای میل: info@noorekhuda.org
help@noorekhuda.org

سرمایہ درویش

(اسلامی روحانی وظائف کا انسائیکلو پیڈیا)

شریاف کے فضائل و برکات، مسنون دعائیں، بحر (جادو) کی تعریف، حقیقت، تشخیص اور علاج، جنات کی حقیقت اور علاج، نظریہ بدکار علاج، روحانی ترقی کے اعمال، ملازمت کے مسائل، زیارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور) حضرت علی علیہ السلام کے اعمال، کشف القیور کے اعمال (صاحب مزار سے رابطے کے اعمال)، سہ ماہی زبان بننے کے اعمال، محل مشکلات و قضائے حاجات، حب تجسس کے اعمال، نکاح و شادی، غنائی رزق و دست غیب کے اعمال، ادائے قرض کے اعمال، ترقی حافظہ اور ذہن کی تیاری کے اعمال، زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا علاج، مستجاب الدعوات کے اعمال، قید رہائی و مفرد یا گندہ افراد اور مسروقہ اشیاء کے اعمال، استجارہ کے اعمال، بغض و بلائی دشمنان کے اعمال، جلدی امراض، روحانی امراض کا علاج، جسمانی امراض کا علاج، بخار کا علاج، سرور کا علاج، امراض چشم کے اعمال، ناک کا ان گھڑے امراض، دانتوں کے امراض، سینے اور دل کے امراض، پیٹ کے امراض، مردانہ امراض، خواتین کے امراض، گردہ و مثانہ کے امراض، بواسیر کا علاج، بھرگی کا علاج، متحرک امراض، حفاظت جان و مال کے اعمال، نیرو برکت کے اعمال، دفع

سیدہ سنا سے ہر روز پر سرے ہوئے سوں اور بھی جیوں کو بھالے نے بے مروتوں پر یہ عید اللہ بھٹی صاحب کا وہ اٹھ جانتے ہیں جس میں قرآن و سنت کی مکمل سرپرستی کے ساتھ ایسے اعمال و وظائف کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے کہ جن کو بروئے کار لاکر اب تک لاکھوں لوگ اپنی زندگی کی پریشانیوں اور ناکامیوں سے نجات پا کر مسرتوں کا مرائیوں اور شادمانیوں کی شاہراہ پر گامزن ہو چکے ہیں۔

اس کتاب میں پروفیسر محمد عبداللہ بھٹی صاحب نے اپنے برس بائیس کے ان آزمودہ تجربات کو پیش کیا ہے جو آج کے انسان کی مسلسل ناکامیوں، گھریلو پریشانیوں، دم توڑتی امیدوں، زمین بوس ہوتی آرزوؤں، ترچے ارمالوں، سستی خواہشوں، روحانی نا آسودگیوں اور انہنوں کا سرخ لٹا حیرل پیش کرتے ہیں۔

الغرض ”سرمایہ درویش“ ایک ایسا تحفہ ثایاب ہے جو ہر طرح کی مشکلات کا حل اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔

اگر آپ بھی کامیاب اور آسودہ حال زندگی کے حتمی ہیں تو آج سے ہی ”سرمایہ درویش“ لے کر اس کا مطالعہ شروع کریں۔ اور ان بے شمار لوگوں میں شامل ہو جائیں جو اپنی غریبوں سے کاسہ لیس زندگیوں کی کاپیالت کو دنیادی ترقیوں اور روحانی لذتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جامع اور تجربہ اعمال پر مشتمل ایک درویش، خدا مست کے دوزمرہ کے معمولات اور خانہ دانی صدری رازوں پر مشتمل گنجینہ ثایاب جو ہر گھر کی ضرورت ہے۔ 61 ابواب پر مشتمل لا جواب اور بے مثال لائبریری انسائیکلو پیڈیا۔ روحانی علاج کے ساتھ ساتھ حکمت اور ہومیو پتھی کے تجربہ نسخہ جات نے کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ جسمانی بیماریوں کے لیے تجربہ نسخہ جات جن سے ہزاروں لوگوں نے شفا پائی ہے۔

ابواب کے نام درج ذیل ہیں:

اسماء الجنتی کے خواص، اسم اعظم (امام ابو حنیفہ کا فرمان)، مورتوں کے خواص قرآنی آیات کے خواص، درود

تحفہ خاص

بزم درویش (زیر طبع)

روحانیت و تصوف کا مکمل اور جامع ترین انسائیکلو پیڈیا

عارف باللہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب سے کیے گئے روحانیت اور تصوف کے انتہائی اہم سوالات کے جوابات۔ باطنی دنیا کے مشاہدات، کیفیات، نظائر اور روحانی اسرار و رموز سے گہر پر ایک جامع اور دلگذا کتاب۔ معرفت الہی حاصل کرنے کے وہ تمام روحانی سرستہ راز جو دروازوں سے تمام فقرا اور اولیاء اللہ میں چلے آ رہے ہیں۔ حال و حال کو سمجھنے کے لیے ولایت کا مستند دستور شامل ہے۔

انسان کا روحانی اور جسمانی جسم، انسان کی اصل شان روح، عظیم کی ایسی تشریح جو آج تک آپ کی نظر سے نہیں گزری۔ ریاضت، تمرین، عین الایمان کا راستہ، مراقبہ اور عالم ہیداری میں زندگی اور آسانی سیر اور اولیاء اللہ کی زیارت۔ صوفیہ مسائل، ریاضتیں، عجائبات، مشاہدات اور سلوک کی راہوں پر ایک گہری اور پرمغز کتاب ایک ایسی کتاب جس کی ہر سالگ کو تلاش ہوتی ہے۔ ہر دکان دین کے حالات و واقعات اور کرامات ایک درویش خدا مست کی زبانی۔ ہر طالب مولا کے لیے تحفہ خاص۔

منہاج

ادارہ ترقیات روحانیت

234۔ پاک بلیک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور



فکر درویش

راہ سلوک کے مسافر عارف باللہ پروفیسر عبداللہ بھٹی کا حصول قرب الہی پر نگہ انگیز اور پرموز بیان، ایک درویش کے دیرپے فکر سے معلوم کی سمت جانے کی جاں سوز دل گہرا زنگھو، مجاز سے حقیقت تک رسائی والے ایک درویش کی آشفیت بیانی، تصوف کے دوز و اسرار، صوفی کا چاہدہ، مشاہدہ اور نکالات پر مبنی پرازدخانی گہرا بیان۔ ان روحانی معارف کا بیان جو آج تک عامۃ الناس کی نظروں سے اوجھل تھے۔ تصوف کی مکمل تاریخ، طریقت کا احوال واقعی، مرشد اور مرید سے تعلق کی پارکیاں، عالم ناسوت کا تذکرہ، جلال و جہان میں لہجہ خود خوبصورت تجربہ جو آپ کی نگاہوں میں طلب کو راہ ہدایت پر گامزن کرتی ہے۔

ملاشیان حق اور سالکین کی تربیت اور تکمیل میں معاون روحانیت اور تصوف کے موضوع پر ایک درویش کا فکر انگیز بیان۔ ایک ایسی لا جواب اور لائبریری تصنیف جس کے کئی ایڈیشن آچکے ہیں اور ہر خاص و عام میں مقبولیت کے جھنڈے گاڑ چکے ہیں۔ فکر درویش میں وطن عزیز کے درویش و دانشوروں، شاعروں، ادیبوں، ناول نگاروں، کالم نگاروں کے تھمروں اور کلموں نے کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

عطا و الحق کاظمی۔ بانو قدسیہ۔ حسن ثار۔ حبیب الرحمن شامی۔ حامد میر۔ طارق اعلیٰ ساگر۔ اجمل نیازی۔ نظیر اقبال۔ سعد وقاص۔ حامد میر۔

منہاج

ادارہ ترقیات روحانیت

234۔ پاک بلیک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور



کامیابی، ہر بات میں سرخوئی اور ہر میدان میں لازوال کامیابی اور شہرت مل جاتی ہے۔ اسم اعظم کیا ہے؟ کیا ہر بندے کا ایک اسم اعظم ہے یا مختلف ہیں؟ کس وقت کتنی تعداد میں کتنا عرصہ پڑھنا ہے؟ ان تمام امور پر پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب نے سادہ سادہ شب و روز بزرگوں، فقیروں، بھگتوروں، بھجودیوں، صوفیوں اور کارہیوں کی خدمت میں زندگی گزار کر اور نیکو کتابوں کی درق گردانی کرنے کے بعد کتاب اسم اعظم تیار کی ہے۔ جو یقیناً روحانی مسافروں، ملاشیان حق اور عام مسلمانوں کے لیے ایک بیش بہا گنجینہ خاص ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے خاندانی بزرگوں کے تجربہ اسم اعظم کے ساتھ ساتھ ساری زندگی میں عظیم بزرگوں کی صحبت اور خدمت میں رہے اور اسم اعظم پر طویل تحقیق کے بعد انتہائی آسان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جو ایک ایسا تحفہ خاص ہے جسے اہل ذوق، عالمین اور روحانی طالب علم رتی دنیا تک یاد رکھیں گے۔ اپنے ذاتی تجربات کے ساتھ ساتھ بے شمار اہل معرفت کے اسم اعظم اور تجربات بیان نہیں کیے۔ خدمت کے عظیم جذبہ کے تحت پروفیسر صاحب نے اسم اعظم کے تمام سرستہ راز اس کتاب میں بیان کر دیے ہیں۔ ایک ایسی کتاب جس میں ہمارا روحانی، جسمانی، مالی، مشکلات کا حل موجود ہے۔ کتاب ہر گھر میں ہونی چاہیے۔

ثمرات اسم اعظم (زیر طبع)

اسم اعظم کے صدیوں پرانے سرستہ راز کھولتی ایک درویش کی سحر انگیز اچھوتی تحریر



اللہ تعالیٰ کا وہ نام جس کو پڑھ کر جو بھی دعا مانگی جائے وہ پوری ہو جاتی ہے، پڑھنے والا کن فیہ کن کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اسم اعظم کا راز پتہ چل جاتا ہے وہ ہر ناممکن کام کر جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ کا مرنے والا نہ کرنا، آصف بن برخیا کا ملک و قلعے کا تخت ہزاروں میل دور سے چلک چھپکنے سے پہلے آنا، اسم اعظم پڑھنے والے کے لیے ناممکن کام کرنا نہایت آسان ہوتا ہے، ہوا میں اڑنا، دریاؤں سمندروں کے پانیوں پر چلنا، آگ پر چلنا، جسمِ زون میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہلے جانا، اطلاع پہنچاویں کا علاج کرنا، ہر بیماری، دکھ، پریشانی اور مشکل سے مشکل کام سینکڑوں میں ہو جاتا ہے۔ اسم اعظم پڑھنے والے اللہ کے خاص بندے بن جاتے ہیں۔ اسم اعظم ہر کام کی کئی یعنی کلید اسم اعظم ہے جس سے ہر ناممکن کام ناممکن میں ہو جاتا ہے۔ پڑھنے والا سیفِ زبان ہو جاتا ہے، اُس کی تمام دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اسم اعظم پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ شہرت کی ایسی بلند یاں عطا کرتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے زندہ اور مہر ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو نہ ختم ہونے والی نہ مٹنے والی ہمیشہ کی عزت شہرت مل جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے مالا مال کر دیتا ہے، پھر ایسے لوگوں کے وجود کو دوسروں کے لیے باعثِ رحمت بنا دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جو دُعا اُس معاشرے، شہر اور ملک کے لیے باعثِ شفا اور راحت بنا دیتا ہے۔

اسم اعظم اللہ تعالیٰ کا وہ سب سے بڑا برکت مند نام ہے جو فیض اور معرفت کا وہ سمندر ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے کائنات اور کائناتی اثرات رکھے ہیں کہ اُس کا ذکر کرنے والا روحانی، جسمانی، مالی اور ہر قسم کی دولت اور شہرت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ دین و دنیا میں لازوال کامیابی ملتی ہے۔ ذکر کو ہر قسم کی پریشانی اور مشکل سے نجات بخون میں مل جاتی ہے، تمام مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تمام قسم کی روحانی، جسمانی، مالی، ظاہری، باطنی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں اکبر اعظم ہے۔ اسم اعظم کو مخصوص انداز، اوقات اور تعداد میں پڑھنے سے عجزانہ اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر کام میں

روحانی گائیڈ

مراقبہ سیکھیں (زیر طبع)

روحانیت و تصوف کے وہ مسافر جو ہر دروازے سے اندھیروں میں ٹانک ٹوٹے مار رہے ہیں، کئی سالوں کی عبادات، ذکر و دعا کا روار رہے پھر بزرگوں کے مزاروں کے در پر جانے کے بعد بھی اندھے کے اندھے ہیں جن کے من کا اندھیرا دور نہیں ہوا۔ جن کے باطنی حواس اور باطنی قوتیں بیدار نہیں ہوئیں۔ جن کے تجاہات ابھی تک نہیں اٹھے جو سالکین و ربانی تھوکر ہیں کسانے کے بعد اب باطنی کے اندھیروں میں ڈوب چکے ہیں، جو روحانیت اور تصوف سے باغی ہو چکے ہیں کہ باطن کی بیداری اور روحانی پرواز صرف ایک جھوٹا فریاد یا نالہ کا خواب ہے یا یہ ناممکن کام ہے۔ ایسے ایسے لوگ مزاروں کے لیے، راہِ فقر و تصوف کے متلاشیان کے لیے اور راہِ طریقت کے چمکھونے والے ہیں۔ یہ سبھی چیزیں بے فائدہ ہیں۔ راہِ حضرت نما اور تہذیبِ خاص کتاب جو مرثیہ کریم پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی زندگی بھر کا ٹھکانہ ہے۔ روحانیت کے وہ شہر کس کس جن پر عمل پیرا ہو کر ہزاروں سالکان طریقت اور متلاشیانِ حق اپنے من کے اندھیرے دور کو چھوڑ چکے ہیں، بے شمار روحانی طالب علموں کے من کے اندھیرے دور ہو چکے ہیں، جن کی من کی دنیا روشنیوں سے آلود ہو چکی ہیں۔

تیسری آنکھ کی بیداری اور باطنی قوتوں کی بیداری کے بعد ہی الہی حراز سے رابطہ، کشفِ قبور کی صلاحیت حاصل کرنا، عالم ارواح، جنات، مہکلات، مزار کا مشاہدہ اور ملاقات ممکن ہے۔ من کی دنیا بیدار ہونے کے بعد ہی زمین کی سیر کے بعد آسمانوں کی سیر ممکن ہوتی ہے۔ مگر بیشیے الہی حرازات سے رابطہ کرنا، دوسرے شہروں اور ملکوں میں اپنے دوستوں کو دیکھنا اور سیر کرنا۔ مراقبہ کے بعد ہی تزکیہ نفس کی منزلیں آسان ہوتی ہیں، جسم و روح کی پراگندگی دور ہو جاتی ہے اور ارواح پر پڑی گرد و صاف ہو جاتی ہے تو روح لطافت کی آخری حدوں کو کراس کر جاتی ہے، تہی الہی مراقبہ سے کرامات اللہ کے فضل سے سرزد ہوتی ہیں۔

مراقبہ روحانیت اور تصوف کی پہلی چیز ہے۔ پوری دنیا میں ہر مذہب میں مراقبہ کا رواج ہے۔ اہل مراقبہ کو روحانی لذتوں، ذہنی آسانی سیر کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت، دماغی صحت، مٹلا، پریشی، خوف، نجات، بیماریوں کے خلاف، مقابلہ، تعلقی صلاحیتوں میں اضافہ، ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہوتا ہے۔ جسم اور روح سے منفی اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ قوت فیصلہ مضبوط ہوتی ہے۔ جاودہ جنات، خوف، وہم، بخی خیالات کے مکمل نجات مل جاتی

ہے۔ مندرجہ بالا خوبیوں کے علاوہ بے شمار روحانی اور جسمانی فوائد اس کتاب میں آپ کو ملیں گے۔ بازار میں موجود اکثر مراقبہ کی کتابیں مشکل اور نامکمل ہیں لہذا پروفیسر صاحب نے اپنی زندگی بھر کا ٹھکانہ اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کس طرح روحانی بیداری کی جا سکتی ہے۔

مراقبہ کے مختلف طریقے، سانس کی مشقیں، خوراک کا استعمال، کوٹنے و طیفی کرنے ہیں، ہون اور رات کے مختلف اوقات و ذہنی اور جسمانی ایسی ورزشیں جن پر عمل پیرا ہو کر بہت جلدی تیسری آنکھ اور باطنی حواس بیدار ہو جاتے ہیں، من کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے، ایسے شہر کس کس جن پر عمل کر کے بے شمار روحانی مسافریئے من کے اندھیرے دور کو رکھ کر روحانی دنیا، ماضی، حال، مستقبل کی سیر سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ آپ بھی اُن خوش قسمت انسانوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مراقبہ پر آسان اور انتہائی مفید کتاب جو آپ کے من کی دنیا کو روشن کر دے گی، اس کتاب میں مراقبہ کا پورا سلسلہ موجود ہے، اس کے بعد آپ کو کسی کتاب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ انشاء اللہ۔



اجیر شریف ریلوے اسٹیشن پر اہل ڈیوٹی اور روحانی روایاں، خواجہ پاک شاہ اجیر کا فیض ہزاروں کے بدلے میں لاکھوں دیکھے۔ مالیر کوٹہ کی تنگ صاحب کا درویشوں سے عشق اور نذرانہ۔

ہندوستان کے گھر تہذیب پر تھیلا ٹھنگو۔ ہندوؤں کی منتقوں اور سازشوں کے احوال شاہ اجیر کی مدد و اہم بارڈر پر گرفتاری اور رہائی کی بھر پور گلیز داستان۔ دوران سفر برصغیر، موہن جاتی دینے پر اور روح پرورد خیر۔

سفر نامہ ہندوستان کے دوران خصوصی حائل کا تذکرہ بھی شامل ہے جہاں اُن کے چاہنے والوں نے صوفیائے کرام کی زندگی سے متعلق اُن کے خیالات جاننے کے لیے خصوصی حائل میں انہیں مدعو کیا۔ اُن حائل میں پروفیسر صاحب نے اولیائے اکرام کے حالات زندگی و جد اگیری کیفیت میں اس انداز میں بیان فرمائے جس میں آپ کو کہیں بھی مولویانہ انداز نہیں ملے گا۔ پروفیسر صاحب نے برصغیر کی ان زندہ جاوید عظیم ترین ہستیوں کی سیرت و کردار پر ایک محقق اور درویش خدا مست کے انداز میں اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ پڑھنے والوں پر ایک وجد اور بحر طاری ہو جاتا ہے۔

ایک درویش، خدا مست کا سفر نامہ ہندو جواہرِ ذوق کے لیے بیقتنا تحفہ خاص، مانت ہوگا۔

تحفہ خاص

سفر نامہ درویش (زیر طبع)

(سفر نامہ ہند)

شہر آشوب سے فرار شاہوچ مانچسٹر

♦♦♦♦♦

عارف باللہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا سفر نامہ بہت روحانیت، تصوف و تحقیقات کا خزانہ ہے، پراسرار سرزمین پر اسرار ازلوں کا گنجینہ خاص، ہر قدم پر حیرت، تجسس اور سہل سے بھرپور واقعات و شروع سے آخر تک پڑھنے والے کو اپنے گمراہ گھبراہٹوں کی حالت تو پیش سے ہی پتہ چلیں گے لیکن مختصر درج ذیل ہیں۔

دہلی میں مرزا غالب، نظام الدین اولیاء، امیر خسرو اور بھولے ناتھ اور کالی ماتا دیوی کے مندروں میں طاقتور پنڈتوں اور ان کے ایکٹوں سے آنکھ بھولی۔

خواجہ قطب الدین، مختار کا کی اور قطب مینار کی سیر اور کالی ماتا کی روح کی چھیڑ خانی اور قوالوں سے ملاقات، قطب صاحب کا مرید جن اور ملاقات۔

کریم بھٹل کا کھانا، بھٹی قلندر کے مزار پر حاضری، اہل دیوبند کی بھید فروش، الطاف حسین حالی کے دربار پر دعا۔

بھٹی اور گنجیز فروش کا باغی فیض اور روحانی چادر دی، چند گزھ میں سکھوں کی میزبانی۔ شملہ کی سیر اور سکھ پولیس آفیسر سے ملاقات، شیخ سرہند محمد صاحب کے در پر۔ سہتی کھ کی دیوانہ وار عقیدت اور گدی نشین سے روحانی گفتگو اور ملاقات۔

سکھ جرنیل کا ماما بھائی باقریہ اور صابر کلیر سے دیوانگی کی حد تک عشق۔ دہلی بھٹل پر پولیس اور خفیہ ایجنسی راکا حملہ، ٹرکوں میں اہل پولیس آفیسر کی دعوت اور شہر کے حالات، گوبراؤ والی کی سکھ ماں کے گھر دعوت شاد و حیرت کا کرم خاص اور وید ہل گیا۔

اجیر شریف کا سفر اور بے پور میں رات اور پنک ٹی کی سیر، امیر شریف شہنشاہ ہند کے در پر۔ 100 من اور 50 من کی دیگ پر حاضری، انا ساگر پر اہل دیوبند سے ملاقات۔

بیان کی گئی ہے تاکہ عام فہم لوگ بھی اس کتاب سے بھرپور استفادہ حاصل کر سکیں۔ درج بالا خود ہیوں کے علاوہ بے شمار ایسی خوبیاں اور معلومات جو پڑھنے والوں کو شہر آشوب سے فرار کرنے میں مددگار بن سکتی ہیں۔

کیونکہ پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کا مشن عظیم ہے کہ لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانیاں فراہم کی جائیں اس لیے انہوں نے وہ تمام راز اور ایسی معلومات جو عالمین اپنے ساتھ لے کر قبروں میں چلے جاتے ہیں اس کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب آپ اور آپ کے اہل خانہ، دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے بھتہ خاص بلکہ سرستہ رازوں کا گنجینہ خاص ہے جس سے ہر خاص و عام اور عالمین حضرت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

♦♦♦♦♦

شہر آشوب سے فرار شاہوچ مانچسٹر

ہر گھر کی ضرورت

کرشمہ نام (زیر طبع)

(ناموں کی طاقت)

مرشد کریم پروفیسر عبداللہ بھٹی صاحب کی لا جواب تصنیف جس کو ہر گھر میں ہونا چاہیے علم الاعداد، تاریخ پیدائش، ناموں کی اہمیت اور ناموں کے شخصیت پر اثرات۔ کیا آپ کا نام آپ کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کی خصوصیات، مثبت پہلو، کمزور پہلو۔ آپ کو کن بناؤں کا غلبہ ہے۔ اگر عمر و دراز سے پوری کوشش کے باوجود کامیاب نہیں ہو رہے تو فوری طور پر اپنا نام چیک کریں کہ آیا وہ آپ کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہے۔ اگر نہیں ہے تو کس طرح تبدیل کرنا ہے، نام کے ساتھ کیا لگا کرنا ہے۔ بچوں کے نام کیا رکھیں۔ کیا آپ کا، آپ کے بہن بھائیوں کی بچوں کے نام تاریخ پیدائش کے مطابق ہیں۔ آپ کا برج کونسا ہے۔ کئی نمبر کیا ہے۔ پھر کونسا سوٹ کرتا ہے۔ کونسا دن آپ کے لیے مبارک ہے، آپ کو کونسا صدق کس دن کرنا چاہیے۔ یہ اس کتاب میں شامل ہے۔ آپ کے نام اور تاریخ پیدائش کے مطابق آپ کا وید یعنی اسم و قسم کونسا ہے، کتنی تعداد میں پڑھنا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے بہت سارے لوگوں کے نام تبدیل کئے۔ اپنے نام کا عدد معلوم کرنا۔ نام تبدیل کرنا۔ ہر تاریخ پیدائش کی پوری تفصیل۔ دنیا میں بہت سارے ایسے لوگ جن کا پیدائشی عدد کچھ اور نام کا عدد کچھ اور ہوتا ہے، ایسے لوگ ساری زندگی بھر پور جدوجہد کے باوجود کامیاب نہیں ہوتے۔ جیسے ہی اپنا نام تاریخ پیدائش کے مطابق تبدیل کیا، ناکامیاں ختم اور کامیابیاں ملنے لگیں۔ بچوں کی پیدائش پر پہلا مسئلہ بچے کا نام کیا رکھیں۔ اس کتاب میں ہزاروں اسلامی اور جدید نام منی کے ساتھ درج ہیں۔ اپنی پسند کا نام رکھیں تاکہ بچہ خود اور گھر والوں کے لیے خوش قسمت ثابت ہو۔

علم ناموں سے بچے بنار اور کنڈہ بن ہوتے ہیں۔ اچھے ناموں سے صحت مند اور پڑھائی میں کامیاب ہوتے ہیں، ضدی اور نافرمان بھی نہیں ہوتے۔ علم الاعداد اور ناموں کے وہ سرستہ راز جو آج تک خفیہ راز تھے پروفیسر صاحب نے خدمت ملن کے عظیم جذبہ کے تحت اس کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔

یہ کتاب آپ کو نجومیوں اور علم الاعداد کے ماہروں سے آزاد کر دے گی۔ ہر بات انتہائی آسان طریقے سے

واقعی یہ کتاب اسرار سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں روحانیت کے اُس طویل سفر کی روداد ہے جو پروفیسر صاحب کو طے کرنا پڑا۔ یہ ایک ریسرچ ہے۔ اس کیساتھ عملی ریاضت اور اس عملی ریاضت کے نتیجے میں حیران کر دینے والے واقعات بھی جن سے پروفیسر عبداللہ بھٹی گزرے کتاب کا حصہ ہیں۔ مجھے بالکل احساس نہیں ہوا کہ میں پراسرار قوتوں کے حامل کسی شخص سے جو کام ہوں۔ (عطیہ الحق قاسمی)

اس کتاب میں سالکوں کے لیے بہت کچھ ہے جسے روحانیت اور عصر حاضر کے باب میں آج کے انسان کی دین سے دوری کے

اسباب بڑے مسلسل انداز میں بیان کیے گئے ہیں جو ہمارے لیے فکر کا کافی سامان مہیا کرتے ہیں۔ (ہاں تو قدیمہ مائل ناؤن، لاہور) پرو فیسر عبداللہ بھٹی کو ہزاروں کیا لاکھوں میں ایک کہا جاسکتا ہے۔ ان جیسا دوسرا ڈھونڈنا آسان نہیں ہے۔ ہم میں سے بہت سوں نے تصوف کے بارے میں جو کچھ پڑھ رکھا اور صوفیا کے بارے میں جو کچھ (فلسفہ درنسل) سن رکھا ہے عبداللہ بھٹی اس پر زندہ شہادت ہیں۔ ان کی تصنیف ”اسرار روحانیت“ پڑھنے والوں کو چونکا بلکہ چکرا دیتی ہے۔ یہ آپ بیتی بھی ہے اور جنگ بیتی بھی۔ اس میں تاریخ سم آتی ہے۔ روحانی علوم کے کمالات بھی اور خود ان کے تجربات بھی۔ (محبت الرحمن شامی، روزنامہ پاکستان)

روزانہ بے شمار روحانی اور جسمانی امراض لے کر لوگ قبلہ پرو فیسر صاحب کے پاس آتے ہیں اور اپنا دامن خوشیوں سے بھر کر داپس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبلہ بھٹی صاحب کو بہت اور محنت دے تاکہ وہ کئی انسانیت کی مزید خدمت کر سکیں۔ جو لوگ مل نہیں سکتے وہ پرو فیسر صاحب کی کتاب ”اسرار روحانیت“ ضرور پڑھیں۔ (ڈاکٹر اجمل نیازی، روزنامہ نوائے ملت)

عام لوگوں کے لیے ”کشف المحجوب“ کو پڑھنا اور سمجھنا خاصا مشکل ہے لیکن اس مشکل کو پرو فیسر محمد عبداللہ بھٹی نے آسان کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ”اسرار روحانیت“ میں کئی صوفی کی تعلیمات کو انتہائی سادہ زبان میں اکٹھا کر دیا ہے۔ پرو فیسر محمد عبداللہ بھٹی اپنی تحقیق اور محنت پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ شکر یہ کہ بھی مستحق ہیں۔ (حامد میر، روزنامہ جنگ، بیوی وی)

تصوف کی 99 فیصد کتابیں قصوں، کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہیں مگر عبداللہ بھٹی صاحب کی کتاب واقعاتی ہے لیکن ان واقعات میں گہرے راز چھپے ہیں۔ آپ میں سے کون ان رازوں تک پہنچتا ہے اور کون اس کتاب کی سطح پر اتر کر گھر واپس چلا جاتا ہے۔ جو لوگ کچی لوگوں کا دکھ کم کر دیتے ہیں وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور یہ کام محمد عبداللہ بھٹی عرصے سے کر رہے ہیں۔ (جاوید چوہدری، کانٹاکرا ایکسپریس)

بھٹی صاحب کی یہ تصنیف بلاشبہ تصوف اور روحانی علوم پر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے جدید دور میں اس حوالہ سے ہونیوالی تبدیلیوں، قیادتوں کا بھرپور محاسبہ کیا ہے۔ روحانی مسافروں کو ان سے ضرور ملنا چاہیے یا انکی کتاب ”اسرار روحانیت“ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جس کی تلاش میں روحانی مسافر رہتے ہیں۔ (طارق اسٹیلیٹ ساگر، ناول نگار)

یا ایک عجیب و غریب اور دلچسپ کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر پہلا تاثر یہ قائم ہوتا ہے کہ ہم اب تک ایک جعلی زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں جبکہ اصلی زندگی کا آغاز کرنے کا طریقہ اس کمال صراحت سے بیان کیا گیا ہے نیز یہ احساس ہوتا ہے کہ اب بھی صحیح معنوں میں جینے کا آغاز کیا جاسکتا ہے جس کیلئے کسی طرح کی رہنمائی اور ترک دنیا کی ضرورت نہیں۔ (شاعر ظفر اقبال)

بھٹی صاحب نے روحانیت کے اسرار و رموز کو اس کتاب میں خوبصورت، آسان پیرائے میں بیان کیا ہے۔ جیسے جیسے میں اسکو پڑھتا گیا مجھے خوشگوار حیرت ہوتی کہ یہ انتہائی جامع، معلومات سے بھرپور روحانیت کی کتاب ہے۔ (مفتی محمد رابع حسین نعیمی، لاہور)

اس بندۂ خدا پر اللہ کا کتنا احسان ہے، لطائف، روحانی کیشیات اور مشاہدات پر گفتگو کر، خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ بھٹی صاحب ایک محرر انگیز فرد ہی نہیں تصوف کا گہرا مطالعہ رکھنے والی ایک عبقری شخصیت کا نام ہے۔ (مفتی محمد رمضان سیالوی، خطیب جامع مسجد اہل ہریر)

Rs. 995.00

www.sangmeel.com

